نوٹ: Mobile اور iPad وغیرہ میں بہتر طور پر دیکھنے کے لیے
Adobe Acrobat کو PDF Reader کے طور پر استعمال کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“

مقبول عام اور گراں قدر تصنیف

ہمارے دادا جان شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل و احسان سے خوب نوازا تھا، آپ نے اپنے اکابرین کے مسلک و مشرب پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے دین متین کی اشاعت و ترویج، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تقاریر و تحریر، فقہی و اصلاحی خدمات، سلوک و احسان، ردِ فرق باطلہ، قادیانیت کا تعاقب، مدارس دینیہ کی سرپرستی، اندرون و بیرون ملک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت، اصلاح معاشرہ ایسے میدانوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ بلاشبہ اردو ادب کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و صحافتی دنیا میں آپ کی تبحرِ علمی، قلم کی روانی و سلاست، تبلیغی و اصلاحی انداز تحریر جیسی خداداد صلاحیتوں اور محاسن و کمالات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہیدِ اسلام نور اللہ مرقدہ روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ اقرأ میں ۲۲ سال تک دینی و فقہی مسائل پر مشتمل کالم ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ آپؒ کی شہادت تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص و للّٰہیت کی برکت سے عوام الناس میں اس کالم کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بلا مبالغہ لاکھوں مسلمان اس چشمہ فیض سے مستفید ہوئے۔ دس ہزار سے زائد سوالات و جوابات کو فقہی ترتیب کے مطابق چار ہزار صفحات پر مشتمل دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے ہمارے دوست واحباب، معزز قارئین اور ہمارے بعض کرم فرماؤں کا شدت سے تقاضا تھا کہ حضرت شہیدِ اسلامؒ کی تصانیف آن لائن پڑھنے

بقیہ صفحہ نمبر ۴۹۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

تعارف

مشرقی پنجاب کے ضلع لدھیانہ اور ضلع جالندھر کے درمیان دریائے ستلج حدفاصل کا کام دیتا تھا۔ ضلع لدھیانہ کے شمال مشرقی کونے میں دریائے ستلج کے درمیان ایک چھوٹی سی جزیرہ نما بستی ''عیسیٰ پور'' کے نام سے آباد تھی، جو ہر برسات میں گرنے اور بننے کی خوگر تھی، یہ مصنف کا آبائی وطن تھا۔ تاریخِ ولادت محفوظ نہیں، اندازہ یہ ہے کہ سن ولادت ۱۳۵۱ھ-۱۹۳۲ء ہوگا۔ والدہ ماجدہ کا انتقال شیرخوارگی کے زمانے میں ہوگیا تھا۔ والد ماجد الحاج چوہدری اللہ بخش مرحوم ومغفور، حضرتِ اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ سے بیعت اور ذاکر وشاغل اور زیرک و عاقل بزرگ تھے۔ دیہات میں پنچائتی فیصلے نمٹانے میں ان کا شہرہ تھا، قریب کی بستی موضع جسووال میں والد صاحب کے پیر بھائی حضرت قاری ولی محمد صاحب ایک خضرصفت بزرگ تھے۔ قرآنِ کریم کی تعلیم انہی سے ہوئی، پرائمری کے بعد ۱۳ برس کی عمر ہوگی کہ لدھیانہ کے مدرسہ محمودیہ اللہ والا میں داخل ہوئے، یہاں حضرت مولانا امداداللہ صاحب حصاروی سے فارسی پڑھی، اگلے سال مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے مدرسہ انوریہ میں داخلہ لیا، دوسال یہاں مولانا انیس الرحمٰنؒ، مولانا لطف اللہ شہیدؒ ودیگر اساتذہ سے ابتدائی عربی کی کتابیں ہوئیں۔ ۲۷؍رمضان ۱۳۶۶ھ کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا، اور مشرقی پنجاب سے مسلم آبادی کے انخلاء کا ہنگامہ رستاخیز پیش آیا۔ مہینوں کی خانہ بدوشی کے بعد چک ۳۳۵ ڈبلیو بی ضلع ملتان میں قیام ہوا۔ وہاں سے قریب منڈی جہانیاں میں چوہدری اللہ داد خان مرحوم کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں مدرسہ رحمانیہ تھا، وہاں حضرت مولانا غلام محمد لدھیانوی اور دیگر اساتذہ سے تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا، ایک سال مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاول نگر میں حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ، ان کے برادر خورد حضرت مولانا لطف اللہ شہید رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب مدظلہ العالی سے متوسطات کی تعلیم ہوئی، اس کے بعد چار سال جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تعلیم ہوئی۔ ۷۲-۱۳۷۳ھ میں مشکوٰۃ شریف ہوئی، ۷۳-۱۳۷۴ھ میں دورۂ حدیث اور دورۂ حدیث کے بعد ۷۴-۱۳۷۵ھ میں تکمیل کی۔ خیرالمدارس میں درج ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے:

حضرتِ اقدس اُستاذ العلماء مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ (بانی خیرالمدارس وخلیفہ مجاز حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ) حضرت مولانا عبدالشکور کامل پوری، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، حضرت مولانا محمد نور صاحب، حضرت مولانا غلام حسین صاحب، حضرت مولانا

جمال الدین صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیری۔

تعلیم سے فراغت کے سال حضرتِ اقدس مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے سلسلۂ اشرفیہ، امدادیہ، صابریہ میں بیعت کی اور علومِ ظاہری کے ساتھ تعمیرِ باطن میں ان کے انوار وخیرات سے استفادہ کیا۔

تعلیم سے فراغت پر حضرت مرشد کے حکم سے روشن والا ضلع لائل پور کے مدرسہ میں تدریس کے لئے تقرر ہوا، اور دو سال میں وہاں ابتدائی عربی سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک تمام کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔ دو سال بعد حضرت مرشد نے ماموں کانجن، ضلع لائل پور بھیج دیا، وہاں حضرت الاستاذ مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری (حال مدرّس دارالعلوم کورنگی) کی معیت میں قریباً دس سال قیام رہا۔

تعلیم وتدریس کے ساتھ لکھنے کا شوق شروع ہی سے تھا، مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے زمانے میں طبع زاد مشکوٰۃ **التقریر النجیح** کے نام سے تالیف کی تھی۔

سب سے پہلا مضمون مولانا عبدالماجد دریابادی کے ردّ میں لکھا، موصوف نے ''صدقِ جدید'' میں ایک شذرہ قادیانیوں کی حمایت میں لکھا تھا، اس کے جواب میں ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند میں ایک مضمون شائع ہوا تھا، لیکن اس سے تشفی نہیں ہوئی، اس لئے برادرم مستری ذکراللہ کے ایما پر مرحوم کی تردید میں مضمون لکھا جو ''دارالعلوم'' ہی کی دو قسطوں میں شائع ہوا۔ ماہنامہ دارالعلوم کے ایڈیٹر مولانا ازہر شاہ قیصر کی فرمائش پر ''فتنۂ انکارِ حدیث'' پر ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ ہفت روزہ ''ترجمانِ اسلام'' میں بھی شائع ہوا، جمعیت علمائے اسلام سرگودھا کے احباب نے اس کو کتاب کی شکل میں شائع کیا۔

فیلڈ مارشل ایوب خان ۱۹۶۲ء میں بی ڈی نظام کے تحت ملک کے صدر بنے تو پاکستان کے ''اکبرِ اعظم'' بننے کے خواب دیکھنے لگے، ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور اس کے رفقاء کو ابوالفضل اور فیضی کا کردار ادا کرنے کے لئے بلایا گیا، ڈاکٹر صاحب نے آتے ہی اسلام پر تابڑتوڑ حملے شروع کردیئے، ان کے مضامین اخبارات کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماہنامہ ''فکر ونظر'' میں شائع ہورہے تھے۔ حضرتِ اقدس شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہٗ کی تمام تر توجہ ''فضل الرحمانی فتنہ'' کے کچلنے میں لگی ہوئی تھی، اور ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں اس فتنے کے خلاف جنگ کا بگل بجایا جاچکا تھا۔ ''بینات'' میں ڈاکٹر صاحب کے جو اقتباسات شائع ہورہے تھے ان کی روشنی میں ایک مفصل مضمون لکھا جس کا عنوان تھا: ''ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا تحقیقاتی فلسفہ اور اس کے بنیادی اُصول''، یہ مضمون ''بینات'' کو تصحیح کے لئے بھیجا، تو حضرتِ اقدس بنوریؒ نے کراچی طلب فرمایا، اور حکم فرمایا کہ ماموں کانجن سے ایک سال کی رُخصت لے کر کراچی آجاؤ۔ یہ ۱۹۶۶ء کا واقعہ ہے، چنانچہ حکم کی تعمیل کی، سال ختم ہوا تو حکم فرمایا کہ یہاں مستقل قیام کرو۔ بعض وجوہ سے ان دنوں کراچی میں مستقل قیام

مشکل تھا، جب معذرت پیش کی تو فرمایا کہ کم سے کم ہر مہینے دس دن ''بینات'' کے لئے دیا کرو۔ ہر مہینے دس دن کا ناغہ ماموں کانجن کے حضرات نے قبول نہ کیا، اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی مرحوم ومغفور نے اس کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ تدریس کے لئے ماموں کانجن سے ساہیوال جامعہ رشیدیہ میں تقرر ہوگیا، یہ سلسلہ ۱۹۷۴ء تک رہا، ۱۹۷۴ء میں حضرتِ اقدس بنوریؒ نے ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی امارت وصدارت کی ذمہ داری قبول فرمائی تو جامعہ رشیدیہ کے بزرگوں سے فرمایا کہ ان کو جامعہ رشیدیہ سے ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان آنے کی اجازت دی جائے۔ ان حضرات نے بادلِ نخواستہ اس کی اجازت دے دی، اس طرح جامعہ رشیدیہ سے تدریسی تعلق ختم ہوا۔ بیس دن مجلس کے مرکزی دفتر ملتان میں اور دس دن کراچی میں گزارنے کا سلسلہ حضرتؒ کی وفات (۳ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء) تک جاری رہا۔ حضرت بنوریؒ کا ہمیشہ اصرار رہا کہ مستقل قیام کراچی میں رکھیں، ان کی وفات کے بعد ان کی خواہش کی تکمیل ہوئی۔ اس طرح ۱۹۶۶ء سے آج تک ''بینات'' کی خدمت جاری ہے اور ربّ کریم کے فضل واحسان سے توقع ہے کہ مرتے دَم تک جاری رہے گی۔

مئی ۱۹۷۸ء میں جناب میر شکیل الرحمٰن صاحب نے جنگ کا اسلامی صفحہ ''اقرأ'' جاری فرمایا تو ان کے اصرار اور مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن کی تاکید وفرمائش پر اس سے منسلک ہوئے اور دیگر مضامین کے علاوہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کا مستقل سلسلہ شروع کیا۔ جس کے ذریعے بلامبالغہ لاکھوں مسائل کے جوابات، کچھ اخبارات کے ذریعہ اور کچھ نجی طور پر لکھنے کی نوبت آئی، الحمدللہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

بیعت کا تعلق حضرتِ اقدس مولانا خیر محمد جالندھری نوّر اللہ مرقدہٗ سے تھا، ان کی وفات (۲۱ شعبان ۱۳۹۰ھ، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء) کے بعد حضرت قطب العالم ریحانۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجرِ مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ (المتوفی ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء، ۲۹ رجب ۱۴۰۲ھ) سے رُجوع کیا اور حضرتِ شیخ نے خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، اسی کے ساتھ عارف باللہ حضرتِ اقدس ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی نوّر اللہ مرقدہٗ (المتوفی ۱۵ رجب ۱۴۰۶ھ) نے بھی سندِ اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

بینات، ہفت روزہ ختم نبوت اور ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ کے علاوہ ملک کے مشہور علمی رسائل میں شائع شدہ سیکڑوں مضامین کے علاوہ چند کتابیں بھی تالیف کیں، جن کی فہرست درج ذیل ہے:

۱:- اُردو ترجمہ خاتم النبیّین، از علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ۔

۲:- اُردو ترجمہ حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، از حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنیؒ۔

فہرست

فہرست

پیش لفظ

الحمدللہ! ۵؍مئی ۱۹۷۸ء وحی کے پہلے لفظ ’’اقرأ‘‘ کے نام سے اسلامی صفحہ کا آغاز کیا گیا، اس صفحہ کے پہلے شمارہ میں درج ذیل تحریر اس صفحہ کے مقصد کے طور پر بیان کی گئی، اس کا عکس پیش خدمت ہے۔

بفضل خدا ابتدا ہی سے اس شعبہ کی سرپرستی میرے محترم اور شفیق بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے قبول فرمائی اور دیگر مضامین کے ساتھ ایک مستقل سلسلہ ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘ کے عنوان سے شروع کیا جس میں قارئین کے مذہبی سوالات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ الحمدللہ بہت جلد مقبول ہوا اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں کہ اس کے ذریعہ قارئین کو بے شمار دینی باتیں معلوم ہوئیں اور ہزاروں غلطیوں کی اصلاح ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ’’جنگ‘‘ کا یہ صفحہ سب سے زیادہ مقبول اور معلومات افزا ہے۔ ’’جنگ‘‘ کا ہر قاری سب سے پہلے اسی کو پڑھتا ہے۔ ۵؍مئی ۱۹۷۸ء کو شروع کیا ہوا یہ سلسلہ الحمدللہ ’’اقرأ‘‘ کی صورت میں اپنی اسی مقبولیت کے ساتھ آج بھی جاری ہے، گیارہ سال گزرنے کے باوجود قارئین کی دِلچسپی میں ذرا بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اخباری زندگی بہت محدود ہوتی ہے اور اس کا ریکارڈ رکھنا اور اسے محفوظ کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے، اس لئے قارئین کی طرف سے بہت اصرار تھا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے اس علمی ذخیرہ کو کتابی شکل میں محفوظ کردیا جائے تاکہ مستقبل کی نسلیں اس علمی ذخیرہ سے استفادہ کرسکیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہم اپنے قارئین کی خواہش کی تکمیل میں ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘ کی پہلی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی تدوین و طباعت کے مراحل میں جناب ڈاکٹر شہیرالدین صاحب، مولانا محمد جمیل خان (انچارج اسلامی صفحہ اقرأ)، مولانا محمد نعیم امجد سلیمی، عبداللطیف طاہر، مولانا سعید احمد جلال پوری، محمد وسیم غزالی، محمد صغیر کاتب، محمد جاوید ڈسکوی اور عبدالستار چودھری نے بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور میرے لئے اور میرے ادارہ کے لئے اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنائے، وما توفیقی الا باللہ!

(ناشر)

محمد عتیق الرحمٰن لدھیانوی

فہرست

نوٹ: کسی بھی موضوع تک رسائی کے لیے اس پر کلک کریں

توہم پرستی

ایمانیات

مسلمانوں کے بنیادی عقائد

ایمان کی حقیقت

س......ایمان کیا ہے؟ حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

ج......حدیث جبرائیل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پہلا سوال یہ تھا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے پانچ ارکان ذکر فرمائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دوسرا سوال یہ تھا کہ: ایمان کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر۔''

ایمان ایک نور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے دل میں آجاتا ہے، اور جب یہ نور دل میں آتا ہے تو کفر و عناد اور رسومِ جاہلیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور آدمی ان تمام چیزوں کو جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، نورِ بصیرت سے قطعی سچی سمجھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔'' آپؐ کے لائے ہوئے دین میں سب سے اہم تر یہ چھ باتیں ہیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں فرمایا ہے، پورے دین کا خلاصہ انہی چھ باتوں میں آجاتا ہے:

ا:......اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا سمجھے، وہ اپنے وجود اور اپنی ذات وصفات میں ہر نقص اور عیب سے پاک اور تمام کمالات سے متصف ہے، کائنات کی ہر چیز اسی کے ارادہ ومشیت کی تابع ہے، سب اسی

فہرست

کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کائنات کے سارے تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں، اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔

۲:......فرشتوں پر ایمان یہ کہ فرشتے، اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل نورانی مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ہو، بجالاتے ہیں، اور جس کو جس کام پر اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

۳:......رسولوں پر ایمان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور انہیں اپنی رضامندی اور ناراضی کے کاموں سے آگاہ کرنے کے لئے کچھ برگزیدہ انسانوں کو چن لیا، انہیں رسول اور نبی کہتے ہیں۔ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خبریں رسولوں کے ذریعے ہی پہنچتی ہیں، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی، بلکہ آپؐ ہی کا لایا ہوا دین قیامت تک رہے گا۔

۴:......کتابوں پر ایمان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی معرفت بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سے آسمانی ہدایت نامے عطا کئے، ان میں چار زیادہ مشہور ہیں: تورات، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، زبور جو حضرت داوٴد علیہ السلام پر نازل کی گئی، انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور قرآن مجید جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ یہ آخری ہدایت نامہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس بھیجا گیا، اب اس کی پیروی سارے انسانوں پر لازم ہے اور اس میں ساری انسانیت کی نجات ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب سے روگردانی کرے گا وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔

۵:......قیامت پر ایمان یہ کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا ختم ہوجائے گی زمین و آسمان فنا ہوجائیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا اور اس دنیا میں لوگوں نے جو نیک یا برے عمل کئے ہیں، سب کا حساب و کتاب ہوگا۔ میزانِ عدالت قائم ہوگی اور ہر شخص کی نیکیاں اور بدیاں اس میں تولی جائیں گی، جس شخص کے نیک عملوں کا پلہ بھاری ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ ملے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا

اور قرب کے مقام میں رہے گا جس کو ''جنت'' کہتے ہیں، اور جو شخص کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا پروانہ ملے گا اور وہ گرفتار ہوکر خدائی قید خانے میں جس کا نام ''جہنم'' ہے، سزا پائے گا، اور کافر اور بے ایمان لوگ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ دنیا میں جس شخص نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا، اس سے رشوت لی ہوگی، اس کا مال ناحق کھایا ہوگا، اس کے ساتھ بدزبانی کی ہوگی یا اس کی بے آبروئی کی ہوگی، قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہوگا، اور مظلوم کو ظالم سے پورا پورا بدلا دلایا جائے گا۔ الغرض خدا تعالیٰ کے انصاف کے دن کا نام ''قیامت'' ہے، جس میں نیک و بد کو چھانٹ دیا جائے گا، ہر شخص کو اپنی پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۶:...... ''اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانے'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ کارخانۂ عالم آپ سے آپ نہیں چل رہا، بلکہ ایک علیم و حکیم ہستی اس کو چلا رہی ہے۔ اس کائنات میں جو خوشگوار یا ناگوار واقعات پیش آتے ہیں وہ سب اس کے ارادہ و مشیت اور قدرت و حکمت سے پیش آتے ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کے تمام حالات اس علیم و خبیر کے علم میں ہیں اور کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان تمام حالات کو، جو پیش آنے والے تھے، ''لوحِ محفوظ'' میں لکھ لیا تھا۔ بس اس کائنات میں جو کچھ بھی وقوع میں آرہا ہے وہ اسی علم ازلی کے مطابق پیش آرہا ہے، نیز اسی کی قدرت اور اسی کی مشیت سے پیش آرہا ہے۔ الغرض کائنات کا جو نظام حق تعالیٰ شانہ نے ازل ہی سے تجویز کر رکھا تھا، یہ کائنات اس طے شدہ نظام کے مطابق چل رہی ہے۔

نجات کے لئے ایمان شرط ہے

س:...... ہم نے سن رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر میں دوزخ سے ہر اس آدمی کو نکال لے گا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی موحد کو مشرک کے ساتھ رکھوں۔ تو کیا آج کل کے عیسائی اور یہودیوں کو بھی دوزخ سے نکال دے گا؟ کیونکہ وہ بھی اللہ کو مانتے ہیں، لیکن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے، اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں۔ تو کیا عیسائی اور یہودی ''رائی

برابر ایمان والوں‘‘ میں ہوں گے یا نہیں؟

ج…… دائمی نجات کے لئے ایمان شرط ہے، کیونکہ کفر اور شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں ہوگا اور ایمان کے صحیح ہونے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا کافی نہیں، بلکہ اس کے تمام رسولوں کا ماننا بھی ضروری ہے اور جو لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے وہ خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رکھتے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے رسول اور خاتم النبیین ہونے کی شہادت دی ہے، پس جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کو جھٹلاتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بات کو جھوٹی کہے وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا نہیں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قبول کرنا شرطِ نجات ہے، غیر مسلم کی نجات نہیں ہوگی۔

مسلمان کی تعریف

س…… مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

ج…… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو ماننے والا مسلمان ہے، دینِ اسلام کے وہ امور جن کا دین میں داخل ہونا قطعی تواتر سے ثابت اور عام و خاص کو معلوم ہو، ان کو ’’ضروریاتِ دین‘‘ کہتے ہیں۔ ان ’’ضروریاتِ دین‘‘ میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔

س…… قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ یہ بات پھر عرض کروں گا کہ صرف قرآن شریف اور حدیث شریف کے حوالے سے بتائیں، دوسرا کوئی حوالہ نہ دیں، ورنہ لوگوں کو پھر موقع ملے گا کہ یہ ہمارے فرقہ کے بزرگ کا حوالہ نہیں۔

ج…… ایمان نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو بغیر کسی تحریف و تبدیلی کے قبول کرنے کا اور اس کے مقابلہ میں کفر نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کسی قطعی و یقینی بات کو نہ ماننے کا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں ’’ما انزل الی الرسول‘‘ کے ماننے کو ’’ایمان‘‘ اور ’’ما انزل الی الرسول‘‘ میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو

فہرست

''کفر'' فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون کثرت سے آیا ہے، مثلاً: صحیح مسلم (جلد:۱ ص:۳۷) کی حدیث میں ہے: ''اور وہ ایمان لائیں مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر۔'' اس سے مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہوجاتی ہے۔ یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن مانتا ہو وہ مسلمان ہے، اور جو شخص قطعیاتِ دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑتا ہو، وہ مسلمان نہیں، بلکہ کافر ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے، اور بہت سی احادیث شریفہ میں اس کی یہ تفسیر فرمائی گئی ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور ملتِ اسلامیہ کے تمام فرقے (اپنے اختلافات کے باوجود) یہی عقیدہ رکھتے آئے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے سے انکار کرکے نبوت کا دعویٰ کیا، اس وجہ سے قادیانی غیرمسلم اور کافر قرار پائے۔

اسی طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے، مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اس عقیدے سے منحرف ہیں، اور وہ مرزا کے ''عیسیٰ'' ہونے کے مدعی ہیں، اس وجہ سے بھی وہ مسلمان نہیں۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدارِ نجات ٹھہرایا گیا ہے، لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ: ''میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے، اس لئے اب میری وحی اور میری تعلیم مدارِ نجات ہے۔'' (اربعین نمبر:۴ ص:۷، حاشیہ) غرض کہ مرزا قادیانی نے بے شمار قطعیاتِ اسلام کا انکار کیا ہے، اس لئے تمام اسلامی فرقے ان کے کفر پر متفق ہیں۔

ابتدائی وحی کے تین سال بعد عمومی دعوت وتبلیغ کا حکم ہوا

س...... زمانۂ فترۃ وحی میں تبلیغ اسلام کی دعوت جاری رہی یا نہیں؟ جبکہ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ...... صاحب کی رائے میں پہلی وحی کے بعد تین سال تک آپؐ کو ٹریننگ دی جاتی رہی اور اس کے بعد تبلیغ کا حکم ہوا۔ امید ہے کہ آپ جواب سے نوازیں گے۔

فہرست

ج...... ابتدائی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کا نزول بند رہا، یہ زمانہ ''فترۃ وحی'' کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس وقت تک دعوت و تبلیغ کا عمومی حکم نہیں ہوا تھا۔ ''زمانۂ فترت'' کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و انذار کا حکم دیا گیا، اس ''فترۃ وحی'' میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ .... صاحب نے ''ٹریننگ'' کی جو بات کی، وہ ان کی اپنی فکری سطح کے مطابق ہے۔

گونگے کا اظہارِ اسلام

س...... ہمارے ہاں ایک گونگا ہے جس کے ماں باپ مرچکے ہیں اور وہ پیدائش سے اب تک ہندو رہا ہے، اور اب وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے، اس کی عمر ۲۸ سال ہے، جبکہ وہ ان پڑھ ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اس کو کلمہ کس طرح پڑھایا جائے جبکہ وہ سن بھی نہیں سکتا؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کلمہ طیبہ لکھ کر پانی میں گھول کر پلادیا جائے، مسلمان ہوجائے گا!

ج...... کلمہ گھول کر پلانے سے تو مسلمان نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ اشارے سے توحید و رسالت کا اقرار کرے تو مسلمان ہوجائے گا۔

ہر مسلمان غیرمسلم کو مسلمان کرسکتا ہے

س...... کیا کوئی عام مسلمان (جو روزے نماز کا پابند ہو) کسی غیرمسلم کو مسلمان بناسکتا ہے؟ اور اگر بناسکتا ہے تو اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟

ج...... غیرمسلم کو کلمہ شہادت پڑھادیجئے، اور جس کفر میں وہ گرفتار تھا اس سے توبہ کرادیجئے، بس مسلمان ہوجائے گا! اس کے بعد اسے اسلام کی ضروری باتوں کی تعلیم دیجئے۔

دین اور مذہب میں کیا فرق ہے؟

س...... مذہب اور دین میں کیا فرق ہے؟ نیز یہ کہ اسلام مذہب ہے یا دین؟

ج...... دین اور مذہب کا ایک ہی مفہوم ہے، آج کل بعض لوگ یہ خیال پیش کر رہے ہیں کہ دین اور مذہب الگ الگ چیزیں ہیں، مگر ان کا خیال غلط ہے۔

صراطِ مستقیم سے کیا مراد ہے؟

س...... اکثر بزرگوں نے صراطِ مستقیم کو صرف مسجد تک محدود رکھا، نیک کام صرف روزہ، زکوٰۃ

اور نماز کو قرار دیا، جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو کافر کہنا کیا درست ہے؟ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر قرار دینا کیا صحیح ہے؟ نماز فرض ہے، فرض کریں اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہے اور چیخ چیخ کر بچاؤ بچاؤ پکار رہا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو بچالیں اور ایک فرض نماز ہے اگر دومنٹ ہم نے صرف کردیئے تو قضا ہوجائے گی، کیا ہم ایسے میں مصلیٰ بچھا کر دریا کے کنارے نماز ادا کریں گے؟ یا اس ڈوبتے ہوئے انسان کی زندگی بچائیں گے؟

خداوند کریم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ، ترجمہ..... دکھا ہم کو سیدھا راستہ، یہ سورۂ فاتحہ میں آیا ہے، جسے الحمد شریف کہا جاتا ہے، جو ہر ایک نماز میں پڑھی جاتی ہے، جس کے نہ پڑھنے سے نماز نامکمل ہوتی ہے جسے ہم ہر نماز میں پانچ وقت پڑھتے ہیں کہ دکھا ہم کو سیدھا راستہ، کیا ہم غلط راستے پر ہیں؟ اگر نہیں تو ہم کون سا صحیح راستہ مانگ رہے ہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ صراطِ مستقیم کوئی اور ہے، سیدھی راہ کوئی اور ہے جو جنت کی طرف جاتی ہے؟ کیا ہم اس راہ پر چل رہے ہیں جو صرف مسجد تک جاتی ہے؟

براہ کرم آپ ہمیں وہ طور اور طریقے بتائیں جن پر عمل کرکے ہم سیدھے راستے یعنی صراطِ مستقیم پر چل سکتے ہیں۔

ج...... قرآن کریم نے جہاں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے: ”دکھا ہمیں سیدھا راستہ“، وہیں اس سیدھی راہ کی یہ کہہ کر وضاحت بھی کردی ہے: ”راہ ان لوگوں کی کہ انعام فرمایا آپ نے ان پر، نہ ان پر غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے راستہ کا، اسی صراطِ مستقیم کا مختصر عنوان اسلام ہے اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اسی کی تشریح کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پاکر جتنے اعمال امت کو بتائے ہیں اور جس جس وقت کے لئے جو جو عمل بتایا، اپنے اپنے درجہ کے مطابق ان سب کا بجالانا ضروری ہے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی معمولی اور حقیر سمجھنا درست نہیں، اگر ایک ہی وقت میں کئی عمل جمع ہوجائیں تو ہمیں یہ اصول بھی بتادیا گیا ہے کہ کس کو مقدم کیا جائے گا اور کس کو مؤخر؟ مثلاً: آپ نے جو

مثال لکھی ہے ایک شخص ڈوب رہا ہے تو اس وقت اس کو بچانا پہلا فرض ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے کوئی نابینا آدمی کنویں یا کسی گڑھے میں گرنے لگے تو نماز کو توڑ کر اس کی جان بچانا فرض ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم مسجد تک محدود نہیں اور وہ شخص احمق ہے جو اسلام کو مسجد تک محدود سمجھتا ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسجد والے اعمال ایک زائد اور فالتو چیز ہیں، بلاشبہ اسلام صرف نماز، روزے اور حج و زکوٰۃ کا نام نہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ چیزیں غیر ضروری ہیں، نہیں! بلکہ یہ اسلام کے اعلیٰ ترین شعائر اور اس کی سب سے نمایاں علامتیں ہیں، جو شخص دعویٔ مسلمانی کے ساتھ نماز اور روزے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس کے قدم "صراطِ مستقیم" کی ابتدائی سیڑھیوں پر بھی نہیں، کجا کہ اسے صراطِ مستقیم پر قرار و ثبات نصیب ہوتا۔

رہی یہ بات کہ جب ہم صراطِ مستقیم پر قائم ہیں تو پھر اس کی دعا کیوں کی جاتی ہے کہ: "دکھا ہم کو سیدھی راہ"، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک ہے صراطِ مستقیم پر قائم ہو جانا اور دوسری چیز ہے صراطِ مستقیم پر قائم رہنا۔ یہ دونوں باتیں بالکل جدا جدا ہیں، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص آج صراطِ مستقیم پر ہے لیکن خدانخواستہ کل اس کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل جاتا ہے اور وہ گمراہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تلقین کردہ دعا "اھدنا الصراط المستقیم" حال اور مستقبل دونوں کو جامع ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ آئندہ کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے آئندہ کے لئے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی دعا کی جاتی ہے کہ: "اے اللہ! جس طرح آپ نے محض اپنے لطف و کرم سے ہمیں اپنے مقبول بندوں کے راستہ صراطِ مستقیم پر ڈال دیا ہے، آئندہ بھی ہمیں مرتے دم تک اسی پر قائم رکھئے۔"

آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو کافر کہنا کیا درست ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا لیکن وہ نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں اس اعلیٰ ترین فریضۂ خداوندی کو ترک کر کے بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا

ہوں اور میں قصوروار اور مجرم ہوں، ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا اور نہ اسے کوئی کافر کہنے کی جرأت کرتا ہے۔

لیکن یہ شخص اگر نماز کو فرض ہی نہ سمجھتا ہو اور نہ نماز کے چھوڑنے کو وہ کوئی گناہ اور جرم سمجھتا ہو، تو آپ ہی فرمائیے کہ اس کو مسلمان کون کہے گا؟ کیونکہ اس کو مسلمان سمجھنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمانوں پر نماز فرض ہونا ذکر فرمایا ہے، وہ نعوذ باللہ! غلط ہے، کیا خدا اور رسولؐ کی بات کو غلط کہہ کر بھی کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے...؟

آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کیا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر کہنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز صحیح نہیں، بلکہ گناہِ کبیرہ ہے، مگر یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے پاکر جو دین امت کو دیا ہے، اس پورے کے پورے دین کو اور اس کی ایک ایک بات کو ماننا اسلام ہے، اور ماننے والے کو مسلمان کہتے ہیں اور دینِ اسلام کی جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس میں شک و تردد کا اظہار کرنا کفر کہلاتا ہے۔ پس جو شخص دینِ اسلام کی کسی قطعی اور یقینی بات کو جھٹلاتا ہے یا اس کا مذاق اڑاتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو ماننے کا مختصر عنوان کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔ مسلمان یہ کلمہ پڑھ کر خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اقرار کرتا ہے، اور اس اقرار کے یہی معنی ہیں کہ وہ خدا کے ہر حکم کو مانے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو خدا کا فرمان سمجھے گا، اس کلمہ طیبہ کے پڑھ لینے کے باوجود جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو نعوذ باللہ! غلط کہتا ہے وہ اپنے اس اقرار میں قطعاً جھوٹا ہے، اس لئے ایسے شخص کو مسلمان کہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کی اجازت ہے اور نہ کسی بے ایمان کافر کو مسلمان کہنے کی گنجائش ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ:...... ''اے نبی! کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی

فہرست

طرف سے آچکا، اب جس کا جی چاہے (اس حق کو مان کر) مؤمن بنے اور جس کا جی چاہے (اس کا انکار کردے) کافر بنے۔ (مگر یہ یاد رکھے کہ) بے شک ہم نے (ایسے) ظالموں کے لئے (جو حق کا انکار کرتے ہیں) آگ تیار کر رکھی ہے۔“ (الکہف:۲۹)

کیا امتِ محمدیہ میں غیرمسلم بھی شامل ہیں؟

س...... کیا امتِ محمدیہ میں غیرمسلم بھی شامل ہیں؟ ایک صاحب نے بتایا کہ امتِ محمدیہ کی مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہئے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ امتِ مسلمہ کی مغفرت کر، کیونکہ کافر بھی امتِ محمدیہ میں شامل ہیں۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس اعتبار سے تو کافر بھی ہیں کہ آپؐ کی دعوت اور آپؐ کا پیغام ان کے لئے بھی ہے، مگر جب ”امتِ محمدیہ“ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہی لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہی، آپؐ کے پیغام کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لائے، اس لئے ”امتِ محمدیہ“ کے حق میں دعائے خیر کرنا بالکل درست ہے اور ان صاحب کی بات صحیح نہیں۔

تحریف شدہ آسمانی کتب کے ماننے والے اہلِ کتاب کیوں؟

س...... خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ چاروں کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں بھی تبدیلی یا اس میں اپنی مرضی سے کچھ گھٹا یا بڑھا کر اگر اس کی پیروی کی جائے تو کیا اس صورت میں پیروی کرنے والے اہل کتاب کہے جائیں گے؟

ج...... قرآن کریم تو تحریفِ لفظی سے محفوظ ہے، اس لئے قرآن کریم کے بارے میں تو یہ سوال غیرمتعلق ہے، پہلی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے، مگر چونکہ وہ لوگ اصل کتاب کو ماننے کے مدعی ہیں اس لئے ان کو اہل کتاب تسلیم کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو اہلِ کتاب کہنا کیسا ہے؟

س...... حالانکہ مسلمان کتاب سماوی کے حامل ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری

نبی مانتے ہیں، تو کیا اس وجہ سے ان کو اہلِ کتاب کہنا شرعاً یا لغتاً کسی بھی نوع سے درست ہے یا نہیں؟

ج…… ''اہلِ کتاب'' اصطلاحی لفظ ہے، جو قرآن کریم سے پہلے کی منسوخ شدہ کتابوں کے ماننے والوں پر بولا جاتا تھا، مسلمانوں پر نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے ایمان پر بحث کرنا جائز نہیں

س…… مولانا صاحب! ایک بہت اہم مسئلہ ہے جو تین چار روز سے مجھے بے حد پریشان کئے ہوئے ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلے میں ایک صاحبہ ہیں تین چار روز پہلے وہ ہمارے گھر بیٹھی فرما رہی تھیں کہ رسولِ خداؐ کی والدہ (نعوذ باللہ!) کافر تھیں، کیونکہ رسول اکرمؐ سے پہلے اسلام نہیں تھا۔

ج…… یہ مسئلہ بہت نازک اور حساس ہے۔ محققین نے اس میں گفتگو کرنے سے منع کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے تین رسائل اس مسئلہ پر لکھے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا ایمان ثابت کیا ہے، اگر کسی کو ان کی تحقیق پر اطمینان نہ ہو تب بھی خاموشی بہتر ہے۔ ان محترمہ سے کہئے کہ ان سے قبر میں اور حشر میں یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا تھا؟ اس لئے وہ اس غلط بحث میں پڑ کر اپنا ایمان خراب نہ کریں اور نہ اہل ایمان کے جذبات کو بے ضرورت مجروح کریں۔

انگریز امریکن وغیرہ کفار رحمتوں کے زیادہ حقدار یا مسلمان؟

س…… کیا یورپ ایشیا اور امریکن اقوام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل نہیں ہوتیں کہ وہاں کا عام آدمی خوشحال ہے۔ نیک، ایماندار اور انسان نظر آتا ہے، ہم مسلمانوں کی نسبت خدائی احکامات (حقوق العباد) کا زیادہ احترام کرتا ہے۔ کیا وہ اللہ (جو رحمت للعالمین ہے) کی رحمتوں سے ہماری نسبت زیادہ مستفید نہیں ہو رہا ہے؟ حالانکہ ان کے ہاں کتے، تصاویر، دونوں کی بہتات ہے۔ کیا ہم صرف اس وجہ سے رحمت کے حق دار ہیں کہ ہم مسلمان ہیں؟ چاہے ہمارے کرتوت دین اور اسلام کے نام پر بدنما دھبّہ ہی کیوں نہ ہوں؟ رحمت کا حق دار کون ہے؟ پاکستانی؟ جو

حقوق العباد کے قاتل اور چینی انگریز کے پیروکار ہیں! جواب سے آگاہ فرماویں۔

ج…… حق تعالیٰ شانہ کی رحمت دو قسم کی ہے: ایک عام رحمت، دوسری خاص رحمت۔ عام رحمت تو ہر عام و خاص اور مؤمن و کافر پر ہے، اور خاص رحمت صرف اہل ایمان پر ہے۔ اول کا تعلق دنیا سے ہے اور دوسری کا تعلق آخرت سے۔ کفار جو دنیا میں خوشحال نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ساری اچھائیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے اور ان کے کفر اور بدیوں کا وبال آخرت کے لئے محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ان کی برائیوں کی سزا دنیا میں ہی دی جاتی ہے۔ بہرحال کافروں اور بدکاروں کا دنیا میں خوشحال ہونا ان کے مقبول ہونے کی علامت نہیں۔ دوسرا کافروں کو دنیا میں خوش رکھنا ایسا ہے جس طرح سزائے موت کے قیدی کو جیل میں اچھی طرح رکھا جاتا ہے۔

نسخ قرآن کے بارہ میں جمہور اہلِ سنت کا مسلک

س…… مسئلہ یہ ہے کہ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ "علوم القرآن" ص:۱۶۴ پر رقم طراز ہیں کہ: "جمہور اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔ لیکن معتزلہ میں سے ابومسلم اصفہانی کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ تمام آیات اب بھی واجب العمل ہیں۔ ابومسلم کی اتباع میں بعض دوسرے حضرات نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ اور ہمارے زمانے کے اکثر تجدد پسند حضرات اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ جن آیتوں میں نسخ معلوم ہوتا ہے یہ حضرات ان کی ایسی تشریح کرتے ہیں جن سے نسخ تسلیم نہ کرنا پڑے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ موقف دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے اور اسے اختیار کرنے کے بعد بعض قرآنی آیات کی تفسیر میں ایسی کھینچ تان کرنی پڑتی ہے جو اصولِ تفسیر کے بالکل خلاف ہے۔" یہ تو تھا تقی صاحب کا بیان۔ ادھر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ "فیض الباری" ج:۳ ص:۱۴۷ پر فرماتے ہیں:

"انکرت النسخ راساً وادعیت ان النسخ لم یرد فی القراٰن راساً۔"

آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں:

"اعنی بالنسخ کون الاٰیة منسوخة فی جمیع ماحوته بحیث لا تبقی معمولة فی جزئیّ من جزئیاتها فذالک عندی غیر واقع وما من اٰیة منسوخة الا وھی معمولة بوجه من الوجوہ وجھة من الجھات."

(فیض الباری ج:۳ ص:۱۴۷)

برائے کرم یہ بتائیں کہ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے بارے میں کیا تاویل کریں گے؟ کیا یہ صریح نسخ کا انکار نہیں ہے؟ واللہ! میرا ان کے بارے میں حسنِ ظن ہی ہے، صرف اپنے ناقص ذہن کی تشفی چاہتی ہوں۔ نیز ناچیز لڑکیوں کو پڑھاتی ہے تو اس قسم کے مسائل میں توجیہ بہت مشکل ہوتی ہے۔ برائے کرم یہ بتائیں کہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک مندرجہ ذیل آیت کی کون سی جزئی پر عمل باقی ہے:

"یٰٓاَیھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة، ذالک خیر لکم واطھر، فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم." (المجادلة:۱۲)

میرے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ اِدھر مولانا محمد تقی صاحب کا فرمان ہے کہ بجز معتزلہ یا ان کے ہم مشرب کے کسی نے نسخ کا انکار نہیں کیا، اور اُدھر دیوبند کے جلیل القدر اور چوٹی کے بزرگ یہ فرمائیں:

"ان النسخ لم یرد فی القراٰن راساً."

تو توجیہ مجھ جیسی ناقص العقل والدّین کے لئے بہت مشکل ہے، اس اُلجھن کو حل فرماکر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

ج…… معتزلہ کے مذہب اور حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مسلک کے درمیان فرق یہ ہے کہ معتزلہ تو نسخ فی القرآن کے سرے سے منکر ہیں۔ جیسا کہ آج کل قادیانی اور نیچری بھی یہی رائے رکھتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن کریم میں جو حکم ایک بار نازل کردیا گیا اس کی جگہ پھر کبھی دوسرا حکم نازل نہیں ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ دیگر اہلِ حق کی طرح نسخ فی

۳۱
فہرست

القرآن کے قائل ہیں، مگر وہ یہ فرماتے ہیں کہ آیاتِ منسوخہ کو جو قرآن کریم میں باقی رکھا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ ان آیات کے مشمولات میں کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی جزئی معمول بہ ہوتی ہے، یہ نہیں ہوا کہ کسی آیت کو اس طرح منسوخ کردیا جائے کہ اس کے مشمولات و جزئیات میں سے کوئی فرد کسی حال میں بھی معمول بہ نہ رہے، مثلاً: آیتِ فدیہ صوم کا حکم ان لوگوں کے حق میں منسوخ ہے جو روزے کی طاقت رکھتے ہوں، خواہ ان کو روزے میں تکلیف و مشقت برداشت کرنا پڑتی ہو۔ مگر شیخ فانی وغیرہ کے حق میں روزے کا فدیہ اب بھی جائز ہے اور وہ اسی آیت کے تحت مندرج ہے۔ اس لئے یہ آیت اپنے بعض مشمولات کے اعتبار سے تو منسوخ ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے، لیکن اس کے بعض جزئیات اب بھی زیرِ عمل ہیں۔ اس لئے یہ بالکلیہ منسوخ نہیں، بلکہ بعض اعتبارات و جزئیات کے اعتبار سے منسوخ ہے۔ اس کی دوسری مثال آیاتِ مناجات ہے:

"یٰاَیھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول... الخ."

جو آپ نے نقل کی ہے، آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ پہلے واجب تھا، جسے منسوخ کردیا گیا اور اس کے نسخ کی تصریح اس کے مابعد کی آیت میں موجود ہے۔ مگر اس کا استحباب بعد میں بھی باقی رہا، اس لئے اس آیت میں بھی "نسخ بالکلیہ" نہیں ہوا، بلکہ اپنے بعض مشمولات و جزئیات کے اعتبار سے یہ آیت بعد میں بھی معمول بہا رہی۔

الغرض حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد: "ان النسخ لم یرد فی القران راساً" کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کریم میں نازل ہونے کے بعد کبھی کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو آیات منسوخ ہوئیں ان میں "نسخ من کل الوجوہ" یا "نسخ بالکلیہ" نہیں ہوا کہ ان آیات کے مشمولات و جزئیات میں سے کوئی جزئیہ کسی حال اور کسی صورت میں بھی معمول بہا نہ رہے، بلکہ ایسی آیات میں "نسخ فی الجملہ" ہوا ہے، یعنی یہ آیات اپنے بعض محتویات و مشمولات کے اعتبار سے اگرچہ منسوخ ہیں، مگر ان کے بعض جزئیات و مشمولات بدستور معمول بہا ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کی یہ تشریح خود ان کی اس عبارت سے واضح ہے جو آپ نے نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"ان النسخ لم یرد فی القرآن راساً، اعنی بالنسخ کون الآیة منسوخة فی جمیع ماحوته بحیث لا تبقیٰ معمولة فی جزئی من جزئیاتها. فذالک عندی غیر واقع وما من آیة منسوخة الا وھی معمولة بوجه من الوجوہ من الجھات."

ترجمہ:...... "بے شک قرآن کریم میں نسخ بالکلیہ واقع نہیں ہوا اور اس نسخ بالکلیہ سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی آیت اپنے تمام مشمولات کے اعتبار سے منسوخ ہوجائے کہ اس کی جزئیات میں سے کوئی جزئی بھی معمول بہٖ نہ رہے، ایسا نسخ میرے نزدیک واقع نہیں، بلکہ جو آیت بھی منسوخ ہے وہ کسی نہ کسی وجہ اور کسی نہ کسی جہت سے معمول بہا ہے۔

اس ضمن میں آیتِ فدیہ کی مثال دینے کے بعد فرماتے ہیں:

"وبالجملة جنس الفدیة لم ینسخ بالکلیة فھی باقیة الی الآن فی عدة مسائل ولیس لھا ماخذ عندی غیر تلک الآیة فدل علیٰ انھا لم تنسخ بمعنی عدم بقاء حکمھا فی محل ونحوہٖ."

ترجمہ:...... "خلاصہ یہ ہے کہ جنس فدیہ بالکلیہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ فدیہ متعدد مسائل میں اب تک باقی ہے اور ان مسائل میں فدیہ کا مأخذ میرے نزدیک اس آیت کے سوا نہیں، پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت بایں معنی منسوخ نہیں ہوئی کہ اس کا حکم کسی محل میں بھی باقی نہ رہا ہو۔"

متعدی امراض اور اسلام

س...... کیا جذام والے سے اسلام نے رشتہ ختم کردیا ہے؟ اگر نہیں تو اس کے مریض سے

جینے کا حق کیوں چھینا جاتا ہے؟ اور یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ: ''اس سے شیر کی طرح بھاگو اور اس کو لمبے بانس سے کھانا دو''؟

ج…… جو شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہو، اگر لوگوں کو اس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا جائے تو یہ تقاضائے عقل ہے، باقی بیماری کی وجہ سے اس کا رشتہ اسلام سے ختم نہیں ہوگا، اس بیماری پر اس کو اجر ملے گا۔ اسلام تو مرض کے متعدی ہونے کا قائل نہیں، لیکن اگر جذامی سے اختلاط کے بعد خدانخواستہ کسی کو یہ مرض لاحق ہوگیا تو ضعیف الاعتقاد لوگوں کا عقیدہ بگڑے گا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ مرض اس کو جذامی سے لگا ہے، اس فسادِ عقیدہ سے بچانے کے لئے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ: اس سے شیر کی طرح بھاگو (لمبے بانس سے کھانا دینے کا مسئلہ مجھے معلوم نہیں، نہ کہیں یہ پڑھا ہے)۔ الغرض جذام والے کی تحقیر مقصود نہیں بلکہ لوگوں کو ایذائے جسمانی اور خرابیٔ عقیدہ سے بچانا مقصود ہے۔ اگر کوئی شخص قوی الایمان اور قوی المزاج ہو وہ اگر جذامی کے ساتھ کھا پی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھایا ہے۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انبیاء علیہم السلام کی معیت نصیب ہوگی، ان کا درجہ نہیں!

س…… کیا آپ مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ کی پوری تشریح بیان فرمائیں گے؟:

''ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیّن والصدیقین والشھداء والصّٰلحین وحسن اولٰئک رفیقًا۔'' (النساء:۶۹)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء (علیہم السلام) اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں، اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔'' اور اس کی تشریح یہ بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ مل سکتا ہے۔

ج…… یہ تشریح دو وجہ سے غلط ہے، ایک تو یہ کہ نبوت ایسی چیز نہیں جو انسان کو کسب و محنت اور اطاعت و عبادت سے مل جائے، دوسرے اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی کو بھی اطاعتِ کاملہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں رہیں گے، گو ان کے اعمال کم درجے کے ہوں، ان کو قیامت کے دن انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء اور مقبولانِ الٰہی کی معیت نصیب ہوگی۔

ولی اور نبی میں کیا فرق ہے؟

س…… اولیاء اور انبیاء میں فرق کس طرح واضح کیا جائے؟

ج…… نبی براہ راست خدا تعالیٰ سے احکام لیتا ہے، اور ''ولی'' اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع ہوتا ہے۔

کوئی ولی، غوث، قطب، مجدد، کسی نبیؑ یا صحابیؓ کے برابر نہیں

س…… حضرت، ولی، قطب، غوث، کوئی بڑا صاحبِ تقویٰ، عالم دین، امام وغیرہ ان سب میں سے کس کے درجہ کو پیغمبروں کے درجہ کے برابر کہا جاسکتا ہے؟

ج…… کوئی ولی، غوث، قطب، امام، مجدد، کسی ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، نبیوں کی تو بڑی شان ہے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کیا گوتم بدھ کو پیغمبروں میں شمار کرسکتے ہیں؟

س…… تعلیم یافتہ جدید ذہن کے لوگ گوتم بدھ کو بھی پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

ج…… قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں آیا، اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے، اور باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، خواہ ان کا تعلق کسی خطہ ارضی سے ہو، اور خواہ وہ کسی زمانے میں ہوئے

ہوں، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟

س..... قرآن شریف میں صاف صاف آیا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگو، لیکن پھر بھی یہ وسیلہ بنانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ج...... وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں میری کتاب ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' حصہ اول میں ملاحظہ فرمالیں۔ بزرگوں کو مخاطب کرکے ان سے مانگنا تو شرک ہے، مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ: ''یا اللہ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کردیجئے''، یہ شرک نہیں۔

صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۳۷ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

''اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا.''

ترجمہ:...... ''اے اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ توسل کیا کرتے تھے، پس آپ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرماتے تھے۔ اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعہ توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔''

اس حدیث سے توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور توسل باولیاء اللہ دونوں ثابت ہوئے، جس شخصیت سے توسل کیا جائے اسے بطور شفیع پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بحق فلاں دُعا کرنے کا شرعی حکم

س...... بحق فلاں اور بحرمت فلاں دعا کرنا کیسا ہے؟ کیا قرآن وسنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟

ج...... بحق فلاں اور بحرمت فلاں کے ساتھ دعا کرنا بھی توسل ہی کی ایک صورت ہے، اس لئے ان الفاظ سے دعا کرنا جائز اور حضرات مشائخ کا معمول ہے۔ ''حصن حصین'' اور ''الحزب الاعظم'' ماثورہ دعاؤں کے مجموعے ہیں، ان میں بعض روایات میں ''بحق السائلین علیک، فان للسائل علیک حقا'' وغیرہ الفاظ منقول ہیں، جن سے اس

فہرست

کے جواز واستحسان پر استدلال کیا جاسکتا ہے، ہماری فقہی کتابوں میں اس کو مکروہ لکھا ہے، اس کی توجیہ بھی میں ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' میں کرچکا ہوں۔

توفیق کی دُعا مانگنے کی حقیقت

س…… توفیق کی تشریح فرمادیجئے! دعاؤں میں اکثر خدا سے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ فلاں کام کرنے کی توفیق دے۔ مثال کے طور پر ایک شخص یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دے، مگر وہ صرف دعا ہی پر اکتفا کرتا ہے اور دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ: ''جب سے توفیق ہوگی تب میں نماز شروع کروں گا۔'' اس سلسلے میں وضاحت فرمادیجئے تاکہ ہمارے بھائیوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا توفیق کا پردہ اتر جائے۔

ج…… توفیق کے معنی ہیں کسی کارِ خیر کے اسباب من جانب اللہ مہیا ہوجانا، جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی عطا فرما رکھی ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی مانع اس کے لئے موجود نہیں، اس کے باوجود وہ نماز نہیں پڑھتا بلکہ صرف توفیق کی دعا کرتا ہے، وہ درحقیقت سچے دل سے دعا نہیں کرتا بلکہ نعوذ باللہ! دعا کا مذاق اڑاتا ہے، ورنہ اگر وہ واقعی اخلاص سے دعا کرتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ نماز سے محروم رہتا۔

کسبِ معاش کے آداب

س…… قرآن وسنت کی رُو سے مستقبل کی منصوبہ بندی (اپنی ذات کے لئے) کیسی ہے؟ یعنی جائز ذرائع سے مستقبل کے لئے دولت کا جمع کرنا، اپنی آئندہ نسلوں کے لئے سہولیات اور آسانیاں بہم پہنچانا، فراوانیٔ رزق کے لئے کوششیں کرنا، جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رازق اور خالق ہے۔ میری مراد یہ نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، بلکہ بہتر مستقبل کی منصوبہ بندی اور اس کے لئے کوششیں کرنا ہے۔ مولانا صاحب اس سے ہمارے معاشرے میں کافی برائیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

ج…… جو شخص حلال ذریعہ سے مال کمائے اور شریعت نے مال کے جو حقوق مقرر فرمائے ہیں، وہ بھی ٹھیک طور پر ادا کرتا رہے، اسی کے ساتھ یہ کہ مال کمانے میں ایسا منہمک نہ ہو کہ آخرت کی تیاری سے غفلت اور فرائضِ شرعیہ کی بجا آوری میں سستی واقع ہوجائے۔ ان تین

شرائط کے ساتھ اگر مال کما کر اولاد کے لئے چھوڑ جائے تو کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر ان تین میں سے کسی ایک شرط میں کوتاہی کی تو یہ کمایا ہوا مال اس شخص کے لئے قبر میں بھی اور حشر میں بھی وبال بن جائے گا۔ مال کے بارے میں کتاب وسنت کی تعلیمات کا خلاصہ میں نے ذکر کردیا، اس کی شرح کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں

س...... کسی نفع ونقصان کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی آدمی کوئی قدم اُٹھائے اور بیماری کے حملہ آور ہونے سے پہلے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا کیا توکل کے خلاف تو نہیں؟ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا صحیح مفہوم سمجھا دیجئے۔

ج...... توکل کے معنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ہیں، اور بھروسہ کا مطلب یہ ہے کہ کام اسباب سے بنتا ہوا نہ دیکھے بلکہ یوں سمجھے کہ اسباب کے اندر مشیتِ الٰہی کی روح کارفرما ہے، اس کے بغیر تمام اسباب بیکار ہیں:

عقل در اسباب می دارد نظر
عشق می گوید مسبّب رانگر

مطلقاً ترکِ اسباب کا نام توکل نہیں، بلکہ اس بارے میں تفصیل ہے کہ جو اسباب ناجائز اور غیرمشروع ہوں ان کو توکل برخدا بالکل ترک کردے، خواہ فوراً یا تدریجاً، اور جو اسباب مشروع اور جائز ہیں ان کی تین قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ ہے:

۱:...... وہ اسباب جن پر مسبّب کا مرتب ہونا قطعی ویقینی ہے، جیسے کھانا کھانا، ان اسباب کا اختیار کرنا فرض ہے اور ان کا ترک کرنا حرام ہے۔

۲:...... ظنی اسباب: جیسے بیماریوں کی دوا دارو، اس کا حکم یہ ہے کہ ہم ایسے کمزوروں کو ان اسباب کا ترک کرنا بھی جائز نہیں، البتہ جو حضرات قوتِ ایمانی اور قوتِ توکل میں مضبوط ہوں ان کے لئے اسباب ظنّیہ کا ترک جائز ہے۔

۳:...... تیسرے وہمی اور مشکوک اسباب: (یعنی جن کے اختیار کرنے میں شک ہو کہ مفید ہوں گے یا نہیں) ان کا اختیار کرنا سب کے لئے خلافِ توکل ہے، گو بعض

فہرست

صورتوں میں جائز ہے، جیسے جھاڑ پھونک وغیرہ۔

اسباب پر بھروسہ کرنے والوں کا شرعی حکم

س…… رزق کے بارے میں یہاں تک حکم ہے کہ جب تک یہ بندے کو مل نہیں جاتا وہ مر نہیں سکتا، کیونکہ خدا نے اس کا مقدر کردیا ہے۔ خدا کی اتنی مہربانیوں کے باوجود جو لوگ انسانوں کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں، ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ملازمت سے نہ نکال دیئے جائیں، تو اس وقت ڈر، خوف وغیرہ رکھنے والے کیا مسلمان ہیں؟ جن کا ایمان خدا پر کم اور انسانوں پر زیادہ کہ یہ خوش ہیں تو سب ٹھیک ورنہ زندگی اجیرن ہے۔

ج…… ایسے لوگوں کی اسباب پر نظر ہوتی ہے، اور اسباب کا اختیار کرنا ایمان کے منافی نہیں، بشرطیکہ اسباب کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کی جائے، ناجائز اسباب کا اختیار کرنا البتہ کمالِ ایمان کے منافی ہے۔

کیا عالمِ ارواح کے وعدہ کی طرح آخرت میں دُنیا کی باتیں بھی بھول جائیں گی؟

س…… ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی چار دفعہ حالت بدلے گی۔ (۱) دنیا میں آنے سے پہلے عالمِ ارواح میں اللہ سے وعدہ۔ (۲) عالمِ دنیا میں قیام۔ (۳) عالمِ قبر۔ (۴) عالمِ آخرت جنت یا دوزخ۔ مولوی صاحب ہم کو عالمِ ارواح میں اپنی روح کی موجودگی کا علم اب ہوا ہے، اور جو روحوں نے اللہ سے بندگی کا وعدہ کیا اس میں ہماری روح بھی شامل تھی، لیکن ہم کو تو پتہ نہ چلا، ہمیں تو اس دنیا میں بتایا گیا کہ تم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا تو جس طرح عالمِ ارواح کا ہمیں احساس نہیں ہوا تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جزا و سزا، قبر و آخرت کا ہمیں اس طرح پتہ نہ چلے جس طرح عالمِ ارواح میں ہمیں کچھ پتہ نہ چلا؟

ج…… عالمِ ارواح کی بات تو آپ کو بھول گئی، لیکن دنیا کی زندگی میں جو کچھ کیا وہ نہیں بھولے گا۔

کشف والہام اور بشارت کیا ہے؟

س...... کشف، الہام اور بشارت میں کیا فرق ہے؟ حضرت محمدؐ کے بعد کسی کو کشف، الہام یا بشارت ہونا ممکن ہے؟ قرآن وحدیث کے حوالے سے واضح کیجئے گا۔

ج...... کشف کے معنی ہیں کسی بات یا واقعہ کا کھل جانا۔ الہام کے معنی ہیں دل میں کسی بات کا القا ہو جانا۔ اور بشارت کے معنی خوشخبری کے ہیں، جیسے کوئی اچھا خواب دیکھنا۔

۲:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کشف والہام اور بشارت ممکن ہے، مگر وہ شرعاً حجت نہیں، اور اس کے قطعی ویقینی ہونے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے نہ کسی کو اس کے ماننے کی دعوت دی جاسکتی ہے۔

کشف یا الہام ہوسکتا ہے، لیکن وہ حجت نہیں

س...... اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھے کشف کے ذریعہ خدا نے حکم دیا ہے کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اور فلاں بات کہو، ایسے شخص کے بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے؟

ج...... غیر نبی کو کشف یا الہام ہوسکتا ہے، مگر وہ حجت نہیں، نہ اس کے ذریعہ کوئی حکم ثابت ہوسکتا ہے، بلکہ اس کو شریعت کی کسوٹی پر جانچ کر دیکھا جائے گا، اگر صحیح ہو تو قبول کیا جائے گا ورنہ ردّ کر دیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ سنتِ نبویؐ کا متبع اور شریعت کا پابند ہو، اگر کوئی شخص سنتِ نبویؐ کے خلاف چلتا ہو تو اس کا کشف والہام کا دعویٰ شیطانی مکر ہے۔

فہرست

اجتہاد وتقلید

کیا ائمہ اربعہ، پیغمبروں کے درجہ کے برابر ہیں؟

س...... کیا پیغمبروں کے درجے کے برابر ہونے کے لئے کم سے کم امام (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ وغیرہ) کے برابر ہونا ضروری ہے؟

ج...... امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ تو امتی ہیں، اور کوئی امتی کسی نبی کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

کیا کسی ایک فقہ کو ماننا ضروری ہے؟

س…… کیا اسلام میں کسی ایک فقہ کو ماننا اور اس پر عمل کرنا لازمی ہے؟ یا اپنی عقل سے سوچ کر جس امام کی جو بات زیادہ مناسب لگے اس پر عمل کرنا جائز ہے؟

ج…… ایک فقہ کی پابندی واجب ہے، ورنہ آدمی خود رائی و خود غرضی کا شکار ہو سکتا ہے۔

کسی ایک امام کی تقلید کیوں؟

س…… جب چاروں امام، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ برحق ہیں تو پھر ہمیں کسی ایک کی تقلید کرنا کیوں ضروری ہے؟ ان چاروں سے پہلے لوگ کن کی تقلید کرتے تھے؟

ج…… جب چاروں امام برحق ہیں تو کسی ایک کی تقلید حق ہی کی تقلید ہوگی، چونکہ بیک وقت سب کی تقلید ممکن نہیں لامحالہ ایک کی لازمی ہوگی۔

دوم:…… تقلید کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ گمراہ ہو کر اتباعِ ہویٰ کا شکار نہ ہو جائے جبکہ ائمہ عظام سے پہلے کا دور خیر القرون کا دور تھا، وہاں لوگ اپنی مرضی چلانے کے بجائے صحابہ کرامؓ سے پوچھ لیتے تھے۔

شرعاً جائز یا ناجائز کام میں ائمہ کا اختلاف کیوں؟

س…… اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں کام فلاں امام کے نزدیک جائز ہے، لیکن فلاں کے نزدیک جائز نہیں۔ دینی اعتبار سے کوئی بھی کام ہو دو باتیں ہی ممکن ہیں جائز یا ناجائز، لیکن یہاں بات مہمل سی ہے، اصل بات بتائیں، میں نے پہلے بھی کئی ایک سے پوچھا مگر کسی نے مجھے مطمئن نہیں کیا۔

ج…… بعض امور کے بارے میں تو قرآن کریم اور حدیث نبوی (صلی اللہ علیٰ صاحبہ وسلم) میں صاف صاف فیصلہ کر دیا گیا ہے (اور یہ ہماری شریعت کا بیشتر حصہ ہے) ان امور کے جائز و ناجائز ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں، اور بعض امور میں قرآن و سنت کی صراحت نہیں ہوتی، وہاں مجتہدین کو اجتہاد سے کام لے کر اس کے جواز یا عدمِ جواز کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ علم و فہم اور قوتِ اجتہاد میں فرق ایک طبعی اور فطری چیز ہے، اس لئے ان کے

اجتہادی فیصلوں میں اختلاف بھی ہے، اور یہ ایک فطری چیز ہے، اس کو چھوٹی سی دو مثالوں سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

۱:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایک مہم پر روانہ فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ عصر کی نماز فلاں جگہ جا کر پڑھنا۔ نماز عصر کا وقت وہاں پہنچنے سے پہلے ختم ہونے لگا تو صحابہؓ کی دو جماعتیں ہوگئیں، ایک نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر نمازِ عصر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، اس لئے خواہ نماز قضا ہوجائے مگر وہاں پہنچ کر ہی پڑھیں گے، دوسرے فریق نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک تو یہ تھا کہ ہم غروب سے پہلے پہلے وہاں پہنچ جائیں، جب نہیں پہنچ سکے تو نماز قضا کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

بعد میں یہ قصہ بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا تو آپؐ نے دونوں کی تصویب فرمائی اور کسی پر ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق منشائے نبویؐ کی تعمیل کی (صلی اللہ علیہ وسلم)، اگرچہ ان کے درمیان جواز و عدمِ جواز کا اختلاف بھی ہوا۔ اسی طرح تمام مجتہدین اپنی اجتہادی صلاحیتوں کے مطابق منشائے شریعت ہی کی تعمیل کرنا چاہتے ہیں، مگر ان کے درمیان اختلاف بھی رونما ہوجاتا ہے، اور اس اختلاف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ برداشت فرمایا، بلکہ اس کو رحمت فرمایا، اور اس ناکارہ کو اس اختلاف کا رحمت ہونا اس طرح کھلی آنکھوں نظر آتا ہے جیسے آفتاب۔

دوسری مثال:...... ہمیں روزمرہ پیش آتی ہے کہ ایک ملزم کی گرفتاری کو ایک عدالت جائز قرار دیتی ہے اور دوسری ناجائز، قانون کی کتاب دونوں کے سامنے ایک ہی ہے، مگر اس خاص واقعہ پر قانون کے انطباق میں اختلاف ہوتا ہے، اور آج تک کسی نے اس اختلاف کو ''مہمل بات'' قرار نہیں دیا۔ چاروں ائمہ اجتہاد ہمارے دین کے ہائی کورٹ ہیں، جب کوئی متنازعہ فیہ مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوتا ہے تو کتاب و سنت کے دلائل پر غور کرنے کے بعد وہ اس کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ جائز ہے، دوسرے کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ ناجائز ہے، اور تیسرے کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ مکروہ ہے، اور چونکہ سب کا فیصلہ اس امر کے قانونی نظائر اور کتاب و سنت کے دلائل پر مبنی

ہوتا ہے، اس لئے سب کا فیصلہ لائق احترام ہے، گو عمل کے لئے ایک ہی جانب کو اختیار کرنا پڑے گا۔ یہ چند حروف قلم روک کر لکھے ہیں، زیادہ لکھنے کی فرصت نہیں، ورنہ یہ مستقل مقالے کا موضوع ہے۔

کسی ایک فقہ کی پابندی عام آدمی کے لئے ضروری ہے مجتہد کے لئے نہیں

س...... کیا ہم پر ایک فقہ کی پابندی واجب ہے؟ کیا فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی یہ سب اسلام ہیں؟ حق تو صرف ایک ہوتا ہے؟

کیا آپ کے ائمہ نے فقہ کو واجب قرار دیا ہے؟ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کی پابندی کیوں نہیں کی؟ ایک واجب چھوڑ کر گناہ گار ہوئے اور یہی نہیں بلکہ ایک نئی فقہ پیش کردی (نعوذ باللہ)۔

ج...... ایک مسلمان کے لئے خدا اور رسولؐ کے احکام کی پابندی لازم ہے۔ جو قرآن کریم اور حدیثِ نبویؐ سے معلوم ہوں گے، اور علمِ احکام کے لئے اجتہاد کی ضرورت ہوگی، اور صلاحیتِ اجتہاد کے لحاظ سے اہلِ علم کی دو قسمیں ہیں: مجتہد اور غیر مجتہد۔ مجتہد کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا لازم ہے اور غیر مجتہد کے لئے کسی مجتہد کی طرف رجوع کرنا ہے۔

لقوله تعالىٰ: ”فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.“ (النحل:۴۳)

ولقوله عليه السلام: ”الا سألوا اذ لم يعلموا فانما شفاء العي السؤال.“ (ابوداؤد ج:۱ ص:۴۹)

ائمہ اربعہ مجتہد تھے، عوام الناس قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے لئے ان مجتہدین سے رجوع کرتے ہیں، اور جو حضرات خود مجتہد ہوں ان کو کسی مجتہد سے رجوع کرنا نہ صرف غیر ضروری بلکہ جائز بھی نہیں۔ اور کسی معین مجتہد سے رجوع اس لئے لازم ہے تاکہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے بجائے خواہش نفس کی پیروی نہ شروع ہوجائے کہ جو مسئلہ اپنی خواہش کے مطابق دیکھا وہ لے لیا۔ آنجناب اگر خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اپنے اجتہاد پر عمل فرمائیں، میں نے جو لکھا وہ غیر مجتہد لوگوں کے بارے میں لکھا ہے۔

فہرست

کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہوچکا ہے؟

س……علماء کرام سے سنتے آئے ہیں کہ تیسری صدی کے بعد سے اجتہاد کا دروازہ بند ہوچکا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اس کے بعد پیش آنے والے مسائل کے حل کی کیا صورت ہے؟

ج…… چوتھی صدی کے بعد اجتہادِ مطلق کا دروازہ بند ہوا ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مجتہدِ مطلق پیدا نہیں ہوا، جہاں تک نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کا تعلق ہے ان پر ائمہ مجتہدین کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں غور کیا جائے گا اور اس کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

اجتہاد کا دروازہ بند ہوجانے کا یہ مطلب نہیں کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد ممنوع قرار دے دیا گیا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اجتہادِ مطلق کے لئے جس علم و فہم، جس بصیرت و ادراک اور جس ورع و تقویٰ کی ضرورت ہے وہ معیار ختم ہوگیا اب اس درجہ کا کوئی آدمی نہیں ہوا جو اجتہادِ مطلق کی مسند پر قدم رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، شاید اس کی حکمت یہ تھی کہ اجتہاد سے جو کچھ مقصود تھا، یعنی قرآن و سنت سے شرعی مسائل کا استنباط وہ اصولاً و فروعاً مکمل ہوچکا تھا، اس لئے اب اس کی ضرورت باقی نہ تھی، ادھر اگر یہ دروازہ ہمیشہ کو کھلا رہتا تو امت کی اجتماعیت کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، واللہ اعلم!

چاروں اماموں کی بیک وقت تقلید

س……عصرِ حاضر کے ایک مشہور واعظ …………فرماتے ہیں کہ وہ کسی ایک فقہ کے مقلد نہیں، بلکہ وہ پانچ ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ) کی پیروی کرتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا بیک وقت ایک سے زائد فقہوں کی پیروی کی جاسکتی ہے؟ انسان حسبِ منشا کسی بھی فقہ کے فیصلہ کو اپنا سکتا ہے؟ کیا یہ عمل کلی مقصد شریعت کے منافی نہیں؟

ج……مسائل کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ مسائل جو تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہیں، ان میں تو ظاہر ہے کہ کسی ایک مسلک کی پیروی کا سوال ہی نہیں۔ دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن میں فقہاء کا اجتہادی اختلاف ہے، ان میں بیک وقت سب کی پیروی تو ہو نہیں سکتی، ایک ہی کی پیروی ہوسکتی ہے، اور جس فقیہ کی پیروی کی جائے اس مسلک کے تمام شروط کا لحاظ رکھنا بھی

ضروری ہے۔ پھر اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تمام مسائل میں ایک ہی فقہ کی پیروی کی جائے، اس میں سہولت بھی ہے، یکسوئی بھی ہے اور نفس کی بے قیدی سے امن بھی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک فقیہ کی پیروی کرلی اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے فقیہ کی، اس میں چند خطرات ہیں، ایک یہ کہ بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہوجائے گی کہ اس کا عمل تمام فقہاء کے نزدیک غلط ہوگا، مثلاً: کوئی شخص یہ خیال کرے کہ چونکہ گاؤں میں امام شافعیؒ کے نزدیک جمعہ جائز ہے، اس لئے میں ان کے مسلک پر جمعہ پڑھتا ہوں، حالانکہ امام شافعیؒ کے مسلک پر نماز صحیح ہونے کے لئے بعض شرائط ایسی ہیں جن کا اس کو علم نہیں، نہ اس نے ان شرائط کو ملحوظ رکھا، تو اس کا جمعہ نہ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہوا اور نہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہوا۔

دوسرا خطرہ یہ ہے کہ اس صورت میں نفس بے قید ہوجائے گا، جس مسلک کا جو مسئلہ اس کی پسند اور خواہش کے موافق ہوگا اس کو اختیار کرلیا کرے گا، یہ اتباعِ ہویٰ و نفس ہے۔

تیسرا خطرہ یہ کہ بعض اوقات اس کو دو مسلکوں میں سے ایک کے اختیار کرنے میں تردد پیدا ہوجائے گا اور چونکہ خود علم نہیں رکھتا اس لئے کسی ایک مسلک کو ترجیح دینا مشکل ہوجائے گا، اس لئے ہم جیسے عامیوں کے لئے سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ایک مسلک کو اختیار کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ یہ تمام فقہی مسلک دریائے شریعت سے نکلی ہوئی نہریں ہیں۔

قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے چاروں فقہوں خصوصاً حنفی فقہ پر زور کیوں؟

س…… کوئی شخص فقہ حنفی سے تعلق رکھتا ہے لیکن اپنا مسئلہ فقہ مالکی سے حل کرانا چاہتا ہے، تو آپ اس کو روک دیتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہو کہ فقہ حنفی میں ہوتے ہوئے فقہ مالکی کی طرف اس لئے رجوع کر رہا ہو کہ اس میں نرمی ہو، تو اسی دائرہ (فقہ حنفی) میں رہتے ہوئے اسے ناجائز کہہ سکتے ہیں۔ لیکن قطع نظر ان ساری باتوں کے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر ان ائمہ اربعہ کی فقہ کو مذہب کا درجہ کیوں دیا جاتا ہے کہ اس وقت چاروں اماموں کے ماننے والوں کے مابین اس قدر دوری ہے جبکہ ایک اچھے مسلمان کو ہر وہ بات جو کتاب و سنت کے نزدیک حقیقت ہو ماننی چاہئے اور فقہ کی اہمیت بہت زیادہ کردی گئی

حالانکہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ضروری ہے، اس واضح حکم کے بعد آپ بتائیں کہ کسی امام، مجدد، ظلی یا بروزی، نبی کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے؟

ج...... محترم و مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے جناب کے گرامی نامہ سے خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنی تمام الجھنیں بے کم و کاست پوری بے تکلفی سے بیان کردیں، تفصیل سے لکھنے کی افسوس ہے کہ فرصت نہیں، اگر جناب سے ملاقات ہوجاتی تو زبانی معروضات پیش کرنا زیادہ آسان ہوتا، بہرحال چند امور عرض کرتا ہوں:

۱:...... دینِ اسلام کے بہت سے امور تو ایسے ہیں جن میں نہ کسی کا اختلاف ہے نہ اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن بہت سے امور ایسے ہیں کہ ان کا حکم صاف قرآن کریم یا حدیث نبوی میں مذکور نہیں، ایسے امور کا شرعی حکم دریافت کرنے کے لئے گہرے علم، وسیع نظر اور اعلیٰ درجہ کی دیانت و امانت درکار ہے۔ یہ چاروں بزرگ ان اوصاف میں پوری امت کے نزدیک معروف و مسلّم تھے، اس لئے ان کے فیصلوں کو بحیثیت شارحِ قانون کے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ عدالتِ عالیہ کی تشریح قانون مستند ہوتی ہے، اس لئے یہ تصور صحیح نہیں کہ لوگ اللہ و رسولؐ کی اطاعت کے بجائے ان بزرگوں کی اطاعت کرتے ہیں، صحیح تعبیر یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کے فرمودات کی جو تشریح ان بزرگوں نے فرمائی اس کو مستند سمجھتے ہیں، قانون کی تشریح کو کوئی عاقل قانون سے انحراف نہیں سمجھا کرتا، اس لئے چاروں فقہ قرآن و سنت ہی سے مأخوذ ہیں، اور ان کی پیروی قرآن و سنت کی پیروی ہے۔

۲:...... رہا یہ کہ جب چاروں تشریحات مستند ہیں تو صرف فقہ حنفی ہی کو کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری فقہوں کی پوری تفصیلات ہمارے سامنے نہیں، نہ ساری کتابیں موجود ہیں، اس لئے دوسری فقہ کے ماہرین سے رجوع کا مشورہ تو دیا جاسکتا ہے مگر خود ایسی جرأت خلافِ احتیاط ہے۔

دوم:...... یہ کہ یہاں اکثر لوگ فقہ حنفی سے وابستہ ہیں، پس اگر کوئی شخص دوسری فقہ سے رجوع کرے گا تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ سہولت پسندی کی خاطر ایسا کرے گا،

فہرست

نہ کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے۔

ایک دوسرے کے مسلک پر عمل کرنا

س...... اگر کوئی شخص اپنے مسلک کے علاوہ کسی مسلک کی پیروی ایک یا ایک سے زائد مسائل میں کرے تو کیا اس کی اجازت ہے؟ یعنی اگر کوئی شافعی، امام ابوحنیفہؒ کے مسئلہ پر عمل کرے تو کیا اس کی اجازت ہے؟

ج...... اپنے امام کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک پر عمل کرنا دو شرطوں کے ساتھ صحیح ہے: ایک یہ ہے کہ اس کا منشا ہوائے نفس نہ ہو بلکہ دوسرا مسلک دلیل سے اقویٰ (زیادہ قوی) اور احوط (زیادہ احتیاط والا) نظر آئے۔ دوم یہ کہ دو مسلکوں کو گڈمڈ نہ کرے، جس کو فقہاء کی اصطلاح میں "تلفیق" کہا جاتا ہے، بلکہ جس مسلک پر عمل کرے اس مسلک کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھے۔

محاسنِ اسلام

اسلام دینِ فطرت

س...... میرے ایک مسیحی دوست کے سوال کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام بڑا خشک مذہب ہے اور فطری دین ہونے کا دعویدار بھی ہے۔ اسلام میں تفریح کا کوئی تصور ہی نہیں، ہر طرف بوریت ہی بوریت ہے، دل بہلانے والی سب چیزیں ناجائز ہیں۔ موسیقی کی طرف ہر انسان کا رجحان ہوتا ہے، اور ہر روح وجد میں آجاتی ہے، اسلام فطرتِ انسان کو اس تقاضے سے کیوں باز رکھتا ہے؟ محظوظ ہونے کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟ موجودہ زمانے میں مشینی دور کی وجہ سے ہر آدمی مصروف ہے اور دن بھر کام کرنے کے بعد ہر آدمی کا دل تفریح کرنے کو چاہتا ہے، یہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما ڈانس کلب اور کھیل کے میدان ہیں۔ جوان لڑکوں کا فٹ بال اور ہاکی کھیلنا بہت حد تک بوریت ختم کرنے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ امید ہے کہ آپ ضرور جواب دیں گے، آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ج…… آپ کے مسیحی دوست کو غلط فہمی ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اور فطرت روح کی بالیدگی کا تقاضا کرتی ہے، اور اسلام روح کی بالیدگی اور اس کی تفریح کا پورا سامان مہیا کرتا ہے، اور اس کا کامل و مکمل نظام عطا کرتا ہے۔ جبکہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں روح کی صحیح تفریح اور بالیدگی کا فطری نظام موجود نہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، نغمے و موسیقی اور دیگر خرافات جن کو سامانِ تفریح سمجھا جاتا ہے، یہ نفس کی تفریح کا سامان ہے، روح کی تفریح کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر مقبولانِ الٰہی کی زندگی ان کھیل تماشوں کی تفریح سے بالکل خالی ملتی ہے، اور آج بھی ان تفریحات کی طرف فساق و فجار کا رجحان ہے، جو حضرات روحانیت سے آشنا اور معرفتِ الٰہی کے جام سے سرشار ہیں وہ ان چیزوں کو لہو و لعب سمجھتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تفریح نفس کو موٹا اور فربہ کر کے انسان کو یادِ خدا سے غافل کر دیتی ہے، اس لئے اسلام عین تقاضائے فطرت کے مطابق ان کو غلط اور لائق احتراز بتلاتا ہے۔

اسلام دوسرے مذاہب سے کن کن باتوں میں افضل ہے؟

س…… قریب قریب دنیا کے سارے مذاہب انسانی فلاح و ابدی سکون (بہتر آخرت) کی ہدایات دیتے رہتے ہیں، بے شک اسلام دنیا کا آخری اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا سچا مذہب ہے۔ جس کی گواہی دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور توریت، انجیل اور زبور سے ملتی ہے، ذرا تفصیل سے بتائیں کہ اسلام کی کون سی چیز اور کون سے حقائق اسے دوسرے مذاہب سے افضل تر بتاتے ہیں؟

ج…… ایک تابعیؒ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا تھا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بہت ہی عجیب سی بات بتایئے، جواب میں انہوں نے فرمایا: بیٹا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی ہے جو عجیب نہیں تھی!

ام المؤمنینؓ کا یہی ارشاد آپ کے سوال کا جواب ہے، آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اسلام کس بات میں دوسرے مذاہب سے افضل ہے؟

ہماری گزارش یہ ہے کہ اسلام کی کون سی چیز دوسرے مذاہب سے افضل و برتر نہیں؟ عقائد و عبادت کی جو تفصیل اسلام نے پیش کی ہے، کیا دنیا کا کوئی مذہب یہ تفصیل پیش کرتا

ہے؟ اخلاق، معاملات، معاشرت اور سیاست کے بارے میں اسلام نے جو تفصیلی ہدایات عطا کی ہیں، کیا یہ ہدایات کسی دوسرے مذہب کی کتابوں میں ڈھونڈنے سے بھی ملتی ہیں؟

پھر اسلام اپنے ہر حکم میں جو کامل اعتدال ملحوظ رکھتا ہے، کیا دنیا کے کسی مذہب میں اس اعتدال کی نظیر ملتی ہے؟ اور ساری باتوں کو چھوڑ کر آپ صرف ایک نکتہ پر غور فرمائیے کہ وہ تمام بڑے بڑے مذاہب جو آج دنیا میں موجود ہیں، انہوں نے کسی نہ کسی شکل میں انسان کا سر مخلوق کے آگے جھکایا، کسی نے آگ اور پانی کے سامنے، کسی نے حیوانات کے سامنے، کسی نے سورج چاند اور اجرامِ فلکی کے سامنے، اور کسی نے خود انسانی ہستیوں کے آگے، اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے انسان کو ''اشرف المخلوقات'' کا بلند ترین منصب عطا کیا، اس کے صحیح مقام سے آگاہ کیا، اور اسے اپنے جیسی مخلوق کی بندگی سے نجات دلاکر خالق کائنات کی بندگی کی راہ دکھائی۔ اسلام ہی نے دنیا کو بتایا کہ انسان کائنات کی پرستش کے لئے نہیں بلکہ خود کائنات اس کی خدمت کے لئے ہے، یہ اسلام کا انسانیت پر وہ احسان ہے جس کے شکر سے وہ کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتی، اور یہ اسلام کا وہ طرۂ امتیاز ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب اس کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

یہ آپ کے سوال کا بہت ہی مختصر سا جواب ہے، جس کی تفصیل کے لئے ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے۔

کفر، شرک اور ارتداد کی تعریف اور احکام

شرک کسے کہتے ہیں؟

س……شرک کس کو کہتے ہیں؟

ج……خدا تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے، اس کی قسمیں بہت سی ہیں، مختصر یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا وہ کسی مخلوق کے ساتھ کرنا شرک ہے۔

شرک کی حقیقت کیا ہے؟

س……شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ البتہ وہ شخص

فہرست

مرنے سے پہلے توبہ کرلے تب ہی یہ گناہ معاف ہوسکتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نادانستہ طور پر شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے تو اس کا یہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے یا کبھی بخشش نہ ہوگی؟

ج...... شرک کے معنی ہیں حق تعالیٰ کی الوہیت میں یا اس کی صفاتِ خاصہ میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔ اور یہ جرم بغیر توبہ کے ناقابلِ معافی ہے، نادانستہ طور پر شرک میں مبتلا ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آئی، اس کی تشریح فرمائی جائے۔

امورِ غیر عادیہ اور شرک

س...... کیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کو اختیارات اور قدرتیں بخشی ہیں؟ جیسے انبیاء کرام نے مُردوں کو زندہ کیا، اس کے علاوہ کوئی فرشتہ ہوائیں چلاتا ہے، کوئی پانی برساتا ہے، وغیرہ، مگر ''درسِ توحید'' کتاب میں ہے کہ بھلائی برائی، نفع نقصان کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں، خواہ نبی ہو یا ولی، اللہ کے سوا کسی اور میں نفع و نقصان کی قدرت جاننا ماننا شرک ہے۔

ج...... جو امور اسبابِ عادیہ سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً: کسی بھوکے کا کسی سے روٹی مانگنا یہ تو شرک نہیں، باقی انبیاء و اولیاء کے ہاتھ پر جو خلافِ عادت واقعات ظاہر ہوتے ہیں وہ معجزہ اور کرامت کہلاتے ہیں، اس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے، مثلاً: عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا، یہ ان کی قدرت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا تھا، یہ بھی شرک نہیں، یہی حال ان فرشتوں کا ہے جو مختلف کاموں پر مأمور ہیں، امورِ غیر عادیہ میں کسی نبی اور ولی کا متصرف ماننا شرک ہے۔

کافر اور مشرک کے درمیان فرق

س...... کافر اور مشرک کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ کافر اور مشرک کے ساتھ دوستی کرنا، طعام کھانا اور سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر سلام کا جواب دینا جائز ہے تو کس طرح جواب دیا جائے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سے کسی بات سے جو انکار کرے وہ ''کافر'' کہلاتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات میں، صفات میں، یا اس کے

کاموں میں کسی دوسرے کو شریک سمجھے وہ ''مشرک'' کہلاتا ہے۔ کافروں کے ساتھ دوستی رکھنا منع ہے، مگر بوقتِ ضرورت ان کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے کھانا کھایا ہے، کافر کو خود تو سلام نہ کیا جائے، اگر وہ سلام کہے تو جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہا جائے۔

کافروں اور مشرکوں کی نجاست معنوی ہے

س...... ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کالم میں جناب والا کا ایک جواب تھا کہ: ''غیرمسلموں مثلاً عیسائیوں کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے، مگر ایسا نہ ہو کہ کفر سے نفرت ہی نہ رہے۔''

قرآن مجید میں پارہ نمبر:۱۰ سورۂ توبہ کی آیت نمبر:۲۸ کا ترجمہ ہے: ''اے ایمان والو! یہ مشرکین نجس (ناپاک) ہیں، ان کو مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے دو۔'' اس آیت سے بندہ کم علم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مشرکین نجس ہیں، جیسا کہ کتا اور سور نجس ہے، نہ کتے اور سور کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے اور نہ ہی مشرکین کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے۔

کیونکہ اکٹھے کھانے پینے سے مسلمان وہ نجس کھانا جو مشرک و کافر کا ہاتھ لگنے سے نجس ہوتا ہے، کھاتا ہے اور جو شخص نجاست کھاتا ہے اس کے نماز روزوں کا کیا کہنا! مسلمان کے تو اگر بدن کے باہر بھی نجاست لگی ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

ایسے لوگ جو غیرمسلموں سے میل جول رکھتے ہیں، ان کی زندگی غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے ہی مسلمان رہ گئے ہیں۔ عمل کا ان کے قریب سے گزر بھی نہیں، بعض لوگ اپنے اس عمل کو نام نہاد وسیع النظری کہتے ہیں، مگر یہ ان کی وسیع النظری نہیں بلکہ غرق ہونے کا عمل ہے۔

قبلہ و کعبہ مولانا صاحب! گزارش دست بستہ ہے کہ اتنے دلائل سننے کے باوجود اگر میں غلطی پر ہوں تو امید ہے کہ گستاخی کی معافی فرماکر مدلل اور تفصیل سے تصحیح فرمائیں گے۔

ج...... کافروں اور مشرکوں کے نجس ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، یہ تو قرآن کریم کا فیصلہ ہے، لیکن ان کی نجاست ظاہری نہیں، معنوی ہے، اس لئے کافر و مشرک کے ہاتھ منہ اگر پاک

ہوں تو ان کے ساتھ کھانا جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔ ہاں! ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات جائز نہیں، کتے اور خنزیر کا جھوٹا کھانا ناپاک ہے، مگر کافر کا جھوٹا ناپاک نہیں۔

شرک و بدعت کسے کہتے ہیں؟

س…… شرک و بدعت کی تعریف کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کریں۔

ج…… خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور تصرف و اختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا ہے، اور جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ نے نہیں کیا، بلکہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا، اسے عبادت سمجھ کر کرنا بدعت کہلاتا ہے، اس اصول کی روشنی میں مثالیں آپ خود بھی متعین فرماسکتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

س…… بدعت کسے کہتے ہیں؟ بدعت سے کیا مراد ہے؟ جواب ٹو دی پوائنٹ دیں۔

ج…… بدعت کی تعریف درمختار (مع حاشیہ شامی ج:۱ ص:۵۶۰ طبع جدید) میں یہ کی گئی:

”ھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ.“

ترجمہ:…… ”جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف و منقول ہے اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنا ضد و عناد کے ساتھ نہیں بلکہ کسی شبہ کی بناء پر۔“

اور علامہ شامیؒ نے علامہ شمنیؒ سے اس کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے:

”ما احدث علیٰ خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ او استحسان وجعل دینا قویما وصراطاً مستقیماً.“

ترجمہ:…… ”جو علم، عمل یا حال اس حق کے خلاف ایجاد کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، کسی قسم کے شبہ یا

استحسان کی بنا پر اور پھر اسی کو دینِ قویم اور صراطِ مستقیم بنالیا جائے وہ بدعت ہے۔“

خلاصہ یہ کہ دین میں کوئی ایسا نظریہ، طریقہ اور عمل ایجاد کرنا بدعت ہے جو:

الف:......طریقۂ نبویؐ کے خلاف ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ قولاً ثابت ہو، نہ فعلاً، نہ صراحتاً، نہ دلالتہً نہ اشارۃً۔

ب:......جسے اختیار کرنے والا مخالفت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے بطورِ ضد و عناد اختیار نہ کرے، بلکہ بزعم خود ایک اچھی بات اور کارِ ثواب سمجھ کر اختیار کرے۔

ج:......وہ چیز کسی دینی مقصد کا ذریعہ و وسیلہ نہ ہو بلکہ خود اسی کو دین کی بات سمجھ کر کیا جائے۔

کافر، زندیق، مرتد کا فرق

س ا:......کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟

۲:......جو لوگ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہوں وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟

۳:......اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے؟ اور کافر کی کیا سزا ہے؟

ج......جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافر اصلی کہلاتے ہیں، جو لوگ دینِ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہوجائیں وہ ”مرتد“ کہلاتے ہیں، اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن و حدیث کے نصوص میں تحریف کرکے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں، انہیں ”زندیق“ کہا جاتا ہے، اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ ان کا حکم بھی ”مرتدین“ کا ہے، بلکہ ان سے بھی سخت۔

۲:......ختم نبوت، اسلام کا قطعی اور اٹل عقیدہ ہے، اس لئے جو لوگ دعویٔ اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت کو مانتے ہیں اور قرآن و سنت کے نصوص کو اس جھوٹے مدعی پر چسپاں کرتے ہیں وہ مرتد اور زندیق ہیں۔

۳:......مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے، اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرکے

پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کردیا جائے، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کردیا جائے، جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہرحال واجب القتل ہے۔ امام احمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہرصورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہوجائے گی، لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ مرتد ہوگئے

س…… عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ: ''میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا، اور تم میں کے چند لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے یہاں تک کہ میں ان کو (کوثر کا) پیالہ دینا چاہوں گا تو وہ لوگ میرے پاس سے کھینچ لئے جائیں گے، میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! یہ لوگ تو میرے صحابی ہیں! تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ: تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں۔'' (صحیح بخاری)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا: ''سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے، اور ہوشیار رہو! چند آدمی میری امت کے لائے جائیں گے اس وقت میں کہوں گا: اے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں! اللہ کی جانب سے ندا آئے گی کہ: تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا کیا۔ یہ لوگ (اصحاب) تیرے (محمدؐ) جدا ہونے

کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔“ (صحیح بخاری)

مذکورہ بالا دو احادیث مبارکہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیں، ان احادیث مبارکہ میں جن اصحاب کو صاف لفظوں میں مرتد اور بدعتی کہا گیا ہے، وہ اصحاب کون ہیں؟

ج…… ان کا اولین مصداق وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے، اور جن کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا، ان کے علاوہ وہ تمام لوگ بھی اس میں داخل ہیں جنہوں نے دین میں گڑبڑ کی، نئے نظریات اور بدعات ایجاد کیں۔

مرتد کی توبہ قبول ہے

س…… ہمارے چچا نے آج سے تیس سال قبل ایک عیسائی عورت سے نکاح کیا تھا، اور ان کے پادری کی شرائط کو مانتے ہوئے دینِ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا اور اپنا سابقہ اسلامی نام عبدالجبار ختم کرکے عیسائی نام پی ایل مارٹن رکھا تھا، ان کے تین لڑکے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں، لیکن ان کے نام عیسائیوں والے ہیں، اب ہمارے چچا کہتے ہیں کہ میں دوبارہ مسلمان ہوگیا ہوں اور انہوں نے اپنا سابقہ نام عبدالجبار پھر اختیار کرلیا ہے، اور وہ اب باقاعدگی سے فجر کی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ادا کرتے ہیں، جبکہ ان کے جاننے والوں کا کہنا ہے کہ وہ مسجد میں آنے کا حقدار نہیں کیونکہ یہ شخص اب ساری عمر کے لئے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کی زوجہ نے بھی دینِ اسلام قبول کرلیا ہے اور اپنا اسلامی نام راحیلہ رکھا ہے، آپ سے التماس ہے کہ شریعت اور حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ دونوں میاں بیوی اب مسلمان سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

ج…… جو شخص (نعوذ باللہ!) دینِ اسلام سے پھر جائے اور کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلے وہ مرتد کہلاتا ہے، اور مرتد اگر سچے دل سے توبہ کرکے دوبارہ اسلام قبول کرلے تو اس کی توبہ صحیح ہے، اور وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا، اس لئے اگر آپ کے چچا نے بیوی بچوں سمیت اسلام قبول کرلیا ہے تو ان کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جائے، ان کو مسجد سے روکنا غلط ہے، ان کے لڑکوں کے نام تبدیل کرکے مسلمانوں کے نام رکھ دیئے جائیں اور پورے خاندان کو

فہرست

چاہئے کہ پنجگانہ نماز اور دین کے دیگر فرائض و واجبات کی پوری پابندی کریں اور دینی مسائل بھی ضرور سیکھیں۔

اسلامی حکومت میں کافر، اللہ کے رسول کو گالی دے تو وہ واجب القتل ہے

س…… اگر اسلامی حکومت میں رہنے والا کافر، اللہ کے رسول کو گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟ حدیث میں ہے جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے وہ واجب القتل ہے۔

ج…… فقہ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے، درمختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، اور خود شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (جن کو غیر مقلد اپنا امام مانتے ہیں) کی کتاب ''الصارم المسلول'' میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے:

''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام''

یہ رسالہ مجموعہ رسائل ''ابن عابدین'' میں شائع ہوچکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہدِ ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے، لہٰذا اس سے ذمہ تو نہیں ٹوٹے گا، مگر اس کی یہ حرکت موجبِ قتل ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا، حربی بن گیا، لہٰذا واجب القتل ہے، پس نتیجہ بحث دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا، نظریاتی بحث صرف توجیہ و تعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر فرمایا گیا، اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں، اس لئے یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں۔

قرآن پاک کی توہین کرنے والے کی سزا

س…… امیر خان کی اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے ساتھ کسی چھوٹی سی بات پر لڑائی ہوگئی تھی،

فہرست

امیر خان اور اس کے بیٹوں نے چھوٹے بھائی اور اس کے گھر والوں کو مارا پیٹا اور زخمی کیا۔ آخر پولیس تک نوبت پہنچی، کچھ عرصہ بعد امیر خان کے چھوٹے بھائی نے جرگے کے ساتھ قرآن لے کر بڑے بھائی سے معافی مانگی کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں، جو غلطیاں آپ نے کی ہیں وہ بھی میں اپنے سر لیتا ہوں، آپ خدا کے لئے اور قرآن پاک کے صدقے مجھے معاف فرمائیں، لیکن امیر خان نے پورے جرگے کے سامنے قرآن مجید کے لئے یہ توہین آمیز الفاظ استعمال کئے: ''قرآن مجید کیا ہے؟ یہ تو صرف ایک چھاپہ خانے کی کتاب ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں، آپ مجھے سات ہزار روپے دیں یا میرے ساتھ کیس لڑیں۔''

الف:......کیا یہ بندہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو کلام پاک کی توہین کرے؟

ب:......کیا ایسا بندہ مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، برتاؤ کرنا کیسا ہے؟

ج......قرآن مجید کی توہین کفر ہے، یہ شخص اپنے ان الفاظ کی وجہ سے مرتد ہوگیا ہے، اور اس کا نکاح باطل ہوگیا۔ اس پر توبہ کرنا لازم ہے، مرتد کا جنازہ جائز نہیں، نہ اس سے میل جول ہی جائز ہے۔

ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے

س...... ہمارے علاقے میں ابھی کچھ دن پہلے ایک جماعت آئی تھی، جو صرف فجر، عصر، عشاء کی نماز ادا کرتی تھی، معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ وہ لوگ صرف انہی نمازوں کو ادا کرتے ہیں جن کا نام قرآن پاک میں موجود ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کون سا فرقہ ہے جو صرف قرآن پاک کی بات مانتا ہے؟

ج......حدیث کے نہ ماننے والوں کا لقب تو منکرینِ حدیث ہے، باقی نماز پنجگانہ بھی اسی طرح متواتر ہیں، جس طرح قرآن متواتر ہے، جو شخص پانچ نمازوں کا منکر ہے وہ قرآن کریم کا بھی منکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کا بھی منکر ہے۔ ایسے تمام دینی امور جن کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور جن کا دینِ محمدی میں داخل ہونا ہر خاص و عام کو معلوم ہے، ان کو ''ضروریاتِ دین'' کہا جاتا

ہے۔ ان تمام امور کو بغیر تاویل کے ماننا شرطِ اسلام ہے، ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس میں تاویل کرنا کفر ہے، اس لئے جو فرقہ صرف تین نمازوں کا قائل ہے، پانچ نمازوں کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہے۔

صحابہؓ کو کافر کہنے والا کافر ہے

س...... زید کہتا ہے کہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص ملعون ہے، اہل سنت والجماعت سے خارج نہ ہوگا۔ عمر کا کہنا ہے کہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص کافر ہے، کس کا قول صحیح ہے؟

ج...... صحابہؓ کو کافر کہنے والا کافر اور اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے۔

صحابہؓ کا مذاق اڑانے والا گمراہ ہے اور اس کا ایمان مشتبہ ہے

س...... جو شخص صحابہؓ کا مذاق اڑائے اور حضرت ابوہریرہؓ کے نام مبارک کے معنی بلی چلی کے کرے، نیز یہ بھی کہے کہ میں ان کی حدیث نہیں مانتا، کیا وہ مسلمان ہے؟

ج...... جو شخص کسی خاص صحابی کا مذاق اڑاتا ہے وہ بدترین فاسق ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، ورنہ اس کے حق میں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، اور جو شخص تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو... معدودے چند کے سوا... گمراہ سمجھتے ہوئے ان کا مذاق اڑاتا ہے وہ کافر اور زندیق ہے، اور یہ کہنا کہ میں فلاں صحابیؓ کی حدیث کو نہیں مانتا۔ نعوذ باللہ۔ اس صحابیؓ پر فسق کی تہمت لگانا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، دین کا ایک بڑا حصہ ان کی روایت سے منقول ہے، ان کا مذاق اڑانا اور ان کی روایات کو قبول کرنے سے انکار کرنا نفاق کا شعبہ اور دین سے انحراف کی علامت ہے۔

دین کی کسی بھی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے ایسا کرنے والا اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرے

س...... کوئی شخص کفر کے الفاظ بولتا ہے، مثلاً: ''روزہ وہ رکھے جو بھوکا ہو''، یا ''روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں گندم نہ ہو''، ''نماز میں اٹھک بیٹھک کون کرے؟'' یا اسی طرح کے اور کوئی کلمہ کفر بولے تو کیا اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے؟ اس کی نماز روزہ اور حج، صدقات اور زکوٰۃ ختم ہو جاتے ہیں، اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کو اب کیا کرنا چاہئے؟ کیا نکاح دوبارہ

پڑھائے؟ اور توبہ کس طرح کرے؟ اگر وہ توبہ نہیں کرتا ہے اور عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے جبکہ بیوی کے ساتھ نکاح تو جاتا رہا، کیا وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے؟ اب وہ کس طرح پھر سے مسلمان ہوگا؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں، نامعلوم کتنے شخص اس میں مبتلا ہیں؟

ج...... دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے، اس سے ایمان ساقط ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو اپنے کلماتِ کفریہ سے توبہ کرکے اور کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے، نکاح بھی دوبارہ کیا جائے، اگر بغیر توبہ یا بغیر تجدید نکاح کے بیوی کے پاس جائے گا تو بدکاری کا گناہ دونوں کے ذمہ ہوگا۔

سنت کا مذاق اڑانا کفر ہے

س...... کسی سنت کا مذاق اڑانا کیسا ہے؟

ج...... سنت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا نام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کا مذاق اڑانے والا کھلا کافر ہے، اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو مذاق اڑانے کے بعد مرتد ہوگیا۔

مفاد کے لئے اپنے کو غیر مسلم کہنے والا کافر ہو جاتا ہے

س...... رمضان المبارک میں چند ہوٹل دن میں روزے کے دوران بھی کھلے رہتے ہیں، اس کے علاوہ ہندوؤں کے مندروں اور عیسائیوں کے چرچ میں واقع ہوٹل اور کینٹین بھی دن کے اوقات میں کھلے رہتے ہیں، ان ہوٹلوں پر غیر مسلموں کے علاوہ مسلمان روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد کھانا وغیرہ چھپ کر کھاتی ہے، اگر کبھی روزے کے دوران ان میں سے کسی ہوٹل پر پولیس کا چھاپہ پڑ جائے تو مسلمان روزہ خور پکڑے جاتے ہیں، وہ سزا کے خوف سے پولیس کے سامنے یہ اقرار کرلیتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں، بلکہ ہندو یا عیسائی ہیں۔ روزہ خوروں کا زبانی یہ اقرار سن کر پولیس انہیں چھوڑ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک شخص کی بینک میں کافی رقم جمع ہے، جب حکومت کی طرف سے بینک اس رقم میں سے زکوٰۃ کی رقم منہا کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہوتے ہوئے محض زکوٰۃ کی رقم کو منہا ہونے سے بچانے کے لئے بینک کو تحریری طور پر یہ اقرار نامہ دے دیتا ہے کہ میں غیر مسلم ہوں۔ مہربانی فرما کر یہ بتائیے کہ اس طرح اگر کوئی مسلمان تحریری یا زبانی طور پر خود کے غیر مسلم

ہونے کا اقرار کرے تو اس کے ایمان کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

ج…… یہ کہنے سے کہ: ’’میں مسلمان نہیں ہوں‘‘ آدمی دین سے خارج ہوجاتا ہے، مسلمان نہیں رہتا، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے اور آئندہ کے لئے اس مذموم حرکت سے توبہ کرنی چاہئے، روزہ چھوڑنے کے دوسرے عذر بھی تو ہوسکتے ہیں، کسی کو جھوٹ ہی بولنا ہو تو اسے کوئی اور عذر پیش کرنا چاہئے، اپنے کو غیرمسلم کہنا حماقت ہے۔

نماز کا انکار کرنے والا انسان کافر ہے

س…… ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا ’’خاص بندہ‘‘ کہتا ہے، اس کے بقول ہمارا کلمہ -نعوذ باللہ- لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں ہے بلکہ کلمہ کچھ یوں ہے: ’’اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ۔ نمبر۲: پورے دن میں صرف ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کو سجدہ کرلیا جائے بہت ہے، یعنی پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ہے، نماز پڑھنے کا رُخ کعبۃ اللہ کی مخالف سمت میں ہے۔ ۳: رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سب دن اللہ کے ہیں، جب چاہیں روزہ رکھیں۔ ۴: فطرہ اور زکوٰۃ واجب نہیں ہیں۔ ۵: اس وقت جو حج ہو رہا ہے وہ ایک -نعوذ باللہ- دکھلاوا اور ڈھکوسلا ہے۔ ۶: بینک میں پیسہ فکسڈ ڈیپازٹ کروانے سے جو سود یا (منافع) ملتا ہے وہ جائز ہے۔ ۷: حضور اقدسؐ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، لیکن یہ بات خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کوئی نبی آئے گا یا نہیں؟ ۸: قرآن شریف میں تحریف ہوچکی ہے۔ ۹: ولی اللہ نبی کی امت میں سے نہیں ہیں۔ یہ میں نے صرف چند موٹی موٹی باتیں لکھی ہیں جبکہ تفصیلاً اس سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

ج…… یہ شخص جس کے عقائد آپ نے لکھے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا منکر اور خالص کافر ہے اور ’’خاص بندہ‘‘ ہونے سے مراد اگر یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام آتے ہیں تو یہ شخص نبوت کا مدعی اور مسیلمہ کذاب اور مرزا قادیانی کا چھوٹا بھائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے

س…… رسول اللہؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج…… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے، فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا وہ بھی کافر ہوجائے گا۔

کیا گستاخِ رسول کو حرامی کہہ سکتے ہیں

س…… بعض لوگ سورۂ قلم کی آیت:۱۳ (زنیم) سے استدلال کرکے گستاخِ رسول کو حرامی کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

ج…… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یا کسی بھی رسول کی گستاخی کرنا بدترین کفر ہے (نعوذ باللہ)، مگر قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں جس شخص کو ''زنیم'' کہا گیا ہے اس کو گستاخیٔ رسول کی وجہ سے ''زنیم'' نہیں کہا گیا، بلکہ یہ ایک واقعہ کا بیان ہے کہ وہ شخص واقعتاً ایسا ہی بدنام اور مشکوک نسب کا تھا۔ اس لئے اس آیت کریمہ سے یہ اصول نہیں نکالا جاسکتا کہ جو شخص گستاخیٔ رسول کے کفر کا ارتکاب کرے اس کو ''حرامی'' کہہ سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کا کیا حکم ہے؟

س…… ایک آدمی اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا، نماز بھی پڑھتا ہے لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا تو کیا وہ آدمی جنت کا حق دار ہے؟

ج…… جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا وہ خدا پر یقین کیسے رکھتا ہے؟

اہلِ کتاب ذمی کا حکم

س…… سوال حذف کردیا گیا۔

ج…… جو غیرمسلم حضرات کسی اسلامی مملکت میں رہتے ہوں وہ خواہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب، انہیں ''ذمی'' کہا جاتا ہے۔ ''ذمہ'' عہد کو کہتے ہیں، چونکہ اسلامی حکومت کا ان سے عہد ہے کہ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے گی، اس لئے وہ ''ذمی'' یا ''معاہد'' کہلاتے ہیں۔ تمام اہل ذمہ کے حقوق یکساں ہیں مگر اہل کتاب کو دو خصوصیتیں حاصل ہیں: ایک یہ کہ ان کا ذبیحہ مسلمان کے لئے حلال ہے، اور دوسری یہ کہ اہل کتاب کی

فہرست

عورتوں سے مسلمان کا رشتہ ازدواج جائز ہے۔ غیراہلِ کتاب کا نہ ذبیحہ حلال ہے، نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہے۔

ایک اسلامی ملک میں ایسی جسارت کرنے والوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

س…… جناب کی توجہ ایک ایسے اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس کا تعلق دینِ اسلام سے ہے اور جس کے خلاف دیدہ دلیرانہ اعتراض اور رکیک حملوں سے ایک مسلمان کا دین و ایمان نہ صرف غارت ہوجاتا ہے بلکہ قرآنی قانون اور ہمارے اس ملک کے قانون کی رُو سے ایسے شخص کے خلاف غداری کے جرم میں مقدمہ چل سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ''ڈان'' کے ۷؍جولائی ۱۹۷۸ء کے شمارے میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے، اس میں مضمون نگار نے قرآنی قوانین کا بڑی بے باکی سے مذاق اڑایا ہے، اس کے افکار کا خلاصہ یہ ہے:

۱:……قرآن میں صرف تین چار قانون ہیں، مثلاً: نکاح، طلاق، وراثت لیکن یہ قانون تو پیغمبرِ اسلامؐ کی بعثت سے پہلے بھی جاہل عربوں میں رائج تھے، آپؐ نے ان میں کچھ اضافے اور اصلاح کی۔

۲:……قرآنی قانون کو حرفِ آخر سمجھنا اور یہ کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی اور اصلاح نہیں ہوسکتی، ایسا موقف ایک خاص گروہ کا ہے، جو صحیح نہیں، بلکہ ایسے اعتقاد کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لے کر پھرنے کے بجائے اسے اتار پھینکنا چاہئے تاکہ موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ قوموں کی رفتار کا ہم ساتھ دے سکیں۔

۳:……ہم نے اپنی دقیانوسی مذہبی ذہنیت سے اپنے اوپر ترقی کی راہیں بند کرلی ہیں۔

۴:……ہمارے چار اماموں کے فیصلے بھی حرفِ آخر نہیں، وہ حدیثوں سے ہٹ کر قیاس کے ذریعہ فیصلے کرتے تھے۔

۵:……''مسلمان قوم ہی دنیا کی بہترین قوم ہے'' ایسے غلط عقیدے کی بنا پر مسلمان غرور سے اتراتے پھرتے ہیں، یہ قرآن کے مطابق صحیح نہیں۔

۶:……اب وقت آگیا ہے کہ قرآنی قانونوں کی ازسرِنو تشریح کی جائے، اور اس میں آج کے ترقی یافتہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی اور اصلاح کی جائے۔

۷:...... کیونکہ قرآنی قوانین بقول بدرالدین طیب جی (بمبئی ہائی کورٹ کے جج) نامکمل ہیں، مثلاً: وراثت کا قانون نامکمل ہے اور اس میں اصلاح ضروری ہے۔

۸:...... قرآنی قانون نامکمل ہیں، برخلاف اس کے آج کل اینگلوسیکسن یا فرنچ قانون مکمل ہے، اور ان قانون دانوں کی صدیوں کی کاوش اور دریافت کی بدولت یہ قوانین آج دنیا بھر میں رائج ہیں، ان میں بہت کچھ مواد اسلامی قانون میں لینے کی ضرورت ہے۔

۹:...... مسلمانوں کو آج اس زمانے میں تیرہ سو سالہ پرانی زندگی جینے پر مجبور کرنا زیادتی ہے، وغیرہ۔

احقر کی گزارش ہے کہ ایسے خیالات رکھنے والا اور اخبار میں ان خیالات کا پرچار کرنے والا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا اس کے خلاف اسلامی قانون اور ہمارا ملکی قانون حرکت میں نہیں آسکتا؟ ہماری وزارتِ قانون اور وزارتِ مذہبی امور ایسے شخص کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے سے کیوں خاموش ہے؟ کیا یہ شخص ایسے غیراسلامی پرچار سے ہزاروں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر رہا؟ اور کیا آج جبکہ سارا ملک اسلامی نظام رائج کرنے کا متفقہ مطالبہ کر رہا ہے، اس کو یہ شخص غارت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس کی یہ کوشش نظریۂ پاکستان، جس کے طفیل یہ ملک وجود میں آیا ہے، غیرقانونی اور غیراسلامی نہیں؟ میرے خیال میں تو اس شخص کو اس قدر چھوٹ نہیں دینی چاہئے، ایسے زہریلے پروپیگنڈہ کا اس کے شروع میں ہی مکمل طور پر قلع قمع کردینا چاہئے، کیونکہ ایسے اسلام دشمن گروہ اس ملک میں نظامِ اسلام رائج ہونے کے خلاف منظّم سازش کر رہے ہیں، اور اس کو ہماری خاموشی سے فروغ مل رہا ہے۔

ج...... آپ نے ''ڈان'' کے مضمون نگار کے جن خیالات کو نقل کیا ہے یہ خالص کفر و الحاد ہے، اور یہ شخص زندیق اور مرتد کی سزا کا مستحق ہے، اسی کے ساتھ ''ڈان'' اخبار بھی قرآن کریم کی توہین کے جرم کا مرتکب ہوا ہے، اس لئے یہ اخبار بند ہونا چاہئے، اور اس کے مالکان اور ایڈیٹر کو زندقہ پھیلانے کی سزا ملنی چاہئے۔

فہرست

پانچ نمازوں اور معراج کا منکر بزرگ نہیں ”انسان نما ابلیس“ ہے

س...... پچھلے دنوں میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جو دیکھنے میں بہت پرہیزگار معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے مجھ پر یہ ثابت کرنا چاہا کہ دن میں تین نمازیں فرض ہیں اور یہ بات قرآن کی رُو سے ثابت ہے، اور اس سلسلے میں مجھے انہوں نے سورہ ہود کی آیت:۱۱۴ کا حوالہ دیا اور اس کا ترجمہ دکھایا جس سے یہی ثابت ہوتا نظر آرہا تھا کہ دن میں تین نمازیں فرض ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل قرآن کے مطابق تھا اور وہ خود پانچ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے، اور انہیں یہ تحفہ معراج کے مبارک موقع پر ملا تھا۔ تو انہوں نے کہا: ”تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ نبیؐ پانچ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ اور جب قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ تین نمازیں فرض ہیں تو ہم اس سے انکار تو نہیں کرسکتے۔ اور اس نے معراج کے واقعہ کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ: ”ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا۔“ میں نے سورۂ اسراء کا حوالہ دیا تو موصوف کہنے لگے کہ: ”اس میں تو یہی لکھا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، اگر یہ سب حقیقت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا ذکر کرتا، کیونکہ یہ اتنی اہم بات تھی اور سورۂ اسراء کی مذکورہ آیت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں آسمان سے ہوکر آئے تھے۔“

فہرست

ج...... چند باتیں اچھی طرح سمجھ لیجئے!

اول:...... پانچ وقت کی نماز کا قرآن کریم میں ذکر ہے، احادیث شریفہ میں بھی، اور پوری امت کا اس پر اجماع اور اتفاق بھی ہے، یہ بات صرف مسلمان ہی نہیں، غیرمسلم بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اس لئے نماز پنجگانہ کا ادا کرنا فرض ہے، اس کی فرضیت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے، اور اس کا انکار کفر ہے۔

دوم:...... ایک ”بزرگ“ نے آپ کو قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ دکھایا اور آپ پریشان ہوگئے، مسلمان کا عقیدہ ایسا کچا نہیں ہونا چاہئے کہ کسی مجہول آدمی کے ذرا سا وسوسہ ڈالنے سے ٹوٹ پھوٹ جائے۔ آپ کو اور نہیں تو یہی سوچنا چاہئے تھا کہ جس قرآن حکیم کی

ایک آیت کو اردو ترجمہ کی مدد سے آپ نے سمجھنے کی کوشش کی اور پریشان ہوگئے، یہ قرآن پہلی بار آپ پر یا اس ''بزرگ'' پر نازل نہیں ہوا، یہ آپ سے پہلے بھی دنیا میں موجود تھا، اور چودہ صدیوں کے وہ اکابر بزرگانِ دین جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی قرآن کریم کا پڑھنا تھا، اور جو قرآن سمجھنے کے لئے اس کے کسی اردو یا انگریزی ترجمہ کے محتاج نہیں تھے، وہ سب کے سب نماز پنجگانہ کی فرضیت کے قائل چلے آئے ہیں۔ یہ حضرات قرآن کریم کو آپ سے اور آپ کے اس ''بزرگ'' سے تو بہرحال زیادہ ہی سمجھتے ہوں گے، پھر ایک آدھ آدمی کو تو غلطی بھی لگ سکتی ہے، مگر یہ کیا بات ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے کے مسلمان خواہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے نماز پنجگانہ کو فرض سمجھتے آئے ہیں، ان سب کو غلطی پر متفق ماننے کے بجائے کیا یہ آسان نہیں کہ ان ''بزرگ'' صاحب کو ٹھوکر لگی ہو اور وہ آیت کریمہ کا مطلب نہ سمجھے ہوں؟ جو شخص ساری دنیا کو پاگل کہتا ہو کیا یہی بات اس کے خللِ دماغ اور پاگل پن کی دلیل نہیں؟

سوم:......ان صاحب کا یہ کہنا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ وقت نماز پڑھا کرتے تھے؟ اس کے جواب میں ان سے دریافت کیجئے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آنجناب اپنے باپ کے گھر پیدا ہوئے تھے؟ اور فلاں خاتون کے بطن سے تولد ہوئے تھے؟ چند آدمیوں کے کہنے پر آپ نے اپنے باپ کو باپ اور ماں کو ماں تسلیم کرلیا، حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ غلط کہتے ہوں۔ لیکن مشرق و مغرب کی ساری مسلم و غیرمسلم دنیا ہر دور، ہر زمانے میں جو شہادت دیتی چلی آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے یہ آپ کے نزدیک ''ثبوت'' نہیں؟ اور آپ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کے پاس اپنے ماں باپ کا بیٹا ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ یا آپ اپنے نسب کے بارے میں بھی ایسے شک و شبہ کا اظہار فرمائیں گے؟ کیا دین کے قطعیات کو ایسی لغویات سے رد کرنا دماغ کی خرابی نہیں؟

چہارم:......قرآن کریم میں ''اسراء'' کا ذکر ہے، لیکن آپ کے ''بزرگ'' صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت نہیں، تو کیا ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے ''بے حقیقت'' بات بیان کردی؟ ''اسراء'' کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، اور اس کی

تفصیلات احادیث شریفہ میں آئی ہیں، اس کے منکر کو درحقیقت خدا اور رسول اور قرآن و حدیث ہی سے انکار ہے۔

پنجم:...... مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے شیطان آدمیوں کی شکل میں ہوا کرتے ہیں، اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہئے۔ آپ کا یہ ''بزرگ'' بھی ''انسان نما ابلیس'' ہے، جو دین کی قطعی و یقینی باتوں میں وسوسے ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔

جو ملنگ فقیر نماز روزے کے قائل نہیں وہ مسلمان نہیں پکے کافر ہیں

س...... فقیر اور ملنگ پاکستان میں مزاروں پر بہت ہوتے ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو روزے اور نماز سے کنارہ کش کرلیا ہے، اللہ اور رسول کی باتیں کرتے ہیں، چرس پیتے رہتے ہیں، کیا ان کے لئے روزہ نماز معاف ہے؟

ج...... جو شخص نماز روزے کا قائل نہیں وہ مسلمان نہیں پکا کافر ہے، جن فقیر ملنگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ اکثر و بیشتر اسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

نماز کی اہانت کرنے اور مذاق اڑانے والا کافر ہے

س...... ایک عورت نے اپنے خاوند کو نماز پڑھنے کو کہا اور دوسرے لوگوں سے بھی کہلوایا تو خاوند نے جواب دیا کہ: ''اللہ تعالیٰ کیا مگنے موتنے کی جگہ کو اونچا کرنے سے ہی راضی ہوتا ہے؟'' عورت صلوٰۃ و صوم کی نہایت پابند ہے، اس کو کسی نے یہ کہا ہے کہ تیرے خاوند کا تجھ سے نکاح باقی نہیں رہا، کیونکہ اس نے عبادت کا مذاق اڑایا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اس طرح دوبارہ نکاح سے جہاں وہ آئندہ حرکت نہیں کرے گا وہاں دوسرے لوگ جو اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں باز آجائیں گے۔

ج...... اس شخص کا یہ کہنا کہ: ''کیا اللہ تعالیٰ مگنے موتنے کی جگہ کو اونچا کرنے ہی سے راضی ہوتا ہے؟'' نماز کی اہانت اور اس کا مذاق اڑانے پر مشتمل ہے، اور دین کی کسی بات کا مذاق

فہرست

اڑانا اور اس کی حقارت کرنا کفر ہے، اس لئے یہ شخص کلمہ کفر بکنے سے مرتد ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اگر وہ اپنے کلمہ کفر سے توبہ کرکے دوبارہ مسلمان ہوجائے تو نکاح کی تجدید ہوسکتی ہے، اور اگر اس کو اپنے کلمہ کفر پر کوئی ندامت نہ ہو اور اس سے توبہ نہ کرے تو اس کی بیوی عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

بلاتحقیق حدیث کا انکار کرنا

س...... میں نے ایک حدیث مبارک پڑھی تھی کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے پاس سے نکل کر اس کے سر پر لٹکتا رہتا ہے، پھر جب وہ فراغت کے بعد پشیمان ہوتا ہے تو ایمان واپس آجاتا ہے۔

یہ حدیث میں نے اپنے ایک دوست کو اس وقت سنائی جب زنا کا موضوع زیرِ گفتگو تھا، اور ساتھ ہی یہ بتایا کہ یہ حدیث ہے، تو اس نے جواب دیا کہ: ''چھوڑو! یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔''

پہلا سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مسند اور معتبر ہے یا ضعیف؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ میرے دوست کا یہ کہنا کہ یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟ اس کا جواب ذرا وضاحت اور تفصیل سے دیجئے گا۔

ج...... یہ حدیث مشکوٰۃ شریف (ص:۱۷) پر صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کی گئی ہے، آپ کے دوست کا اس کو ''مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں'' کہنا، جہالت کی بات ہے۔ ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے اور بغیر تحقیق کے ایسی باتیں کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے، ورنہ بعض اوقات ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔

ایک نام نہاد ادیبہ کی طرف سے اسلامی شعائر کی توہین

س......اسلام آباد میں گزشتہ دنوں دوروزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس برائے خواتین منعقد ہوئی جس میں عالم اسلام کی جید عالم دین خواتین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جہاں اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے کام ہوا وہاں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو توجہ طلب ہیں، ٹیلی ویژن کی ایک ادیبہ نے کہا کہ مردوں میں کوئی نہ کوئی کجی رکھی گئی ہے، یہ

قدرت کی مصلحت ہے کہ حضورؐ کے بیٹا نہیں تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے (بحوالہ رپورٹ روزنامہ جسارت ص:۲ مؤرخہ ۲۵/دسمبر ۱۹۸۶ء)۔

آپ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتایئے کہ ایسا کیوں تھا؟ اور ایک اسلامی حکومت میں ایسی خواتین کے لئے کیا سزا ہے؟

ج...... حدیث شریف میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو سیدھا کرنا ممکن نہیں، اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۲۸۰)

ادیبہ صاحبہ نے جو شاید اس اجتماع کے شرکاء میں سب سے بڑی عالم دین کی حیثیت میں پیش ہوئی تھیں، اپنے اس فقرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کے مقابلہ کی کوشش کی ہے۔

ادیبہ صاحبہ کی عقل و دانش کا عالم یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادوں کے عمر نہ پانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو نقص اور کجی سے تعبیر کرتی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! حالانکہ اہلِ فہم جانتے ہیں کہ دونوں چیزیں نقص نہیں کمال ہیں، جس کی تشریح کا یہ موقع نہیں۔ رہا یہ کہ ایک اسلامی حکومت میں ایسی دریدہ دہن عورتوں کی کیا سزا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً ایسے لوگ سزائے ارتداد کے مستحق اور واجب القتل ہیں۔

شوہر کو لبیں تراشنے پر برا کہنے سے سنت کے اِستخفاف کا جرم ہوا جو کفر ہے

س...... ایک شخص نے سنت کے مطابق اپنی لبیں تراش لیں، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہا کہ: ''یہ کیا منحوسوں والی شکل بنالی ہے؟'' اور دوسرے موقع پر کہا کہ: ''کیا یہ آدمیوں والی شکل ہے؟'' اس شخص کو کسی نے بتایا کہ یہ کلمہ کفر ہے اور اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا اس کو شبہ ہوگیا ہے کہ اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ از روئے شرع شریف اس کا حکم بیان فرمایا جائے کہ اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

ج...... اس سوال میں چند امور قابلِ غور ہیں:

اول:...... لبیں تراشنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے امت کو اس کا تاکیدی حکم فرمایا ہے اور مونچھیں بڑھانے کو مجوس اور مشرکین کا شعار قرار دیا ہے، اور جو شخص مونچھیں بڑھائے اور لبیں نہ تراشے اس کو اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے واضح ہے:

”عن عائشة رضی الله عنها قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: عشر من الفطرة، قص الشارب واعفاء اللحیة ..... الحدیث.“

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ج:۲ ص:۲۷۴ وفی روایة: ”عشرة من السنّة .... الخ.“ نسائی ج:۲ ص:۲۷۴)

ترجمہ:...... ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں۔ مونچھیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا..... الخ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: ”دس چیزیں سنت میں سے ہیں۔ مسواک کرنا، لبیں تراشنا، داڑھی بڑھانا..... الخ۔“

”قال الخطابی فسر اکثر العلماء الفطرة فی الحدیث بالسنة (قلت کما فی روایة النسائی المذکورة) وتأویلهٔ ان هذه الخصال من سنن الانبیاء الذین امرنا ان نقتدی بهم.“ (معالم السنن مع مختصر سنن ابی داؤد ج:۱ ص:۴۲)

ترجمہ:...... ”امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے اس حدیث میں فطرت کی تفسیر سنت سے کی ہے (اور یہ نسائی کی روایت میں مصرح ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔“

”وفی المرقاة قوله: ”عشر من الفطرة“ ای عشر خصال من سنة الانبیاء الذین امرنا ان نقتدی بهم،

فکانا فطرنا علیها.‘‘ (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۴۴)

ترجمہ:...... ’’اور حاشیہ مشکوٰۃ میں مرقات سے نقل کیا ہے کہ: ’’دس امور فطرت میں داخل ہیں‘‘ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ امور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں، جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، پس یہ امور گویا ہماری فطرت میں داخل ہیں۔‘‘

’’وفی مجمع البحار نقلا عن الکرمانی ای من السنة القدیمة التی اختارها الانبیاء علیهم السلام واتفقت علیها الشرائع فکانها امر جبلی فطروا علیه، منها قص الشارب. فسبحانه ما اسخف عقول قوم طولوا الشارب واحفو اللحیٰ عکس ما علیه الفطرة جمیع الامم قد بدلوا فطرتهم، نعوذ بالله!‘‘

(مجمع البحار ج:۴ ص:۱۵۵ طبع جدید)

ترجمہ:...... ’’اور مجمع البحار میں کرمانی سے نقل کیا ہے کہ ان امور کے فطرت میں داخل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ امور اس قدیم سنت میں داخل ہیں جس کو انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار کیا اور تمام شریعتیں ان پر متفق ہیں، پس گویا یہ فطری امور ہیں، جو انسانوں کی فطرت میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ! وہ لوگ کس قدر کم عقل ہیں جو تمام امتوں کی فطرت کے برعکس مونچھیں تو بڑھاتے ہیں اور داڑھی کا صفایا کرتے ہیں، ان لوگوں نے اپنی فطرت کو مسخ کرلیا، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔‘‘

’’عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یقص او یأخذ من شاربه وکان ابراهیم خلیل الرحمٰن صلوٰات الرحمٰن علیه

یفعله. رواه الترمذی." (مشکوٰۃ ص:۳۸۱)

ترجمہ:...... "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لبیں تراشا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی یہی کرتے تھے۔"

"عن ابن عمر رضی الله عنهما، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب. متفق علیه." (مشکوٰۃ ص:۳۸۰)

ترجمہ:...... "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں صاف کراؤ۔"

"عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: جزوا الشوارب وارخوا اللحیٰ خالفوا المجوس." (صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹)

ترجمہ:...... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔"

"عن زید بن ارقم رضی الله عنه: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من لم یأخذ من شاربه فلیس منا. رواه احمد والترمذی والنسائی."

(مشکوٰۃ ص:۳۸۱ واسناده جید وقال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح. کما فی حاشیة جامع الاصول ج:۴ ص:۷۶۵)

ترجمہ:...... "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص

اپنی لبیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔“

دوم:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق اڑانا یا اس کی تحقیر کرنا کفر ہے۔

”ففی الشامية نقلا عن المسايرة كفر الحنفية بالفاظ كثيرة (الىٰ) او استقباحها كمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه او احفاء شاربه.“ (ج:۴ ص:۲۲۲)

ترجمہ:......”چنانچہ فتاویٰ شامی نے مسایرہ سے نقل کیا ہے کہ: حنفیہ نے بہت سے الفاظ کو کفر قرار دیا ہے، مثلاً: کسی سنت کو برا کہنا جیسے کسی شخص نے عمامہ کا کچھ حصہ حلق کے نیچے کرلیا ہو، کوئی شخص اس کو برا سمجھے یا مونچھیں تراشنے کو برا کہے تو یہ کفر ہے۔“

”وفی البحر: وباستخفافه بسنة من السنن.“ (ج:۵ ص:۱۳۰)

ترجمہ:......”اور البحرالرائق میں ہے: اور کسی سنت کی تحقیر کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔“

”وفی شرح الفقه الاكبر: ومن الظهيرة: من قال لفقيه اخذ شاربه: ”ما اعجب قبحا او اشد قبحا قص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن!“ يكفر، لأنه استخفاف بالعلماء يعنى وهو مستلزم لاستخفاف الانبياء لان العلماء ورثة الانبياء، وقص الشارب من سنن الانبياء فتقبيحه كفر بلا اختلاف بين العلماء.“ (ص:۲۱۳)

ترجمہ:......”اور شرح فقہ اکبر میں فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ: کسی فقیہ نے لبیں تراش لیں، اس کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ: ”لبیں تراشنا اور ٹھوڑی کے نیچے عمامہ لپیٹنا کتنا برا لگتا ہے!“ تو کہنے والا کافر ہوجائے گا، کیونکہ یہ علماء کی تحقیر ہے اور یہ مستلزم ہے انبیاء

کرام علیہم السلام کی تحقیر کو، کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں (پس ان کی تحقیر انبیاء کی تحقیر ہے اور انبیاء کی تحقیر کفر ہے) نیز لبیں ترا شنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے، پس اس کو برا کہنا بغیر کسی اختلاف کے کفر ہے۔“

سوم:...... جو مسلمان کلمہ کفر بکے وہ مرتد ہوجاتا ہے، میاں بیوی میں سے کسی ایک نے کلمہ کفر کہا تو نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اس پر ایمان کی تجدید لازم ہے اور توبہ کے بعد نکاح دوبارہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

”وفی شرح الوهبانية للشرنبلانی ما یکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا، وما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح.“

(شامی ج:۴ ص:۲۴۶)

ترجمہ:...... ”اور شرح وہبانیہ للشرنبلانی میں ہے کہ جو چیز کہ بالاتفاق کفر ہو اس سے تمام اعمال باطل ہوجاتے ہیں اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور (اگر اسی حالت میں صحبت کرتے رہے تو) اس کی اولاد ناجائز ہوگی، اور جس چیز کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اس سے توبہ واستغفار اور دوبارہ نکاح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔“

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولو اجرت کلمة الکفر علی لسانها مغایظة لزوجها (الیٰ قوله) تحرم علیٰ زوجها فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنیٰ شیء ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها.“ (ج:۱ ص:۲۳۹)

ترجمہ:...... ”اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے نفرت کا

اظہار کرتے ہوئے زبان سے کلمہ کفر بک دیا تو وہ اپنے شوہر پر حرام
ہوجائے گی، اس کو تجدید ایمان (اور تجدید نکاح) پر مجبور کیا جائے گا اور
ہر قاضی کو حق ہوگا کہ (اس کو توبہ کرانے کے بعد) معمولی مہر پر دوبارہ
نکاح کردے، خواہ مہر ایک ہی دینار ہو، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو، اور
عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کا حق نہیں۔“

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں یہ عورت، سنت نبوی اور سنت انبیاء کا مذاق اڑانے اور اس کی تحقیر کرنے کی وجہ سے مرتد ہوگئی، اس کو توبہ کی تلقین کی جائے اور توبہ کے بعد نکاح کی تجدید کی جائے، جب تک عورت اپنی غلطی کا احساس کرکے سچے دل سے تائب نہ ہو اور دوبارہ نکاح نہ ہوجائے اس وقت تک شوہر اس سے ازدواجی تعلق نہ رکھے۔

غیرمسلم کو شہید کہنا

س…… عرض خدمت ہے کہ ملک بھر میں یکم مئی کے روز مزدوروں کا عالمی دن منایا گیا، جو ہر سال ”شکاگو کے شہیدوں“ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ملک بھر میں سرکاری چھٹی تھی۔ ”شکاگو کے شہیدوں“ کی یاد میں جلسے منعقد ہوئے، اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے اداروں کی طرف سے ”شکاگو کے شہیدوں“ کو خراج تحسین پیش کیا گیا، یہ ہر سال ہوتا ہے اور ہو رہا ہے (شاید ہوتا ہی رہے)۔ اس ناچیز کی رائے میں یہ دن ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ میں منانا سراسر غلط ہے، ستم تو یہ ہے کہ اس دن امریکہ کے شہر شکاگو میں صدی پہلے مارے جانے والے مزدوروں کو (جو غیرمسلم تھے) لفظ ”شہید“ سے مخاطب کرکے ہم تاریخ اور اسلامی عظمت کا مذاق اڑا رہے ہیں، کوئی غیرمسلم ”شہید“ کہلانے کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب تو وہ حضرات دے سکیں گے جو ان غیرمسلموں کو ”شہید“ کہتے ہیں۔ لیکن افسوس تو تب ہوتا ہے جب یہ حضرات اپنے قومی ہیروؤں کو یکسر نظرانداز کردیتے ہیں، ٹیپو سلطان ”حیدر علی“، سید احمد شہیدؒ اور احمد شاہ ابدالیؒ وغیرہ اسی ماہ میں شہادت نوش کرچکے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، سات سمندر پار کے غیرمسلم اور غیراہم مرنے والوں کو ہر سال سرکاری سطح پر یاد کرتے ہیں، لیکن ان عظیم ہیروؤں کو یاد

کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ میں ایسا ہونا تو نہیں چاہئے، مگر ایسا ہو رہا ہے، کیوں؟ میں آپ کی معرفت اہل دانش وعقل سے یہ پوچھنے کی گستاخی کر رہا ہوں، امید ہے کہ آپ اپنے کالم کے ذریعے اس مسئلے کی جانب اربابِ اختیار کی توجہ مبذول کرائیں گے، شکریہ!

ج…… غیرمسلم کو ”شہید“ کہنا جائز نہیں، باقی یہاں کے اہل عقل ودانش آپ کے سوال کا کیا جواب دیں گے؟ ہمارے ”اسلامی جمہوریہ“ میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ اور اب تو برائی کو برائی سمجھنے والے بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔

کیا شوہر کو بندہ کہنا شرک ہے؟

س…… بعض مقامات میں ”شوہر“ کو بندہ کہا جاتا ہے، مثلاً: کہتے ہیں: ”شاہد، راحیلہ کا بندہ ہے“، اسی طرح کسی عورت سے پوچھا جائے اس کے شوہر کے متعلق کہ یہ کون ہے؟ وہ کہتی ہے: ”یہ میرا بندہ ہے۔“ محترم! واضح فرمائیں کسی انسان کو عورت کا بندہ کہنا درست ہے؟ جبکہ کل انسان خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور اسی کی بندگی کرتے ہیں، اور اگر بندہ کی نسبت عورت کی طرف کی جائے تو اس میں شرک کا احتمال تو واقع نہیں ہوتا؟ جس طرح علماء دین ان ناموں کے رکھنے سے منع فرماتے ہیں: عبدالرسول، عبدالنبی، عبدالحسن، پیراں دتہ، وغیرہ کہ یہ شرکیہ نام ہیں۔

ج…… اس محاورہ میں ”بندہ“ سے مراد شوہر ہوتا ہے، اس لئے یہ شرک نہیں ہے۔

غیرمسلم سے تعلقات

غیرمسلم کو قرآن دینا

س…… قرآن پاک انگریزی ترجمے کے ساتھ اگر کوئی غیرمسلم پڑھنے کے لئے مانگے تو کیا اس کو قرآن پاک دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج…… اگر اطمینان ہو کہ وہ قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں کرے گا تو دینے میں کوئی حرج نہیں، اس سے کہا جائے کہ غسل کرکے اس کی تلاوت کیا کرے۔

غیرمسلم والدین اور عزیزوں سے تعلقات

س...... میری تمام برادری کا تعلق .... کا فرطبقہ سے ہے، اور میں الحمدللہ! حضور رسالت مآبؐ کے دامن رحمت کے نمک خواروں میں سے ہوں۔ حنفی مسلک کی رُو سے مستند حوالہ جات سے فرمائیے کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، رشتہ داری، لین دین ہونا چاہئے کہ نہیں؟ عرصہ پانچ سال سے میرا اپنے دل کی آواز سے ان لوگوں سے خاص طور پر میل ملاپ قطعاً بند ہے، شریعتِ مطہرہ کی رُو سے یہ بھی بتائیے کہ میرا اپنے والد کے ساتھ عمل کیسا ہونا چاہئے کہ جن کا تعلق بھی اسی کافر طبقے سے ہے؟ وہ قطعاً میری تبلیغ کا اثر نہیں لیتے بلکہ پیٹھ پیچھے مجھے بددعائیں اور گالیاں نکالتے ہیں، کیا مذہبی فرق کے ناطے سے جو گالیاں، بددعا مجھے پڑتی ہے کیا ان کی بھی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟

ج...... والدین اگر غیرمسلم ہوں اور خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی خدمت ضرور کرنی چاہئے، لیکن ان سے محبت کا تعلق نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح ایسے عزیز و اقارب سے بھی دوستانہ و برادرانہ تعلق جائز نہیں۔ آپ کے والدین کی بددعاؤں اور گالیوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ وہ اس طرزِ عمل سے خود اپنے جرم میں اضافہ کرتے ہیں۔

غیرمسلم رشتہ دار سے تعلقات

س...... میرے ایک عزیز کی شادی ہندو گھرانے میں ہوئی، لڑکی مسلمان ہوگئی اب ان ہندو لوگوں سے تعلقات ہوگئے ہیں، ان کے گھر میں آمد و رفت ہوتی ہے، اب ان کے گھر میں کھانے پینے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا ان کے گھروں میں ہر قسم کا کھانا کھا سکتے ہیں؟

ج...... غیرمسلم کے گھر کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ یہ اطمینان ہو کہ وہ کھانا حلال اور پاک ہے، البتہ کسی غیرمسلم سے محبت اور دوستی کا تعلق جائز نہیں۔

غیرمسلم کے ساتھ دوستی

س...... غیرمسلم کے ساتھ دعا سلام اور ان کو اپنے برتن میں کھلانا پلانا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... غیرمسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے، مگر ان سے دوستی اور محبت جائز نہیں، ہم میں اور

ان میں عقائد واعمال کا فرق ہے۔

غیرمسلم کا کھانا جائز ہے، لیکن اس سے دوستی جائز نہیں

س...... میرا ایک دوست عیسائی ہے، میرا اس کے گھر روزانہ کا آنا جانا ہے، اکثر وہ مجھے کھانا بھی کھلا دیتا ہے۔ کیا کسی غیرمسلم کے یہاں کھانا کھالینا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ جس پلیٹ میں ہم کھانا کھاتے ہیں ان میں اکثر وہ لوگ سور وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔

ج...... برتن اگر پاک ہوں اور کھانا بھی حلال ہو تو غیرمسلم کا کھانا جائز ہے، مگر غیرمسلم سے دوستی جائز نہیں۔

شیعوں کے ساتھ دوستی کرنا کیسا ہے؟

س...... سنی مسلمان اور شیعہ میں مذہبی طور پر مکمل اختلاف ہے، یعنی پیدائش سے مرنے کے بعد تک تمام مسائل میں فرق واضح ہے۔ دونوں کے ایمانیات، اخلاقیات، ارکانِ دینِ اسلام مختلف ہیں، تو شیعہ مسلک کے ساتھ دوستی رکھنا کیسا ہے؟ جو دوستی رکھتا ہے اس کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے؟ ان کے ساتھ مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ان کی خوشی غمی میں شرکت مسلمان کی جائز ہے یا نہیں؟ ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا جائز ہے؟ ان کی خیرات چاول روٹی وغیرہ کھانا حلال ہے یا نہیں؟ مسلمان اپنی شادی میں ان کو دعوت دے یا نہیں؟ اگر شیعہ پڑوسی ہوں تو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ کیا ان کی پکی ہوئی چیز استعمال کی جائے یا نہیں؟

ج...... شیعوں کے ساتھ دوستی اور معاشرتی تعلقات جائز نہیں، ان کی چیزیں کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینان ہو کہ وہ حرام یا ناپاک نہیں۔

غیرمسلم اور کلیدی عہدے

س...... ایک گروہ کہتا ہے کہ: ”کافر کو کافر نہ کہو“ کیا ان کا یہ قول درست ہے؟

ج...... قرآن کریم نے تو کافروں کو کافر کہا ہے!

س...... کیا اسلامی مملکت میں کفار و مرتدینِ اسلام کو کلیدی عہدے دیئے جاسکتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو تو یہ بتائیے کہ ان لوگوں کے اسلامی مملکت میں کلیدی عہدوں پر فائز ہونے

فہرست

کی صورت میں اس اسلامی مملکت پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟

ج…… غیرمسلموں کو اسلامی مملکت میں کلیدی عہدوں پر فائز کرنا بنصِ قرآن ممنوع ہے۔

مسلمان کی جان بچانے کے لئے غیرمسلم کا خون دینا

س…… کسی مسلمان کی جان بچانے کے لئے کسی غیرمسلم کا خون دینا جائز ہے یا ناجائز؟

ج…… جائز ہے۔

غیرمسلم کی امداد

س…… ایک غیرمسلم کی مدد کرنا اسلام میں جائز ہے؟ میرے ساتھ کچھ کرسچین عیسائی مذہب کے لوگ کام کرتے ہیں، جو اکثر و بیشتر مجھ سے مالی امداد کا تقاضا کرتے ہیں، یہ امداد کبھی بطورِ قرض ہوتی ہے، کبھی وہ روپیہ لے کر واپس نہیں کرتے، ایسی صورت میں کیا واقعی مجھے مدد کرنا چاہئے؟

ج…… غیرمسلم اگر مدد کا محتاج ہو اور اپنے اندر مدد کرنے کی سکت ہو تو ضرور کرنی چاہئے، حسنِ سلوک تو خواہ کسی کے ساتھ ہو اچھی بات ہے، البتہ جو کافر، مسلمانوں کے درپے آزار ہوں ان کی اعانت و مدد کی اجازت نہیں۔

غیرمسلموں کے مندر یا گرجا کی تعمیر میں مدد کرنا

س…… اسلام میں اس چیز کی گنجائش ہے کہ مسلمان حضرات اقلیتوں کو گرجا یا مندر وغیرہ بنانے میں مدد دیں، اور اس قسم کی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں؟ اس کو غیرمتعصّبانہ رویہ اور اقلیتوں سے تعلقات بہتر بنانے کا نام دیا جائے، گو کہ اسلام میں غیرمسلموں کو مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن ان کی حوصلہ افزائی کرنا کہاں تک ٹھیک ہے؟

ج…… اسلامی مملکت میں غیرمسلموں کو مذہبی آزادی ہے، مگر اس کی بھی حدود ہیں، جن کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ غیرمسلموں کی مذہبی آزادی مسلمانوں کی مذہبی بے عزتی کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایمان و عقل نصیب فرمائیں۔

فہرست

غیر مسلم استاد کو سلام کہنا

س...... اگر استاد ہندو ہو تو کیا اس کو السلام علیکم کہنا چاہئے یا نہیں؟

ج...... غیر مسلموں کو سلام نہیں کیا جاسکتا۔

س...... مباح علوم میں غیر مسلم اساتذہ کی شاگردی کرنی پڑتی ہے، وہ اس علم میں اور عمر میں بڑے ہوتے ہیں اور جیسا کہ رسمِ دنیا ہے، شاگرد ہی سلام میں پیش قدمی کرتا ہے، تو ان کو کس طرح سلام کے قسم کی چیز سے مخاطب کرے؟ مثلاً: ہندووٴں کو ”نمستے“، یا عیسائیوں کو ”گڈ مارننگ“ کہے یا کچھ نہ کہے اور کام کی بات شروع کردے۔ راہ چلتے ملاقات ہونے پر بغیر سلام دعا کے پاس سے گزر جائے؟

ج...... غیر مسلم کو سلام میں پہل تو نہیں کرنی چاہئے، البتہ اگر وہ پہل کرے تو صرف وعلیکم کہہ دینا چاہئے، لیکن اگر کبھی ایسا موقع پیش آجائے تو سلام کے بجائے صرف اس کی عافیت اور خیریت دریافت کرتے ہوئے یوں کہہ دیا جائے: ”آپ کیسے ہیں؟“ ”آیئے آیئے مزاج تو اچھے ہیں“، ”خیریت تو ہے“ وغیرہ، سے اس کی دل جوئی کرلی جائے۔

ایسے برتنوں کا استعمال جو غیر مسلم بھی استعمال کرتے ہوں

س...... ہمارے یہاں شادی اور دیگر تقریبات پر ڈیکوریشن والوں سے رجوع کیا جاتا ہے، دیگ کے لئے، پلیٹوں کے لئے، جگ اور گلاس کے لئے، انہیں ہم لوگ بھی استعمال میں لاتے ہیں اور دوسری قومیں مثلاً: ہندو، بھنگی، عیسائی، بھیل وغیرہ بھی۔ ان برتنوں کا استعمال ہمارے لئے کہاں تک درست و جائز ہے؟

ج...... دھوکر استعمال کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

جس کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو، اسے سلام نہ کرے

س...... یہاں پر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کون شخص کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟ علاوہ سکھ حضرات کے کیونکہ ہندو، عیسائی اور دیگر حضرات اور ہم مسلمانوں کا ایک ہی لباس اور ایک ہی انداز ہے، علاوہ چند انسانوں کے جن کی وضع قطع سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا ٹوپی وغیرہ پہننے سے، تو کیا مشترکہ اور مشکوک حالت میں ہم سلام کریں یا نہ کریں؟

ج…… جس شخص کے بارے میں اطمینان نہ ہو کہ مسلمان ہے، اسے سلام نہ کیا جائے۔

غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا

س…… یہاں پر اکثر غیر مسلم ہندو، عیسائی، سکھ وغیرہ رہتے ہیں، لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی تہوار یا اور کوئی دن آتا ہے تو یہ حضرات اپنے اسٹاف کے حضرات کو خوشی میں کچھ مشروبات اور دیگر اشیاء وغیرہ نوش کرنے کے لئے دیتے ہیں، کیا ایسے موقع پر ان کا کھانا پینا مسلمانوں کے لئے درست ہے یا نہیں؟

ج…… غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ناپاک نہ ہو۔

ہندو کی کمائی حلال ہو تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے

س…… ہندو، مسلمان اگر آپس میں دوست ہوں اور ہندو جائز پیشہ کرتا ہو اور ہندو دوست، مسلمان دوست کو کھلاتا پلاتا ہو تو کیا مسلمان دوست کو ہندو دوست کی چیزیں کھانا پینا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو پھر مسلمان حرام کھانے کی وعیدوں میں شامل ہوگا۔

ج…… ہندو کی کمائی اگر حلال طریقہ سے ہو تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے۔

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا اور ملنا جلنا

س…… ہم نے مسافروں کے پانی پینے کے لئے ٹھنڈے مٹکوں کی سبیل بنا رکھی ہے، ایک دن ایک عیسائی نے ہمارے مٹکوں میں سے پانی نکال کر اپنے گلاس میں پیا اور ہم نے اس سے کہا کہ آئندہ یہاں سے پانی نہ پیا کریں۔ اس نے کہا: میں اس چیز کی معافی چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہاں پر ایک عالم موجود تھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ یہ واقعہ ابھی آپ کے سامنے ہوا ہے، کیا پانی گرادیا جائے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ: پانی گرادیں اور یہ بھی کہا کہ: اہل کتاب کے ساتھ آپ کھا پی سکتے ہیں۔ اب عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا اور ان کا ہمارے برتن کو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟ خدا کے لئے اس کا جواب ضروری دیں تاکہ ہماری اصلاح ہوجائے۔

ج…… کسی غیر مسلم کے پانی لینے سے برتن اور پانی ناپاک نہیں ہوجاتا... کسی غیر مسلم کو آپ اپنے دسترخوان پر کھانا بھی کھلا سکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر غیر مسلم بھی کھانا کھاتے تھے، غیر مسلم سے دوستانہ الفت و محبت جائز نہیں۔

فہرست

غیر مسلموں کے مذہبی تہوار

س…… اگر کوئی مسلمان، ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں ان سے دوستی یا کاروباری تعلق ہونے کی وجہ سے شرکت کرے تو یہ شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

ج…… غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات و رسوم میں شرکت جائز نہیں، حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا وہ انہی میں شمار ہوگا۔

غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانا

س…… ہماری کمپنی کا باورچی یعنی روٹی پکانے والا کافر ہے، ہندو ہے، کیا ہم اس کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں؟ ہم مسلمان کافی ہیں لیکن پاکستانی بہت تھوڑے ہیں۔

ج…… غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے ہاتھ پاک صاف ہوں۔

چینی اور دوسرے غیر مسلموں کے ہوٹلوں میں غیر ذبیحہ کھانا

س…… کچھ عرصے سے میرے دماغ میں ایک بات کھٹک رہی ہے، وہ یہ کہ ہمارے ہاں بیشتر لوگ شوقیہ طور پر چائنیز ریسٹورنٹس میں کھانا کھاتے ہیں، لیکن اس بات کی تحقیق نہیں کرتے کہ جو کھانا وہ کھاتے ہیں آیا وہ حلال ہوتا ہے یا حرام؟ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ جب اس نے معلومات کیں تو پتہ چلا کہ یہ ہوٹل والے نہ صرف جانور اپنے ہاتھ سے کاٹتے ہیں بلکہ بعض اوقات مری ہوئی مرغیاں بھی کاٹ دیتے ہیں۔ میری عرض ہے کہ کیا غیر مسلم کے ہاتھ سے کٹا ہوا جانور حلال ہوتا ہے یا نہیں؟

ج…… ایسے ہوٹل میں کھانا نہیں کھانا چاہئے جہاں پاک ناپاک، حلال و حرام کی تمیز نہ کی جاتی ہو، اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ وہ اہل کتاب بھی ہوں، اہل کتاب کے علاوہ باقی غیر مسلموں کا ذبیحہ حرام ہے۔

مختلف مذاہب کے لوگوں کا اکٹھے کھانا کھانا

س…… اگر سو آدمی اکٹھے کھانا کھاتے ہیں اور برتن اسٹیل کے ہیں یا چینی کے اور ان کو صرف گرم پانی سے دھویا جاتا ہے، سو آدمیوں میں عیسائی، ہندو، سکھ، مرزائی ہیں، برتن ایک

فہرست

دوسرے سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اگر عیسائی، سکھ، ہندو، مرزائی کا برتن کسی مسلم کے پاس آجائے تو کیا جائز ہے؟ اگر نہیں تو مسلح افواج میں ایسا ہوتا ہے، حکومت اس سے پرہیز کرتی ہے، تو فوج میں انتشار پیدا ہوسکتا ہے، یا فوجیوں کے دل میں ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات بیٹھ سکتی ہے۔

ج…… غیرمسلم کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا بھی جائز ہے اور اس کے استعمال شدہ برتنوں کو دھوکر استعمال کرنے میں بھی مضائقہ نہیں، ہمارا دین اس معاملہ میں تنگی نہیں کرتا، البتہ غیرمسلموں کے ساتھ زیادہ دوستی کرنے اور ان کی عادات واطوار اپنانے سے منع کرتا ہے۔

غیرمسلم کے ساتھ کھانا جائز ہے، مرتد کے ساتھ نہیں

س…… کسی مسلمان کا غیرمذہب کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

ج…… غیرمسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے، مگر مرتد کے ساتھ جائز نہیں۔

کیا غیرمسلم کے ساتھ کھانا کھانے سے ایمان تو کمزور نہیں ہوتا

س…… میرا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں ایک بہت بڑے پروجیکٹ پر کام کرتا ہوں، جہاں پر اکثریت مسلمانوں کی ہی تعداد میں کام کرتی ہے، مگر اس پروجیکٹ میں ورکروں کی دوسری بڑی تعداد مختلف قسم کے عیسائیوں کی ہے، وہ تقریباً ہر ہوٹل سے بلاروک ٹوک کھاتے ہیں اور ہر قسم کا برتن استعمال میں لاتے ہیں، برائے مہربانی شرعی مسئلہ بتایئے کہ ان کے ساتھ کھانے پینے میں کہیں ہمارا ایمان تو کمزور نہیں ہوتا؟

ج…… اسلام چھوت چھات کا قائل نہیں، غیرمسلموں سے دوستی رکھنا، ان کی شکل، وضع اختیار کرنا اور ان کے اطوار وعادات کو اپنانا حرام ہے، لیکن اگر ان کے ہاتھ نجس نہ ہوں تو ان کے ساتھ کھالینا بھی جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔ ہاں! طبعی گھن ہونا اور بات ہے۔

عیسائی کے ہاتھ کے دھلے کپڑے اور جھوٹے برتن

س…… میرے گھر میں ایک عیسائی عورت (جمعدارنی) کپڑے دھوتی ہے، یہ لوگ گندا کام نہیں کرتے، شوہر مل میں نوکر ہے اور بیوی لوگوں کے کپڑے دھوتی ہے، کیا اس کے دھوئے

فہرست

ہوئے کپڑوں کو میرے لئے دوبارہ پاک کرنا ہوگا یا وہ اس کے ہاتھوں کے قابل استعمال ہوں گے، جبکہ میں بفضل خدا پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں، اور کیا ان کے لئے علیحدہ برتن رکھنا چاہئے یا کہ انہیں برتنوں کو دھوکر استعمال کرنا صحیح ہے؟

ج...... اگر کپڑوں کو تین بار دھوکر پاک کر دیتی ہے تو اس کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں، دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں، غیر مسلم کے جھوٹے برتنوں کو دھوکر استعمال کرنا صحیح ہے۔

ہندوؤں کا کھانا ان کے برتنوں میں کھانا

س...... یہاں "ام القوین" میں ہر مذہب کے لوگ ہیں، زیادہ تر ہندو لوگ ہیں، اور ہوٹل میں ہندو لوگ کام کرتے ہیں، اب ہم پاکستانی لوگوں کو بتائیں کہ وہاں پر روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے جواب ضرور دیں گے۔

ج...... اگر ہندوؤں کے برتن پاک ہوں اور یہ بھی اطمینان ہو کہ وہ کوئی حرام یا ناپاک چیز کھانے میں نہیں ڈالتے تو ان کی دکان سے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

بھنگی پاک ہاتھوں سے کھانا کھائے تو برتن ناپاک نہیں ہوتے

س...... کوئی بھنگی اگر مسلمان بن کر کسی ہوٹل میں کھانا کھائے اور ہوٹل کے مالک کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ بھنگی ہے، کیا ہوٹل کے برتن پاک رہیں گے؟

ج...... بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے کھانا کھانے سے برتن ناپاک نہیں ہوتے۔

شیعوں اور قادیانیوں کے گھر کا کھانا

س...... شیعہ کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا غلط؟ قرآن و سنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ نیز قادیانی کے گھر کا کھانا کھانا صحیح ہے یا غلط ہے؟

ج...... شیعوں کے گھر حتی الوسع نہیں کھانا چاہئے، اور قادیانی کا حکم تو مرتد کا ہے، ان کے گھر جانا ہی درست نہیں، نہ کسی قسم کا تعلق۔

مرتدوں کو مساجد سے نکالنے کا حکم

س...... اگر کوئی قادیانی، ہماری مسجد میں آکر الگ ایک کونے میں جماعت سے الگ نماز پڑھ

لے، کیا ہم اس کو اس کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ ہماری مسجد میں اپنی مرضی سے نماز پڑھے؟

ج…… کسی غیر مسلم کا ہماری اجازت سے ہماری مسجد میں اپنی عبادت کرنا صحیح ہے۔ نصاریٰ نجران کا جو وفد بارگاہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوا تھا انہوں نے مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام) میں اپنی عبادت کی تھی… یہ حکم تو غیر مسلموں کا ہے۔ لیکن جو شخص اسلام سے مرتد ہو گیا ہو اس کو کسی حال میں مسجد میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اسی طرح جو مرتد اور زندیق اپنے کفر کو اسلام کہتے ہوں (جیسا کہ قادیانی، مرزائی) ان کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

بتوں کی نذر کا کھانا حرام ہے

س…… ہندوؤں کے تہواروں پر ''پرشاد'' نام کی خوراک تقسیم کی جاتی ہے، جس میں پھل اور پکے پکائے کھانے بھی ہوتے ہیں، اور یہ خوراک مختلف بتوں کی نذر کر کے تقسیم کی جاتی ہے، اس کو بعض مسلمان بھی کھاتے ہیں۔ ازراہ کرم بتائیے کہ یہ مسلمانوں کے لئے مطلق حرام ہے یا جائز ہے؟

ج…… بتوں کے نام کی نذر کی ہوئی چیز شرعاً حرام ہے، کسی مسلمان کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

غیر مسلموں کے لئے ایمان و ہدایت کی دعا جائز ہے

س…… ہمارے محلّہ کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد بہ آواز بلند رب العالمین کو مخاطب کر کے صرف مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں، اب ہمارا ایک ''بہائی'' دوست ہے، وہ کہتا ہے کہ دعائیں صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے مانگنی چاہئیں، آپ کا کیا خیال ہے؟

ج…… غیر مسلموں کے لئے ایمان و ہدایت کی دعا کرنی چاہئے۔

نرگس اداکارہ کے مرتد ہونے سے اس کی نماز جنازہ جائز نہیں تھی

س…… سوال یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان جو بعد میں کافر ہو جائے اور اسی حالت میں مر جائے تو اس کا جنازہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کی تازہ مثال ابھی حال ہی میں بھارت میں ہوئی، جس کا اخباروں میں بہت چرچا ہوا ہے۔ بھارت کی مشہور فلمی ایکٹریس نرگس جو پہلے مسلمان تھی

اور شادی ایک ہندو کے ساتھ کرلی اور شادی کے ساتھ ہی اس نے مذہب بھی بدل دیا اور ہندو مذہب کا نام نرملا رکھا، اور باقاعدہ پوجا پاٹ ادا کرتی تھی اور اسی حالت میں مرگئی اور اس کی باقاعدہ نماز جنازہ ادا کرکے دفن کیا گیا اور ہندوؤں نے اس کی چتا بنائی اور اپنی پوری پوری رسوم ادا کی ہیں، آپ خود سوچیں کہ اس کی نماز جنازہ کیسے اور کس طریقہ سے ادا ہوسکتی تھی؟ اور کیا یہ اسلام کے ساتھ ایک مذاق نہیں ہے جس کو ان لوگوں نے اداکاری سمجھا ہوا ہے؟ آپ خدا کے لئے اس کا جواب دیں کیونکہ ہم پاکستانیوں پر اس خبر کا گہرا اثر ہوا ہے اور ہم آپ کے جواب کا انتظار کریں گے۔

ج…… غیرمسلم کا جنازہ جائز نہیں، اور مرتد تو شرعاً واجب القتل ہے، اس کا جنازہ کیسے جائز ہوگا؟ آپ نے صحیح لکھا ہے کہ جن لوگوں نے نرگس مرتدہ کا جنازہ پڑھا، انہوں نے اسلام کا مذاق اڑایا ہے، استغفراللہ!

شرعی احکام کے منکر حکام کی نماز جنازہ ادا کرنا

س…… جو حکام شریعتِ مطہرہ کی توہین کے مرتکب ہوں تو سورۂ مائدہ پارہ:۶، آیت نمبر:۴۴، ۴۵، ۴۷ کی رُو سے ایسے حکام کی نماز جنازہ پڑھائی جاسکتی ہے یا بغیر نماز کے دفن کرنا چاہئے؟

ج…… جو شخص کسی شرعی حکم کی توہین کا مرتکب ہو وہ مرتد ہے، اس کی نماز جنازہ نہیں کیونکہ نماز جنازہ مسلمان کی ہوتی ہے۔

غیرمسلم کے نام کے بعد ''مرحوم'' لکھنا ناجائز ہے

س…… جب کوئی ہندو یا غیرمسلم مرجاتا ہے تو مرنے کے بعد اگر اس کا نام لیا جائے تو اسے آنجہانی کہتے ہیں، لیکن میں نے بعض کتابوں میں ہندوؤں کے آگے لفظ مرحوم دیکھا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ اور لفظ ''مرحوم'' کی وضاحت بھی فرمادیں، اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا۔

ج…… غیرمسلم کو مرنے کے بعد ''مرحوم'' نہیں لکھنا چاہئے، ''مرحوم'' کے معنی ہیں کہ اللہ کی اس پر رحمت ہو۔ اور کافر کے لئے دعائے رحمت جائز نہیں۔

غیر مسلم کی میّت پر تلاوت اور دعا و استغفار کرنا گناہ ہے

س...... آج دبئ کے ٹی وی اسٹیشن پر اسپیشل پروگرام اندرا گاندھی کی آخری رسومات دکھائی جارہی تھیں تو ایک بات جو زیرِ غور آئی وہ یہ کہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت سنی گئی، ہم چونک گئے کہ وہاں پر ہندوؤں کی کتاب گیتا پڑھی جارہی تھی اور دوسری طرف تلاوت قرآن کریم پڑھی جارہی تھی، اور سامنے چتا جل رہی تھی، لہٰذا ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ غیر مذہب کی میّت پر قرآن کریم کی آیات پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... غیر مسلم کے لئے نہ دعا و استغفار ہے، نہ ایصالِ ثواب کی گنجائش، بلکہ جان بوجھ کر پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔

کیا مسلمان غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کرسکتے ہیں

س...... غیر مسلم، ہندو یا میگواڑ، بھنگی کے مردے کو مسلمانوں کا کاندھا دینا یا ساتھ جانا کیسا ہے؟

ج...... اگر ان کے مذہب کے لوگ موجود ہوں تو مسلمانوں کو ان کے جنازے میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا اور قبرستان جانا

س...... کیا کسی غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں جانا صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر کوئی غیر مسلم کسی جنازے میں یا قبرستان میں جاتا ہے تو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ غیر مسلم تو ناپاک ہوتا ہے اور اگر وہ پاک جگہ جائے تو وہ بھی ناپاک ہوجاتی ہے، اور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک اور صاف رہے اور جو شخص کلمہ گو نہیں یعنی مسلمان نہیں ہوتا وہ پاک نہیں ہوتا۔

ج...... کوئی غیر مسلم، مسلمان کے جنازے میں شرکت کیوں کرے گا؟ باقی کسی غیر مسلم کے قبرستان جانے سے قبرستان ناپاک نہیں ہوتا، اور غیر مسلم پر ہمارے مذہب کے جائز احکام لاگو ہی نہیں ہوتے۔

غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا

س...... کیا ایک غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے؟

ج...... غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

مسلمانوں کے قبرستان کے نزدیک کافروں کا قبرستان بنانا

س...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی کافر کا مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا تو جائز نہیں، لیکن مسلمانوں کے قبرستان کے متصل ان کا قبرستان بنانا جائز ہے یا کہ دور ہونا چاہئے؟

ج...... ظاہر ہے کہ کافروں، مرتدوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور ناجائز ہے، اس طرح کافروں کے مسلمانوں کے قبرستانوں کے قریب بھی دفن کرنے کی ممانعت ہے، تاکہ کسی وقت دونوں قبرستان ایک نہ ہوجائیں، کافروں کی قبریں مسلمانوں کی قبروں سے دور ہونی چاہئیں تاکہ کافروں کے عذاب والی قبر مسلمانوں کی قبر سے دور ہو کیونکہ اس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے گی۔

بشریتِ انبیاءؑ

بشریتِ انبیاء علیہم السلام

س...... جناب مکرمی مولانا صاحب! السلام علیکم، بعدہٗ عرض ہے کہ آپ کا رسالہ ''بینات'' شاید پچھلے سال یعنی ۱۹۸۰ء کا ہے، اس کا مطالعہ کیا، جس میں چند جگہ کچھ اس قسم کی باتیں دیکھنے میں آئیں کہ جن کی وضاحت ضروری ہے، کیونکہ میں نے دیگر حضرات کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے، جس سے آپ کی بات اور ان حضرات کی بات میں بڑا فرق ہے، یا تو آپ ان کے خلاف ہیں؟ یا ان کی تحریروں کو نظر انداز کررہے ہیں۔

مثلاً: نمبر:۱صفحہ:۳۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لحاظ سے نہ صرف نوعِ بشر میں داخل ہیں، بلکہ افضل البشر ہیں، نوعِ انسان کے سردار ہیں، آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، ''بشر اور انسان دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔''

فہرست

لیکن جب میں دوسرے حضرات کی تصانیف کو سامنے رکھتا ہوں تو زمین و آسمان کا فرق محسوس ہوتا ہے، آخر اس کی کیا وجہ؟ حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

"تحقیق امت نے اجماع کیا اس پر کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے، پس تابعین نے اعتماد کیا صحابہ کرامؓ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر، اس طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلوں پر اعتماد کیا۔" (عقد الجید ص:۳۶ مطبع دہلی)

امید ہے کہ اگر دین کا سمجھدار طبقہ یا کم از کم وہ حضرات جو تبلیغ دین میں قدم رکھتے ہیں وہ تو اس طریقہ کو اختیار کریں تاکہ دین میں تواتر قائم رہے، اب مندرجہ بالا مسئلہ میں آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف بشر ہیں مگر افضل ہیں، انسانوں کے سردار اور آدم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بشر ہے۔ مگر...

حکیم الامت جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنی تصنیف "نشر الطیب" میں پہلا باب ہی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھا ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے نور سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ساری کائنات کی پیدائش کا اظہار کیا ہے، اور اس ضمن میں چند احادیث بھی روایت کی ہیں، جن میں یہ ذکر بھی ہے کہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رَبّ کے پاس نور تھے۔"

اور یہ بھی ہے کہ: میں اس وقت نبیؐ تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اور جناب رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: امداد السلوک میں اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے (دفتر سوم مکتوب نمبر:۱۰۰ میں) فرمایا جس سے چند باتوں کا اظہار ہوتا ہے:

فہرست

۱:......حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خلقت من نور اللہ" میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

۲:......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور آپ کا سایہ نہ تھا۔

۳:......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و مصلحت کے پیش نظر خوبصورت انسان ظہور فرمایا۔

مطلب یہ کہ مجدد صاحبؒ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو نور ہی مانتے ہیں، لیکن قدرتِ خداوندی نے مصلحت کے تحت شکل انسانی میں ظہور کیا۔

رسالہ "التوسل" جو مولوی مشتاق احمد صاحب دیوبندی کی تصنیف ہے اور مولوی محمود الحسن صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی محمد شفیع صاحب علمائے دیوبند کی تصدیقات سے مؤید ہے، اس میں لکھا ہے کہ: "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین." میں نور سے مراد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مجسم اور روشن چراغ ہیں۔

نور اور چراغ ہمیشہ ذریعہ وسیلہ صراطِ مستقیم کے دیکھنے اور خوفناک طریق سے حالت حیات میں بھی وسیلہ ہے اور بعد وفات بھی وسیلہ ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب کو قریش مصیبت کے وقت اسی نور کے سبب حل مشکلات کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ (التوسل صفحہ: ۲۲۔ تفسیر کبیر ج:۳ ص:۵۶۶)۔

"قد جائکم من اللہ نور و کتٰب مبین. ان المراد بالنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبالکتٰب القراٰن." (تفسیر کبیر ج:۱۱ ص:۱۸۹)۔

آپ سے عرض ہے کہ آپ بتائیں کہ یہ عقائد درست ہیں؟

نوٹ:......ان حضرات کے عقائد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ثابت ہے جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوا۔

ج……حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے حوالے سے آپ نے جو اصول نقل کیا ہے کہ: ''شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے'' یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن آنجناب کا یہ خیال صحیح نہیں کہ راقم الحروف نے نور و بشر کی بحث میں اس اصول سے انحراف کیا ہے، میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت نور بھی اور بشر بھی، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور بشر ہونے میں کوئی منافات نہیں کہ ایک کا اثبات کرکے دوسرے کی نفی کی جائے، بلکہ آپ صفتِ ہدایت اور نورانیتِ باطن کے اعتبار سے نورِ مجسم ہیں اور اپنی نوع کے اعتبار سے خالص اور کامل بشر ہیں۔

بشر اور انسان ہونا کوئی عار اور عیب کی چیز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب خدانخواستہ معیوب سمجھا جائے، انسانیت و بشریت کو خدا تعالیٰ نے چونکہ ''احسن تقویم'' فرمایا ہے، اس لئے بشریت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمالِ شرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انسان ہونا انسانیت کے لئے موجبِ صد عزت و افتخار ہے۔

میرے علم میں نہیں کہ حضراتِ سلف صالحین میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرکے آپؐ کو دائرہ انسانیت سے خارج کیا ہو۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بشریت میں بھی منفرد ہیں، اور شرف و منزلت کے اعتبار سے تمام کائنات سے بالاتر اور: ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!'' کے مصداق ہیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل البشر، افضل البشر اور سید البشر ہونا ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے، کیوں نہ ہو جبکہ خود فرماتے ہیں:

''انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر!''

(مشکوٰۃ ص:۵۱۱، ۵۱۳)

ترجمہ:……''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا قیامت کے دن، اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا!''

قرآن کریم میں اگر ایک جگہ:

''لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین.''

فرمایا ہے (اگر نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد لی جائے) تو دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے:

"قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا."

(بنی اسرائیل:۹۳)

ترجمہ:..... "آپؐ فرمادیجئے کہ: سبحان اللہ! میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں مگر پیغمبر ہوں اور کیا ہوں؟"

"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد."

(الکہف:۱۱۰)

ترجمہ:..... "آپؐ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں، میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔"

"وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد، افان مت فھم الخالدون."

(الانبیاء:۳۴)

ترجمہ:..... "اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے کسی بھی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا، پھر اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوجائے، تو کیا یہ لوگ دنیا میں ہمیشہ کو رہیں گے؟"

قرآن کریم یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ نوعِ بشر ہی سے بھیجے گئے:

"ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتٰب والحکمۃ والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادًا لی من دون اللہ."

(آل عمران:۷۹)

ترجمہ:..... "کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرماوے، پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔"

"وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیًا او من

وراءیٔ حجاب او یرسل رسولًا فیوحی باذنه ما یشاء.''

(الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ:......''اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے، یا حجاب کے باہر سے، یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچادیتا ہے۔''

اور انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ اعلان بھی کرایا گیا ہے:

''قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ.'' (ابراہیم:۱۱)

ترجمہ:......''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمادے۔''

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ بشر کی تحقیر سب سے پہلے ابلیس نے کی، اور بشرِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا:

''قال لم اکن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حماءٍ مسنون.'' (الحجر:۳۳)

ترجمہ:......''کہنے لگا میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے، جو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہے، پیدا کیا ہے۔''

قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ کفار نے ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ یہ تو بشر ہیں، کیا ہم بشر کو رسول مان لیں؟

''فقالوا ابشرا منا واحدا نتبعه انا اذا لفی ضلال وسعر.'' (القمر:۲۴)

ترجمہ:......''پس کہنے لگے: کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے، تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور جنون میں پڑ جائیں گے۔''

''وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشر رسولا. قل لو کان فی الارض ملٰئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا.'' (بنی اسرائیل:۹۴،۹۵)

ترجمہ:......''اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہ ہوئی کہ انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپؐ فرمادیجئے: اگر زمین میں فرشتے رہتے ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

ان ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں، گویا کسی نبی کی نبوت پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان کو بشر اور رسول تسلیم کیا جائے، اسی لئے تمام اہل سنت کے ہاں رسول کی تعریف یہ کی گئی ہے:

''انسان بعثہ اللہ لتبلیغ الرسالۃ والاحکام.''

(شرح عقائد نسفی)

ترجمہ:......''رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے پیغامات اور احکام بندوں تک پہنچانے کے لئے مبعوث فرماتے ہیں۔''

جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کا اعلان فرمایا ہے، اسی طرح احادیث طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بغیر کسی دغدغہ کے اپنی بشریت کا اعلان فرمایا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں یہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا گیا (اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے) وہاں یہ بھی فرماتے ہیں:

۱ :......"اللّٰھم انما انا بشر فای المسلمین لعنته او سببته فاجعله له زکوٰة واجراً."

(مسلم ج:۲ ص:۳۲۳ عن عائشہؓ)

ترجمہ:......"اے اللہ! میں بھی ایک انسان ہی ہوں، پس جس مسلمان پر میں نے لعنت کی ہو، یا اسے برا بھلا کہا ہو، آپ اس کو اس شخص کے لئے پاکیزگی اور اجر کا ذریعہ بنادے۔"

۲ :......"اللّٰھم انی اتخذ عندک عھداً لن تخلفنیه فانما انا بشر فای المؤمنین اٰذیته، شتمته، لعنته، جلدته فاجعلها له صلوٰة وزکوٰة وقربة تقربه بھا الیک یوم القیامة." (مسلم ج:۲ ص:۳۲۴ عن ابی ہریرہؓ)

ترجمہ:......"اے اللہ! میں آپ کے یہاں سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں، آپ اس کے خلاف نہ کیجئے! کیونکہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں، پس جس مؤمن کو میں نے ایذا دی ہو، گالی دی ہو، لعنت کی ہو، اس کو مارا ہو، آپ اس کے لئے اس کو رحمت و پاکیزگی بنادیجئے کہ آپ اس کی وجہ سے اس کو قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائیں۔"

۳ :......"اللّٰھم انما محمد (صلی اللہ علیه وسلم) بشر یغضب کما یغضب البشر. الحدیث."

(عن ابی ہریرہؓ مسلم ج:۲ ص:۳۲۴)

ترجمہ:......"اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایک انسان ہی ہیں، ان کو بھی غصہ آتا ہے جس طرح اور انسانوں کو غصہ آتا ہے۔"

۴ :......"انی اشترطت علی ربی فقلت: انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر واغضب کما یغضب البشر." (مسلم ج:۲ ص:۳۲۴ عن انسؓ)

ترجمہ:......"میں نے اپنے رب سے ایک شرط کرلی ہے، میں نے کہا کہ: میں بھی ایک انسان ہی ہوں، میں بھی خوش ہوتا ہوں، جس طرح انسان خوش ہوتے ہیں اور غصہ ہوتا ہوں جس طرح دوسرے انسان غصہ ہوتے ہیں۔"

۵:......"**انما انا بشر وانه يأتينى الخصم فلعل بعضهم ان يكون ابلغ من بعض، فاحسب انه صادق، فاقضى له، فمن قضيت له بحق مسلم فانما هى قطعة من النار فليحملها او يذرها.**"

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۳۲، مسلم ج:۲ ص:۷۴عن ام سلمہؓ)

ترجمہ:......"میں بھی ایک آدمی ہوں اور میرے پاس مقدمہ کے فریق آتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض زیادہ زبان آور ہوں، پس میں اس کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں، پس جس کے لئے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کردوں وہ محض آگ کا ٹکڑا ہے، اب چاہے وہ اسے اٹھالے جائے، اور چاہے چھوڑ جائے۔"

۶:......"**انما انا بشر مثلكم انسىٰ كما تنسون فاذا نسيت فذكرونى.**"

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۸، صحیح مسلم ج:۱ ص:۲۱۲عن ابن مسعودؓ)

ترجمہ:......"میں بھی تم جیسا انسان ہی ہوں، میں بھی بھول جاتا ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلادیا کرو۔"

۷:......"**انما انا بشر اذا امرتكم بشئ من دينكم فخذوا به، واذا امرتكم بشئ من رائى فانما انا**

بشر." (صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۶۴ عن رافع بن خدیجؓ)

ترجمہ:......"میں بھی ایک انسان ہی ہوں، جب تم کو دین کی کسی بات کا حکم کروں تو اسے لے لو اور جب تم کو (کسی دنیوی معاملے میں) اپنی رائے سے بطور مشورہ کوئی حکم دوں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔"

۸:......"**الا ایھا الناس! فانما انا بشر یوشک ان یأتی رسول ربی فأجیب ..... الخ.**"

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۷۹ عن زید بن ارقمؓ)

ترجمہ:......"سنو! اے لوگو! پس میں بھی ایک انسان ہی ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد (یہاں سے کوچ کا پیغام لے کر) آئے تو میں اس کو لبیک کہوں۔"

قرآن کریم اور ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفتِ نور کے ساتھ موصوف ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی نفی کردی جائے، نہ ان نصوصِ قطعیہ کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار ممکن ہے۔

میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بشریت کوئی عار اور عیب کی چیز نہیں، جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا سوءِ ادب کا موجب ہو، بشر اور انسان تو اشرف المخلوقات ہے، اس لئے بشریت آپؐ کا کمال ہے، نقص نہیں، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشرف المخلوقات میں سب سے اشرف و افضل ہونا خود انسانیت کے لئے مایۂ افتخار ہے۔

"اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر، انسان اور آدمی ہونا نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طرۂ افتخار ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے انسانیت و بشریت رشکِ ملائکہ ہے۔" (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ج:۱ ص:۳۵)

یہی عقیدہ اکابر اور سلف صالحین کا تھا، چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ ”الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)“، القسم الثانی ص:۱۵۷، مطبوعہ ملتان میں لکھتے ہیں:

”قد قدمنا انه صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء والرسل من البشر. وان جسمه وظاهره خالص للبشر يجوز عليه من الآفات والتغيرات والآلام والاسقام وتجرع كأس الحمام ما يجوز على البشر وهذا كله ليس بنقيصة، لأن الشئ انما يسمى ناقصاً بالاضافة الىٰ ما هو اتم منه واكمل من نوعه، وقد كتب الله تعالىٰ علىٰ اهل هذه الدار: فيها يحيون وفيها يموتون ومنها يخرجون وخلق جميع البشر بمدرجة الغير.“

ترجمہ:...... ”ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و رسل نوعِ بشر میں سے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور ظاہر خالص بشر کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر وہ تمام آفات و تغیرات اور تکالیف و امراض اور موت کے احوال طاری ہوسکتے تھے۔ جو انسان پر طاری ہوتے ہیں اور یہ تمام امور کوئی نقص اور عیب نہیں، کیونکہ کوئی چیز ناقص اس وقت کہلاتی ہے جبکہ اس کی نوع میں سے کوئی دوسری چیز اتم و اکمل ہو، دار دنیا کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر فرمادی کہ وہ زمین میں جئیں گے، یہیں مریں گے اور یہیں سے نکالے جائیں گے، اور تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تغیر کا محل بنایا ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف کی چند مثالیں پیش کرنے کے بعد ص:۱۵۸، ۱۵۹ لکھتے ہیں:

”وهكذا سائر انبيائه مبتلى ومعافى وذلك من

تمام حکمته لیظهر شرفهم فی هذه المقامات، ویبین امرهم، ویتم کلمته فیهم، ولیحقق بشریتهم، ویرتفع الالتباس من اهل الضعف فیهم، لئلا یضلوا بما یظهر من العجائب علیٰ ایدیهم، ضلال النصاریٰ بعیسیٰ بن مریم. قال بعض المحققین: وهذه الطواری والتغیرات المذکورة انما تختص باجسامهم البشریة المقصودة بها مقاومة البشر ومعانات بنی اٰدم لمشاکلة الجنس واما بواطئهم فمنزهة غالباً عن ذالک معصومة منه متعلقة بالملأ الاعلیٰ والملٰئکة لاخذها عنهم وتلقیها الوحی منهم.“ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج:۲ ص:۱۵۷،۱۵۹)

ترجمہ:...... ”اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کہ وہ تکالیف میں بھی مبتلا ہوئے اور ان کو عافیت سے بھی نوازا گیا، اور یہ حق تعالیٰ کی کمالِ حکمت تھی تاکہ ان مقامات میں ان حضرات کا شرف ظاہر ہو، اور ان کا معاملہ واضح ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی بات ان کے حق میں پوری ہوجائے، اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی بشریت کو ثابت کردے اور امت کے اہلِ ضعف کو ان کے بارے جو التباس ہوسکتا تھا وہ اٹھ جائے، تاکہ ان عجائبات کی وجہ سے جو ان حضرات کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں، گمراہ نہ ہوجائیں۔ جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمراہ ہوئے۔ بعض محققین نے فرمایا ہے کہ: یہ عوارض اور تغیرات مذکورہ ان بشری اجسام کے ساتھ مخصوص ہیں جن سے مقصود بشریت کی مقاومت اور بنی آدم کی مشقتوں کا برداشت کرنا ہے، تاکہ ہم جنسوں کے ساتھ مشاکلت ہو، لیکن ان کی ارواح طیبہ ان امور سے متأثر نہیں ہوتیں، بلکہ وہ معصوم

ومنزہ اور ملأ اعلیٰ اور فرشتوں سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ وہ فرشتوں سے علوم اخذ کرتی ہیں، اوران سے وحی اخذ کرتی ہیں۔''

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوعِ انسان میں داخل نہیں۔ آپ نے جو حوالے نقل کئے ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور کی صفت کا اثبات کیا گیا ہے، مگر اس سے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار لازم نہیں آتا اس لئے وہ میرے مدعا کے خلاف نہیں، اور نہ میرا عقیدہ ان بزرگوں سے الگ ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''نشر الطیب'' میں سب سے پہلے نورِ محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات) کی تخلیق کا بیان فرمایا ہے، اوراس کے ذیل میں وہ احادیث نقل کی ہیں جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن حضرتؒ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح بھی فرمادی ہے، چنانچہ پہلی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مسند عبدالرزاق کے حوالے سے یہ نقل کی ہے:

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا ..... پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے، ایک حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے حدیث طویل ہے۔''

اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے، ان اشیاء کا نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔''

اور اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ظاہراً نورِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) روح محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عبارت ہے، اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے، اور مجرد کا مادیات کے لئے مادہ ہونا ممکن نہیں۔ پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا اور اس مادہ سے چار حصے کئے گئے .... الخ۔ اور اس مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہوا کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو، بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو۔“

دوسری روایت جس میں فرمایا گیا ہے کہ: بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا، اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے .... اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”اور اس وقت ظاہر ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدن تو بنا ہی نہ تھا، تو پھر نبوت کی صفت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح کو عطا ہوئی تھی، اور نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی روحِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے، جیسا اوپر مذکور ہوا۔“

اس سے واضح ہے کہ حضرت تھانویؒ کے نزدیک نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس روح ہے، اور اس فصل میں جتنے احکام ثابت کئے گئے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کے اول الخلق ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار لازم نہیں آتا۔

اور حضرت تھانویؒ کی تشریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے خدا تعالیٰ کے نور سے پیدا کئے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ! نورِ خداوندی کا کوئی حصہ ہے، بلکہ یہ مطلب ہے کہ نورِ خداوندی کا فیضان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ کی تخلیق کا باعث ہوا۔

آپ نے قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ''امداد السلوک'' کا حوالہ دیا ہے کہ:

''احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے، اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔''

''امداد السلوک'' کا فارسی نسخہ تو میرے سامنے نہیں، البتہ اس کا اردو ترجمہ جو حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے ''ارشاد الملوک'' کے نام سے کیا ہے، اس کی متعلقہ عبارت یہ ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اولادِ آدم ہی میں ہیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو اتنا مطہر بنالیا تھا کہ نورِ خالص بن گئے، اور حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔ اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کے سایہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو اس قدر تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ وہ بھی نور بن گئے، چنانچہ ان کی کرامات وغیرہ کی حکایتوں سے کتابیں پُر اور اتنی مشہور ہیں کہ نقل کی حاجت نہیں۔ نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''جو لوگ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا۔'' اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ: ''یاد کرو اس دن کو جبکہ موٴمنین کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف دوڑتا ہوگا، اور منافقین کہیں گے کہ ذرا ٹھہر جاوٴ تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں۔'' ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں

حاصل ہوتے ہیں۔“ (ارشادالملوک مطبوعہ سہارنپور ص:۱۱۴،۱۱۵)

اس اقتباس سے چند امور بالکل واضح ہیں:

اول:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اولادِ آدم علیہ السلام میں سے ہونا تسلیم کیا گیا ہے، اور آدم علیہ السلام کا بشر ہونا قرآن کریم میں منصوص ہے۔

دوم:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس نورانیت کا اثبات کیا گیا ہے، وہ وہ ہے جو تزکیہ و تصفیہ سے حاصل ہوتی ہے، اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس قدر اکمل و اعلیٰ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”نورِ خالص“ بن گئے تھے۔

سوم:...... جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے کو متواتر نہیں کہا گیا، بلکہ ”شہرت سے ثابت“ کہا گیا ہے۔ بہت سی روایات ایسی ہیں کہ زبان زد عام و خاص ہوتی ہیں، مگر ان کو تواتر یا اصطلاحی شہرت کا مرتبہ تو کیا حاصل ہوتا، خبر آحاد کے درجہ میں ان کو حدیث صحیح یا قابل قبول ضعیف کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ خالصتاً بے اصل اور موضوع ہوتی ہیں، سایہ نہ ہونے کی روایت بھی حد درجہ کمزور ہے، یہ روایت مرسل بھی ہے اور ضعیف بھی اس درجہ کی کہ اس کے بعض راویوں پر وضعِ حدیث کی تہمت ہے۔

(اس کی تفصیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مضمون میں ہے جو آخر میں بطورِ تکملہ نقل کر رہا ہوں۔)

چہارم:...... احادیث کی تصحیح و تنقیح حضراتِ محدثینؒ کا وظیفہ ہے، حضراتِ صوفیاء کرامؒ کا اکثر و بیشتر معمول یہ ہے کہ وہ بعض ایسی روایات جو عام طور سے مشہور ہوں ان کی تنقیح کے درپے نہیں ہوتے، بلکہ برتقدیر صحت اس کی توجیہ کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی شیخ قطب الدین مکی قدس سرہٗ نے (جن کے رسالہ مکیہ کا ترجمہ حضرت گنگوہیؒ نے کیا ہے) اس مشہور روایت کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی پر نورانیت اور تصفیہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ بطورِ معجزہ آپؐ کا سایہ نہیں تھا..... بہرحال اگر سایہ نہ ہونے کی روایت کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ بطورِ معجزہ ہی ہوسکتا ہے۔ گویا غلبہ نورانیت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر روح کے احکام جاری ہوگئے تھے، اور جس طرح روح کا سایہ نہیں

فہرست

ہوتا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا بھی سایہ نہیں تھا، لیکن اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی نفی لازم نہیں آتی، ایک تو اس لئے کہ شیخ خود آپؐ کی بشریت کی تصریح فرمارہے ہیں۔ دوسرے نور کی یہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متبعین اہل ایمان کے لئے ثابت فرمارہے ہیں، ظاہر ہے کہ اس نور کی بشریت سے منافات ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متبعین کی بشریت کا انکار لازم آئے گا۔ تیسرے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو سب سے زیادہ جانتی ہیں، وہ فرماتی ہیں:

”كان بشراً من البشر. رواه الترمذي.“

(مشکوٰۃ ص:۵۲۰)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔“

سایہ نہ ہونے کی روایت کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ سے ایک سوال و جواب یہاں نقل کرتا ہوں۔

”سوال:...... سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں؟ اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالملک بن عبداللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا، سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع؟ ارقام فرماویں۔

جواب:...... یہ روایت کتبِ صحاح میں نہیں، اور ”نوادر“ کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے؟ ”نوادر الاصول“ حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابوعیسیٰ ترمذی کی، فقط واللہ اعلم!

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔“

اس اقتباس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ سایہ نہ ہونے کی روایت حدیث کی متداول کتابوں میں نہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے حوالے سے آپ نے تین باتیں نقل کی ہیں:

''۱:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''**خلقت من نور اللہ.**'' میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

۲:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

۳:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و مصلحت کے پیشِ نظر بصورتِ انسان ظاہر فرمایا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہونے اور سایہ نہ ہونے کی تحقیق اوپر عرض کرچکا ہوں، البتہ یہاں اتنی بات مزید عرض کردینا مناسب ہے کہ: ''**خلقت من نور اللہ**'' کے الفاظ سے کوئی حدیث مروی نہیں، مکتوباتِ شریفہ کے حاشیہ میں اس کی تخریج کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی ''مدارج النبوۃ'' کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے:

''**انا من نور اللہ والمؤمنون من نوری.**''

ترجمہ:...... ''میں اللہ کے نور سے ہوں، اور مؤمن میرے نور سے ہیں۔''

مگر ان الفاظ سے بھی کوئی حدیث ذخیرۂ احادیث میں نظر سے نہیں گزری، ممکن ہے کہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث (جو ''نشر الطیب'' کے حوالے سے گزر چکی ہے) کی روایت بالمعنی ہو، بہرحال اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی شرح وہی ہے جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی ''نشر الطیب'' سے نقل کرچکا ہوں۔

سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور اجزاء و حصص سے پاک ہے، اس لئے کسی عاقل کو یہ توہم بھی نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور، نورِ خداوندی کا جز اور حصہ ہے، پھر اس روایت میں اہلِ ایمان کی تخلیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ذکر کی گئی، اگر جزئیت کا مفہوم لیا جائے تو لازم آئے گا کہ تمام اہلِ ایمان نورِ خداوندی کا جز ہوں، اس قسم کی روایات کی عارفانہ تشریح کی جاسکتی ہے، جیسا کہ امام ربانیؒ نے کی ہے، مگر ان پر

عقائد کی بنیاد رکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو... نصوصِ قطعیہ کے علی الرغم ... نوعِ انسان سے خارج کردینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

تیسری بات جو آپ نے حضرت مجدد رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، اول تو وہ ان دقیق علوم و معارف میں سے ہے کہ جو عقولِ متوسطہ سے بالاتر ہیں، اور جن کا تعلق علوم مکاشفہ سے ہے، جو حضرات تصفیہ و تزکیہ اور نورِ باطن کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز ہوں وہی ان کے افہام و تفہیم کی صلاحیت رکھتے ہیں، عام لوگ ان دقیق علوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں، ان لوگوں کو اگر ظاہر شریعت سے کچھ مس ہوگا تو ان اکابر کی شان میں گستاخی کریں گے (جس کا مشاہدہ اس زمانے میں خوب خوب ہو رہا ہے)، اور جن لوگوں کو ان اکابر سے عقیدت ہوگی وہ ظاہر شریعت اور نصوصِ قطعیہ کو پس پشت ڈال کر الحاد و زندقہ کی وادیوں میں بھٹکا کریں گے: "**فان الجاھل إما مفرط و إما مفرّط**"، اس لئے اکابر کی وصیت یہ ہے کہ:

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد است تیز
چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا
کز بریدن تیغ را نبود حیا
چہ شبہا نشستم دریں سیر گم
کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
محیط است علم ملک بر بسیط
قیاس تو بروے نہ گردد محیط
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بغور صفاتش رسد

دوسرے، آپ نے حضرت مجددؒ کا حوالہ نقل کرنے میں خاصے اختصار سے کام لیا ہے، جس سے فہمِ مراد میں التباس پیدا ہوتا ہے، حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق حق تعالیٰ کے علمِ اضافی سے ہوئی ہے:

فہرست

''ومشہود می گردد کہ علم جملی کہ از صفات اضافیہ گشتہ است نوریست کہ در نشاۃ عنصری بعد از انصباب از اصلاب بارحام متکثرہ بمقتضائے حکم و مصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ و مسمّٰی بمحمد واحمد شدہ۔''

ترجمہ:...... ''اور ایسا نظر آتا ہے کہ علم اجمالی جو کہ صفاتِ اضافیہ میں سے ہوگیا ہے، ایک نور ہے جو کہ نشاۃ عنصری میں بہت سی پشتوں اور رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حکم و مصالح کے تقاضے سے انسانی صورت میں جلوہ گر ہوا، اور محمد واحمد کے پاک ناموں سے موسوم ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً کثیراً۔''

حضرت امام ربانیؒ کے اقتباس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے:

ا:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق حق تعالیٰ کے علمِ اجمالی سے ... صفتِ اضافیہ کے مرتبہ میں ... ہوئی۔

۲:...... یہ صفتِ اضافیہ ایک نور تھا، جس کو انسانی قالب عطا کیا گیا۔

۳:...... چونکہ انسانی صورت سب سے خوبصورت سانچہ ہے، اس لئے حکمتِ خداوندی کا تقاضا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر کی حیثیت سے پیدا کیا جائے۔ اگر بشری ڈھانچے سے بہتر کوئی اور قالب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی انسانی شکل میں پیدا نہ کیا جاتا۔ اس سے واضح ہے کہ حضرت امام ربانیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر نہیں، اور نہ وہ نور، بشریت کے منافی ہے جس کا وہ اثبات فرمارہے ہیں۔

آپ نے رسالہ ''التوسل'' اور ''تفسیر کبیر'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ آیتِ کریمہ: ''قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین.'' میں ''نور'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔

اس آیت میں ''نور'' کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ دوم یہ کہ اسلام مراد ہے۔ اور سوم یہ کہ قرآن کریم مراد ہے۔ اس قول

کو امام رازیؒ نے اس بنا پر کمزور کہا ہے کہ معطوفین میں تغایر ضروری ہے، لیکن یہ دلیل بہت کمزور ہے۔ بعض اوقات ایک چیز کی متعدد صفات کو بطورِ عطف ذکر کردیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ''بیان القرآن'' میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

بہرحال ''نور'' سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، یا اسلام ہو، یا قرآن کریم، بہرصورت یہاں ''نور'' سے ''نورِ ہدایت'' مراد ہے جس کا واضح قرینہ آیت کا سیاق ہے۔

''یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم.'' (المائدہ:۱۶)

ترجمہ:...... ''اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو، جو رضائے حق کے طالب ہوں، سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں (یعنی جنت میں جانے کے طریقے کہ عقائد و اعمال خاصہ ہیں، تعلیم فرماتے ہیں۔ کیونکہ پوری سلامتی بدنی و روحانی جنت ہی میں نصیب ہوگی) اور ان کو اپنی توفیق (اور فضل) سے (کفر و معصیت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و طاعت کے) نور کی طرف لے آتے ہیں، اور ان کو (ہمیشہ) راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں۔'' (بیان القرآن)

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

''وتسمیۃ محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاھرۃ لان النور الظاھر ھو الذی یتقوی بہ البصر علیٰ ادراک الاشیاء الظاھرۃ. والنور الباطن ایضاً ھو الذی تتقوی بہ البصیرۃ علیٰ ادراک الحقائق والمعقولات.''

(تفسیر کبیر ج:۱۱ ص:۱۸۹)

ترجمہ:...... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور قرآن کو نور فرمانے کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ ظاہری روشنی کے ذریعہ

آنکھیں ظاہری اشیاء کو دیکھ پاتی ہیں، اسی طرح نورِ باطن کے ذریعہ بصیرت حقائق و معقولات کا ادراک کرتی ہے۔“

علامہ نسفیؒ ”تفسیر مدارک“ میں لکھتے ہیں:

”او النور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجاً.“ (ج:۱ ص:۳۱۶)

ترجمہ:...... ”یا نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ کہا گیا ہے۔“

قریب قریب یہی مضمون تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی، تفسیر صاوی، روح البیان اور دیگر تفاسیر میں ہے۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا:

”جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوع کے اعتبار سے بشر ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفت ہدایت کے لحاظ سے ساری انسانیت کے لئے مینارۂ نور ہیں۔ یہی نور ہے جس کی روشنی میں انسانیت کو خدا تعالیٰ کا راستہ مل سکتا ہے، اور جس کی روشنی ابد تک درخشندہ و تابندہ رہے گی، لہٰذا میرے عقیدے میں آپ بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی۔“

میری ان تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور کی صفت ثابت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت اور بشریت کے دائرے سے خارج کردینا ہرگز صحیح نہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اعتقاد لازم ہے، اسی طرح آپؐ کی انسانیت و بشریت کا عقیدہ بھی لازم ہے، چنانچہ میں فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے یہ نقل کرچکا ہوں:

”ومن قال لا ادری ان النبی صلی الله علیه وسلم کان انسیًّا او جنیًّا یکفر، کذا فی الفصول العمادیة (ج:۲ ص:۳۶)، وکذا فی البحر الرائق (ج:۵ ص:۱۳۰).“ (فتاویٰ عالمگیری ج:۲ ص:۲۶۳)

ترجمہ:......”اور جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے یا جن، وہ کافر ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر؟

س......کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی طرح لفظ بشریت سے پکارا جائے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور میں درجہ بشریت میں بھی اور نورانیت میں بھی ہیں۔ آیا ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

ج......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوع کے لحاظ سے بشر ہیں، اور قرآن کریم کے الفاظ میں ”بشر مثلکم“ ہیں۔ ہادیٔ راہ ہونے کی حیثیت سے نور اور سراپا نور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں اور بشر انسان ہی کو کہتے ہیں، آپؐ کو انسان ماننا فرض ہے اور آپؐ کی انسانیت کا انکار کفر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر زید آپؐ کے نور ہونے کا بھی قائل ہے تو اس کا موقف بھی صحیح ہے اور اگر بشریت اور نورانیت میں تضاد سمجھتا ہے تو اس کا موقف غلط ہے، آپؐ بشر کامل ہیں اور صفتِ ہدایت کے اعتبار سے نورِ کامل ہیں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

س......مسئلہ حیات النبی کے سلسلہ میں مولانا اللہ یار خاں کی کتاب ”حیاتِ انبیاء“ پڑھی اور اس کے بعد یہ مسئلہ صراحتاً شیخ القرآنؒ نے اپنی تفسیر ”جواہر القرآن“ میں بیان فرمایا ہے، لیکن مولانا اللہ یار خان نے حیات کی کیفیت روح کا جسم اطہر یعنی بدن عنصری کے ساتھ منوانے کے لئے دلائل دیئے ہیں، حالانکہ شیخ القرآنؒ نے جسم مثالی کو تسلیم کروایا ہے۔ براہِ کرم اس کی

فہرست

وضاحت فرمادیں اور بتائیں کہ یہ مسئلہ ایمانیات سے ہے؟

ج…… میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے، مگر حیاتِ دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں، میں ان کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا، نہ وہ علمائے دیوبند کے مسلک پر ہیں۔

معراج

معراج جسمانی کا ثبوت

س…… حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی یا روحانی؟ برائے کرم تفصیلی جواب سے نوازیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج حاصل نہیں ہوئی تھی۔

ج…… حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''نشر الطیب'' میں لکھتے ہیں:

> ''تحقیق سوم:…… جمہور اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ امور ہو سکتے ہیں ….. (آگے اس کے دلائل فرماتے ہیں)۔'' (نشر الطیب ص:۸۰ مطبوعہ سہارنپور)

اور علامہ سہیلیؒ ''الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''مہلب نے شرح بخاری میں اہلِ علم کی ایک جماعت کا قول نقل کیا ہے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی، ایک مرتبہ خواب میں، دوسری مرتبہ بیداری میں جسد شریف کے ساتھ۔'' (ج:۱ ص:۲۴۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے یہ فرمایا کہ معراج خواب میں ہوئی تھی، انہوں نے پہلے واقعہ کے بارے میں کہا ہے، ورنہ دوسرا واقعہ جو قرآن کریم اور احادیث متواترہ میں مذکور ہے، وہ بلاشبہ بیداری کا واقعہ ہے۔

فہرست

معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کتنی بار ہوئی؟

س...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات (شبِ معراج) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنی بار حاضر ہوئے؟

ج...... پہلی بار کی حاضری تو تھی ہی، نو (۹) بار حاضری نمازوں کی تخفیف کے سلسلے میں ہوئی، ہر بار کی حاضری پر پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں، اس طرح دس بار حاضری ہوئی۔

کیا معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟

س...... کیا معراج کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟

ج...... اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف چلا آتا ہے، صحیح یہ ہے کہ دیکھا ہے، مگر دیکھنے کی کیفیت معلوم نہیں۔

کیا شبِ معراج میں حضرت بلالؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے؟

س...... کیا آتی دفعہ حضرت بلالؓ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یا کہ پہلے آئے یا بعد میں؟

ج...... شبِ معراج میں حضرت بلالؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ سفر نہیں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس کس چیز پر آئے تھے؟

س...... ہم دوستوں میں ایک بحث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر جاتی دفعہ تو براق پر گئے، مگر واپسی میں براق پر آئے تھے یا براہِ راست آگئے تھے؟

ج...... اس کی کوئی تصریح تو نظر سے نہیں گزری بظاہر جس ذریعہ سے آسمان پر تشریف بَری ہوئی اسی ذریعہ سے آسمان سے واپس تشریف آوری بھی ہوئی ہوگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حقیقت

س...... خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی جو شخص نبی کریم

فہرست

صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے، اس کی شفاعت ضروری ہوجاتی ہے؟ کیا ابلیس لعین، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کی شکل میں آسکتا ہے؟

ج…… حدیث شریف میں ہے کہ: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا۔'' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوجانا مبارک ہے، مگر اس کو بزرگی کی دلیل نہیں سمجھنا چاہئے۔ اصل چیز بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی ہے، جو اتباعِ سنت کا اہتمام کرتا ہو، وہ اِن شاء اللہ مقبول ہے، اور جو شخص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف ہو وہ مردود ہے، خواہ اس کو روزانہ زیارت ہوتی ہو، اور اس کے لئے شفاعت بھی ضروری نہیں۔

خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی اصول

س…… مولانا صاحب! خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پرکھنے کا کیا معیار ہے؟ کہ یہ خواب سچا ہے یا جھوٹا؟ بے شک شیطان اشرف الانبیاء کی صورت میں خواب میں نہیں آسکتا، لیکن لاکھوں انسانوں کی صورت میں خواب میں آسکتا ہے، اور کسی بھی صورت کو نبی کے عنوان سے دکھا سکتا ہے، اور ان میں وہ نشانیاں بھی پیدا کرسکتا ہے جو نبی میں مظہر ہوں اور صرف نبی ہی پہچان سکتا ہے کہ یہ شیطان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو دیکھا ہی نہیں تو وہ اسے خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا، اور اگر دیکھ بھی لے تو وہ محض خیالی تصویر ہوگی، تو جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں ان کے خواب پر کن دلیلوں کے ساتھ یقین کیا جائے کہ خواب سچا ہے یا جھوٹا؟ دلیلیں ٹھوس ہونی چاہئیں، کیونکہ کمزور دلائل پر ہر آدمی خواب میں زیارت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

ج…… خواب میں اگر کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو تو وہ خواب تو صحیح ہے، کیونکہ شیطان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں متمثل ہونے کی اجازت نہیں۔ البتہ یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں:

اول:…… بعض اہل علم کا ارشاد ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شکل وصورت میں ہو تو تب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے، اور اگر کسی اور حلیہ میں ہو تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں، لیکن اکثر محققین اس کے قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جس ہیئت میں بھی ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی شکل وصورت میں دیکھے تو یہ دیکھنے والے کی حالت کے اچھا ہونے کی علامت ہے، اور اگر خستہ حالت میں دیکھے تو یہ دیکھنے والے کے دل ودماغ اور دینی حالت کے پراگندہ ہونے کی علامت ہے، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایک آئینہ ہے، جس میں ہر دیکھنے والے کی حالت کا عکس نظر آتا ہے۔

دوم:......خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی بسااوقات تعبیر کی محتاج ہوتی ہے، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواں سال دیکھے تو اور تعبیر ہوگی، اور پیرانہ سالی میں دیکھے تو دوسری تعبیر ہوگی۔ خوشی کی حالت میں دیکھے تو اور تعبیر ہوگی اور رنج وبے چینی کے عالم میں دیکھے تو دوسری تعبیر ہوگی، وعلیٰ ہذا!

سوم:......جبکہ خواب دیکھنے والے نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں نہیں کی تو اس کو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب ہی میں اس کا علم ضروری حاصل ہوجاتا ہے اور اسی علم پر مدار ہے، اس کے سوا کوئی ذریعہ علم نہیں، الّا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ٹھیک اسی شکل وشمائل میں ہو جو وصال سے قبل حیاتِ طیبہ میں تھی، اور اس سے خواب کی تصدیق ہوجائے۔

چہارم:......خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو برحق ہے، لیکن اس خواب سے کسی حکم شرعی کو ثابت کرنا صحیح نہیں، کیونکہ خواب میں آدمی کے حواس معطل ہوتے ہیں، اس حالت میں اس کے ضبط پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے صحیح طور پر ضبط کیا ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں شریعت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے مکمل ہوچکی تھی، اب اس میں کمی بیشی اور ترمیم وتنسیخ کی گنجائش نہیں، چنانچہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ خواب حجتِ شرعی نہیں، اگر خواب میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

کوئی ارشاد سنا تو میزانِ شریعت میں تولا جائے گا، اگر قواعدِ شرعیہ کے موافق ہو تو دیکھنے والے کی سلامتی و استقامت کی دلیل ہے، ورنہ اس کے نقص و غلطی کی علامت ہے۔

پنجم:...... خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بڑی برکت و سعادت کی بات ہے، لیکن یہ دیکھنے والے کی عنداللہ مقبولیت و محبوبیت کی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کا مدار بیداری میں اتباعِ سنت پر ہے۔ بالفرض ایک شخص کو روزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہو، لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک ہو اور وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو تو ایسا شخص مردود ہے۔ اور ایک شخص نہایت نیک اور صالح متبع سنت ہے، مگر اسے کبھی زیارت نہیں ہوئی، وہ عنداللہ مقبول ہے۔ خواب تو خواب ہے، بیداری میں جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی دولت سے محروم رہے وہ مردود ہوئے، اور اس زمانے میں بھی جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوئی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نصیب ہوئی وہ مقبول ہوئے۔

ششم:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا جھوٹا دعویٰ کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے، اور یہ کسی شخص کی شقاوت و بدبختی کے لئے کافی ہے، اگر کسی کو واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تب بھی بلاضرورت اس کا اظہار مناسب نہیں۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے صحابیؓ کا درجہ

س...... کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے اسے صحابہ کرامؓ کا درجہ ملتا ہے؟

ج...... ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے، خواب میں زیارت سے صحابی کا درجہ نہیں ملتا، صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ یہاں یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ صحابی کا درجہ کسی غیر صحابی کو نہیں مل سکتا، خواہ وہ کتنا ہی بڑا غوث، قطب اور ولی اللہ کیوں نہ ہو؟

کیا غیر مسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے؟

س...... پچھلے دنوں میرا کراچی جانے کا اتفاق ہوا، وہاں پر ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں پیش

امام تشریف لائے، انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: حافظ صاحب! ایک عیسائی شخص کہہ رہا ہے کہ جلدی کرو مجھے کلمہ پڑھاؤ، کیونکہ مجھے رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تجھے دین، ایمان عطا کیا ہے، جلدی کر اور ایمان لے آ۔ لہٰذا امام صاحب نے اس شخص کی بات سنی اور پھر اس عیسائی شخص کے پاس گئے اور اسے کلمہ پڑھایا اور وہ شخص کلمہ پڑھنے کے فوراً بعد فوت ہوگیا۔ اب آپ یہ تحریر فرمائیں کہ آیا حافظ صاحب کی یہ بات درست تھی؟ کیا عیسائی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوسکتا ہے؟

ج…… ضرور ہوسکتا ہے! آپ کو اس میں کیا اشکال ہے؟ اگر یہ خیال ہو کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا تو بڑے شرف کی بات ہے، یہ شرف کسی کافر کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اس سے بڑھ کر شرف ہونا چاہئے، ابوجہل و ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا، جب یہ چیز ان کے لئے شرف کا باعث نہ بنی، تو کسی غیر مسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا شرف کا باعث کیسے ہوسکتا ہے؟ اصل باعثِ شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی ہے، اگر یہ نہ ہو تو صرف زیارت کوئی شرف نہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ وصحابیاتؓ، ازواجِ مطہراتؓ اور صاحبزادیاںؓ

حضرت آدم علیہ السلام کو سات ہزار سال کا زمانہ گزرا

س…… پچھلے دنوں اخبار میں ایک انسانی کھوپڑی کی تصویر چھپی تھی اور لکھا تھا کہ یہ کھوپڑی تقریباً سولہ لاکھ سال پرانی ہے، یہ پڑھ کر تعجب ہوا، کیونکہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے، ان کو زیادہ سے زیادہ اس زمین پر آئے ہوئے دس ہزار سال گزرے ہوں گے، اس سے پہلے انسان کا اس زمین پر وجود نہ تھا، تو سائنس دانوں کا اس انسانی کھوپڑی

فہرست

کے بارے میں یہ خیال کہ یہ سولہ لاکھ سال پرانی ہے، کہاں تک درست ہے؟ نیز یہ بھی فرمائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس زمین پر آئے ہوئے اندازاً کتنے سال ہوگئے ہیں؟

ج...... مؤرّخین کے اندازے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو سات ہزار سال کے قریب زمانہ گزرا ہے، سائنس دانوں کے یہ دعوے کہ اتنے لاکھ سال پرانی کھوپڑی ملی ہے، محض اٹکل پچو ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا

س...... حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے کون سا سجدہ کیا تھا؟

ج...... اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ سجدہ آدم علیہ السلام کو بطور تعظیم تھا۔

دوم...... یہ کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور آدم علیہ السلام کی حیثیت ان کے لئے ایسی تھی جیسی ہمارے لئے قبلہ شریف کی۔

کیا انسان آدمؑ کی غلطی کی پیداوار ہے؟

س:...... آدم علیہ السلام کو غلطی کی سزا کے طور پر جنت سے نکالا گیا اور انسانیت کی ابتداء ہوئی، تو کیا اس دنیا کو غلطی کی پیداوار سمجھا جائے گا؟ یا پھر آدمؑ کی اس غلطی کو مصلحتِ خداوندی سمجھا جائے؟ اگر آدمؑ کی اس غلطی میں مصلحتِ خداوندی تھی تو کیا انسان کے اعمال میں بھی مصلحتِ خداوندی شامل ہوتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اعمال و افعال کی سزا کا ذمہ دار کیوں؟

ج...... حضرت آدم علیہ السلام سے جو خطا ہوئی تھی وہ معاف کردی گئی، دنیا میں بھیجا جانا بطور سزا کے نہیں تھا، بلکہ خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے نسل کس طرح چلی؟ کیا ان کی اولاد میں لڑکیاں بھی تھیں؟

س...... حضرت آدم علیہ السلام سے نسل کس طرح چلی؟ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو پیدا فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کی اولادوں میں تین نام قابلِ ذکر ہیں، اور یہ تینوں نام لڑکوں کے ہیں۔ ۱: ہابیل۔ ۲: قابیل۔ ۳: شیث۔ آخرکار ان تینوں کی

فہرست

شادیاں بھی ہوئی ہوں گی، آخر کس کے ساتھ جبکہ کسی بھی تاریخ میں آدم علیہ السلام کی لڑکیوں کا ذکر نہیں آیا۔ آپ مجھے یہ بتادیجئے کہ ہابیل، قابیل اور شیث سے نسل کیسے چلی؟ میں نے متعدد علماء سے معلوم کیا، مگر مجھے ان کے جواب سے تسلی نہیں ہوئی، اور بہت سے علماء نے غیر شرعی جواب دیا۔

ج...... حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ایک بطن سے دو بچے جڑواں پیدا ہوتے تھے، اور وہ دونوں آپس میں بھائی بہن شمار ہوتے تھے، اور دوسرے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے ان کا حکم چچا کی اولاد کا حکم رکھتا تھا، اس لئے ایک پیٹ سے پیدا ہونے والے لڑکے لڑکیوں کے نکاح دوسرے بطن کے بچوں سے کردیا جاتا تھا۔ ہابیل، قابیل کا قصہ اسی سلسلہ پر پیش آیا تھا، قابیل اپنی جڑواں بہن سے نکاح کرنا چاہتا تھا جو دراصل ہابیل کی بیوی بننے والی تھی۔ لڑکیوں کا ذکر عام طور سے نہیں آیا کرتا، قابیل و ہابیل کا ذکر بھی اس واقعہ کی وجہ سے آگیا۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کی قوم اور زَبور

س...... یہودی، عیسائی اور مسلمان قوم تو دنیا میں موجود ہے، آیا حضرت داوٗد علیہ السلام کی قوم بھی دنیا میں کہیں موجود ہے؟ اگر ہے تو کہاں؟ اور زبور جو حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ کسی بھی حالت میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کہاں ہے؟

ج...... حضرت داوٗد علیہ السلام کا شمار انبیائے بنی اسرائیل میں ہوتا ہے، اور وہ شریعتِ توراۃ کے متبع تھے، اس لئے ان کے وقت کے بنواسرائیل ہی آپ کی قوم تھے۔ موجودہ بائبل کے عہد نامۂ قدیم میں ایک کتاب ''زبور'' ہے جسے یہودی، داوٗد علیہ السلام پر نازل شدہ مانتے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام شادی شدہ نہیں تھے

س...... میں نے ایف۔اے اسلامیات کی کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت یحییٰؑ شادی شدہ ہیں، جبکہ ''جنگ'' بچوں کے صفحہ میں لکھا ہے کہ حضرت یحییٰؑ شادی شدہ نہیں ہیں۔ کیا یہ سچ ہے کہ حضرت یحییٰؑ شادی شدہ نہیں ہیں؟

ج...... جی ہاں! حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں پیغمبروں نے نکاح نہیں کیا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو جب قربِ قیامت میں نازل ہوں گے تو نکاح بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ اس لئے صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی ایسے ہیں جنہوں نے شادی نہیں کی، اس لئے قرآن کریم میں ان کو "حصور" فرمایا گیا ہے۔ اس لئے اگر آپ کی اسلامیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا شادی شدہ ہونا لکھا ہے تو غلط ہے۔

س...... اگر شادی شدہ نہیں ہیں تو ان کا ذکر قرآن مجید میں کیوں آیا؟

ج...... قرآن کریم میں تو ان کے شادی نہ کرنے کا ذکر آیا ہے، شادی کرنے کا نہیں!

حضرت ہارون علیہ السلام کے قول کی تشریح

س...... ایک مولوی صاحب مسجد میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا واقعہ بیان فرمار ہے تھے۔ جس میں حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت ہارونؑ پیغمبر بنا دیئے گئے، اس کے بعد حضرت موسیٰؑ خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے بعد سامری نے ایک بچھڑا بنایا اور اسے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا کہ یہی خدا ہے۔ اب بنی اسرائیل میں دو گروہ پیدا ہو گئے، ایک جو بچھڑے کو خدا مانتا تھا اور دوسرا وہ جو اس کی پوجا نہیں کرتا تھا۔ حضرت ہارونؑ انہیں اس سے باز نہ رکھ سکے اور جب حضرت موسیٰؑ واپس تشریف لائے تو وہ حضرت ہارونؑ پر ناراض ہوئے کہ تو نے منع کیوں نہ کیا؟ تو حضرت ہارونؑ نے فرمایا:

ترجمہ:...... "اے میری ماں کے بیٹے! نہ پکڑ میری داڑھی اور نہ سر، میں ڈرا کہ تو کہے گا کہ پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور یاد نہ رکھا میری بات کو۔"

مولوی صاحب نے اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "لوگو! دیکھا تم نے تفرقہ کتنی بری چیز ہے کہ ایک پیغمبر نے وقتی طور پر شرک کو قبول کر لیا، لیکن تفرقے کو قبول نہ کیا۔" کیا مولوی کی یہ تشریح صحیح ہے؟

ج...... مولوی صاحب نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ارشاد کا صحیح مدعا نہیں سمجھا، اس لئے نتیجہ بھی صحیح اخذ نہیں کیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا توقف کرنا اور گوسالہ پرستوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتظار میں تھا، موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جاتے وقت ان کو نصیحت کر گئے تھے کہ قوم کو متفق اور متحد رکھنا اور کسی ایسی بات سے احتراز

فہرست

کرنا جو قوم میں تفرقہ کا موجب ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو توقع تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی پر قوم کی اصلاح ہوجائے گی اور اگر ان کی غیر حاضری میں ان لوگوں سے قتل وقتال یا مقاطعہ کی کاروائی کی گئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی اصلاح ناممکن ہوجائے کیونکہ وہ لوگ بھی کہہ چکے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک ہم اس سے باز نہیں آئیں گے۔ اس لئے حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک ان لوگوں کے خلاف کوئی کاروائی کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ صرف زبانی فہمائش پر اکتفا کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں:

"اس واقعہ میں حضرت موسیٰؑ کی رائے از روئے اجتہاد یہ تھی کہ اس حالت میں حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس مشرک قوم کے ساتھ نہیں رہنا چاہئے تھا، ان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آجاتے، جس سے ان کے عمل میں مکمل بیزاری کا اظہار ہوجاتا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے از روئے اجتہاد یہ تھی کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہوجائیں گے اور تفرقہ قائم ہوجائے گا اور چونکہ ان کی اصلاح کا یہ احتمال موجود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ان کے اثر سے یہ سب پھر ایمان اور توحید کی طرف لوٹ آویں، اس لئے کچھ دنوں کے لئے ان کے ساتھ مساہلت اور مساکنت کو ان کی اصلاح کی توقع تک گوارا کیا جائے، دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، ایمان و توحید پر لوگوں کو قائم کرنا تھا، مگر ایک نے مفارقت اور مقاطعہ کو اس کی تدبیر سمجھا، دوسرے نے اصلاحِ حال کی امید تک ان کے ساتھ مساہلت اور نرمی کے معاملہ کو اس مقصد کے لئے نافع سمجھا۔" (ج:۶ ص:۱۴۲)

کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے؟

س...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ جو دوسرے آدمی شریکِ سفر تھے وہ غالباً حضرت خضرؑ تھے، عام خیال یہی ہے۔ حضرت خضرؑ کا پیغمبر ہونا قرآن سے ثابت نہیں، پیغمبر کے بغیر کسی پر وحی بھی نازل نہیں ہوتی، غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، تو پھر حضرت خضرؑ کو ظالم بادشاہ، نافرمان بچے اور دیوار والے خزانے کے متعلق کس طرح علم ہوا، جبکہ حضرت موسیٰؑ کو ان کی خبر تک نہ تھی؟

ج...... قرآن کریم کی ان آیات سے جن میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے، اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اور جو حضرات اس کے قائل ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے، شاید ان کی مراد یہ ہو کہ دعوت و تبلیغ کی خدمت ان کے سپرد نہیں تھی، بلکہ بعض تکوینی خدمات ان سے لی گئیں، بہرحال حق تعالیٰ شانہ سے براہِ راست ان کو علم عطا کیا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے، لہٰذا ان کو ظالم بادشاہ، نافرمان بچے اور دیوار والے خزانے کا علم ہو جانا بذریعہ وحی تھا، اور جو علم بذریعہ وحی حاصل ہو، اسے علمِ غیب نہیں کہا جاتا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ذمہ کیا ڈیوٹی ہے؟

س...... حضرت خضر علیہ السلام کیا زندہ ہیں؟

ج...... حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟ اس میں قدیم زمانے سے شدید اختلاف چلا آتا ہے، مگر چونکہ کوئی عقیدہ یا عمل اس بحث پر موقوف نہیں اس لئے اس میں بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کے ساتھ صرف ''ص'' لکھنا

س...... کچھ عرصہ قبل کسی صاحب نے آپ سے ایک سوال پوچھا تھا کہ کچھ لوگ انگلش میں لفظ ''محمد'' کو Mohammad کے بجائے صرف Mohd لکھ دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم نے ''محمد'' کو شارٹ کرکے لکھ دیا ہے، اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ انگریزوں کے نزدیک لفظ ''محمد'' کی اہمیت خواہ کتنی ہی کم ہو، ایک مسلمان کے لئے لفظ

"اللہ" کے بعد تمام ذخیرۂ الفاظ میں سب سے اہم لفظ "محمد" ہے، اس لفظ میں تخفیف کا مطلب تو یہ ہوا کہ لکھنے والے کو نعوذ باللہ! گویا اس لفظ سے نفرت ہے۔ لفظ "محمد" کو مخفف کرکے لکھنے کا رواج غالباً فرنگی سازش ہے اور مسلمان اس مسئلے کی سنگینی کو سمجھ نہیں سکے۔ Mohammad کے بجائے Mohd (موہڈ) ایک مہمل اور بے معنی لفظ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو ایک مہمل اور بے معنی لفظ میں تبدیل کردینا کسی مسلمان کے لئے ہرگز رَوا نہیں ہوسکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ: چند حضرات صرف "M" لکھ دیتے ہیں، یہ بھی انگریزی فیشن ہے۔

محترمی! میں نے اس مسئلے اور آپ کے جواب کو زیادہ سے زیادہ ناواقف لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں کئی طالب علموں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم "محمد" کو Mohd یا صرف M نہیں لکھیں گے، بلکہ پورے حروفِ تہجی Mohammad لکھا کریں گے۔

اب مجھے ٹنڈو آدم سے اپنے ایک طالب علم بھائی کا خط موصول ہوا ہے، جس میں اسکول میں اپنے نام سے پہلے M لکھنے سے گریز کیا، ماسٹر صاحبان نے وجہ پوچھی تو اس طالب علم نے آپ کا جواب دہرایا اور کہا کہ: صرف M لکھنا انگریزی فیشن ہے۔ تو اس کے جواب میں ماسٹر صاحبان نے کہا کہ: "اگر "محمد" کو انگریزی میں پورا لکھنے کی بجائے صرف "M" لکھنا غلط ہے تو پھر اخبارات، کتابوں میں "صلی اللہ علیہ وسلم" پورا لکھنے کی بجائے صرف (ص) لکھ دیا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟"

ج...... صرف (ص) کا نشان کافی نہیں، بلکہ پورا درود شریف لکھنا چاہئے اور اس میں کسی بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ ہماری تحریر سے درود شریف کی اہمیت زیادہ ہے، اس کو کیوں نہ لکھا جائے؟ میں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مقدس لکھتا ہوں، پورے اہتمام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا ہوں، اور اس میں کبھی بخل نہیں کرتا۔ لیکن اخبار کے کاتب "صلی اللہ علیہ وسلم" کی جگہ صرف (ص) لکھ دیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی

س...... ہمارے ہاں ایک صوفی پیر ہیں، ایک دن انہوں نے مجھے اور میرے دوست کو کہا

کہ: ایک خوبصورت لڑکی ہو، جس سے ایک لڑکا محبت کرتا ہو، اور آپ بھی اس سے محبت کرنے لگیں تو نتیجہ کیا ہوگا؟ ہم نے کہا: انجام لڑائی اور دشمنی! تو کہنے لگا: ظاہر ہے کہ جو لڑکی سے محبت کرتا ہے وہ کیونکر چاہے گا کہ میری محبوبہ سے کوئی محبت کرے؟ پھر کہنے لگا کہ: تم اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہیں اور تم نبی علیہ السلام سے محبت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارا دشمن ہوجائے گا، وہ کیسے چاہے گا کہ میری محبت سے کوئی دوسرا محبت کرے؟ اس کے باوجود بھی اگر بندہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کافی سزائیں دیتے ہیں، اگر کافی سزائیں سہنے کے بعد بھی بندہ اپنے نبی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنے بندے کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں، یعنی خدا بندے کے سامنے جھک جاتا ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں کہ یہ انسان کن عقائد کا مالک ہے؟

ج…… یہ صوفی جی بے علم اور ناواقف ہیں، ان کا یہ کہنا کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ہم محبت کریں تو خدا تعالیٰ دشمن ہوجائے گا اور سزا دے گا'' یہ کلمۂ کفر ہے، اور اس کا یہ کہنا کہ: ''خدا بندے کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے'' یہ بھی کلمۂ کفر ہے، ایسے بے دین اور جاہل کے پاس نہیں بیٹھنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کے ناموں پر ''ص'' یا ''ع'' لکھنا

س…… عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کے اسماء مبارکہ پر ''ص''، ''ع'' وغیرہ لگادیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

ج…… پورا درود و سلام لکھنا چاہئے۔

صیغہ خطاب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا

س…… قرآن مجید میں صلوا علیہ ہے، کیا ''صلی اللہ علیک یا رسول اللہ'' پڑھنے سے درود کا حق ادا ہوجاتا ہے؟

ج…… خطاب کے صیغہ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر کہنا چاہئے، دوسری جگہ غائب کے صیغہ سے کہنا چاہئے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود

فہرست

شریف کے جو صیغے امت کو تعلیم فرمائے ہیں، وہ غائب کے صیغے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

س...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ اور آپ کے لباس اور بالوں کے متعلق تفصیل سے بیان فرمائیں۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک شمائل ترمذی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، اس کو ''خصائل نبوی'' سے نقل کیا جاتا ہے۔

''ابراہیم بن محمد، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں)، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد، بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے تھے، بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موٹے بدن کے تھے، نہ گول چہرہ کے، البتہ تھوڑی سی گولائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں تھی، یعنی (چہرۂ انور بالکل گول نہ تھا، نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً: کہنیاں اور گھٹنے)، اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی۔ آپ کے بدنِ مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہوجاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ مبارک پر خاص خاص جگہوں کے علاوہ جیسے بازو، پنڈلیاں، وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہیں تھے)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدنِ مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے

(یعنی یہ کہ گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ اس طرح دوسرے کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے، اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہوجاتی ہے، بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف توجہ فرماتے۔ بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو تمام چہرہ مبارک سے فرماتے، کن انکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے، مگر یہ مطلب اچھا نہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ختم کرنے والے تھے نبیوں کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے (غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل وزبان، طبیعت، خاندان، اوصافِ ذاتی اور نسبی ہر چیز میں سب سے افضل تھے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکا یک دیکھتا مرعوب ہوجاتا تھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا، اول تو جمال وخوبصورتی کے لئے بھی رعب ہوتا ہے:

شوق افزوں مانع عرض تمنا داب حسن
بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

اس کے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا! اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں، ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا)۔ البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ و اوصاف کا گھائل ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باجمال وباکمال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا، نہ بعد میں دیکھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔''

❁ :......اور لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول مبارک کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ لباس میں اکثر سوتی کرتا زیب تن فرماتے تھے، جس کی آستینیں عموماً گٹوں تک اور لمبائی آدھی پنڈلی تک ہوتی تھی۔ ایک بار رومی ساخت کا جبہ بھی، جس کی آستینیں

آگے سے تنگ تھیں، استعمال فرمایا۔ سفید لباس کو پسند فرماتے تھے اور اس کی ترغیب دیتے تھے، اکثر لنگی استعمال فرماتے تھے، یمانی چادروں کو پسند فرماتے تھے، شلوار کا خریدنا اور پسند فرمانا ثابت ہے، مگر پہننا ثابت نہیں۔ سبز چادریں بھی استعمال فرمائیں، گاہے سرخ دھاریوں والی دو چادریں بھی استعمال فرمائیں، بالوں کی بنی ہوئی سیاہ چادر (کالی کملی) بھی استعمال فرمائی، سرِ مبارک پر کپڑے کی کلاہ اور اس کے اوپر دستار پہننے کا معمول تھا۔

❁:......سرِ مبارک پر پٹے رکھنے کا معمول تھا، جو اکثر و بیشتر نرمہ گوش (کانوں کی لو) تک ہوتے اور کبھی کم و بیش بھی ہوتے تھے۔ حج و عمرہ کا احرام کھولنے کے موقع پر سر کے بال استرے سے صاف کرادیئے جاتے اور موئے مبارک رفقاء و احباب میں تقسیم فرمادیئے جاتے، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین!

نعلین شریفین رنگے ہوئے چمڑے کے ہوتے تھے، جن میں دو تسمے ہوا کرتے تھے، ان کا نقشہ یہ ہے:
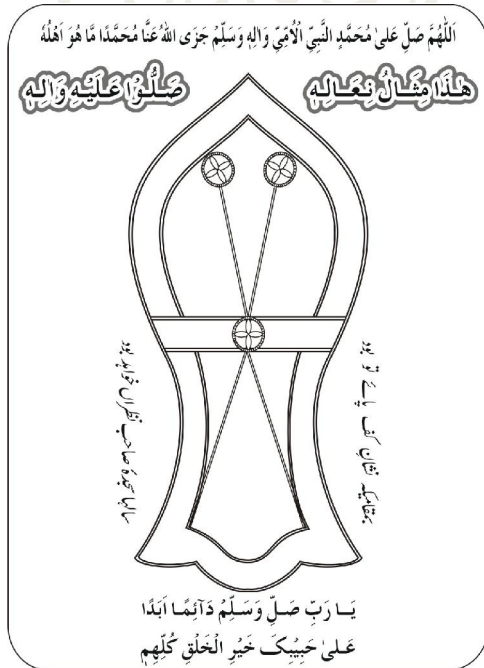
طائف سے مکۃ المکرّمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کی پناہ میں تشریف لائے؟

س…… کیا جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تو آپ کی مکہ مکرمہ سے شہریت ختم کردی گئی تھی اور پھر آپ کسی شخص کی امان حاصل کرکے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے؟ اگر ایسا ہے تو اس شخص کا نام بھی تحریر فرمائیں کہ وہ کون شخص تھا؟

ج…… مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے ''سیرۃ المصطفیٰ'' (ج:۱ ص:۲۸۱) میں، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ ''سیرت کبریٰ'' (ج:۲ ص:۱۰۷) میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے (سیرت مصطفیٰ میں زاد المعاد کا حوالہ بھی دیا گیا ہے) اور حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' (ج:۳ ص:۱۳۷) میں اموی کی مغازی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مطعم بن عدی کی پناہ میں تشریف لائے تھے، اور پناہ میں آنے کا یہ مطلب نہیں تھا جو آپ نے سمجھا ہے کہ اس سے پہلے مکہ کی شہریت ختم کردی گئی تھی، بلکہ یہ مطلب تھا کہ مطعم بن عدی نے ضمانت دی تھی کہ آئندہ اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ستائیں گے۔

حواری کسے کہتے ہیں؟

س…… ہم نے قرآن پاک میں حواریوں کا ذکر تیسرے، ساتویں اور اٹھائیسویں پارے میں پڑھا، اس ضمن میں کچھ سوالات:

۱:…… حواری کون لوگ تھے؟

۲:…… حواری کا مطلب کیا ہے؟

۳:…… حواری کو اردو میں کیا پکارا جاتا ہے؟

۴:…… حواری کے علاوہ دوسرا گروہ کون سا تھا جو کافر ٹھہرا؟

۵:…… اور اس کی مفصل تفصیل بیان کریں اور حواریوں کا خطاب کن کو ملا؟

ج…… ''حواری'' کا لفظ ''حَــوَرَ'' سے ہے، جس کے معنی سفیدی کے ہیں، ان آیات میں ''حواری'' کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص احباب و اصحاب کے لئے استعمال ہوا ہے، جن کی تعداد بارہ (۱۲) تھی، حواری کا لفظ اردو میں بھی مخلص اور مددگار دوست کے معنی

میں استعمال ہوتا ہے، وارث سرہندی صاحب کی کتاب ''علمی لغت'' میں ہے:

''حواری: خاص، برگزیدہ، مددگار، دھوبی، حضرت عیسیٰؑ کا صحابی، وہ جس کا بدن بہت سفید ہو۔''

وہ کافر گروہ جس کا ذکر سورۃ الصّف کی آیت:۱۴ میں ہے، اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تو عیسائیوں کے تین گروہ ہوگئے۔ ایک نے کہا کہ وہ خود ہی خدا تھے اس لئے آسمان پر چلے گئے۔ دوسرے نے کہا کہ وہ خدا تو نہیں مگر خدا کے بیٹے تھے، اس لئے باپ نے اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلالیا۔ یہ دونوں گروہ کافر ہوگئے۔ تیسرا گروہ مسلمانوں کا تھا، انہوں نے کہا کہ وہ نہ خدا تھے، نہ خدا کے بیٹے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے تحت ان کو آسمان پر اٹھالیا (اور قربِ قیامت میں وہ پھر نازل ہوں گے)، یہ گروہ مؤمن تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور ان کے سچے پیروکاروں کا یہی عقیدہ تھا۔

عشرہ مبشرہ کس کو کہتے ہیں؟

س…… ایک حافظ صاحب کہتے تھے کہ بی بی فاطمہؓ کا ذکر عشرہ مبشرہ میں ہے۔ عشرہ مبشرہ کس کو کہتے ہیں؟

ج…… عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کو کہتے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وقت میں جنت کی بشارت دی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ۱:ابوبکر۔ ۲:عمر۔ ۳:عثمان۔ ۴:علی۔ ۵:طلحہ۔ ۶:زبیر۔ ۷:عبدالرحمٰن بن عوف۔ ۸:سعد بن وقاص۔ ۹:ابوعبیدہ بن جراح۔ ۱۰:سعید بن زید، رضی اللہ عنہم۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بے شمار ہیں، وہ خواتینِ جنت کی سردار ہوں گی، مگر ''عشرہ مبشرہ'' ایک خاص اصطلاح ہے، ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شامل نہیں، اسی طرح دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ وحی ترجمان سے جنت کی بشارتیں ملیں مگر ''عشرہ مبشرہ'' میں ان کو شمار نہیں کیا جاتا۔

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ کیا لکھا جائے؟

س...... آٹھویں جماعت کی انگریزی کی کتاب (انگلش میڈیم) میں ایک سبق ہے: ''حضرت علی'' اور بریکٹ میں Peace Be Upon Him لکھا ہوا ہے، جو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کا انگلش ترجمہ ہے۔ اسی طرح فارسی کی ہشتم جماعت کی کتاب میں حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھا ہوا ہے، کیا پیغمبروں کے علاوہ صحابہ کبارؓ کے ساتھ یہ الفاظ استعمال کئے جاسکتے ہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو آپ اپنے مؤقر جریدے کی وساطت سے اسے نصاب کمیٹی اور اعلیٰ حکام وعمال حکومت کے نوٹس میں لائیں۔

ج...... اہل سنت والجماعت کے یہاں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''علیہ السلام'' انبیاء کرام کے لئے لکھا جاتا ہے، صحابہ کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' لکھنا چاہئے اور حضرت علی کے نام نامی پر ''کرم اللہ وجہہ'' بھی لکھتے ہیں، متعلقہ حضرات کو آپ کی اس تنبیہ پر شکریہ کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

خلفائے راشدین میں چار خلفاءؓ کے علاوہ دوسرے خلفاء کیوں شامل نہیں؟

س...... دینی طور پر جب خلفائے راشدین کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد صرف چار خلفائے راشدین لئے جاتے ہیں، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اس کے بعد حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ جو کہ دونوں صحابی ہیں، ان کا نام کیوں نہیں شامل کیا جاتا؟ حالانکہ یہ بھی خلفائے راشد ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور بھی نہایت مثالی دور رہا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ خاص طور پر جو چار خلفاء کو حق چار یار کہا جاتا ہے، آپ قرآن و حدیث سے ان چار خلفاء کی خصوصیت کو ثابت کرکے جواب دیں، اور یہ بھی کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا ان کے ساتھ کیوں نہیں ذکر کیا جاتا؟

ج...... ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' کے لئے دیگر اوصاف کے ساتھ ہجرت شرط تھی، جس کی طرف سورۃ النور کی آیت استخلاف میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور یہ شرط صرف چاروں خلفائے راشدینؓ میں پائی گئی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

خلافت کا تتمہ تھی، جس سے خلافت نبوت کے تیس سال پورے ہوئے، جس کی تصریح حدیث نبوی: ”خلافة النبوة ثلاثون سنة“ میں آئی ہے، یعنی خلافتِ نبوت تیس سال ہوگی۔ یہ ترمذی اور ابوداوٴد کی روایت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں چونکہ ہجرت کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے ان کا شمار خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نہیں کیا جاتا۔ ان کی خلافت، خلافتِ عادلہ تھی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ چونکہ صحابی نہیں تابعی ہیں، اس لئے ان کی خلافت بھی خلافتِ راشدہ نہیں کہلاتی، البتہ خلافتِ راشدہ کے مشابہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو فلاں ہوتا“ کا مصداق کون ہے؟

س…… واضح حوالہ کے ساتھ یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے صحابیؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ فلاں ہوتے۔

ج…… حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: ”لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب.“ (ترمذی ج:۲ ص:۲۰۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت ووفات

س…… امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کون سی ہے؟

ج…… ولادت کی تاریخ معلوم نہیں، وفات شب سہ شنبہ ۲۲/جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مطابق ۲۳/اگست ۶۳۴ء بہ عمر ۶۳ سال ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پچاس سال پہلے ولادت ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تائید میں نزولِ قرآن

س…… سوال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کس رائے کے حق میں قرآن میں آیتیں نازل ہوئیں؟

ج…… حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت کئی مرتبہ حاصل ہوئی کہ وحیِ خداوندی

نے ان کی رائے کی تائید کی۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے "تاریخ الخلفاء" میں ایسے بیس اکیس مواقع کی نشاندہی کی ہے، اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ نے "ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" میں دس گیارہ واقعات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جنگِ بدر کے قیدیوں کو قتل کیا جائے، اس کی تائید میں سورۃ الانفال کی آیت:۶۷ نازل ہوئی۔

۲:......منافقوں کا سرغنہ، عبداللہ بن اُبیّ مرا تو آپ کی رائے تھی کہ اس منافق کا جنازہ نہ پڑھایا جائے، اس کی تائید میں سورۃ التوبہ کی آیت:۸۴ نازل ہوئی۔

۳:......آپ مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بنانے کے حق میں تھے، اس کی تائید میں سورۂ بقرہ کی آیت:۱۲۵ نازل ہوئی۔

۴:......آپ ازواجِ مطہرات کو پردہ میں رہنے کا مشورہ دیتے تھے، اس پر سورۂ احزاب کی آیت:۵۳ نازل ہوئی اور پردہ لازم کردیا گیا۔

۵:......ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب بدباطن منافقوں نے ناروا تہمت لگائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دیگر صحابہؓ کے علاوہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی رائے طلب کی، آپ نے سنتے ہی بے ساختہ کہا: "توبہ! توبہ! یہ تو کھلا بہتان ہے!" اور بعد میں انہی الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوئی۔

۶:......ایک موقع پر آپ نے ازواجِ مطہرات کو فہمائش کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے بہتر بیویاں عطا کردے گا، اس کی تائید میں سورۃ التحریم کی آیت نمبر:۵ نازل ہوئی، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت وشہادت

س......امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ شہادت کون سی ہے؟

ج......ولادت ہجرت سے چالیس سے قبل ہوئی۔ ۲۶/ذی الحجہ ۲۳ھ بروز چہارشنبہ مطابق

۳۱/اکتوبر ۶۴۴ء کو نمازِ فجر میں ابولؤلؤ مجوسی کے خنجر سے زخمی ہوئے، تین راتیں زخمی حالت پر زندہ رہے، ۲۹/ذی الحجہ (۳/نومبر) کو وصال ہوا۔ یکم محرم ۲۴ھ کو روضۂ اطہر میں آسودۂ خاک ہوئے، حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف بہتان تراشیاں

س…… میں نے آج سے کچھ عرصہ پہلے جمعہ کے وعظ کے دوران ایک واقعہ امام صاحب سے سنا تھا۔ وہ یہ ہے کہ: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قبر میں عذاب ہوا، (معاذ اللہ!) جس سے ان کی پنڈلی کے ٹوٹنے کی آواز باہر تک لوگوں نے سنی، اس عذاب کی وجہ یہ تھی کہ ان پر ایک دفعہ پیشاب کا ایک چھینٹا پڑ گیا تھا۔''

جنابِ عالی! اس وقت تو مجھے اتنا شعور نہیں تھا، لیکن آج میں اس واقعہ پر غور کرتا ہوں تو میرا دل نہیں مانتا کہ یہ واقعہ سچ ہوگا، لیکن پھر یہ بھی سوچتا ہوں کہ یہ واقعہ ایک عالم دین کی زبانی سنا ہے، عجیب کشمکش کا شکار ہوں، امید ہے آپ میری اس کشمکش کو دور فرمادیں گے، میرے خیال میں یہ واقعہ صریحاً غلط ہے۔

ج…… مجھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے کسی واقعہ کا علم نہیں، پہلی بار آپ کی تحریر میں پڑھا، میں اس کو صریحاً غلط اور بہتان عظیم سمجھتا ہوں، ان واعظ صاحب سے حوالہ دریافت کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف

س…… بہت سے عالموں سے سنا ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور ملک شام میں ان کی فوج کافروں سے لڑ رہی تھی، حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ پڑھتے پڑھتے فوج کے جرنیل ساریہؓ کو فرمایا کہ: ''اے ساریہؓ! پہاڑ کو سنبھالو'' چنانچہ ساریہؓ نے عمر فاروقؓ کی آواز سنی، اور پہاڑ کو سنبھالا، اس طرح ان کو فتح نصیب ہوئی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج…… یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف اور کرامت تھی، یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ (دیکھئے: حیاۃ الصحابہ ج:۳ ص:۵٦۸، الاصابہ ج:۲ ص:۳، البدایہ والنہایہ ج:۷ ص:۱۳۱)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت وعمر شریف

س...... امیرالموٴمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ شہادت کون سی ہے؟

ج...... تاریخ شہادت میں متعدد اقوال ہیں، مشہور قول ۱۸؍ذی الحجہ ۳۵ھ (۱۷؍جون ۶۵۶ء) بروز جمعہ کا ہے، عمر مبارک مشہور قول کے مطابق ۸۲ سال تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے آسمانی وحی سے ہوا

س...... کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ سے کردیا؟

ج...... طبرانی کی روایت ہے کہ: ”میں نے عثمانؓ سے ام کلثومؓ کا نکاح نہیں کیا مگر آسمانی وحی کے ساتھ۔“ اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ: ”یہ جبریلؑ بتارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کے ساتھ تیرا عقد کردیا ہے، رقیہ کے مہر جتنے مہر کے ساتھ۔“ (مجمع الزوائد ج:۹ ص:۸۳ میں اس مضمون کی متعدد روایتیں ہیں، اور طبرانی کی مذکورہ بالا روایت کو حسن کہا ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کیوں کہا جاتا ہے؟

س...... مہربانی کرکے یہ بتائیں کہ ہر صحابیؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ بولا جاتا ہے، اور علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ، تو اس کی کیا وجہ ہے؟

ج...... خارجی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ بددعا کے گندے الفاظ استعمال کرتے تھے، اس لئے اہل سنت نے ان کے مقابلہ کے لئے یہ دعائیہ الفاظ کہنے شروع کئے: ”اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ روشن کرے۔“

فہرست

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کے مؤقت تھے؟

س…… روزنامہ جنگ میں ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد'' کے عنوان سے ایک صاحب کے جواب میں لکھا تھا کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی وفات کے بعد کئی نکاح کئے اور کئی اولادیں ہوئیں، آپ نے حضرت علیؓ کی بعض اولاد کے نام بھی درج فرمائے ہیں۔

مولانا صاحب! سوال یہ ہے کہ جناب فاطمۃ الزہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے جو متعدد نکاح کئے تھے کیا وہ دائمی تھے یا مؤقتی نکاح تھے؟

برائے مہربانی آپ اس کی وضاحت کریں یعنی فاطمۃ الزہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے جو نکاح کئے تھے کیا وہ دائمی تھے یا مؤقتی (متعہ) نکاح تھے؟ نیز حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے علاوہ حضرت علیؓ کی چند ازواج کے نام درج فرمائیں۔

ج…… اسلام میں نکاح مؤقت کا کوئی تصور نہیں، اگر ایسا ہوتا تو طلاق مشروع نہ کی جاتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو نکاح کئے وہ مؤقت نہیں تھے، آپ کی کچھ ازواج آپ کی زندگی میں فوت ہوگئیں، بعض کو طلاق دے دی، کچھ آپ کے آخری لمحہ تک رہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ ج:۷ ص:۳۳۲ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں کوئی اور نکاح نہیں کیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد کئی نکاح کئے، بعض بیویاں آپ کی زندگی میں فوت ہوگئیں، بعض کو طلاق دے دی۔ انتقال کے وقت آپ کی چار بیویاں اور اُنیس کنیزیں تھیں، چودہ پندرہ صاحبزادے اور سترہ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں: حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، محمد بن حنفیہؒ، محمد اوسطؒ، محمد اصغرؒ، عبداللہؒ، عباسؓ، جعفرؒ، عبیداللہؒ، یحییٰ ؒ، عونؒ۔ اور صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں: زینب کبریٰ، ام کلثوم (ان کا عقد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا)، رقیہ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام جعفر، ام سلمہ، جمانہ۔

فہرست

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر مبارک اور تاریخ شہادت

س……امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ شہادت کون سی ہے؟

ج……شہادت ۱۷؍رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۶۶۱ء بہ عمر ۶۳ سال۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے؟

س……حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے؟ اور کس موقع پر ایمان لائے تھے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

ج……مشہور تو یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، لیکن ''الاصابہ'' (ج:۳ ص:۴۳۳) میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ آپؓ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے، لیکن اپنے اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا۔

حضرت عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام جناب یوسف لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد!

قاضی ابوبکر بن العربیؒ ۴۶۸ھ تا ۵۴۳ھ اپنی کتاب ''العواصم من القواصم'' کے ایک باب میں رقم طراز ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک کمر توڑ حادثہ تھا، اور عمر بھر کی مصیبت، کیونکہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

فہرست

اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران اپنی الجھن میں پڑ گئے۔ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ: موت کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہروں کی جو کیفیت ہوتی ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی دیکھ رہا ہوں، سو آؤ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں اور معاملہ ہمارے سپرد ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔

پھر اس کے بعد حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں الجھ گئے وہ فدک، بنی نضیر اور خیبر کے ترکہ میں میراث کا حصہ چاہتے تھے۔''

ائمہ حدیث کی روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے متعلق کہا تھا کہ جب حضرت عباسؓ اور علیؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقاف کے بارے میں حضرت عمرؓ کے پاس اپنا جھگڑا لے کر گئے تو حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: ''اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرا دیں۔''

دیگر جگہ پر ہے کہ آپس میں گالی گلوچ کی..... (ابن حجر، فتح الباری)۔

''حضرت علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں مبتلا تھے، لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ: اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: اب آپ پہلے سے اچھی حالت میں ہیں۔ تو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: خدا کی قسم تین روز کے بعد آپ پر لاٹھی کی حکومت ہوگی، مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ اس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات عنقریب ہونے والی ہے، کیونکہ بنی عبدالمطلب کے چہروں کی جو کیفیت موت کے وقت ہوتی ہے وہی مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو رہی ہے، آؤ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ اگر آپ ہمیں خلافت دے جائیں تو بھی ہمیں معلوم ہو جائے اور اگر آپ کسی اور کو خلافت دے دیں تو پھر ہمارے متعلق اس کو وصیت کر جائیں۔ تو حضرت علیؓ نے کہا: خدا کی قسم! اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے

فہرست

متعلق سوال کریں اور آپ ہم کو نہ دیں تو پھر لوگ ہم کو کبھی نہ دیں گے اور میں تو خدا کی قسم! اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز سوال نہ کروں گا۔" یہ حدیث صحیح بخاری کتاب المغازی اور البدایہ والنہایہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے، اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔

سوالات

۱:...... حضرت علیؓ چھپ کر کیوں بیٹھ گئے تھے؟

۲:...... کیا ان دونوں کو مال و دولت کی اس قدر حرص تھی کہ بار بار ترکہ مانگتے تھے جبکہ ان کو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے علم کرادیا تھا کہ اس مال کی حیثیت ترکے کی نہیں، تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

۳:...... یہ جھگڑا ان دونوں کو نہ صرف مال و دولت کا حریص ثابت کرتا ہے بلکہ اخلاقی پستی کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے، کیونکہ گالی گلوچ شرفاء کا وطیرہ نہیں۔

۴:...... "تین روز کے بعد آپ پر لاٹھی کی حکومت ہوگی" اس عبارت کو واضح کریں۔

۵:...... حضرت عباسؓ کو کیسی فکر پڑی ہے کہ خلافت ملے، نہ ملے تو وصیت ہی ہوجائے کہ ان کے مفادات محفوظ ہوجائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وفات کا صدمہ اگر غالب ہوتا تو یہ خیالات اور یہ کارروائیاں کہاں ہوتیں؟

۶:...... حضرت علیؓ کے الفاظ سے تو ان کا ارادہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کیوں نہ کردیں، انہیں خلافت درکار رہے، اور یہ بھی کہ انہیں احتمال یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیں گے، اسی لئے کہتے ہیں کہ: میں نہ سوال کروں گا (اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس خلافت کو حاصل کروں گا)، حضرت علیؓ کے الفاظ اگر یہ مفہوم ظاہر نہیں کرتے تو پھر کیا ظاہر کرتے ہیں؟

امید ہے کہ آپ جواب جلد ارسال فرمائیں گے۔

فقط والسلام

محمد ظہور الاسلام

الجواب

سوالات پر غور کرنے سے پہلے چند امور بطورِ تمہید عرض کردینا مناسب ہے:

اول:......اہل حق کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی تحقیر و تنقیص جائز نہیں، بلکہ تمام صحابہؓ کو عظمت و محبت سے یاد کرنا لازم ہے، کیونکہ یہی اکابر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ ہیں، امام اعظمؒ اپنے رسالہ "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں:

"ولا نذكر الصحابة (وفي نسخة ولا نذكر احمد من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم) الا بخير." (شرح فقہ اکبر: ملا علی قاریؒ ص:۸۵، طبع مجتبائی ۱۳۴۸ھ)

ترجمہ:......"اور ہم، صحابہ کرامؓ کو (اور ایک نسخہ میں ہے کہ ہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ میں سے کسی کو) خیر کے سوا یاد نہیں کرتے۔"

امام طحاویؒ اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں:

"ونحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نفرط في حب احد منهم، ولا نتبرأ من احد منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الحق يذكرهم، ولا نذكرهم الا بالخير، وحبهم دين وايمان واحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان." (عقیدۃ الطحاوی ص:۲۶، طبع ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

ترجمہ:......"اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی محبت میں افراط و تفریط نہیں کرتے۔ اور نہ کسی سے برأت کا اظہار کرتے ہیں، اور ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان میں سے کسی سے بغض رکھے یا ان کو ناروا

الفاظ سے یاد کرے۔ ان سے محبت رکھنا دین و ایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر و نفاق اور طغیان ہے۔“

امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازیؒ (المتوفی ۲۶۴ھ) کا یہ ارشاد بہت سے اکابر نے نقل کیا ہے کہ:

”اذا رأیت الرجل ینقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فاعلم انہ زندیق، لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق، والقراٰن حق، وانما ادی الینا ھذا القراٰن والسنن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وانما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ. والجرح بھم اولیٰ وھم زنادقۃ.“ (مقدمہ العواصم من القواصم ص:۳۴)

ترجمہ:...... ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک حق ہیں، اور قرآن کریم حق ہے، اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ہمیں صحابہ کرامؓ ہی نے پہنچائے ہیں، یہ لوگ صحابہ کرامؓ پر جرح کرکے ہمارے دین کے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کتاب و سنت کو باطل کردیں، حالانکہ یہ لوگ خود جرح کے مستحق ہیں، کیونکہ وہ خود زندیق ہیں۔“

یہ تو عام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں اہل حق کا عقیدہ ہے، جبکہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا شمار خواص صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ حضرت عباسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: ”عمّي وصنو أبي“ فرمایا کرتے تھے، یعنی ”میرے چچا اور میرے باپ کی جگہ“، اور ان کا بے حد اکرام فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے

وسیلہ سے استسقاء کرتے تھے، ان کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ان کے بہت سے فضائل ومناقب وارد ہیں۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب تو حد شمار سے خارج ہیں، ان کے دیگر فضائل سے قطع نظر وہ اہل حق کے نزدیک خلیفہ راشد ہیں، قاضی ابوبکر بن العربیؒ ''العواصم من القواصم'' میں، جس کے حوالے آپ نے سوال میں درج کئے ہیں، لکھتے ہیں:

''وقُتل عثمان فلم یبق علی الارض احق بها من علی فجاءته علی قدر فی وقتها ومحلها، وبین الله علیٰ یدیه من الاحکام والعلوم ما شاء الله ان یبین. وقد قال عمر: لو لا علی لهلک عمر! وظهر من فقهه وعلمه فی قتال اهل القبلة من استدعائهم، ومناظرتهم، وترک مبادرتهم، والتقدم الیهم قبل نصب الحرب معهم، وندائه: لا نبدأ بالحرب، ولا یتبع مول، ولا یجهز علیٰ جریح، ولا تهاج امرأة، ولا نغنم لهم مالاً. وامره بقبول شهادتهم والصلوٰة خلفهم. حتی قال اهل العلم: لو لا ما جری ما عرفنا قتال اهل البغی.'' (ص:۱۹۴)

ترجمہ:...... ''اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو روئے زمین پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کا مستحق نہیں تھا، چنانچہ نوشتہ الٰہی کے مطابق انہیں خلافت اپنے ٹھیک وقت میں ملی، اور برمحل ملی۔ اور ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے وہ احکام وعلوم ظاہر فرمائے جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔'' اور اہل قبلہ سے قتال کرنے میں ان کے علم وتفقہ کے جوہر ظاہر ہوئے، مثلاً انہیں دعوت دینا، ان سے بحث ومناظرہ کرنا، ان سے لڑائی میں پہل نہ

کرنا، اوران کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل یہ اعلان کرنا کہ ہم جنگ میں ابتداء نہیں کریں گے، بھاگنے والے کا تعاقب نہیں کیا جائے گا، کسی زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا، کسی خاتون سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اور ہم ان کے مال کو غنیمت نہیں بنائیں گے، اور آپ کا یہ حکم فرمانا کہ اہل قبلہ کی شہادت مقبول ہوگی اور ان کی اقتدا میں نماز جائز ہے وغیرہ، حتیٰ کہ اہل علم کا قول ہے کہ: اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل قبلہ کے ساتھ قتال کے یہ واقعات پیش نہ آتے تو ہمیں اہل بغی کے ساتھ قتال کی صورت ہی معلوم نہ ہوسکتی۔“

پس جس طرح کسی ایک نبی کی تکذیب پوری جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب ہے، کیونکہ دراصل یہ وحیِ الٰہی کی تکذیب ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسی ایک خلیفہ راشد کی تنقیص خلفائے راشدین کی پوری جماعت کی تنقیص ہے، کیونکہ یہ دراصل خلافتِ نبوت کی تنقیص ہے۔ اسی طرح جماعتِ صحابہؓ میں سے کسی ایک کی تنقیص و تحقیر پوری جماعتِ صحابہؓ کی تنقیص ہے، کیونکہ یہ دراصل صحبتِ نبوت کی تنقیص ہے، اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ! اللہ! فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضاً بعدی، فمن احبھم فبحبی احبھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم.“ (ترمذی ج:۲ ص:۲۲۶)

ترجمہ:......”میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! ان کو میرے بعد ہدفِ ملامت نہ بنالینا، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔“

خلاصہ یہ کہ ایک مسلمان کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھنا اور انہیں خیر کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے، خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ

عنہم، جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نیابتِ نبوت کا منصب حاصل ہوا۔ اسی طرح وہ صحابہ کرامؓ جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں محبّ ومحبوب ہونا ثابت ہے، ان سے محبت رکھنا حُبِّ نبوی کی علامت ہے۔ اس لئے امام طحاویؒ اس کو دین وایمان اور احسان سے تعبیر فرماتے ہیں، اور ان کی تنقیص وتحقیر کو کفر ونفاق اور طغیان قرار دیتے ہیں۔

دوم:...... ایک واقعہ کے متعدد اسباب وعلل ہوسکتے ہیں، اور ایک قول کی متعدد توجیہات ہوسکتی ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی واقعہ پر گفتگو کرتے ہوئے، یا کسی کے قول کی توجیہ کرتے ہوئے صاحبِ واقعہ کی حیثیت ومرتبہ کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا۔ مثلاً: ایک مسلمان یہ فقرہ کہتا ہے کہ: ''مجھے فلاں ڈاکٹر سے شفا ہوئی''، تو قائل کے عقیدہ کے پیشِ نظر اس کو کلمۂ کفر نہیں کہا جائے گا۔ لیکن یہی فقرہ اگر کوئی دہریہ کہتا ہے تو یہ کلمۂ کفر ہوگا۔ یا مثلاً: کسی پیغمبر کی توہین وتذلیل اور اس کی داڑھی نوچنا کفر ہے، لیکن جب ہم یہی واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھتے ہیں تو ان کی شان وحیثیت کے پیشِ نظر کسی کو اس کا وسوسہ بھی نہیں آتا۔

سوم:...... جس چیز کو آدمی اپنا حق سمجھتا ہے، اس کا مطالبہ کرنا، نہ کمال کے منافی ہے اور نہ اسے حرص پر محمول کرنا صحیح ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر کون کامل ومخلص ہوگا؟ لیکن حقوق میں بعض اوقات ان کے درمیان بھی منازعت کی نوبت آتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان فیصلے فرماتے تھے، مگر اس بات پر نکیر نہیں فرماتے تھے کہ یہ منازعت کیوں ہے؟ اور نہ حق طلبی کو حرص کہا جاتا ہے۔

چہارم:...... اجتہادی رائے کی وجہ سے فہم میں خطا ہوجانا لائقِ مؤاخذہ نہیں، اور نہ یہ کمال واخلاص کے منافی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باجماع اہلِ حق معصوم ہیں، مگر اجتہادی خطا کا صدور ان سے بھی ممکن ہے، لیکن ان پر چونکہ وحیِ الٰہی اور عصمت کا پہرہ رہتا ہے اس لئے انہیں خطاءِ اجتہادی پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا، بلکہ وحیِ الٰہی فوراً انہیں متنبہ کردیتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر کاملین معصوم نہیں، ان سے خطائے اجتہادی سرزد ہوسکتی ہے، اور ان کا اس پر برقرار رہنا بھی ممکن ہے، البتہ حق واضح ہوجانے

کے بعد وہ حضرات بھی اپنی خطائے اجتہادی پر اصرار نہیں فرماتے بلکہ بغیر جھجک کے اس سے رجوع فرمالیتے ہیں۔

پنجم:......رائے کا اختلاف ایک فطری امر ہے، اور کاملین و مخلصین کے درمیان اختلاف رائے کی وجہ سے کشاکشی اور شکر رنجی پیدا ہوجانا بھی کوئی مستبعد امر نہیں، بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، قیدیانِ بدر کے قتل یا فدیہ کے بارے میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلافِ رائے ہوا، وہ کس کو معلوم نہیں؟ لیکن محض اس اختلافِ رائے کی وجہ سے کسی کا نام دفترِ اخلاص و کمال سے نہیں کاٹا گیا۔ باوجودیکہ وحیِ الٰہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پر... جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل تھی... رحیمانہ عتاب بھی ہوا، مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال اور صدیقیتِ کبریٰ میں کوئی ادنیٰ فرق بھی آیا۔ اسی طرح بنوتمیم کا وفد جب بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوا تو اس مسئلہ پر، کہ ان کا رئیس کس کو بنایا جائے، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلافِ رائے ہوا، جس کی بنا پر دونوں کے درمیان تلخ کلامی تک نوبت پہنچی، اور سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات اس سلسلہ میں نازل ہوئیں، اس کے باوجود ان دونوں بزرگوں کے قرب و منزلت اور محبوبیت عنداللہ و عندرسولہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

الغرض اس کی بیسیوں نظیریں مل سکتی ہیں کہ انتظامی امور میں اختلافِ رائے کی بنا پر کشاکشی اور تلخی تک کی نوبت آسکتی ہے، مگر چونکہ ہر شخص اپنی جگہ مخلص ہے، اس لئے یہ کشاکشی ان کے فضل و کمال میں رخنہ انداز نہیں سمجھی جاتی۔

ششم:......حکومت و امارت ایک بھاری ذمہ داری ہے، اور اس سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل اور دشوار ہے، اس لئے جو شخص اپنے بارے میں پورا اطمینان نہ رکھتا ہو کہ وہ اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے گا، اس کے لئے حکومت و امارت کی طلب شرعاً و عرفاً مذموم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون

فہرست

ندامة یوم القیامة فنعم المرضعة وبئست الفاطمة.“

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۱۰۵۸، کتاب الاحکام،

باب ما یکرہ من الحرص علی الامارة)

ترجمہ:......”بے شک تم امارت کی حرص کروگے اور عنقریب یہ قیامت کے دن سراپا ندامت ہوگی۔ پس یہ دودھ پلاتی ہے تو خوب پلاتی ہے اور دودھ چھڑاتی ہے تو بری طرح چھڑاتی ہے۔“

لیکن جو شخص اس کے حقوق ادا کرنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہو، اس کے لئے اس کا مطالبہ شرعاً وعقلاً جائز ہے، اور اگر وہ کسی خیر کا ذریعہ ہو تو مستحسن ہے، سیدنا یوسف علیہ السلام کا ارشاد قرآن کریم میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے شاہ مصر سے فرمایا تھا:

”اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم.“ (یوسف:۵۵)

ترجمہ:......”ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو، میں ان کی حفاظت رکھوں گا، اور خوب واقف ہوں۔“

اور قرآن کریم ہی میں سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا بھی نقل کی گئی ہے:

”رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی، انک انت الوھاب.“ (ص:۳۵)

ترجمہ:......”اے میرے رب! میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو۔“ (بیان القرآن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت، جسے اسلام کی اصطلاح میں ”خلافت راشدہ“ کہا جاتا ہے، ایک عظیم الشان فضیلت ومنقبت اور حسب ذیل وعدۂ الٰہی کی مصداق ہے:

”وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت

فہرست

لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔" (النور:۵۵)

ترجمہ:......"(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی، اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت) کے لئے قوت دے گا، اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کردے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔" (بیان القرآن)

جو شخص اس خلافت کی اہلیت رکھتا ہو، اس کے لئے اس کے حصول کی خواہش مذموم نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے فضل و کمال کو حاصل کرنے کی فطری خواہش ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں یہ اعلان فرمایا کہ: "میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے محبت رکھتے ہیں۔" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص اس فضیلت کو حاصل کرنے کا خواہش مند تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ما احببت الامارة الا یومئذ قال فتساورت لھا رجاء ان ادعیٰ لھا قال فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب فاعطاہ ایاھا۔ الحدیث۔"

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۷۹)

ترجمہ:......"میں نے اس دن کے سوا امارت کو کبھی نہیں

فہرست

چاہا، پس میں اپنے آپ کو نمایاں کر رہا تھا، اس امید پر کہ میں اس کے لئے بلایا جاؤں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور وہ جھنڈا ان کو عنایت فرمایا۔‘‘

ظاہر ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ خواہش کرنا کہ امارت کا جھنڈا انہیں عنایت کیا جائے، اس بشارت اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تھا۔ شیخ محی الدین نوویؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’انما کانت محبته لها لما دلت علیه الامارة من محبته لله ولرسوله صلی الله علیه وسلم ومحبتهما لهٗ والفتح علیٰ یدیه.‘‘ (حاشیہ مسلم)

ترجمہ:...... ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس دن امارت کی محبت وخواہش کرنا اس وجہ سے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّ ومحبوب ہونے کی دلیل تھی، اور اس شخص کے ہاتھ پر فتح ہونے والی تھی۔‘‘

الغرض خلافتِ نبوت ایک غیر معمولی شرف، امتیاز اور مجموعہ فضائل وفواضل ہے، جو حضرات اس کے اہل تھے اور انہیں اس کا پورا اطمینان تھا کہ وہ اس کے حقوق انشاء اللہ پورے طور پر ادا کرسکیں گے، ان کے دل میں اگر اس شرف وفضیلت کے حاصل کرنے کی خواہش ہو تو اس کو ’’خواہش اقتدار‘‘ سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ یہ کارِ نبوت میں شرکت اور جارحۂ نبویؐ بننے کی حرص کہلائے گی، مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

’’ایام خلافت بقیہ ایام نبوت بودہ است۔ گویا در ایام نبوت حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم تصریحاً بزبان مے فرمود، و در ایام خلافت ساکت نشستہ بدست وسر اشارہ مے فرماید۔‘‘

(ازالۃ الخفاء ج:۱ ص:۲۵)

ترجمہ:...... ’’خلافتِ راشدہ کا دور، دورِ نبوت کا بقیہ تھا۔

گویا دورِ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً ارشادات فرماتے تھے، اور دورِ خلافت میں خاموش بیٹھے ہاتھ اور سر کے اشارے سے سمجھاتے تھے۔“

ان مقدمات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینے کے بعد اب اپنے سوالات پر غور فرمایئے:

۱:......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر میں بیٹھ جانا:

قاضی ابوبکر بن العربیؒ نے پہلا قاصمہ (کمر توڑ حادثہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کو قرار دیا ہے، اور اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس ہوش ربا سانحہ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سکتہ طاری ہوگیا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی، وغیرہ وغیرہ۔

اس پوری عبارت سے واضح ہوجاتا ہے کہ اس قیامت خیز سانحہ کے جو اثرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مرتب ہوئے، قاضی ابوبکر بن العربیؒ ان اثرات کو ذکر کر رہے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اس حادثہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ وہ گھر میں عزلت نشین ہوگئے تھے۔

آپ نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ کسی محبوب ترین شخصیت کی رحلت کے بعد جہان ان کے لئے تیرہ و تار ہوجاتا ہے، ان کی طبیعت پر انقباض و افسردگی طاری ہوجاتی ہے، اور دل پر ایک ایسی گرہ بیٹھ جاتی ہے جو کسی طرح نہیں کھلتی، ان کی طبیعت کسی سے ملنے یا بات کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتی، وہ کسی قسم کا جزع فزع یا بے صبری کا اظہار نہیں کرتے لیکن طبیعت ایسی بجھ جاتی ہے کہ مدتوں تک معمول پر نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب اس خطہ ارضی پر نہیں ہوا، اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر کوئی عاشق زار اس چشم فلک نے نہیں دیکھا، ہمیں تو ان اکابر کے صبر و تحمل پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس عشق و محبت کے باوجود یہ حادثۂ عظیمہ کیسے برداشت کرلیا؟ لیکن آپ اِنہیں عشاق کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے...؟

راقم الحروف نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ جب درسِ حدیث کے دوران

فہرست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے سانحۂ کبریٰ کا باب شروع ہوتا تو آنکھوں سے اشک ہائے غم کی جھڑی لگ جاتی، آواز گلوگیر ہوجاتی اور بسا اوقات رونے کی ہچکیوں سے گھگی بندھ جاتی، جب اہلِ قلوب پر چودہ سو سال بعد بھی اس حادثۂ جان کاہ کا یہ اثر ہے تو جن عشاق کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ بیت گیا، سوچنا چاہئے کہ ان کا کیا حال ہوا ہوگا؟

رفتم و از رفتنِ من عالمے ویران شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

خاتونِ جنت، جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتی تھیں: ''انس! تم نے کیسے گوارا کرلیا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو!'' (صحیح بخاری ج:۲ ص:۶۴۱)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے: ''تم نے کیسے گوارا کرلیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرکے خود لوٹ آؤ!'' (حیاۃ الصحابہ ج:۲ ص:۳۲۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ہوئی تو فرمایا: ''آہ! میری کمر ٹوٹ گئی۔'' صحابہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ مسجد میں پہنچے مگر کسی کو توقع نہ تھی کہ وہ مسجد تک آسکیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۲ ص:۳۲۳)

اگر ہم درد کی اس لذت اور محبت کی اس کسک سے ناآشنا ہیں تو کیا ہم سے یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ جن حضرات پر یہ قیامت گزر گئی تو ہم ان کو معذور ہی سمجھ لیں...!!

اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھ جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جمعہ، جماعت اور دینی و معاشرتی حقوق و فرائض ہی کو چھوڑ بیٹھے تھے، شیخ محبّ الدین الخطیبؒ حاشیہ العواصم میں لکھتے ہیں:

''واضاف الحافظ ابن کثیر فی البدایة والنهایة (ج:۵ ص:۲۴۹) ان علیا لم ینقطع عن صلوٰة من الصلوٰت خلف الصدیق وخرج معه الی ذی القصة لما خرج الصدیق شاهدا سیفه یرید قتال اهل الرده۔'' (ص:۳۸)

ترجمہ:...... ”اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ (ج:۵ ص:۲۴۹) میں اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا سلسلہ ترک نہیں فرمایا تھا، نیز جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتدین سے قتال کرنے کے لئے تلوار سونت کر ”ذی القصہ“ تشریف لے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ان کے ساتھ نکلے تھے۔“

پس جب آپ سے نہ دینی و معاشرتی فرائض میں کوتاہی ہوئی اور نہ نصرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ان سے کوئی ادنیٰ تخلف ہوا تو کیا اس بنا پر کہ شدتِ غم کی وجہ سے ان پر خلوت نشینی کا ذوق غالب آ گیا تھا، آپ انہیں موردِ الزام ٹھہرائیں گے؟

۲:...... طلبِ میراث:

جہاں تک بار بار ترکہ مانگنے کا تعلق ہے، یہ محض غلط فہمی ہے، ایک بار صدیقی دور میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ترکہ ضرور مانگا تھا، اور بلاشبہ یہ ان کی اجتہادی رائے تھی، جس میں وہ معذور تھے، اسے اپنا حق سمجھ کر مانگ رہے تھے، اس وقت نصِ نبویؐ:

”لا نورث، ما ترکناہ صدقۃ.“

ترجمہ:...... ”ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی، جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہے۔“

کا یا تو ان کو علم نہیں ہوگا یا ممکن ہے کہ حادثۂ وصال نبویؐ کی وجہ سے ان کو ذہول ہو، جس طرح اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آیت: ”وما محمد الا رسول“ سے ذہول ہوگیا تھا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت دیگر آیات کے ساتھ) برسرِ منبر تلاوت فرمائی تو انہیں ایسا محسوس ہوا گویا یہ آیت آج ہی نازل ہوئی تھی۔

الغرض ان اکابر کا ترکہ طلب کرنا، نہ مال کی حرص کی بنا پر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس ارشادِ نبویؐ سننے کے بعد انہوں نے دوبارہ کبھی

فہرست

مطالبہ دہرایا ہو، یا انہوں نے اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی منازعت فرمائی ہو۔ قاضی ابوبکر بن العربیؒ لکھتے ہیں:

"وقال لفاطمة وعلی والعباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لا نورث، ما ترکناہ صدقة، فذکر الصحابة ذالک." (العواصم ص:۴۸)

ترجمہ:...... "اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرات فاطمہ، علی اور عباس رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔" تب دیگر صحابہؓ نے بھی یہ حدیث ذکر کی۔"

اس کے حاشیہ میں شیخ محبّ الدین الخطیبؒ لکھتے ہیں:

"قال شیخ الاسلام ابن تیمیة فی منهاج السنة (ج:۲ ص:۱۵۸) قول النبی صلی اللہ علیه وسلم: "لا نورث، ما ترکناہ صدقة." رواہ عنه ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحة والزبیر وسعد وعبدالرحمن بن عوف والعباس بن عبدالمطلب وازواج النبی صلی اللہ علیه وسلم وابوهریرة والروایة عن هولاء ثابتة فی الصحاح والمسانید." (ص:۴۸)

ترجمہ:...... "شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ (ج:۲ ص:۱۵۸) میں لکھتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: "ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل حضرات روایت کرتے ہیں: حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، ازواجِ مطہرات اور ابوہریرہ رضی

اللہ عنہم اوران حضرات کی احادیث صحاح ومسانید میں ثابت ہیں۔“

اس سے واضح ہے کہ حدیث: ”لا نورث، ما ترکناہ صدقۃ“ کہ خود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی روایت کرتے ہیں، اس لئے یا تو ان کو اس سے پہلے اس حدیث کا علم نہیں ہوگا یا وقتی طور پر ذہول ہوگیا ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث کے مفہوم میں کچھ اشتباہ ہوا ہو، اور وہ اس کو صرف منقولات کے بارے میں سمجھتے ہوں، بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متنبہ کردینے کے بعد انہوں نے نہ اس حدیث میں کوئی جرح وقدح فرمائی، نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منازعت کی، بلکہ اپنے موقف سے دستبردار ہوگئے۔ اور یہ ان مؤمنین قانتین کی شان ہے جن میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ الغرض ”بار بار ترکہ مانگنے“ کی جو نسبت ان اکابر کی طرف سوال میں کی گئی ہے، وہ صحیح نہیں۔ ایک بار انہوں نے مطالبہ ضرور کیا تھا، جس میں معذور تھے، مگر وضوحِ دلیل کے بعد انہوں نے حق کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا۔ البتہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں یہ درخواست ضرور کی تھی کہ ان اوقافِ نبویہؐ کی تولیت ان کے سپرد کردی جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اولاً اس میں کچھ تأمل ہوا، لیکن بعد میں ان کی رائے بھی یہی ہوئی، اور یہ اوقاف ان کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ بعد میں ان اوقاف کے انتظامی امور میں ان کے درمیان منازعات کی نوبت آئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کی شکایت کی (جس کا تذکرہ سوال سوم میں کیا گیا ہے)، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی کہ یہ اوقاف تقسیم کرکے دونوں کی الگ الگ تولیت میں دے دیئے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست مسترد فرمادی۔ صحیح بخاری میں مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کی طویل روایت کئی جگہ ذکر کی گئی ہے، ”باب فرض الخمس“ میں ان کی روایت کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں:

”ثم جئتمانی تکلمانی وکلمتکما واحدة وامرکما واحد جئتنی یا عباس تسالنی نصیبک من ابن اخیک وجاءنی هذا یرید علیاً یرید نصیب امرأته من

ابیھا، فقلت لکما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا نورث، ما ترکناہ صدقۃ.“ فلما بدا لی ان ادفعہ الیکما قلت ان شئتما دفعتھا الیکما علی ان علیکما عھد اللہ ومیثاقہ لتعملان فیھا بما عمل فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبما عمل فیھا ابوبکر وبما عملت فیھا منذ ولیتھا فقلتما ادفعھا الینا، فبذالک دفعتھا الیکما فانشدکم باللہ ھل دفعتھا الیھما بذالک؟ قال الرھط: نعم! ثم اقبل علیٰ علی وعباس فقال انشدکما باللہ ھل دفعتھا الیکما بذالک؟ قال: نعم! قال: فتلتمسان منی قضاء غیر ذالک؟ فواللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض! لا اقضی فیھا غیر ذالک فان عجزتما عنھا فادفعاھا الیّ، فانی اکیفکماھا.“

(بخاری، باب فرض الخمس ج:۱ ص:۴۳۶)

ترجمہ:...... ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تم دونوں میرے پاس آئے درآنحالیکہ تمہاری بات ایک تھی اور تمہارا معاملہ ایک تھا، اے عباس! تم میرے پاس آئے تم مجھ سے اپنے بھتیجے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے مال سے حصہ مانگ رہے تھے، اور یہ صاحب، یعنی علیؓ اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال سے مانگ رہے تھے۔ پس میں نے تم سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔“ پھر میری رائے ہوئی کہ یہ اوقاف تمہارے سپرد کردیئے جائیں، چنانچہ میں نے تم سے کہا کہ: اگر تم چاہو تو میں تمہارے سپرد کئے دیتا ہوں مگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق

ہوگا کہ تم ان میں وہی معاملہ کروگے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا، اور جو میں نے کیا جب سے یہ میری تولیت میں آئے ہیں۔ تم نے کہا کہ: ٹھیک ہے، یہ آپ ہمارے سپرد کردیجئے۔ چنانچہ اسی شرط پر میں نے یہ اوقاف تمہارے سپرد کئے۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے اسی شرط پر ان کے سپرد کئے تھے یا نہیں؟ سب نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا میں نے یہ اوقاف اسی شرط پر تمہاری تحویل میں دیئے تھے یا نہیں؟ دونوں نے کہا: جی ہاں! اسی شرط پر دیئے تھے۔ فرمایا: اب تم مجھ سے اور فیصلہ چاہتے ہو (کہ دونوں کو الگ الگ حصہ تقسیم کرکے دے دوں)، پس قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں! میں اس کے سوا تمہارے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کروں گا، اب اگر تم ان اوقاف کی تولیت سے عاجز آگئے ہو تو میرے سپرد کردو، میں ان کے معاملہ میں تمہاری کفایت کروں گا۔“

اس روایت کے ابتدائی الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان دونوں اکابر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھر میراث کا مطالبہ کیا تھا، مگر سوال و جواب اور اس روایت کے مختلف ٹکڑوں کو جمع کرنے کے بعد مراد واضح ہوجاتی ہے کہ اس مرتبہ ان کا مطالبہ ترکہ کا نہیں تھا، بلکہ ان کے نزدیک بھی یہ حقیقت مسلّم تھی کہ ان اراضی کی حیثیت وقف کی ہے، اور وقف میں میراث جاری نہیں ہوتی، اس بار ان کا مطالبہ ترکہ کا نہیں تھا، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ اس کی تولیت ان کے سپرد کردی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اولاً اس میں تأمل ہوا کہ کہیں یہ تولیت بھی میراث ہی نہ سمجھ لی جائے، لیکن غور و فکر کے بعد ان حضرات کی درخواست کو آپ نے قبول فرمالیا اور یہ اوقاف ان دونوں حضرات کے سپرد کردیئے گئے۔ پھر جس طرح

انتظامی امور میں متولیان وقف میں اختلاف رائے ہوجاتا ہے، ان کے درمیان بھی ہونے لگا، حضرت علی رضی اللہ عنہ علم وفقاہت میں چونکہ فائق تھے اس لئے وہ اپنی رائے کو ترجیح دیتے تھے، گویا عملی طور پر بیشتر تصرف ان اوقاف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چلتا تھا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تصرفات مغلوب تھے، اس سے ان کو شکایت پیدا ہوئی اور انہوں نے دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ان اوقاف کو تقسیم کرکے ہر ایک کا زیر تصرف حصہ الگ کردیا جائے، مگر حضرت عمرؓ نے یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا کہ یا تو اتفاقِ رائے سے دونوں اس کا انتظام چلاؤ، ورنہ مجھے واپس کردو، میں خود ہی اس کا انتظام کرلوں گا۔

اور علیٰ سبیل التنزل یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ حضرات، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی پہلی بار طلبِ ترکہ ہی کے لئے آئے تھے تب بھی ان کے موقف پر کوئی علمی اشکال نہیں، اور نہ ان پر مال ودولت کی حرص کا الزام عائد کرنا ہی درست ہے، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ان کو حدیث کی تاویل میں اختلاف تھا، جیسا کہ بخاری شریف کے حاشیہ میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ حدیث: ”لا نورث، ما ترکناہ صدقة“ تو ان کے نزدیک مسلّم تھی، مگر وہ اس کو صرف منقولات کے حق میں سمجھتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو منقولات وغیر منقولات سب کے حق میں عام قرار دیا، بلاشبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث کا جو مطلب سمجھا وہی صحیح تھا، لیکن جب تک ان حضرات کو اس مفہوم پر شرحِ صدر نہ ہوجاتا، ان کو اختلاف کرنے کا حق حاصل تھا، اس کی نظیر مانعینِ زکوٰة کے بارے میں حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کا مشہور مناظرہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بار بار کہتے تھے:

> ”کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰه الا اللہ، فمن قالها فقد عصم منی ماله ونفسه الا بحقه وحسابه علی اللہ.“ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۸)

ترجمہ:...... ''آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کرسکتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے قائل ہوجائیں، پس جو شخص اس کلمہ کا قائل ہوگیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کرلی، مگر حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آرہی ہے، اور وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کو خلافِ حدیث سمجھ کر ان سے بحث و اختلاف کرتے ہیں، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی ارشادِ نبویؐ کا وہ مفہوم کھول دیا جو حضرت صدیق اکبرؓ پر کھلا تھا۔ جب تک انہیں شرحِ صدر نہیں ہوا انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نہ صرف اختلاف کیا بلکہ بحث و مناظرہ تک نوبت پہنچی۔ ٹھیک اسی طرح ان حضرات کو بھی حدیث: ''لا نورث، ما ترکناہ صدقة.'' میں جب تک شرحِ صدر نہیں ہوا کہ اس کا مفہوم وہی ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا، تب تک ان کو اختلاف کا حق تھا، اور ان کا مطالبہ ان کے اپنے اجتہاد کے مطابق بجا اور درست تھا۔ لیکن بعد میں ان کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح شرحِ صدر ہوگیا، اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موقف کو صحیح اور درست تسلیم کرلیا، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان اوقاف کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی، بلکہ ان کی جو حیثیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعین کرگئے تھے اسی کو برقرار رکھا، اگر ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موقف پر شرحِ صدر نہ ہوا ہوتا تو ان اوقاف کی حیثیت تبدیل کرنے سے انہیں کوئی چیز مانع نہ ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ مطالبۂ ترکہ ان حضرات کی طرف سے ایک بار ہوا، بار بار نہیں، اور اس کو مال و دولت کی حرص سے تعبیر کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں، اس کو اجتہادی رائے کہہ سکتے ہیں اور اگر وہ اس سے رجوع نہ بھی کرتے تب بھی لائق ملامت نہ تھے، اب جبکہ انہوں

نے اس سے رجوع بھی کرلیا تو یہ ان کی بے نفسی وللّٰہیت کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے، اس کے بعد بھی ان حضرات پر لب کشائی کرنا نقصِ علم کے علاوہ نقصِ ایمان کی بھی دلیل ہے۔

۳:...... حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی باہمی منازعت:

اس منازعت کا منشا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ یہ منازعت کسی نفسانیت کی وجہ سے نہیں تھی، نہ مال و دولت کی حرص سے اس کا تعلق ہے، بلکہ اوقاف کے انتظام وانصرام میں رائے کے اختلاف کی بنا پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وقتی طور پر شکایت پیدا ہوگئی تھی، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، ایسا اختلافِ رائے نہ مذموم ہے، نہ فضل وکمال کے منافی ہے۔ جہاں تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کا تعلق ہے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں، اور جن کے حوالے سے نعوذ باللہ! ان پر اخلاقی پستی کا فتویٰ صادر کیا گیا ہے، تو سائل نے یہ الفاظ تو دیکھ لئے مگر یہ نہیں سوچا کہ یہ الفاظ کس نے کہے تھے؟ کس کو کہے تھے؟ اور ان دونوں کے درمیان خوردی و بزرگی کا کیا رشتہ تھا؟ اور عجیب تر یہ کہ قاضی ابوبکر بن العربیؒ کی جس کتاب کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں، اسی کتاب میں خود موصوف نے جو جواب دیا ہے، اسے بھی نظر انداز کردیا گیا، ابوبکر بن العربیؒ "العواصم" میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

> "قلنا اما قول العباس لعلی فقول الاب للابن، وذالک علی الرأس محمول وفی سبیل المغفرة مبذول، وبین الکبار والصغار فکیف الأباء والابناء مغفور موصول." (ص:۱۹۶)

> ترجمہ:...... "ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بارے میں حضرت عباسؓ کے الفاظ، بیٹے کے حق میں باپ کے الفاظ ہیں، جو سر آنکھوں پر رکھے جاتے ہیں، اور سبیل مغفرت میں صرف کئے جاتے ہیں، بڑے اگر چھوٹوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کریں تو انہیں

لائق مغفرت اور صلہ رحمی پر محمول کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ باپ کے الفاظ بیٹے کے حق میں۔“

اور ”العواصم“ ہی کے حاشیہ میں فتح الباری (ج:۶ ص:۱۲۵) کے حوالے سے لکھا ہے:

”قال الحافظ ولم ار فی شیء من الطرق انه صدر من علی فی حق العباس شیء بخلاف ما یفهم من قوله فی روایة عقیل ”استبا“ واستصواب المازری صنیع من حذف هذه الالفاظ من هذا الحدیث وقال لعل بعض الرواة وهم فیها وان کانت محفوظة فاجود ما تحمل علیه ان العباس قالها ادلالا علیٰ علی لانه کان عنده بمنزلة الولد فاراد ردعه عما یعتقد انه مخطئی فیه.“ (ص:۱۹۵)

ترجمہ:...... ”حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں میری نظر سے یہ نہیں گزرا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ کہا گیا ہو، بخلاف اس کے جو عقیل کی روایت میں ”استبا“ کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے، اور مازریؒ نے ان راویوں کے طرزِ عمل کو درست قرار دیا ہے جنھوں نے اس حدیث میں ان الفاظ کے ذکر کو حذف کر دیا ہے۔ مازریؒ کہتے ہیں: غالباً کسی راوی کو وہم ہوا ہے اور اس نے غلطی سے یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں، اور اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں تو ان کا عمدہ ترین محمل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ناز کی بنا پر کہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت ان کے نزدیک اولاد کی تھی، اس لئے پُرزور الفاظ میں ان کو ایسی چیز سے روکنا چاہا جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ غلطی پر ہیں۔“

حافظؒ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور منقح ہوگئے:

اول:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی نامناسب لفظ سرزد نہیں ہوا، اور عقیل کی روایت میں ''استبا'' کے لفظ سے جو اس کا وہم ہوتا ہے، وہ صحیح نہیں۔

دوم:...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جو الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں بھی راویوں کا اختلاف ہے، بعض ان کو نقل کرتے ہیں اور بعض نقل نہیں کرتے۔ حافظؒ، مازریؒ کے حوالے سے ان راویوں کی تصویب کرتے ہیں، جنہوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے، جن راویوں نے نقل کئے ہیں، ان کا تخطیہ کرتے ہیں اور اسے کسی راوی کا وہم قرار دیتے ہیں۔

سوم:...... بالفرض یہ الفاظ محفوظ بھی ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹے کی ہے، اور والدین، اولاد کے حق میں اگر ازراہِ عتاب ایسے الفاظ استعمال کریں تو ان کو بزرگانہ ناز پر محمول کیا جاتا ہے، نہ کوئی عقلمند ان الفاظ کو ان کی حقیقت پر محمول کیا کرتا ہے اور نہ والدین سے ایسے الفاظ کے صدور کو لائق ملامت تصور کیا جاتا ہے، اس لئے حضرت عباسؓ کے یہ الفاظ بزرگانہ ناز پر محمول ہیں۔

تمہیدی نکات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ کرچکا ہوں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ملاکر دیکھئے! کیا یہ واقعہ اس واقعہ سے بھی زیادہ سنگین ہے؟ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عتاب وغضب سے ان کے مقام ومرتبہ پر کوئی حرف نہیں آتا، تو اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے حق میں اپنے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے کچھ الفاظ استعمال کرلئے تو ان پر (نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ!) اخلاقی پستی کا فتویٰ صادر کرڈالنا، میں نہیں سمجھتا کہ دین وایمان یا عقل ودانش کا کون سا تقاضا ہے؟ بلاشبہ گالی گلوچ شرفاء کا وطیرہ نہیں، مگر یہاں نہ تو بازاری گالیاں دی گئی تھیں، اور نہ کسی غیر کے ساتھ سخت کلامی کی گئی تھی، کیا اپنی اولاد کو سخت الفاظ میں عتاب کرنا بھی وطیرۂ شرفاء سے خارج ہے؟ اور پھر حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا وارد ہے:

"اللّٰھم انی اتخذ عندک عھدا لن تخلفنیه فانما انا بشر فای المؤمنین اٰذیته شتمته لعنته جلدته فاجعلها له صلوٰة وزکوٰة وقربة تقربه بھا الیک یوم القیامة." (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۲۴)

ترجمہ:......"اے اللہ! میں آپ سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں، آپ میرے حق میں اس کو ضرور پورا کردیجئے، کیونکہ میں بھی انسان ہی ہوں، پس جس موٴمن کو میں نے ستایا ہو، اسے کوئی نامناسب لفظ کہا ہو، اس پر لعنت کی ہو، اس کو مارا ہو، آپ اس کو اس شخص کے حق میں رحمت و پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنادیجئے کہ اس کی بدولت اس کو قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائیں۔"

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سب و شتم کی نسبت فرمائی ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے حق میں میری زبان سے ایسا لفظ نکل گیا ہو جس کا وہ مستحق نہیں تو آپ اس کو اس کے لئے رحمت و قربت کا ذریعہ بنادیجئے۔ کیا اس کا ترجمہ "گالی گلوچ" کرکے نعوذ باللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اخلاقی پستی کی تہمت دھری جائے گی؟ اور اسے وطیرہٴ شرفاء کے خلاف کہا جائے گا؟ حق تعالیٰ شانہ سخن فہمی اور مرتبہ شناسی کی دولت سے کسی مسلمان کو محروم نہ فرمائے۔

۴:......لاٹھی کی حکومت:

حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: "انت واللہ بعد ثلٰث عبد العصا." (بخدا! تم تین دن بعد محکوم ہوگے) صحیح بخاری (ج:۲ ص:۶۳۹) کے حاشیہ میں "عبدالعصا" کے تحت لکھا ہے:

"کنایة عن صیرورته تابعا لغیره، کذا فی التوشیح. قال فی الفتح: والمعنی انه یموت بعد ثلٰث وتصیر انت مامورا علیک وھذا من قوة فراسة العباس."

ترجمہ:......"یہ اس سے کنایہ ہے کہ وہ دوسروں کے تابع ہوں گے۔توشیح میں اسی طرح ہے۔حافظؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ: مراد یہ ہے کہ تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوجائے گا، اور تم پر دوسروں کی امارت ہوگی، اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قوتِ فراست تھی۔"

خلاصہ یہ کہ "عبدالعصا" جس کا ترجمہ، ترجمہ نگار نے "لاٹھی کی حکومت" کیا ہے، مراد اس سے یہ ہے کہ تم محکوم ہوگے، اور تمہاری حیثیت عام رعایا کی سی ہوگی۔

یہاں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ کنائی الفاظ میں لفظی ترجمہ مراد نہیں ہوتا، اور اگر کہیں لفظی ترجمہ گھسیٹ دیا جائے تو مضمون بھونڈا بن جاتا ہے، اور قائل کی اصل مراد نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہے۔مثلاً: عربوں میں "فلان کثیر الرماد" کا لفظ سخاوت سے کنایہ ہے، اگر اس کا لفظی ترجمہ گھسیٹ دیا جائے کہ: "فلاں کے گھر راکھ کے ڈھیر ہیں" تو جو شخص اصل مراد سے واقف نہیں وہ راکھ کے ڈھیر تلے دب کر رہ جائے گا، اور اسے یہ فقرہ مدح کے بجائے مذمت کا آئینہ دار نظر آئے گا... یہی حال ... "عبدالعصا" کا بھی سمجھنا چاہئے۔ کرنے والے نے اس کا لفظی ترجمہ کرڈالا، اور عام قارئین چونکہ عرب کے محاورات اور لفظ کی اس کنائی مراد سے واقف نہیں اس لئے انہیں لاٹھیوں کی بارش کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

"لا ترفع عصاک عن اھلک."

ترجمہ:......"اپنے گھر والوں سے کبھی لاٹھی ہٹا کر نہ رکھو۔"

مجمع البحار میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اي لا تدع تأديبهم وجمعهم علىٰ طاعة الله تعالىٰ، يقال: "شق العصا"، اي فارق الجماعة، ولم يرد الضرب بالعصا ولٰكنه مثل ...... ليس المراد بالعصا المعروفة بل اراد الادب وذا حاصل بغير الضرب."

ترجمہ:......''یعنی ان کی تادیب اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر جمع کرنے کا کام کبھی نہ چھوڑو، محاورے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے ''لاٹھی چیر ڈالی'' یعنی جماعت سے الگ ہوگیا۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد لاٹھی سے مارنا نہیں، بلکہ یہ ایک ضرب المثل ہے .... یہاں عصا سے معروف لاٹھی مراد نہیں، بلکہ ادب سکھانا مراد ہے اور یہ مارنے پیٹنے کے بغیر بھی ہوسکتا ہے۔''

اسی طرح ''عبدالعصا'' میں بھی معروف معنوں میں لاٹھی مراد نہیں، نہ لاٹھی کی حکومت کا یہ مطلب ہے کہ وہ حکومت لاٹھیوں سے قائم ہوگی یا قائم رکھی جائے گی، بلکہ خود حکومت واقتدار ہی کو ''لاٹھی'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تم دوسروں کی حکومت کے ماتحت ہوگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز وخویش اور آپ کے پروردہ تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ ان کی حیثیت گویا ایک طرح سے شہزادے کی تھی (اگر یہ تعبیر سوءِ ادب نہ ہو)، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ عاطفت اٹھتا محسوس ہو رہا ہے، اس کے بعد تمہاری حیثیت، ملتِ اسلامیہ کے عام افراد کی سی ہوگی۔

۵:......حضرت عباسؓ کا مشورہ:

قاضی ابوبکرؒ کی کتاب ''العواصم من القواصم'' میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس طرح نقل کئے گئے ہیں:

''اذھب بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلنسألہ فیمن یکون ھذا الامر بعدہ، فان کان فینا علمنا ذالک، وان کان فی غیرنا علمنا فاوصیٰ بنا.'' (ص:۱۸۶)

ترجمہ:......''چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں، آپ سے دریافت کریں کہ آپ کے بعد یہ امرِ خلافت کس کے پاس ہوگا؟ پس اگر ہمارے پاس ہوا تو ہمیں معلوم ہوجائے گا،

اور اگر کسی دوسرے کے پاس ہوا تب بھی ہمیں معلوم ہوجائے گا، اس صورت میں آپ ہمارے حق میں وصیت فرمادیں گے۔“

اور یہ بعینہٖ صحیح بخاری ج:۲ ص:۶۳۹ کے الفاظ ہیں، آپ نے اول تو ان الفاظ کا ترجمہ ہی صحیح نہیں کیا، معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ جناب نے خود کیا ہے، یا کسی اور کا ترجمہ نقل کیا ہے۔

دوم:...... یہ کہ اہل علم آج تک صحیح بخاری پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں ان کو کبھی اشکال پیش نہیں آیا۔ خود قاضی ابوبکر بن العربیؒ اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

”رأی العباس عندی اصح واقرب الی الاٰخرة والتصریح بالتحقیق وھذا یبطل قول مدعی الاشارة باستخلاف علی فکیف ان یدعیٰ فیه نص.“ (ص:۱۸۶،۱۸۷)

ترجمہ:...... ”حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رائے میرے نزدیک زیادہ صحیح اور آخرت کے زیادہ قریب ہے۔ اور اس میں تحقیق کی تصریح ہے اور اس سے ان لوگوں کا قول باطل ہوجاتا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کا اشارہ فرمایا تھا، چہ جائیکہ اس باب میں نص کا دعویٰ کیا جائے۔“

انصاف فرمائیے کہ جس رائے کو ابوبکر بن العربیؒ زیادہ صحیح اور اقرب الی الآخرة فرما رہے ہیں، آپ انہی کی کتاب کے حوالے سے اسے ”خلافت کی فکر پڑنے“ سے تعبیر کرکے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں۔

اور آپ کا یہ خیال بھی آپ کا حسنِ ظن ہے کہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وفات کا صدمہ اگر غالب ہوتا تو یہ خیالات اور یہ کارروائیاں کہاں ہوتیں“...... خود آپ نے جو روایت نقل کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت مایوسی کی حد میں داخل ہوچکی ہے، اور

فہرست

آپؐ اپنے خدام کو داغِ مفارقت دینے والے ہیں، عین اس حالت میں اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ جو امور اختلاف و نزاع اور امت کے شقاق و افتراق کا موجب ہوسکتے ہیں، ان کا تصفیہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کرالینا مناسب ہے، تاکہ بعد میں شورش و فتنہ نہ ہو، تو آپ کا خیال ہے کہ وہ بڑا ہی سنگ دل ہے، اس کو ذرا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت ہے نہ اسے آپؐ کی بیماری کا صدمہ ہے، اور نہ وفات کا غم ہے...... آپ ہی فرمائیں کہ کیا یہ صحت مندانہ طرزِ فکر ہے؟

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان ... بنوہاشم ... کے بزرگ ترین فرد تھے، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ خاندان کے بزرگوں کو ایسے موقعوں پر آئندہ پیش آنے والے واقعات کا ہولناک منظر پریشان کیا کرتا ہے، اگر کسی الجھن کا اندیشہ ہو تو وہ وفات پانے والے شخص کی زندگی ہی میں اس کا حل نکالنے کی تدبیر کیا کرتے ہیں۔ یہ روزمرہ کے وہ واقعات ہیں جن سے کم و بیش ہر شخص واقف ہے، ایسے موقعوں پر اس قسم کے سرد و گرم چشیدہ بزرگوں کی راہنمائی کو ان کے حسن تدبر اور دوراندیشی پر محمول کیا جاتا ہے، اور کسی معاشرے میں ان کے اس بزرگانہ مشورے کو سنگدلی پر محمول نہیں کیا جاتا، اور نہ کسی ذہن میں یہ وسوسہ آتا ہے کہ ان بڑے بوڑھوں کو مرحوم سے کوئی تعلق نہیں، مرنے والا مر رہا ہے ان کو ایسی باتوں کی فکر پڑی ہے۔

ٹھیک یہی بزرگانہ حسن تدبر اور دور بینی و دوراندیشی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس رائے پر آمادہ کر رہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے جارہے ہیں تو آپؐ کے بعد آپؐ کی جانشینی کا مسئلہ خدانخواستہ کوئی پیچیدہ صورت اختیار نہ کرلے، اس لئے اس کا تصفیہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ ہوجائے تو بہتر ہے...... اور ان کا یہ اندیشہ محض ایک توہماتی مفروضہ نہیں تھا بلکہ بعد میں یہ واقعہ بن کر سامنے آیا، اور یہ تو حق تعالیٰ شانہ کی عنایتِ خاصہ تھی کہ یہ نزاع فوراً دب گیا، ورنہ خدانخواستہ یہ طول پکڑ جاتا تو سوچئے کہ اس امت کا کیا بنتا؟ اب اگر عین مایوسی کی حالت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی فہم و فراست سے یہ مشورہ دیا کہ یہ قصہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ

طیبہ ہی میں طے ہوجانا چاہئے، تو فرمایئے کہ انہوں نے کیا برا کیا؟

اوپر میں نے جس عنایتِ خداوندی کا ذکر کیا ہے، غالباً اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی: ”یأبی الله والمؤمنون الا ابابکر!“ میں اشارہ فرمایا تھا، چنانچہ:

”عن عائشة قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنیٰ متمن ویقول قائل انا اولیٰ، ویأبی الله والمؤمنون الا ابابکر!“

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۷۳)

ترجمہ:...... ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے، اور کوئی کہنے والا کہے کہ میں سب سے بڑھ کر خلافت کا مستحق ہوں، دوسرا نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابوبکر کے سوا کسی اور کا انکار کرتے ہیں۔“

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

”لقد هممت .... او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنه فاعهد ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یأبی الله ویدفع المؤمنون او یدفع الله ویأبی المؤمنون.“

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۸۴۶،۱۰۷۲)

ترجمہ:...... ”میرا ارادہ ہوا تھا کہ میں ابوبکر اور ان کے صاحبزادے کو بلابھیجوں اور تحریر لکھوادوں، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ

کہنے والے کہیں گے اور تمنا کرنے والے تمنا کریں گے، لیکن پھر میں نے کہا اللہ تعالیٰ (ابوبکرؓ کے سوا کسی دوسرے کا) انکار کریں گے، اور مسلمان مدافعت کریں گے۔ یا یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مدافعت فرمائیں گے اور اہل اسلام انکار کردیں گے۔“

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نزاع و اختلاف کا اندیشہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لاحق تھا، اور جس کا وہ تصفیہ کرالینا چاہتے تھے، اس اندیشے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک بھی خالی نہیں تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی چاہتے تھے کہ اس کا تحریری تصفیہ کرہی دیا جائے، لیکن پھر آپ نے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت وعنایت اور اہل اسلام کے فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اس معاملہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد فرمادیا کہ انشاء اللہ اس کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کا انتخاب ہوگا، اور اختلاف ونزاع کی کوئی ناگفتہ بہ صورت انشاء اللہ پیش نہیں آئے گی۔

الغرض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ بزرگانہ مشورہ نہایت صائب اور مخلصانہ تھا اور اس میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کی صفائی یا معذرت کی ضرورت لاحق ہو۔ رہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ اگر خلافت ہمارے سوا کسی اور صاحب کو ملے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو ہمارے بارے میں وصیت فرمادیں گے، یہ بھی محض اپنے مفادات کا تحفظ نہیں (جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے) بلکہ یہ ایک دقیق حکمت پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کی عزت وتوقیر درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت وعظمت اور عزت وتوقیر کا ایک شعبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام خدام اور متعلقین کے بارے میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں اور وصیتیں فرمائی ہیں، کہیں عام صحابہ کرامؓ کے بارے میں، کہیں حضرات خلفائے راشدینؓ کے بارے میں، کہیں حضرات انصارؓ کے بارے میں، کہیں حضرات امہات المؤمنینؓ کے بارے میں اور کہیں حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے بارے میں جیسا کہ حدیث کے طالب علم ان امور سے بخوبی واقف ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورۂ وصیت کا منشا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کو نہ ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عظمت و توقیر کے بارے میں خصوصی وصیت فرما جائیں تاکہ خلافت بلافصل سے ان کی محرومی کو ان کے نقص اور نااہلیت پر محمول نہ کیا جائے اور لوگ ان پر طعن و تشنیع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا و بے مروتی کے مرتکب نہ ہوں، پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فکر اپنے مفادات کی نہیں، بلکہ ان لوگوں کے دین و ایمان کی ہے جو اپنی خام عقلی سے ان کی خلافت سے محرومی کو ان پر لب کشائی کا بہانہ بنالیں۔

اور اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ وہ خلافت سے محرومی کی صورت میں اپنے خاندان کے مفاد کے تحفظ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کرانا چاہتے تھے، تب بھی سوچنا چاہئے کہ آخر وہ کس کا خاندان ہے؟ کیا خانوادۂ نبوت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کلمۂ خیر کہلانا جرم ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے ذاتی مفاد کا تحفظ نہیں کر رہے (حالانکہ عقلاً و شرعاً یہ بھی قابلِ اعتراض نہیں) وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خاندان کے بارے میں کلمہ خیر کہلانا چاہتے ہیں، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ایک مسلمان کی نظر میں اس لائق بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں کوئی کلمہ خیر امت کو ارشاد فرمائیں؟ اور جو شخص ایسا خیال بھی دل میں لائے تو اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیا جائے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون!

کیا اسی مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ... تکلیف کی شدت کے باوجود ... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیتیں نہیں فرمائیں؟ کیا حضرات انصارؓ کے بارے میں وصیت نہیں فرمائی؟ کیا غلاموں اور خادموں کے بارے میں وصیت نہیں فرمائی؟ کیا اہل ذمہ کے بارے میں وصیت نہیں فرمائی؟ ... اگر کسی نیک نفس کے دل میں خیال آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاندانِ نبوت کے بارے میں بھی کوئی وصیت فرمادیں تو اس کو خودغرضی پر محمول کرنا کیا صحیح طرزِ فکر ہے؟

غالباً اسی مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المؤمنینؓ سے

فرماتے تھے:

”ان امر کن مما یھمنی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون۔“

(ترمذی ج:۲ ص:۲۱۶، مناقب عبدالرحمٰن بن عوفؓ، مستدرک حاکم ج:۳ ص:۳۱۲، موارد الظمآن ص:۵۴۷ حدیث:۲۲۱۶، مشکوٰۃ ص:۵۶۷)

ترجمہ:...... ”بے شک میرے بعد تمہاری حالت مجھے فکرمند کر رہی ہے، اور تمہارے (اخراجات برداشت کرنے) پر صبر نہیں کریں گے مگر صابر اور صدیق لوگ۔“

الغرض زندگی سے مایوسی کی حالت میں مرنے والے کے متعلقین کے بارے میں فکرمندی ایک طبعی امر ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم... توکل علی اللہ اور تعلق مع اللہ کے سب سے بلندترین مقام پر فائز ہونے کے باوجود... اپنے بعد اپنے متعلقین کے بارے میں فکرمند ہوئے، اسی کا عکس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک پر پڑا اور ان کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خاندان کے بارے میں بھی کچھ ارشاد فرماجائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل قرابت کے بارے میں بھی بڑی تاکیدی وصیتیں فرمائی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ، خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت کی رعایت کا بہت ہی اہتمام تھا، جس کے بے شمار واقعات پیش نظر ہیں، یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک فقرہ نقل کرتا ہوں جسے ”العواصم“ صفحہ:۴۸ کے حاشیہ میں شیخ محبّ الدین الخطیبؒ نے صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”والذی نفسی بیدہ! لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی۔“ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۲۶، باب مناقب قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:...... ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

فہرست

جان ہے! البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک کرنا مجھے اپنے اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔“

بلاشبہ ایک مؤمن مخلص کا یہی ایمانی جذبہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت کی نمایاں علامت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”احبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی.“ (ترمذی ج:۲ ص:۲۲۰، حاکم ج:۳ ص:۱۵۰عن ابن عباسؓ،حسنہ الترمذی، وصححہ الحاکم ووافقہ الذھبی ورقم لہ السیوطی فی الجامع الصغیر بالصحۃج:۱ ص:۱۱)

ترجمہ:...... ”اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ اپنی نعمتوں کے ساتھ تمہیں پالتا ہے، اور مجھ سے محبت رکھو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔“

۶:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلبِ خلافت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ پر کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استصواب کرالیں کہ خلافت ہمارے پاس ہوگی یا کسی اور صاحب کے پاس؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

”انا واللہ لئن سألناھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ.
وانی واللہ لا اسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.“ (العواصم ص:۱۸۶، صحیح بخاری ج:۲ ص:۶۳۹)

ترجمہ:...... ”بخدا! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نہ دی تو لوگ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں دیں گے۔

اور بخدا! میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال نہ کروں گا۔“

جس شخص کے ذہن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے میل نہ ہو وہ تو اس فقرہ کا مطلب یہی سمجھے گا کہ ان کا مقصود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول نہ کرنا تھا، اور اس پر انہوں نے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس پر خاموش ہونا پڑا، یعنی جب خود آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جس طرح یہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ہمیں دے جائیں، اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ کسی اور صاحب کا نام تجویز فرمادیں، اب اگر یہ معاملہ ابہام میں رہے تو اس کی گنجائش ہے کہ مسلمان خلافت کے لئے ہمیں منتخب کرلیں، لیکن اگر سوال کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تو ہمارے انتخاب کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی، اب فرمائیے کہ یہ ابہام کی صورت آپ کے خیال میں ہمارے لئے بہتر ہے یا تعیین کی صورت؟

ظاہر ہے کہ اس تقریر پر دور دور بھی کہیں اس الزام کا شائبہ نظر نہیں آتا جو آپ نے یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر عائد کرنا چاہا ہے کہ:

> ”ان کا ارادہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کیوں نہ کردیں انہیں اپنی خلافت درکار رہے، اور یہ بھی کہ انہیں احتمال یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیں گے، اس لئے انہوں نے کہا میں سوال نہ کروں گا اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس خلافت کو حاصل کروں گا۔“

اس الزام کی تردید کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل ہی کافی ہے، اگر ان کا ارادہ یہی ہوتا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے علی الرغم ...نعوذ باللہ... اپنی خلافت قائم کرنی ہے تو وہ ضرور ایسا کرتے، لیکن واقعات شاہد ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں انہوں نے ایک دن بھی خلافت کا دعویٰ نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ خلافتِ نبوت کا مدار محض نسبی قرابت پر

فہرست

نہیں، بلکہ فضل و کمال اور سوابق اسلامیہ پر ہے، اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان امور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے فائق ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خلافت کا مستحق نہیں، صحیح بخاری میں ان کے صاحبزادہ حضرت محمد ابن الحنفیہؒ سے مروی ہے:

”قلت لابی: من ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: ابوبکر! قال قلت: ثم من؟ قال: عمر! وخشیت ان یقول عثمان، قلت: ثم انت؟ قال: ما انا الا رجل من المسلمین!“ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۱۸)

ترجمہ:...... ”میں نے اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل و بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا: ابوبکرؓ! میں نے عرض کیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمرؓ!...... مجھے اندیشہ ہوا کہ اب پوچھوں گا تو حضرت عثمانؓ کا نام لیں گے، اس لئے میں نے سوال بدل کر کہا کہ: ان کے بعد آپ کا مرتبہ ہے؟ فرمایا: میں تو مسلمانوں کی جماعت کا ایک فرد ہوں۔“

وہ اپنے دورِ خلافت میں برسرِ منبر یہ اعلان فرماتے تھے:

”خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر وبعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنھما، ولو شئت اخبرتکم بالثالث لفعلت.“ (مسند احمد ج:۱ ص:۱۰۶)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، اور ابوبکر کے بعد عمر، رضی اللہ عنہما، اور اگر میں چاہوں تو تیسرے مرتبہ کا آدمی بھی بتاسکتا ہوں۔“

اس سلسلہ کی تمام روایات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ”ازالۃ الخفاء“، جلد:۱ صفحہ:۶۶ میں جمع کردی ہیں، وہاں ملاحظہ کرلی جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری

فہرست

ایام میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو امامتِ صغریٰ تفویض فرمائی ہے، یہ درحقیقت امامتِ کبریٰ کے لئے ان کا استخلاف ہے۔

”اخرج ابوعمرو فی الاستیعاب عن الحسن البصری عن قیس بن عباد قال: قال لی علی بن ابی طالب: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوٰۃ فیقول: مروا ابابکر یصلی بالناس! فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام وقوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابابکر رضی اللہ عنہ۔“ (ازالۃ الخفاء ج:۱ ص:۶۸)

ترجمہ:...... ”حافظ ابوعمرو ابن عبدالبرؒ الاستیعاب میں حضرت حسن بصریؒ سے اور وہ قیس بن عبادؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن رات بیمار رہے، نماز کی اذان ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں نے دیکھا کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا شعار اور دین کا مدار ہے، پس ہم نے اپنی دنیا (کے نظم و نسق) کے لئے اس شخص کو پسند کرلیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا، اس لئے ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔“

اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ اسی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی خلافتِ نبوت کی صلاحیت و اہلیت بدرجۂ اتم موجود تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعدد ارشادات سے انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس خلافتِ نبوت میں بھی ان کا حصہ ہے، اور یہ کہ خلافت اپنے وقت موعود پر ان کو ضرور پہنچے گی، ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل وتشریح کا یہ موقع نہیں، یہاں صرف ایک حدیث نقل کرتا ہوں:

”عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: كنا جلوسا ننتظر رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج علينا من بعض بيوت نسائه، قال: فقمنا معه فانقطعت نعله فتخلف عليها على يخصفها فمضىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ومضينا معه، ثم قائم ينتظره وقمنا معه، فقال: ان منكم من يقاتل علىٰ تاويل هذا القراٰن كما قاتلت علىٰ تنزيله. فاستشرقنا وفينا ابوبكر وعمر رضى الله عنهما، فقال: لا! ولكنه خاصف النعل. قال؛ فجئنا نبشره قال وكأنه قد سمعه.“ (مسند احمد ج:۳ ص:۸۲، قال الهيثمی رواه احمد ورجاله رجال الصحيح غير فطر بن خليفه وهو ثقة. مجمع الزوائد ج:۹ ص:۱۳۳)

ترجمہ:......”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہراتؓ میں سے کسی کے گھر سے باہر تشریف لائے، پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کے لئے اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ٹوٹ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی مرمت کے لئے رک گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے، ہم لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتظار میں کھڑے ہوگئے اور ہم لوگ بھی ٹھہر گئے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شک تم میں سے ایک شخص قرآن کی تاویل پر قتال کرے گا، جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر قتال کیا ہے۔ پس ہم سب اس کے منتظر ہوئے کہ اس کا مصداق کون ہے؟ ہم میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے تم لوگ مراد نہیں ہو، بلکہ وہ جوتا گانٹھنے والا مراد ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خوشخبری دینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایسا محسوس ہوا گویا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہلے سے سن رکھا ہے۔''

اس تفصیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال نہیں کرتا، اور یہ کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا تو مسلمان ہمیں کبھی نہیں دیں گے، کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر یہ فرماتے (اور یہ فرمانا محض احتمال نہیں تھا بلکہ یقینی تھا) کہ میرے بعد علیؓ کو خلیفہ نہ بنایا جائے بلکہ ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا جائے تو اس کا متبادر مفہوم تو یہی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں، لیکن لوگوں کو یہ غلط فہمی ضرور ہوسکتی تھی کہ علیؓ میں خلافت کی صلاحیت و اہلیت ہی نہیں، یا یہ کہ خلافتِ نبوت میں ان کا سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں، اور آپ کے دورۂ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کو پیش کرکے لوگوں کو اس غلط فہمی میں ڈالا جاسکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ''میرے بعد علیؓ کو خلیفہ نہ بنانا'' یہ تھا غلط فہمی کا وہ اندیشہ جس کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روک دیا تو اندیشہ ہے کہ مسلمان اس کو ایک دائمی دستاویز بنالیں گے اور ہمیں خلافت کے لئے نااہل تصور کرلیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط فہمی، جس کا اندیشہ تھا، نہ صرف منشائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان

ارشادات کے ساتھ ایک بدترین ظلم بھی ہوتا، جو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم

(سائل کا دوسرا خط)

محترم المقام جناب علامہ محمد یوسف لدھیانوی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد!

جناب کا محبت نامہ ملا، یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریر میں بہت وقت صرف ہوتا ہے، پھر آپ جیسے مصروف آدمی کے لئے اور بھی مشکل ہے، لیکن جیسا کہ جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''رفع التباس'' کو الگ سے شائع کرانے کا ارادہ ہے، اس لئے کچھ وضاحت طلب باتیں تحریر کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہ باتیں ہماری اعلیٰ درجہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ مترجمین حضرات نے ترجمہ کرتے وقت بریکٹس کے اندر فاضل الفاظ کا اضافہ کرکے پیچیدگیاں پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا، لہٰذا عوام کو دو طرح سے نقصان میں مبتلا کیا، ایک تو لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس شک کا فائدہ امامیہ حضرات اٹھاتے ہیں کہ اہل سنت کے مذہب پر طعن کرتے ہیں، اور اپنے باطل عقائد کی اشاعت شروع کردیتے ہیں، ایک عامی سنی مسلمان جس کا مذہب سنی سنائی باتوں اور کچھ معاشرتی رسموں پر (جو اسے ورثے میں ملتی ہیں) مبنی ہوتا ہے، اگر امامیہ نہ بھی بنے تو ان سے متأثر ہوجاتا ہے اور خود اپنے اکابر سے بدگمان۔

اور تمام باتیں میں ان شاء اللہ ملاقات پر ہی عرض کروں گا، لیکن فی الحال چند وہ باتیں تحریر کرتا ہوں کہ اگر ان کی صفائی ہوجائے تو جناب کی یہ تحریر ایک مقدس تحقیق کا مرتبہ پائے گی (ان شاء اللہ)۔

جناب نے تحریر فرمایا ہے: ''بہرحال حضرت ابوبکرؓ کے متنبہ کردینے کے بعد انہوں نے اس حدیث میں نہ کوئی جرح اور قدح فرمائی نہ منازعت کی، بلکہ اپنے موقف

فہرست

سے دستبردار ہوگئے اور یہ ان مؤمنین قانتین کی شان ہے جن میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔“ اس تحریر کو دیکھنے کے بعد اگر یہ تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فیصلہ خلوص نیت سے تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دستبردار ہوگئے تو پھر شکوہ و شکایت کا کیا معنی؟ جناب نے اس بیان کے بعد ”باب فرض الخمس“ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اسے ”ثم جئتمانی“ سے آگے ٹکڑا نقل فرمایا ہے خود اس حدیث میں اس سے پہلے بیان ہے خود حضرت عمرؓ کا کہ ان کو اس فیصلہ پر شکایت تھی۔ حضرت عمرؓ مخاطب کرکے کہہ رہے ہیں: ”اور تم اس وقت سے اس مسئلہ میں شکوہ کرتے تھے“ لیکن حقیقت میں بات شکوہ و شکایت تک ہی محدود نہ تھی، اسی بخاری کی یحییٰ بن بکیر والی روایت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں بلکہ اپنی وفات تک ان سے بات نہیں کی۔ ”فتح الباری“ لابن حجرؒ الجزء التاسع میں تحریر ہے کہ ان کو بھیجا گیا تھا (بھیجنے والے حضرت علیؓ تھے) ”ان فاطمة ارسلت الی ابی بکر تسأله میراثها.“ غور فرمائیں۔ اس شخص سے ناراض، جس نے اپنا ذاتی مال سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کردیا تھا، کیا معنی رکھتی ہے؟ ابن حجرؒ نے جلد نمبر:۷ کے حاشیہ میں جو بحث کی ہے، وہاں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”یہ جدائی نتیجہ تھی غصہ کی وراثت کے نہ ملنے پر۔“ اس مضمون کو میں نے تیسیر الباری میں بھی دیکھا، علامہ وحید الزمان نے صفحہ: ۲۸۱، ۲۸۰ پر تحریر فرمایا ہے: ”فاطمہؓ کی ناراضگی بمقتضائے صاحبزادگی تھی، اس کا کوئی علاج نہ تھا۔“ یہ عبارت میں نہیں سمجھا کہ جناب کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے آگے انہوں نے طویل کلام کیا ہے جو کہ غیر متعلق اور بے معنی ہے، چونکہ ابوبکرؓ نے فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کیا، یہ فیصلہ ان کا اپنا نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا، پھر ابوبکرؓ سے ناراضگی کیا معنی؟ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی، اسی حدیث میں آگے دیکھیں: ”حضرت فاطمہؓ کی حیات میں حضرت علیؓ کو لوگوں میں وجاہت حاصل تھی، جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا، حضرت علیؓ نے لوگوں کا رخ پھرا ہوا پایا تو حضرت ابوبکرؓ سے صلح اور بیعت کی درخواست کی۔“ گویا یہ صلح اور بیعت بحالت مجبوری قبول فرمائی اور جو مقام حضرت علیؓ کو صحابہؓ کے

فہرست

درمیان حاصل تھا وہ جنابؓ کی ذاتی وجاہت ولیاقت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ صحابہؓ حضرت فاطمہؓ کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو اہمیت دیتے تھے۔ ان کی وفات پر حضرت علیؓ نے وہ مقام کھودیا، جب تک لوگوں نے نگاہیں نہ پھیریں وہ نہ تو صلح پر آمادہ ہوئے اور نہ بیعت پر، انا للہ وانا الیہ راجعون! پھر راضی بھی ہوئے تو شرائط لگاتے ہیں کہ تنہا آیئے، آخر عمرؓ کیا کوئی مقام نہیں رکھتے تھے؟ کیا عمرؓ کوئی کم حیثیت کے آدمی تھے؟ ابوبکرؓ کی افضلیت تسلیم، کیا عمرؓ کی خدمات، ان کا ایمان، ان کا اسلام کوئی اور مثال آپ پیش کرسکتے ہیں؟ جو کچھ اسلام کے لئے عمرؓ نے کیا، کیا آپ ایک دوسرا نام لے سکتے ہیں؟ خود اسی حدیث میں حضرت علیؓ اس بات کا اقرار فرمارہے ہیں کہ: ''قرابت کی وجہ سے وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے ہیں۔''

کیا اس مقصد کے حصول کے لئے جنگِ صفین برپا نہیں کی گئی؟ ''عراقی'' اور ''عجمی'' جو کہ شیعانِ علی کہلائے ''شامیوں'' اور عربوں سے کس لئے دست وگریباں کئے گئے؟ وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کو رومیوں سے جنگ درپیش تھی، کیا حضرت علیؓ کے یہ عجمی اور عراقی شیعان وہی لوگ نہیں تھے جو قتلِ عثمانؓ کے ہیرو ہونے پر ناز کرتے تھے، ان ہی لوگوں نے حضرت علیؓ کو خلافت دلوائی اور مجبور کیا کہ مسلمانوں کی صفوں کو درہم برہم کریں، مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا پہلا کامیاب کارنامہ یہی انجام دیا گیا، آخر چنگیز خان، نپولین اور اس قبیل کے اور لوگوں کے حالات بھی تو ہیں، حالانکہ یہ لوگ کافر تھے پھر بھی ایسے غافل اور بے بس نہ تھے کہ کسی اہم شخصیت کے قتل کے سلسلہ میں یہ نہ معلوم کرسکیں کہ قاتل کون ہے؟ خود جن سپاہیوں کے ساتھ میدانِ کارزار میں مصروف ہوں ان کے متعلق ہی نہ جانتے ہوں کہ کس قماش کے لوگ ہیں؟ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی صدیوں پرانی دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں، لائف آف نپولین کا مصنف ایک انگریز ہے، جس نے اعتراف کیا ہے کہ اسے اپنے ایک ایک سپاہی کا نام یاد رہتا تھا، اور صرف ایک نپولین ہی نہیں، بے شمار مشاہیر ایسے گزرے ہیں، اور آپ بھی بخوبی علم رکھتے ہیں کہ اپنی سلطنت کے گوشے گوشے کے حالات سے کیسے باخبر رہتے تھے، وقتی ذہول اور اجتہادی غلطی آخر کہاں کہاں اور کب تک ساتھ دے گی؟ جس شخص کے تدبر کا یہ عالم ہو کہ اپنے حقیقی بھائی تک کو اپنا موافق نہ بناسکے اور جب

حضرت عقیلؓ ان سے ناراض ہوکر معاویہؓ کے پاس گئے تو کیا ہوا؟ اور یہ سلسلہ کب صفین کے بعد ختم ہوگیا تھا؟ "بنوامیہ" اور "بنوعباس" کے ادوار میں "علوی" اور "عباسی" خروج ایک دو تو نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہوں، ایک خط میں یہ سب بیان غیر ممکن ہے۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے **ازالة الخفاء** میں حضرت علیؓ کے مناقب بے شمار بیان کئے ہیں (حالانکہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اسلام کو جو فروغ حاصل ہوا، طرزِ حکومت، معاشرت غرضیکہ ہر قسم کی تفصیل ہے جو انہوں نے لکھی) اس کے علاوہ اور لکھ بھی کیا سکتے تھے؟ پھر شاہ ولی اللہؒ کا ماخذ زیادہ تر "**ریاض النضرة للمحب الطبری**" ہی رہا، نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتیں مذکور ہیں، اور جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے ان صاحب نے اور تاریخ اسلام کے مؤلف نجیب خیرآبادی نے بھی حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ تینوں کی خلافت کے حالات تحریر کرنے کے بعد باب اس عنوان سے قائم کیا ہے: "حضرت علیؓ بحیثیت گورنر کوفہ"۔

میرا خیال تھا کہ عمرؓ کی تقریر پر علامہ عینیؒ کا خیال بھی دیکھوں، لیکن گناہ گار ابھی تک ایسا نہ کرسکا، ہاں فتح الباری کی ۷ویں جلد کے ۱۴، ۱۵ صفحہ پر یہ بحث ہے، وہاں تین احادیث کا حوالہ موجود ہے:

۱:......**عمر بن شبة من طریق ابی البختری علی سبیل المیراث** (نسائی)۔

۲:......بلکہ نسائی میں بھی **من طریق عکرمه علی سبیل الولایة** کا حوالہ ہے۔

۳:......اور بطور والی کے مطالبہ کے، سلسلہ ابوداوٴد کی حدیث کا بھی ذکر ہے،

بہرحال نسائیؒ جیسا کہ آپ کے بھی علم میں ہے حدیث کے معاملہ میں بخاریؒ سے بھی سخت تھے، ان تینوں احادیث کی روشنی میں ہی کوئی رائے درست ہوسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بات یہ واضح فرمادیں کہ کیا بات مانع تھی کہ حضرت علیؓ نے کسبِ معاش کی طرف کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف امت کو راغب فرماتے تھے، جب مطالبہ نکاح کا فرمایا تو کچھ نہ تھا کہ زرہ بیچ دی گئی، آگے فاطمہؓ کو ہی نہیں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی بیٹی سے نکاح فرمانے کا

ارادہ کرتے ہیں، نکاح تو خیر چار تک ہوسکتے ہیں لیکن ایسا شخص جو ایک بیوی کی کفالت اور خود اپنی کفالت نہ کرسکے کیا اسے بھی اجازت ہے کہ نکاح پر نکاح کرتا چلا جائے؟ کتب احادیث میں وقتی طور پر صرف دو کام کرتے نظر آتے ہیں، یہودی کے باغ میں پانی دینا یا پھر ایک مرتبہ گھاس کاٹنا..... والسلام، محمد ظہور الاسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مخدوم و مکرم، زیدت عنایاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

یہ ناکارہ قریباً دو مہینے کے بعد اپنے دفتر میں حاضر ہوسکا، پھر جمع شدہ کام کے ہجوم نے جناب کا گرامی نامہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی، آج ذرا سانس لینے کا موقع ملا تو آپ کا خط لے کر بیٹھ گیا ہوں، تفصیل سے لکھنے کا موقع اب بھی نہیں، تاہم مختصراً لکھتا ہوں۔

خط کے مندرجات پر غور کرنے سے پہلے بلاتکلف مگر خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ روافض کی چیرہ دستیوں کے ردعمل کے طور پر ہمارے بہت سے نوجوان، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نقائص و عیوب تلاش کرنے لگے ہیں، اور چونکہ علمی اشکالات تو ہر جگہ پیش آتے ہیں، اس لئے جس طرح روافض حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ نہ کچھ تلاش کرتے رہتے ہیں، اسی طرح ہمارا یہ نوجوان طبقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ڈھونڈتا رہتا ہے، اور چونکہ دل میں کدورت و نفرت کی گرہ بیٹھ گئی ہے، اس لئے انہیں ان اشکالات کے علمی جواب سے بھی شفا نہیں ہوتی... حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باتفاق اہلِ سنت خلیفہ راشد ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں، علاوہ ازیں خود حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے مدۃ العمر ان سے محبت و اکرام کا برتاؤ کیا ہے، گویا ہمارے جوشیلے نوجوان، رفض کے ردعمل کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو نقائص چن چن کر جمع کرتے ہیں، وہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لائق توجہ تھے، نہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی نظر میں، اور نہ اکابر اہل سنت کی نظر میں۔

اب ان اشکالات کے حل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان مزعومہ نقائص کا ایک ایک کر کے جواب دیا جائے، یہ طریقہ طویل بھی اور پھر شفا بخش بھی نہیں، کیونکہ فطری بات ہے کہ جس شخص سے نفرت و عداوت کی گرہ بیٹھ جائے اس کی طرف سے خواہ کتنی ہی صفائی پیش کی جائے، تکدر نہیں جاتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور اکابر اہل سنت رحمہم اللہ پر اعتماد کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا محبوب و مطاع سمجھا جائے، اور ان کے بارے میں جو اشکالات پیش آئیں انہیں اپنے فہم کا قصور سمجھا جائے، بلکہ ان اشکالات پر حتی الوسع توجہ ہی نہ کی جائے۔ اس ناکارہ کے نزدیک یہی آخر الذکر طریق پسندیدہ اور اسلم ہے، ان دونوں صورتوں کی مثال ایسی ہے کہ گھر کے صحن میں خس و خاشاک پڑے ہوں اور آدمی ان سے گھر کی صفائی کرنا چاہتا ہو تو ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک ایک تنکے کو اٹھا کر باہر پھینکے، ظاہر ہے اس میں وقت بھی زیادہ صرف ہوگا مگر پوری صفائی پھر بھی نہیں ہوگی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ جھاڑو لے کر تمام صحن کو صاف کر دے، اس میں وقت بھی زیادہ نہیں لگے گا اور صفائی بھی دیدہ زیب ہو جائے گی۔ پس میرے نزدیک مؤخر الذکر طریق ہی ایسی جھاڑو ہے جس سے شکوک و شبہات کے تمام خس و خاشاک سے سینۂ مؤمن کو پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ یہ روایات جن کی بنیاد پر اشکالات کئے جا رہے ہیں، ہمارے اکابر اہل سنت کی نظروں سے اوجھل نہیں تھیں، لیکن ان کے سینۂ بے کینہ میں حضرت علی یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی جانب سے کبھی میل نہیں آیا، اور نہ کسی نے ان بزرگوں پر زبانِ طعن کھولی، جی چاہتا ہے کہ ہم آپ بھی بس یہی طریق اپنائیں۔

اسی ضمن میں ایک اور ضروری گزارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے، وہ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو زمانہ ملا وہ احادیثِ طیبہ کی اصطلاح میں "فتنہ کا دور" کہلاتا ہے، اور "فتنہ" کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس میں صورتِ حال مشتبہ ہو جاتی ہے اور کسی ایک جانب فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی اشکال پیش آیا، کچھ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، کچھ ان کے مقابل، کچھ غیر جانبدار، اپنے فہم و اجتہاد کے مطابق جس فریق نے جس پہلو کو راجح اور اقرب الی الصواب سمجھا، اسے اختیار فرمایا، اور

فہرست

ہر فریق اپنے اجتہاد پر عنداللہ ماجور ٹھہرا۔ کیونکہ ان میں سے ہر شخص عنداللہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلّف تھا اور ہر ایک رضائے الٰہی میں کوشاں تھا۔ جب فتنہ کا یہ غبار بیٹھ گیا تو اکابر اہل سنت نے اس فتنہ کی تفصیلات میں غور و فکر اور کرید کرنے کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ ایک مختصر سا فیصلہ محفوظ کردیا کہ اس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ راشد تھے اور وہ حق پر تھے، باقی حضرات اپنے اپنے اجتہاد کی بنا پر معذور و ماجور ہیں ...... اب ہمارے نوجوان نئے سرے سے اس دور کی تفصیلات کو کھنگال کر ان اکابر کے بارے میں ’’بے لاگ فیصلے‘‘ فرمانے بیٹھے ہیں، خود ہی انصاف کیجئے کہ جن اکابر کے سر سے یہ سارے واقعات گزرے، جب وہی اس میں چکرا گئے تھے اور ان کو صورتِ حال کا تجزیہ کرکے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا تو آج چودہ صدیوں کے بعد میں اور آپ، کتابیں پڑھ پڑھ کر فیصلے کرنے بیٹھ جائیں تو کیا کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی توقع کی جاسکتی ہے...؟ کم از کم اس ناکارہ کی نظر میں تو یہ بالکل ناممکن ہے اور اس سے سوائے فکری انتشار اور دلوں کی کجی کے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ پھر یہ کارِ عبث بھی ہے، نہ تو قبر میں ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے ایامِ فتنہ کے واقعات میں کیوں غور و خوض نہیں کیا تھا؟ اور نہ حشر میں ہمیں یہ زحمت دی جائے گی کہ تم ان اکابر کے درمیان فیصلہ کرو اور ہر ایک کی فردِ جرم (نعوذ باللہ!) مرتب کرو۔ پس ایک ایسی عبث چیز جس میں بحث و تمحیص کا کوئی نتیجہ متوقع نہ ہو بلکہ اس سے دامنِ ایمان کے تار تار ہونے کا خطرہ لاحق ہو، اس میں وقتِ عزیز کو کھونا اور اپنی توانائیاں صرف کرنا کہاں تک صحیح ہوگا؟ اس لئے میرا ذوق یہ ہے اور اسی کا آپ کو بلاتکلف مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ ان چیزوں میں اپنا وقت ضائع نہ کیا جائے، بلکہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا احترام ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے دورِ خلافت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سرتاج سمجھا جائے اور اس سلسلہ میں اگر کوئی اشکال سامنے آئے تو اسے اپنے فہم کا قصور تصور کیا جائے۔ ان اکابرؓ کے حق میں لب کشائی نہ کی جائے... ہاں! اگر کوئی شخص روافض و خوارج کی طرح، اہل سنت کی تحقیق ہی کو صحیح نہیں سمجھتا اور بزعم خود گزشتہ تمام اکابر سے بڑھ کر اپنے آپ کو محقق سمجھتا ہے، اس کے لئے یہ تقریر کافی نہیں، مگر خدا نہ کرے کہ ہم

آپ یہ راستہ اختیار کریں، اس بے تکلف گزارش کے بعد اب میں جناب کے خط کے مندرجات پر بہت اختصار کے ساتھ کچھ لکھتا ہوں۔

۱:......طلبِ میراث کے سلسلہ میں میں نے دو جواب دیئے تھے۔ ایک یہ کہ یہ حضرات، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے مطمئن ہوگئے تھے، جس کا قرینہ یہ ہے کہ وہ خود بھی حدیث: ”**لا نورث، ما ترکناہ صدقة**“ کو روایت فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک یہی توجیہ راجح ہے اور روایات کے جن الفاظ سے اس کے خلاف کا وہم ہوتا ہے، وہ لائق تأویل ہیں۔ دوسرا جواب میں نے حاشیہ بخاری کے حوالے سے دیا تھا کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ حضرات، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق نہیں ہوئے، تب بھی ان کے موقف میں کوئی علمی اشکال نہیں، بلکہ یہ حدیث کی توجیہ و تأویل کا اختلاف ہے، اور یہ محل طعن نہیں۔ قرآن و حدیث کے فہم میں مجتہدین کا اختلافِ رائے کبھی محل طعن نہیں سمجھا گیا، پس حدیث کی مراد میں اگر ان حضرات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور اس ضمن میں شکوہ و شکایت کی نوبت بھی آئی ہو تو یہ ان حضرات کا آپس کا معاملہ تھا، مجھے اور آپ کو ان میں سے کسی ایک فریق سے شکوہ و شکایت کرنے کا کیا حق ہے جبکہ وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔

۳:......علمائے اہل سنت کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ناراض ہونے کی روایت راوی کی تعبیر ہے۔ حافظؒ نے عمر بن شبہ کی روایت نقل کی ہے: ”**فلم تکلمه فی ذالک المال.**“ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس مال کے بارے میں پھر گفتگو نہیں کی۔ اس عدمِ تکلم کو ناراضی سمجھ لیا گیا اور پھر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بہ سند صحیح نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور ان کو راضی کرلیا۔ پس یہ دونوں حضرات تو باہم راضی ہوگئے اور حق تعالیٰ شانہ بھی دونوں سے راضی ہوگئے۔ رضی اللہ عنہما۔ اب اگر روافض اس رضامندی کو تسلیم نہ کرکے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی نہ ہوں یا ہم آپ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوں تو اس سے نقصان

کس کا ہوگا؟ ہمارا یا ان بزرگوں کا؟ اور اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ وہ مرتے دم تک ناراض رہیں تو ان کی یہ ناراضی بھی للہ فی اللہ تھی، ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تاویل سے اختلاف تھا، گو ان کی رائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مرجوح ہو، مگر یہ ان کا اجتہاد تھا۔ اور انہوں نے جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لئے کیا۔ ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی جو موقف اختیار کیا محض رضائے الٰہی کے لئے، اور میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ اختلافِ رائے مخلصین کے درمیان بھی ہوسکتا ہے، اور ہوتا رہا ہے۔

۳:...... ''ان فاطمة ارسلت ..... الخ'' میں ''ارسلت'' کا لفظ بصیغہ معروف پڑھا جائے، یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔

۴:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذاتی وجاہت بھی حاصل تھی، مگر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے مغلوب تھی، جس طرح چاند کے سامنے ستارے مغلوب ہوتے ہیں، لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں ان کو دوہری وجاہت حاصل تھی، ان کے وصال کے بعد یہ دوسری وجاہت نہیں رہی۔ اور قدرتی طور پر حضرات شیخینؓ کی موجودگی میں ان کی طرف لوگوں کا رجوع کم تھا، اس سے یہ سمجھ لینا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں تھی، غیر منطقی بات ہے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ خود چل کر ان کے درِ دولت پر تشریف لے جاتے ہیں تو ان کی عظمت و وجاہت کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کے بعد بھی مجھے اور آپ کو حق پہنچتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے وقعتی کریں؟

۵:...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعتِ خلافت ثقیفہ بنی ساعدہ میں اچانک ہوئی تھی اور اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اکابر بنو ہاشم کو شریکِ مشورہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، جس کا انہیں طبعی رنج تھا، ان اکابر کو اس پر اعتراض نہیں تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ بنایا گیا؟ البتہ انہیں دوستانہ شکوہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

فہرست

خاندان کو اتنا غیر اہم کیوں سمجھ لیا گیا کہ ان سے مشورہ بھی نہ لیا جائے۔ پس ایک تو صدمہ سانحۂ نبویؐ کی وجہ سے، دوسرے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض کی وجہ سے اور تیسرے اس رنج کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر گوشہ گیر رہتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں بھی لوگ اس کھنچاؤ کو محسوس کرتے تھے، مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صدمہ، ان کے مرض اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشغولی کے پیشِ نظر لوگوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سانحۂ وصال کے بعد اس صورتِ حال میں تبدیلی ناگزیر تھی۔ دوسرے حضرات کی بھی خواہش تھی کہ اس کھنچاؤ کی سی کیفیت کو ختم کردیا جائے، اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی یہی چاہتے تھے، مگر شاید وہ منتظر تھے کہ روٹھے ہوؤں کو منانے میں پہل دوسری طرف سے ہو، بالآخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فیصلہ کرلیا کہ اس جمود کی سی کیفیت کو ختم کرنے میں وہ خود پہل کریں گے۔ اس کے لئے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے، کم از کم اس ناکارہ کو تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جسے لائقِ اعتراض قرار دیا جائے۔ انسانی نفسیات کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ ایسے طبعی امور میں رنج و شکوہ ایک فطری بات ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس صورتِ حال کو ختم کرنے میں پہل کرنا اس ناکارہ کے نزدیک تو ان کی بہت بڑی منقبت ہے، اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو ''مجبوری'' کا طعنہ نہیں دیا، جو آپ دے رہے ہیں، بلکہ جیسا کہ اسی روایت میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، گویا ان کے طبعی شکوہ و رنج کو قبول فرمایا، اس کے بعد کیا میرے، آپ کے لئے رَوا ہوگا کہ اس واقعہ کو بھی نعوذ باللہ! ان اکابر کے جرائم و عیوب کی فہرست میں شامل کرکے ان پر لب کشائی کریں؟ نہیں! بلکہ ہمارا فرض تو یہ بتایا گیا ہے کہ ہم یہ کہیں: ''ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلًّا للذین اٰمنوا، ربنا انک رءوف رحیم''۔

۶:...... جہاں تک آپ کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر

فہرست

رضی اللہ عنہ کو کیوں ساتھ آنے سے منع کیا؟ اس کے بارے میں گزارش ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، مجھ، آپ سے زیادہ جانتے تھے، کتبِ حدیث میں حضرت عمرؓ کے جو فضائل ومناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے مروی ہیں، اس سلسلہ میں ان کا مطالعہ کافی ہے۔

اس موقع پر چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے رنج وشکوہ کا اظہار کرنا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تحمل و بردباری سے واقف تھے، اس لئے ان کو یقین تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ان کے شکوہ شکایت کو سن کر تحمل ومتانت سے جواب دے دیں گے، اور اشک شوئی فرمائیں گے، کوئی اور ساتھ ہوا تو ایسا نہ ہو کہ شکووں کے جواب میں وہ بھی شکوہ وشکایت کا دفتر کھول بیٹھے، اور نوبت تو تو میں میں تک آ پہنچے۔ اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ تنہا تشریف لایئے تاکہ جن دو شخصوں کا معاملہ ہے وہ اندرون خانہ بیٹھ کر تنہا ہی نمٹا لیں، کسی تیسرے کو مداخلت کی ضرورت نہ پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنے سے انہوں نے منع نہیں کیا، بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تنہا تشریف لانے کی درخواست کی، اور ان دونوں تعبیروں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور اگر بالفرض وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لانے سے منع کردیتے تب بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں تھی، نہ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت اور اہمیت کا انکار لازم آتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت واہمیت مسلّم، لیکن جب ان سے کوئی گلہ شکوہ ہی نہیں، نہ کوئی جھگڑا، تو اگر ان کی مداخلت کو بھی قرین مصلحت نہ سمجھا گیا ہو تو مجھے، آپ کو کیوں شکایت ہو؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی تو ضرب المثل ہے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوتے تو ممکن تھا کہ ان کے کسی شکوہ کو نادرست سمجھتے ہوئے سختی سے اس کی تردید فرماتے، اور گفتگو بجائے مصالحت کے مناظرہ کا پہلو اختیار کرجاتی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلیغ اصرار کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ جانا قرین مصلحت نہیں سمجھا، اور اسی کی نظیر ثقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ ہے کہ وہاں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تقریر فرمانا بہتر سمجھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تقریر کی اجازت نہیں دی۔ بعض دفعہ ایک بات بالکل حق

ہوتی ہے لیکن انداز بیان میں سختی آجانے سے اس کی افادیت کم ہوجاتی ہے، مصالحت کے مواقع میں اگر آدمی پورا تو لنے بیٹھ جائے تو کبھی صلح نہیں ہو پاتی، بلکہ بعض اوقات معمولی بات سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ بہرحال اس مصالحتی موقع پر کسی تیسرے کا آنا نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرین مصلحت سمجھا، اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے۔ اس سے اگر ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے بیٹھ جائیں تو یہ ہماری خوش فہمی ہوگی کہ ان اکابر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نفرت تھی، یا ان کی نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

۷:...... آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''قرابت کی وجہ سے وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے ہیں۔'' یہ فقرہ شاید جناب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس تقریر سے اخذ کیا ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کی تھی، اس کا پورا متن حسبِ ذیل ہے:

''فتشهد علی بن ابی طالب ثم قال: انا قد عرفنا یا ابابکر فضیلتک وما اعطاک الله ولم ننفس علیک خیرا ساقه الله الیک ولٰکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یزل یکلم ابابکر حتی فاضت عینا ابی بکر.'' (صحیح مسلم ج:۲ ص:۹۱)

ترجمہ:...... ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا کہ: اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت کے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، اس کے معترف ہیں۔ اور اس خیر پر ہمیں کوئی رشک وحسد نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حوالے کردی ہے، لیکن ہمیں شکوہ ہے کہ آپ نے معاملہ ہم سے بالا بالا طے کرلیا جبکہ ہمارا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی بنا پر ہم بھی اس معاملہ میں کچھ حق رکھتے تھے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو بہ نکلے۔"

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اس خطبہ میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا یہ مفہوم ہو کہ وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے، بلکہ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خیال تھا کہ یہ معاملہ ہمارے بغیر طے نہیں ہوگا، قرابتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس سلسلہ میں ہم سے مشورہ ضرور لیا جائے گا، لیکن آپ حضرات نے معاملہ بالا بالا ہی طے فرمالیا اور ہمیں حق رائے دہی کا موقع ہی نہیں دیا، چنانچہ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وكان سبب العتب انه مع وجاهته وفضيلته في نفسهٖ في كل شيء وقربه من النبي صلى الله عليه وسلم وغير ذالك رأى انه لا يستبدا بامر الا بمشورته وحضوره وكان عذر ابي بكر وعمر وسائر الصحابة واضحا لانهم راؤا المبادرة بالبيعة من اعظم مصالح المسلمين وخافوا من تأخيرها حصول خلاف ونزاع تترتب عليه مفاسد عظيمة ..... الخ." (شرح مسلم ج:۲ ص:۹۱)

ترجمہ:...... "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رنج وشکوہ کا سبب یہ تھا کہ اپنی ذاتی وجاہت اور ہر معاملہ میں اپنی فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت اور دیگر امور کی بنا پر یہ سمجھتے تھے کہ امرِ خلافت ان کے مشورہ وحاضری کے بغیر طے نہیں ہوگا۔ ادھر حضرت ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عذر واضح ہے کہ انہوں نے بیعت کے معاملہ میں جلدی کو مسلمانوں کی سب سے بڑی مصلحت سمجھا، اور اس کی تأخیر میں خلاف ونزاع کے اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ کیا، جس پر مفاسدِ عظیمہ مرتب ہوسکتے تھے۔"

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تقریر میں جس حق کو ذکر فرما رہے ہیں، اس

سے یہ مراد نہیں کہ وہ اپنے تئیں خلافت کا ابوبکرؓ سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے، بلکہ اس حق سے مراد حق رائے دہی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ اپنی حیثیت و مرتبہ کے پیش نظر وہ امرِ خلافت میں رائے دہی کے سب سے زیادہ مستحق تھے اور ان کا یہ شکوہ اپنی جگہ درست اور بجا تھا کہ ان سے کیوں مشورہ نہیں لیا گیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس شکوہ کی تردید نہیں فرمائی، بلکہ اپنا عذر پیش کیا۔ بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فقرہ سے استحقاقِ خلافت کا دعویٰ یا تو روافض نے سمجھا اور اس کی بنیاد پر حضراتِ شیخین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نشانۂ طعن بنایا، یا پھر آنجناب نے اسی نظریہ کو لے کر الٹا استعمال کیا، اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیوب میں شامل کرلیا، اہل سنت اس فقرے کا وہی مطلب سمجھتے ہیں جو اوپر امام نوویؒ کی عبارت میں گزر چکا ہے۔

۸:...... جناب کا فقرہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ:

> ''کیا اس مقصد کے حصول کے لئے ''جنگِ صفین'' برپا نہیں کی گئی؟ عراقی اور عجمی جو کہ شیعانِ علی کہلائے، شامیوں اور عربوں سے کس لئے دست و گریباں کئے گئے؟ وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کو رومیوں سے جنگ درپیش تھی......''

اہل حق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے دورِ خلافت میں خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد سمجھا ہے، اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات کی بنا پر اہل سنت کے عقائد میں داخل ہے، اس لئے ہمیشہ حضراتِ اہل سنت نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عذر کو واضح کیا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بالمقابل صف آراء ہوئے، لیکن جناب کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ جائر تھے، جنھوں نے ہوسِ اقتدار کی خاطر ہزاروں مسلمانوں کو کٹوا دیا۔ گویا جناب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بھی انکار ہے، جس کی آگے چل کر جناب نے یہ کہہ کر قریب قریب تصریح کردی ہے کہ:

> ''جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے ان صاحب نے اور تاریخ اسلام کے مؤلف نجیب خیرآبادی نے بھی حضرت علی رضی اللہ

عنہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ تینوں کی خلافت کے حالات تحریر کرنے کے بعد باب اس عنوان سے قائم کیا ہے: حضرت علیؓ بحیثیت گورنر کوفہ۔“

اگر جناب اہل سنت کے عقیدہ کے علی الرغم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ راشد ہی تسلیم نہیں کرتے تو مجھے جنگِ صفین وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے، بلکہ خود اسی مسئلہ پر گفتگو ہونی چاہئے کہ اہلِ سنت کا عقیدہ و نظریہ صحیح ہے یا نعوذ باللہ! غلط؟ لیکن اگر آپ اہل سنت کے عقائد و نظریات کو برحق سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ راشد جانتے ہیں تو آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ خلیفہ راشد کو بغاوت رونما ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے تھا...؟

جہاں تک عراقیوں اور عجمیوں کو شامیوں اور عربوں سے دست و گریباں کرانے کا تعلق ہے، یہ عراقی و شامی اور عربی و شامی کی تفریق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذہن میں نہیں تھی، ان کے سامنے صرف مطیع و غیر مطیع کا سوال تھا، خواہ کوئی ہو، انہیں نہ شامیوں کے شامی اور عربوں کے عرب ہونے کی وجہ سے ان سے کوئی پرخاش تھی، اور نہ عراقیوں اور عجمیوں سے محض ان کے عراقی یا عجمی ہونے کی بنا پر کوئی اُنس تھا۔ یہ تفریق ہی ”عصبیتِ جاہلیت“ ہے، جو میرے، آپ کے ذہن میں تو آسکتی ہے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دامنِ ذہن ان داغ دھبوں سے آلودہ نہیں تھا، وہ واقعتاً خلیفہ راشد تھے، ان کی حمایت میں صحابہؓ بھی تھے اور تابعینؒ بھی، عرب بھی تھے اور عجمی بھی، ”شیعانِ علی“ کی اصطلاح ان کے زمانہ کی نہیں تھی، بلکہ بعد کی پیداوار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ جاکر وہاں کی گورنری کا منصب نہیں سنبھالا تھا، بلکہ مدینہ طیبہ سے خلیفہ بن کر گئے تھے، اور مہاجرین و انصار نے ان سے بیعتِ خلافت کی تھی، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن چھ اکابر کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا، ان میں صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہی کا نام باقی رہ گیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ خود بخود مستحقِ خلافت رہ گئے تھے، اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے نامزد کردہ خلیفہ تھے۔

۹:......آپ نے یہ شبہ بھی کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ اور آپ نے ان کو مغفل ثابت کرنے کے لئے خاصا زورِ قلم صرف کیا ہے، یہ شبہ آج کل بہت سے عنوانات سے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ مجھے صفائی سے یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایک عرصہ تک میں خود بھی اس وسوسہ کا مریض رہا ہوں، مگر بحمداللہ! یہ وسوسہ محض وسوسے کی حد تک رہا۔ میں نے کبھی اس وسوسہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر نکتہ چینی کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ اس کی وجہ سے حضرت موصوفؓ سے محبت وعقیدت میں رتی برابر کوئی فرق آیا، بلکہ جب بھی یہ وسوسہ آیا فوراً یہ خیال آتا رہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنھوں نے تئیس برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، جنہیں لسانِ نبوت نے: ”یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ.“ (صحیح بخاری ومسلم وترمذی، مشکوٰۃ ص:۵۶۶) کا اعلیٰ ترین تمغہ مرحمت فرمایا، جنہیں پیچیدہ ترین مسائل میں صحیح فیصلہ کرنے کی سند: ”اقضاھم علی“ (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۵۶۶) کہہ کر عطا فرمائی اور... ”اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار“ (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۵۶۷) کی دعا دے کر حق کو ان کے ساتھ اور ان کو حق کے ساتھ دائر وسائر کردیا، وہ علم ودانش، دیانت وامانت، طہارت وتقویٰ اور مقاصدِ شریعت کے فہم و بصیرت میں مجھ نالائق وبدکار سے تو بہرحال فائق ہی تھے۔

(واقعہ یہ ہے کہ یہ ناکارہ اب تو اس خیال کو بھی گستاخی اور سوءِ ادب سمجھتا ہے اور اس پر سو بار استغفار کرتا ہے، کہاں حضرت علیؓ اور کہاں مجھ ایسے ٹٹ پونجیے: ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔“)

پس انہوں نے وفورِ علم وتقویٰ، کمالِ خشیت وانابت اور خدا اور رسول سے محبت و محبوبیت کے باوصف جو کچھ کیا وہ عین تقاضائے شریعت وتقویٰ ہوگا۔ اور اگر ان کا موقف مجھ نالائق کو سمجھ میں نہ آئے تو ان پر اعتراض کا موجب نہیں بلکہ اپنی بدفہمی لائقِ ماتم ہے۔ الغرض اس وسوسہ کو ہمیشہ اپنی نالائقی وکم فہمی پر محمول کیا، تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دستگیری فرمائی اور اس وسوسے سے نجات دلائی، فلہ الحمد ولہ الشکر!

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ جن لوگوں نے خلیفہ مظلوم حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ و

ارضاہ کے خلاف یورش کی اور آپؓ کے مکان کا محاصرہ کیا، فقہ اسلامی کی رو سے ان کی حیثیت باغی کی تھی، پھر ان کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ لوگ جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اپنی دنیا و عاقبت برباد کی، اور دوسرے وہ لوگ جن کا عمل صرف محاصرے تک محدود رہا۔ اول الذکر فریق میں چھ نام ذکر کئے جاتے ہیں: ۱:محمد بن ابی بکرؓ۔ ۲:عمرو بن حمقؓ۔ ۳: کنانہ بن بشیر۔ ۴:غافقی۔ ۵:سوران بن حمران۔ ۶:کلثوم بن تجیب۔ مگر قاتلینِ عثمانؓ میں اول الذکر دونوں صاحبوں کا نام لینا قطعاً غلط ہے، کیونکہ محمد بن ابی بکرؓ کے بارے میں تو تصریح موجود ہے کہ جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا اور حضرتؓ نے یہ فرمایا کہ: ''بھتیجے! اگر تمہارے والد زندہ ہوتے اور وہ اس حرکت کو دیکھتے تو پسند نہ کرتے۔'' تو یہ شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، اس کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قتل میں شریک نہیں ہوئے، بلکہ دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کی، اور حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اس گناہ میں شریک نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن ابی بکرؓ اور عمرو بن حمقؓ کو قاتلینِ عثمانؓ کی فہرست میں ذکر کرنا صحیح نہیں۔ رہے باقی چار اشخاص! ان میں سے مؤخر الذکر دونوں شخص موقع ہی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے، اب صرف دو شخص رہ گئے! کنانہ بن بشیر اور غافقی، یہ دونوں موقع سے فرار ہوگئے، بعد میں یہ بھی مارے گئے۔ اس طرح قاتلینِ عثمانؓ میں سے کوئی شخص ہلاکت سے نہیں بچا۔ رہا وہ فریق جس کا عمل محاصرے تک محدود رہا، اور انہوں نے خونِ عثمانؓ سے ہاتھ رنگین نہیں کئے، ان کی حیثیت باغی کی تھی، خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آخری لمحہ تک ان کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے نئے خلیفہ کی اطاعت کرلی، انقیاد و اطاعت کے بعد محض بغاوت کے جرم میں کسی کو قتل کرنے کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ بحرالرائق (ج:۵ ص:۱۵۳) میں ہے:

"وفی المحیط قال الباغی تبت والقی السلاح کف عنه لان توبة الباغی بمنزلة الاسلام من الحربی فی

فہرست

افادة العصمة والحرمة.“

ترجمہ:……”اور محیط میں ہے جب باغی کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں اور ہتھیار ڈال دے تو اس سے ہاتھ روک لیا جائے گا، کیونکہ جس طرح حربی کافر اسلام لانے کے بعد معصوم الدم ہوجاتا ہے، اسی طرح باغی کے توبہ کرنے کے بعد اس کی جان و مال محفوظ ہوجاتے ہیں۔“

پس اطاعت و انقیاد کے بعد اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان باغیوں سے تعرض نہیں کیا تو یہ قواعدِ شرعیہ کے عین مطابق تھا۔

(یاد رہے کہ یہاں صرف حضرت علیؓ کے موقف کی وضاحت کر رہا ہوں، جو اکابر صحابہؓ قصاص کا مطالبہ فرماتے تھے، وہ بھی اپنے علم و اجتہاد اور فہم و بصیرت کے مطابق اپنے موقف کو برحق سمجھتے تھے، اور وہ عنداللہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کے مکلّف تھے، ان کے موقف کی وضاحت کا یہ موقع نہیں۔)

اور ان پر ہماری نکتہ چینی دراصل باغیوں کے احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے، اور جناب کا یہ فقرہ کہ: ”وقتی ذہول اور اجتہادی غلطی آخر کہاں کہاں اور کب تک ساتھ دے گی؟“ اس موقع پر قطعاً بے محل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں نہ کوئی ذہول ہوا اور نہ انہوں نے یہاں کوئی اجتہادی غلطی کی، بلکہ پوری بیدار مغزی کے ساتھ اس پیچیدہ ترین مسئلہ میں ٹھیک منشائے شریعت کی تعمیل کی۔

۱۰:…… جناب نے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جاملنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عدمِ تدبر کی دلیل قرار دیا ہے، اور اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ جو شخص اپنے سگے بھائی کو اپنے موقف کا قائل نہ کرسکے اس کی بے تدبیری کا کیا ٹھکانا ہے…! جناب نے یہ لطیفہ سنا ہوگا کہ ایک صاحب (مجھے نام میں تردد ہے، کتاب اس وقت سامنے نہیں) کھانا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر کھاتے تھے اور نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھتے تھے، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ”کھانا ان کا لذیذ ہوتا ہے، اور نماز ان کی۔“ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کے معاملہ میں بہت

ہی محتاط تھے، ان کے ہاں داد و دہش کی کوئی مد نہیں تھی، جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں خاصے فراخ دل تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے نقشِ قدم پر تھے، اور ان کے بلند ترین معیار پر پورا اترنا کسی اور کے بس کی بات نہ تھی، اس لئے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا اپنے ماں جائے کو چھوڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں شمار کئے جانے کی چیز ہے کہ ان کے اعلیٰ ترین معیارِ تقویٰ کا ساتھ دینے سے ان کے سگے بھائی بھی قاصر تھے۔ لیکن کیا کیجئے! جس شخصیت سے الفت و محبت کا رشتہ نہ رہے اس کے محاسن بھی عیوب نظر آیا کرتے ہیں، عربی شاعر نے صحیح کہا ہے:

وعين الرضا عن كل عيب كليلة
ولكن عين السخط تبدى المساويا

۱۱:...... اموی اور عباسی دور میں وقتاً فوقتاً جو علوی و عباسی خروج ہوتے رہے، جناب نے ان کو بھی ''عیوبِ علی'' کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ ان ''خروجوں'' کا منشا کیا تھا؟ ان میں سے کون سے حق بجانب تھے اور کون سے ناحق؟ اور یہ کہ اس وقت کے اکابر امت نے ان خروجوں کے بارے میں کیا اظہارِ خیال فرمایا؟ میں آپ سے یہ دریافت کرنے کی گستاخی کروں گا کہ آپ نے ان خروجوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مرتب کردہ ''فردِ جرم'' میں کیسے شامل فرمالیا؟ کیا بعد کے لوگوں کے قول و فعل کی، اگر وہ ناحق ہوں، ذمہ داری بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی پر عائد ہوتی ہے؟ اگر کسی شخصیت کی طرف سے ہمارے دل میں خدانخواستہ میل ہے تو کیا ناکردہ گناہوں کو بھی اس کے کھاتے میں ڈال دینا چاہئے...؟

۱۲:...... آنجناب لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بے شمار بیان کئے ہیں۔ حالانکہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اسلام کو جو فروغ حاصل ہوا،

طرزِ حکومت، معاشرت غرضیکہ ہر چیز کی تفصیل ہے، جو انہوں نے لکھی ہے.... کہ اس کے علاوہ اور لکھ بھی کیا سکتے تھے؟ پھر شاہ ولی اللہؒ کا مأخذ زیادہ تر ”ریاض النضرۃ للمحب الطبری“ رہا، جہاں نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتیں مذکور ہیں۔“

یہ ناکارہ کند ذہن، جناب کے اس فقرے کا مدعا سمجھنے سے قاصر ہے، شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرات خلفائے ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کے دور تو خدماتِ اسلامیہ سے بھرپور ہیں، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خانہ خدمات سے یکسر خالی ہے، ان کے پلّے فضائل و مناقب کے سوا کچھ نہیں، اور ان کے فضائل و مناقب کی روایتیں بھی چونکہ بیشتر محبّ طبری سے نقل کی گئی ہیں، اس لئے وہ من گھڑت اور ناقابلِ اعتبار حد تک ضعیف ہیں۔ گویا ان کے مناقب کی گاڑی بھی موضوع و منکر روایتوں ہی سے چلتی ہے، ورنہ وہ اس میدان میں بھی قریباً صفر ہیں۔ جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات کا تعلق ہے (ان خدمات سے قطع نظر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دورِ مسعود میں ان سے ظہور پذیر ہوئیں) ان کے زمانۂ خلافت کی خدمات بھی امت کے لئے مایۂ صد سعادت ہیں۔ البتہ زمانے کے الوان مختلف ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمات کا رنگ اور ہے، حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی خدمات کا اور، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات کا اور... ان امور کی تفصیل کے لئے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے رسالہ ”انتباہ المؤمنین“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔ جس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک میں وہ خصوصیات ودیعت فرمائی تھیں جن کی ان کے دورِ خلافت میں ضرورت تھی۔ اس ناکارہ کا احساس یہ ہے... اور انشاء اللہ یہ احساس غلط نہ ہوگا... کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملتا تو ان سے وہی کچھ ظہور پذیر ہوتا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوا، اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا جاتا تو وہ وہی کرتے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ فتنوں کے پُرآشوب زمانے میں انہوں نے جس استقامت کا مظاہرہ کیا، اور قدم قدم پر مشکلات

اور کانٹوں کے باوجود جادۂ شریعت پر جس طرح مضبوطی کے ساتھ گامزن رہے، بعد کا کوئی شخص اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ ان کا وہ کمال ہے جو ہزار خوبیوں پر بھاری ہے۔ پھر اہل فتنہ سے کیا معاملہ کیا جانا چاہئے؟ یہ علم صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ امت کو حاصل ہوا، بلاشبہ ان کی خدمات فتنوں کے گرد و غبار میں دب کر رہ گئی ہیں، اس لئے ظاہر بینوں کو وہ نظر نہیں آتیں، لیکن یہ بھی اپنی بصیرت کا قصور ہے، نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کا وہ فقرہ پھر دیکھ لیا جائے جسے اس سلسلہ میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔

اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ان کے پاس صرف ''بے شمار فضائل و مناقب'' ہیں اور بس! تب بھی میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ''خدمات'' سے مقصد قرب عنداللہ کے سوا کیا ہے؟ اور جب ان کا مقرب بارگاہِ الٰہی ہونا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماچکے ہیں تو آپ خدمات کو دیکھیں گے، یا ان کے اعلیٰ ترین مدارجِ قرب و رضا کو، جو نصِ نبویؐ سے ثابت ہیں؟ الغرض جب خدمات کا مقصد و مدعا اور غرض و غایت ان کو حاصل ہے تو آپ خدمات کی تلاش کی فکر میں کیوں پڑتے ہیں...؟

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ مناقب کی روایات **جوازالة الخفاء** میں ذکر کی گئی ہیں، موضوع یا ضعیف ہیں! اول تو یہ بات خود حضرت شاہ صاحبؒ کی تصریح کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ''بالجملہ ما از ایراد احادیث موضوعہ و احادیث شدیدۃ الضعف کہ بکار متابعات وشواہد نمی آید تحاشی داریم و آنچہ در مرتبۂ صحت و حسن است یا ضعف متحمل دارد آں را روایت کنیم۔'' (ج:۲ ص:۲۶۰)
>
> ترجمہ:...... ''ہم موضوع احادیث اور ایسی شدید ضعیف احادیث، جو متابعات وشواہد کے کام نہیں آتیں، ان کے ذکر کرنے سے پرہیز کریں گے، اور جو صحت و حسن کے مرتبہ میں ہیں، یا قابل تحمل ضعف رکھتی ہیں ان کو روایت کریں گے۔''

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے ''من المتواتر'' کہہ کر متعدد احادیث ذکر کی

ہیں۔ اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مناقبِ علیؓ کے لئے ہمیں محبّ طبری کی ”الریاض النضرہ“ پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں، صحاحِ ستہ اور دیگر مسانید و معاجم میں جو روایات منقول ہیں ان میں صحیح، حسن اور مقبول احادیث بھی کچھ کم نہیں، بشرطیکہ ہمارا دل اس پر راضی بھی ہو، اور احادیث کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے عموماً اور حضراتِ مہاجرین و انصار کے خصوصاً جو فضائل قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، کیا آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں؟ پھر جس شخص کے فضائل و مناقب خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہوں، اس پر خردہ گیری کیوں کر روا ہوسکتی ہے؟

۱۳:...... جناب نے دریافت فرمایا ہے کہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسبِ معاش پر کیوں توجہ نہیں دی، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس طرف راغب فرمایا ہے۔“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فقر و افلاس کے طعنے دینا بھی آج کل کچھ لوگوں کا لذیذ مشغلہ ہے، جناب کا یہ سوال بھی غالباً انہی اصحاب سے تأثر کا نتیجہ ہے، اس پر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت تھی، مگر فرصت اس کی متحمل نہیں! مختصر یہ کہ کسبِ معاش ہر ایک کے لئے یکساں حکم نہیں رکھتا، کسی کے لئے ضروری ہے، اور کسی کے لئے غیر ضروری۔ اس کے لئے مراتب و درجات کی تفصیل امام غزالیؒ اور دیگر اکابر کی تصنیفات میں مل جائے گی۔ جو حضرات دینی خدمات کے لئے وقف ہوں اور کسبِ معاش میں مشغول ہونے سے ان خدمات میں حرج ہوتا ہو ان کا کسبِ معاش میں مشغول ہونا صحیح نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ ۲، ۲ مہینے تک گھر میں چولہا گرم نہیں ہوتا تھا، اس کے باوجود منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسبِ معاش کا کوئی شغل اختیار نہیں فرمایا، اب اگر کوئی شخص آپ کا پورا فقرہ نقل کرکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بجائے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لکھ دے اور جناب سے یہی سوال کر ڈالے جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ہے، تو فرمایئے! آپ کا جواب کیا ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب... بقول آپ کے... امت کو کسبِ معاش کی طرف راغب فرماتے تھے تو خود کون سا کسب فرماتے تھے؟ اور اسی سوال میں اگر جناب کا یہ

فقرہ بھی نقل کردیا جائے کہ: ”جو شخص ایک بیوی کی بھی کفالت نہ کرسکتا ہو، اور خود اپنی کفالت نہ کرسکے تو اسے بھی اجازت ہے کہ نکاح پر نکاح کرتا چلا جائے؟“ تو سوچئے کہ معاملہ کتنا نازک اور سنگین ہوجائے گا، خصوصاً جب یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ امہات المؤمنینؓ کے نان و نفقہ کے مطالبہ کا واقعہ نہ صرف صحیح احادیث میں بلکہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔

کسبِ معاش تو اپنی یا اپنے عیال کی ضرورت کی بنا پر ایک مجبوری ہے، نہ کہ بذاتِ خود کوئی کمال۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اگر کچھ نہیں کماتے تھے تو وہ خود یا ان کے اہل خانہ کسی کے دروازے پر بھیک مانگنے تو نہیں گئے تھے کہ انہیں نہ کمانے کا طعنہ دیا جائے؟ اور اگر وہ اپنے فقر و فاقہ، زہد و قناعت اور تبتل عن الدنیا کے باوجود، بقول آپ کے نکاح پر نکاح کئے چلے جاتے تھے تو لوگ انہیں لڑکیوں پر لڑکیاں نہ دیتے؟ کیسی عجیب بات ہے کہ فقر و فاقہ اور زہد و قناعت کی صفت، جو بھلے زمانوں میں مایۂ صد فخر سمجھی جاتی تھی اور جسے اعلیٰ ترین فضیلت تصور کیا جاتا تھا، آج اسی پر طعنہ زنی ہو رہی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بقول آپ کے: ”یہودی کے باغ کو پانی دینے یا گھاس کاٹنے“ کے سوا کوئی ہنر نہیں آتا تھا، تو اس کے لئے مجھے اور آپ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی فکر اگر ہوتی تو اس مقدس ہستی کو ہوتی جس نے اپنی چہیتی بیٹی ”خاتونِ جنت“ ان کو بیاہ دی (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا)، کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسبِ معاش کی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت ہے، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو، لیکن آج حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ طعن بھی کیا جارہا ہے کہ وہ کچھ کماتے نہیں تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

۱۴:...... آنجناب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابوجہل کی بیٹی سے ارادۂ نکاح کے واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: ”آگے فاطمہؓ ہی کو نہیں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی بیٹی سے نکاح فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں۔“ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت دینے کا قصد کیا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، انہوں نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ ضرور کیا

فہرست

تھا، لیکن یہ بات ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھی کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواریٔ خاطر کی موجب ہوسکتی ہے، ورنہ اس نکاح کا انہیں وسوسہ بھی نہ آتا، پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تو انہوں نے اپنا ارادہ فوراً ترک کردیا۔ اگر وہ یہ نکاح کرتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور ان کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی لیکن نہ انہوں نے نکاح کیا اور نہ ان حضرات کو اذیت ہوئی، بلکہ ان کے ارادہ ملتوی کردینے پر ان حضرات کو یقیناً مسرت ہوئی ہوگی۔ لیکن آنجناب ان پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اور الزام بھی ایسا سنگین جس پر قرآن کریم میں لعنت آئی ہے، آپ کچھ تو انصاف کیجئے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہوتی تو وہ "رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ" اور "رضی اللہ عنہ" کی بشارتوں سے سرفراز ہوتے یا "ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا" (الاحزاب:۵۷) کے زمرے میں آتے...؟

جناب نے مقطعِ سخن پر اذیتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات چھیڑی ہے تو یہ ناکارہ بھی جناب سے ایک بات پوچھنے کی جرأت کرتا ہے، وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جو تعلق تھا وہ بھی آپ کو معلوم ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کے "بے شمار مناقب" بیان فرمائے ہیں، وہ بھی جناب کے سامنے ہیں، سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین شخصیت کے نقائص و عیوب تلاش کرنا، اس کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا، اس کی تحقیر کے پہلو کرید کرید کر نکالنا، اس سے خود نفرت رکھنا اور دوسروں کو متنفر کرنے کی کوشش کرنا، کیا ان ساری باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہیں ہوتی ہوگی؟ اب جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیوب اچھال رہے ہیں، کیا ان کا یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں لائقِ ستائش ہے؟ اور کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کی تنقیص کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذادہی کے مرتکب اور دنیا و آخرت میں خسرانِ عظیم کے مستوجب نہیں؟ روافض خذلھم اللہ! سے ہمیں یہی تو شکایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں

کی تنقیص کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں، اگر یہی کام ہم بھی کرنے لگیں تو ان میں اور ہم میں کتنا فاصلہ رہ جاتا ہے...؟ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھے، والسلام!

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی

س...... کیا حضرت بلالؓ کی شادی ان کے وصال سے چندروز قبل ہوئی اور وہ بھی غیبی اشارہ پر؟ کیا حضرت بلالؓ کی عمر منجانب اللہ ۴۰ سال سے بڑھائی گئی تھی؟

ج...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یمن میں شادی کی تھی، یہ معلوم نہیں کہ وفات سے کتنا عرصہ پہلے کی تھی، نہ غیبی اشارے کا علم ہے، اور چالیس سال عمر بڑھائے جانے کی بات غلط ہے، ان کی عمر ساٹھ برس سے کچھ زیادہ ہوئی ہے اور ۱۸ھ یا ۱۹ھ یا ۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بدگمانی کرنا

س...... ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگ بدگمانیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صحابی نہیں تھے۔ ان کے بارے میں وضاحت فرمائیں، نیز حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ج...... حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ صحابی تھے، ان کے حق میں یہ بدگمانی غلط ہے۔

''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کے لئے ہے، دوسروں کو نہیں کہنا چاہئے، اگرچہ لغوی معنی کے لحاظ سے دعا ہے اور اسی بنا پر تابعین وائمہ دین کے لئے بھی یہ صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ کا نام کس طرح لکھا جائے

س...... کورس میں جو دینیات پڑھائی جاتی ہے، اس کتاب میں کہیں بھی اگر صحابہؓ کے اس دور کا واقعہ آتا ہے جب وہ مشرف بہ اسلام نہیں تھے، تو وہاں پر لکھا رہتا ہے فلاں صحابیؓ (جب وہ ایمان نہیں لائے تھے)، لیکن جب کبھی بات ابوسفیان کی ہو رہی ہو تو وہاں صرف ابوسفیان لکھا ہوتا ہے، حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں لکھا جاتا (جبکہ وہ مسلمان ہوگئے تھے) اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ مصنّفین کی غلطی ہے یا کوئی اور وجہ ہے؟

ج...... یہ غلطی ہے، ان کا اسم گرامی بھی ادب و تعظیم کے ساتھ لکھنا چاہئے، اسلام سے پہلے کی غلطیاں معاف ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

س…… بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی لڑکی سیدہ فاطمہ تھیں۔ جبکہ میں نے پڑھا ہے کہ آپ کی چار لڑکیاں تھیں اور لڑکا ابراہیم تھا جو مدینہ منورہ میں وفات پاگئے، لڑکیوں میں سیدہ فاطمہؓ کا نکاح شیر خدا حضرت علیؓ سے ہوا، جبکہ سیدہ رقیہؓ، سیدہ زینبؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا، چوتھی لڑکی کا علم نہیں، آپ یہ بتائیں کہ یہ چاروں کس کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں؟ اور نکاح کن سے ہوا؟ اور وفات کہاں پائی؟ اور اگر ان کے بطن سے کوئی اور اولاد ہوئی ہو تو وہ بھی بتادیں، کیا ان میں سے کسی کا نکاح عرشِ معلیٰ پر باندھا گیا تھا یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

ج…… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تو چار تھیں، سب سے بڑی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، ان کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور ان سے چھوٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان سے چھوٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، اس بنا پر ان کا لقب ذوالنورین ہے، سب سے چھوٹی سیدہ فاطمہ زہرا خاتونِ جنت ہیں، رضی اللہ عنہا، ان کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔

صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض نے پانچ لکھے ہیں، قاسم، عبداللہ، طیب، طاہر، ابراہیم رضی اللہ عنہم۔ اول الذکر چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ کی حرم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ طیب وطاہر حضرت عبداللہ ہی کے لقب ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

عمر، بکر، زید فرضی ناموں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے ادبی نہیں ہوتی

س…… زید ایک اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہے۔ اس سوال میں ''زید'' کا لفظ ایک فرضی نام کے بطور لکھا گیا ہے، اس کے علاوہ بھی اردو زبان میں زید، عمر، بکر کے الفاظ فرضی ناموں کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جناب مولانا صاحب! آپ مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں کہ یہ

نہایت ہی جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے نام نامی ہیں، اس لئے ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے عزت و احترام کی خاطر ان اسماء کو فرضی نام کے طور پر استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

ج…… اچھی تجویز ہے، لیکن ان فرضی ناموں کو استعمال کرتے ہوئے کبھی کسی کا ذہن اکابر کی طرف نہیں جاتا، اس لئے بے ادبی کا نظریہ غلط ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر

س…… حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی عمر تھی جب ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دنیا سے رخصت ہوئیں؟

ج…… پچاس برس۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کب شادی کی؟

س…… کیا ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیات تھیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین مریم اسلام حبیبہ محبیبِ خدا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی تھی؟

ج…… حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد۔

کیا سیّدہ زینبؓ کا شوہر مسلمان تھا؟

س…… سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جس سے نکاح ہوا تھا کیا وہ مسلمان تھا؟

ج…… حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا، عقد کے وقت تو وہ مسلمان نہیں تھے (اس وقت غیر مسلموں سے عقد کی ممانعت نہیں آئی تھی)، جنگِ بدر کے بعد وہ مسلمان ہوکر مدینہ ہجرت کر آئے تھے۔

حضرت اُمِّ ہانی کون تھیں؟

س…… ام ہانی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا رشتہ تھا؟ ام ہانی جن کے گھر سے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے، ام ہانی کا نسب نامہ کیا ہے؟ جواب تفصیل سے دیں۔

ج…… اُمّ ہانی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں مسلکِ اہلِ سنت

حضرت حسینؓ اور یزید کی حیثیت

س…… مسلمانوں میں واقعہ کربلا کے حوالے سے بہت سے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، کچھ لوگ جو یزید کی خلافت کو صحیح مانتے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں، جبکہ یزید کو امیر المؤمنین کہتے ہیں۔ از راہ کرم یہ فرمائیے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی کہنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یزید کو امیر المؤمنین کہنا کہاں تک درست ہے؟

ج…… اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے، ان کے مقابلے میں یزید حق پر نہیں تھا، اس لئے یزید کو امیر المؤمنین نہیں کہا جائے گا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "باغی" کہنے والے اہل سنت کے عقیدہ سے باغی ہیں۔

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) نوجوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔" (ترمذی)

جو لوگ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعوذ باللہ! "باغی" کہتے ہیں، وہ کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت و سیادت میں جنت میں جائیں گے؟

کیا یزید کو پلید کہنا جائز ہے؟

س…… مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایک مشہور حدیث بسلسلۂ فتح قسطنطنیہ ہے کہ جو پہلا دستہ فوج کا قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا، ان لوگوں کی مغفرت ہوگی۔ یزید بھی اس دستہ میں شریک تھا، اس لئے اس کی مغفرت ہوگی۔ ایسی صورت میں "یزید پلید" کہنا مناسب ہے؟

لوگ کتابوں میں یزید کو اکثر اس نام سے یاد کرتے ہیں۔

دوسرے کون جانتا ہے کہ یزید نے مرنے سے پہلے توبہ کرلی ہو، اللہ بہتر جانتا ہے، جب تک اس کا یقین نہ ہوجائے کہ فلاں کی موت کفر پر ہوئی اس کا کافر کہنا یا اس کو لعنت کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج…… یزید کو پلید اس کے کارناموں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، اہل مدینہ کا قتل عام اور کعبہ شریف پر سنگ باری اس کے تین سالہ دور کے سیاہ کارنامے ہیں۔ یہ کہنا کہ ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، لہٰذا اس کی کوئی ذمہ داری یزید پر عائد نہیں ہوتی، بالکل غلط ہے۔ ابن زیاد کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی تو کوفہ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ جہاں تک حدیث شریف میں مغفرت کی بشارت کا تعلق ہے، وہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید کے غلط کاموں کو بھی صحیح کہا جائے۔ مغفرت گناہگاروں کی ہوتی ہے، اس لئے مغفرت اور گناہ میں کوئی تعارض نہیں۔ ہاں! یزید کے کفر کا فتویٰ دینا اس پر مبنی ہے کہ اس کے خاتمہ کا قطعی علم ہو، وہ ہے نہیں۔ اس لئے کفر کا فتویٰ اس پر ہم بھی نہیں دیتے، گو یزید کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے اس کو بہت سے حضرات نے مستحق لعنت قرار دیا ہے، مگر اس کا نام لے کر لعنت ہم بھی نہیں کرتے، مگر کسی پر لعنت نہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی حمایت بھی کی جائے، واللہ اعلم!

یزید پر لعنت بھیجنے کا کیا حکم ہے؟

س…… کیا یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے؟

ج…… اہل سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں، یہ رافضیوں کا شعار ہے، قصیدہ بدء الامالی، جو اہل سنت کے عقائد میں ہے، اس کا شعر ہے:

ولم یلعن یزیداً بعد موت
سوی المکثار فی الاغراء غال

اس کی شرح میں علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ: ’’یزید پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی سوائے رافضیوں، خارجیوں اور بعض معتزلہ کے، جنہوں نے فضول گوئی میں

فہرست

مبالغہ سے کام لیا ہے۔‘‘ اور اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

”فلا شک ان السکوت اسلم.“

’’اس لئے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس کی مدح و توصیف کی جائے۔‘‘

یزید اور مسلکِ اعتدال

یزید کے بارے میں اوپر جو دو سوال و جواب ذکر کئے گئے ہیں ان پر ہمیں دو متضاد مکتوب موصول ہوئے، ذیل میں پہلے وہ دونوں مکتوب درج کئے جاتے ہیں، اس کے بعد ان پر تبصرہ کیا جائے گا۔

پہلا خط

محترمی مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا، چند دن ہوئے ایک دوست نے بڑے گہرے تاسف کے ساتھ تذکرہ کیا کہ مولانا یوسف لدھیانوی صاحب بھی غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر ’’شیعوں‘‘ کو خوش کرنے کے لئے عام قسم کی خلافِ حقیقت باتیں کرنے لگے، کریدنے پر پتہ چلا کہ آپ نے کسی ہفتگی میں ’’یزید پلید‘‘ لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، کوئی اور چکر ہوگا۔ مولانا یوسف لدھیانوی جیسا عالم و محقق شخص ایسی بات نہیں کہہ سکتا، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ’’یزید‘‘ ایک جلیل القدر صحابی کا فرزند اور ہزارہا صحابہؓ کا معتمد ہے، اس کی ولی عہدی کی تجویز، دین وملت کے دوررس اور وسیع تر مفاد کی خاطر خود اصحابِ بیعتِ رضوان نے پیش کی، اس وقت موجود تمام صحابہ کرام اور تقریباً نصف درجن ازواجِ مطہرات نے اس تجویز کو پسند فرمایا، چنانچہ چھٹے خلیفہ راشد امامِ عادل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیثیت خلیفۂ وقت اس متفقہ تجویز کا اعلان فرمایا، بیعت ہوئی، دس سال بعد جب ’’یزید‘‘ عملاً خلیفہ بنا تو اسی طے شدہ پالیسی کے مطابق پوری سلطنت میں آٹومیٹک طریقہ سے بیعتِ خلافت عمل میں آگئی۔ اس وقت موجود سینکڑوں

جلیل القدر صحابہؓ نے بیعت فرمائی، اعتماد کیا، تعاون کیا، اکا دکّا کی اختلافی آواز ظاہر ہے اس پونے سو سے بھی زائد اتفاق واتحاد کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ جیسے جید اور عالم فاضل صحابہ کو کوئی ''پلیدی'' نظر نہیں آئی جو حقیقی بزرگ اور عینی شاہد ہیں۔ یہ بعد کے ''ننھے منے'' بزرگوں کو ''پلیدی'' کہاں سے نظر آ گئی۔ پھر حضرت حسینؓ کے جوان العمر، متقی و پارسا صاحبزادے جو اس دور اور کوفی منافقوں کی برپا کردہ ''کربلا'' کے عینی شاہد ہیں وہ بھی کوئی بات نہیں فرماتے، نہ قاتل کہتے ہیں نہ پلید، بلکہ بیعت فرماتے ہیں اور اخیر تک مکمل وفاداری کے ساتھ تعاون فرماتے ہیں۔ مزید عرض کیا کہ بھائی، یہ سب دشمنانِ صحابہ رافضیوں کا پروپیگنڈہ اور مسلمانوں کی سادہ لوحی ہے۔ ورنہ تابعین کی صف اول کی شخصیت، حج و جہاد کا قائد، متفقہ خلیفہ، ''پلید'' وغیرہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسی عامیانہ بات مولانا لدھیانوی نہیں کہہ سکتے۔ ''میرا واعظ'' بڑے تحمل سے سنا اور پھر چند گھنٹے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کا شمارہ میرے سامنے رکھ دیا، میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کی بات درست تھی، واقعی آپ سے ''سہو'' ہوگیا، میں کبھی آپ کا اسم گرامی دیکھتا اور کبھی ''یزید پلید'' کا عنوان! یاللعجب!

حضرت! لاپرواہیاں چھوڑ دیجئے! شیعیت، کفریات کا مجموعہ ہے، مگر صدیاں گزر گئیں، نہ ان کی تکفیر کی گئی، نہ ان کو امتِ مسلمہ سے کاٹا گیا، ''اسلامی فرقہ'' سمجھا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے دجل وفریب سے سنی مسلمانوں کے دل ودماغ پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے، ماتم کے علاوہ خیالات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ مولانا بنوری مرحوم نے مودودیت کو چالیس سال بعد پہچانا! مولانا منظور نعمانی نے ''شیعیت'' کو اب آ کر پہچانا! آپ کتنا عرصہ لگائیں گے؟

خدا کے لئے سبائیت زدگی چھوڑیئے، صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے عز وشرف کا تحفظ فرمایئے، من گھڑت بہتانات کو پہچانیئے۔ والسلام

ارشاد احمد علوی ایم اے

ہوائی اڈہ روڈ، نزد مسجد اقصیٰ، رحیم یار خان

دوسرا خط

محترم مولانا صاحب دامت برکاتہم

رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ، بمطابق اگست ۱۹۸۱ء کا شمارہ نمبر: ۳-۴/ ج: ۳۹ زیر نظر ہے۔ مسائل واحکام کے زیرعنوان فضل القیوم نامی سائل کے ایک اہم سوال کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''اہل سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں، یہ رافضیوں کا شعار ہے۔'' (ص: ۶۲-۷۷)۔

آپ کو معلوم ہے کہ محمود احمد عباسی کی تشدد آمیز تحقیق اور مودودی کی منافقانہ تالیف ''خلافت وملوکیت'' کے بعد اس طرح کے یہ مسائل ایک خاص اہمیت حاصل کرچکے ہیں، اس لئے میں اس عریضہ کے توسط سے مزید تحقیق اور روایات کی تطبیق کا متمنی ہوں۔

آپ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت میں سے کوئی بھی جوازِ لعنت یزید کا قائل نہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''السیف المسلول'' میں فرماتے ہیں:

''فقیر کے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے اور محققین اہل حدیث کا مذہب بھی یہی ہے۔ ان میں امام ابوالفرج ابن جوزی بھی ہیں، علم وجلالت شان میں بہت اونچے، انہوں نے اس مسئلہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے: ''الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید'' صفحہ: ۴۸۸۔

ترجمان مسلک اہل دیوبند حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب مدظلہ العالی ''شہید کربلا اور یزید'' میں فرماتے ہیں:

''یہ سب شہادتیں ہم نے اس لئے نہیں پیش کیں کہ ہمیں یزید پر لعنت کرنے سے کوئی خاص دلچسپی ہے، نہ ہم نے آج تک کبھی لعنت کی، نہ آئندہ ارادہ ہے، اور نہ ان لعنت ثابت کرنے والے علماء وائمہ کا منشاء یزید کی لعنت کو بطورِ وظیفہ کے پیش کرنا ہے، ان کا منشاء صرف یزید کو ان غیر معمولی ناشائستگیوں کی وجہ سے مستحق لعنت قرار دینا یا زیادہ سے

زیادہ لعنت کا جواز ثابت کرنا ہے۔" صفحہ:۱۴۵۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

"ان الامام احمد لما سأله ولده عبدالله عن لعن يزيد، قال: كيف لا يلعن من لعنه الله تعالىٰ فى كتابه؟ فقال عبدالله: قد قرأت كتاب الله عز وجل فلم اجد فيه لعن يزيد! فقال الامام: ان الله تعالىٰ يقول:

"فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم. اولئک الذين لعنهم الله....." (محمد:۲۲،۲۳)۔

واى فساد وقطعية اشد مما فعله يزيد."

چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

"وقد جزم بكفره وصرح بلعنه جماعة من العلماء فمنهم الحافظ ناصر السنة ابن الجوزى وسبقه القاضى ابويعلىٰ وقال العلامة التفتازانى:

"لا نتوقف فى شانه بل فى ايمانه لعنة الله عليه وعلىٰ انصاره واعوانه." وممن صرح بلعنه الجلال السيوطى عليه الرحمة. (ج:۲٦ ص:۷۲)۔

وانا اقول الذى يغلب علىٰ ظنى ان الخبيث لم يكن مصدقاً برسالة النبى صلى الله عليه وسلم وان مجموع ما فعل مع اهل حرم الله تعالىٰ واهل حرم نبيه عليه الصلوٰة والسلام وعترته الطيبين الطاهرين فى الحياة وبعد المماة وما صدر منه من المخازى ليس باضعف دلالة علىٰ عدم تصديقه من القاء ورقة من المصحف الشريف فى قذر. ولا اظن ان امره كان خافيا علىٰ اجلة المسلمين اذ ذاک ولكن كانوا مغلوبين مقهورين لم يسعهم الا الصبر ليقضى الله امرا كان مفعولًا ولو سلم ان الخبيث كان مسلماً فهو مسلم جمع من الكبائر ما لا يحيط به نطاق البيان وانا اذهب الىٰ جواز لعن مثله على التعيين." (ج:۲٦ ص:۷۳)۔

آپ جیسے معتدل اور متین صاحبِ علم پر ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی تنقیح فرما کر جواب عنایت فرمادیں اور اکابرین اہل سنت کے ان مختلف اقوال کے درمیان تطبیق دے کر ذہنی الجھن کو دور فرماویں۔

احقر

عبدالحق رحیم یار خان

ج…… یہ دونوں خط یزید کے بارے میں افراط وتفریط کے دو انتہائی سروں کی نمائندگی کرتے ہیں، ایک فریق ''حب یزید'' میں یہاں تک آگے نکل گیا ہے کہ ''مدحِ یزید'' کو اہل سنت کا شعار ثابت کرنے لگا ہے، اس کی خواہش ہے کہ یزید کا شمار اگر ''خلفائے راشدین'' میں نہیں تو کم از کم ''خلفائے عادلین'' میں ضرور کیا جانا چاہئے، اور یزید کے سہ سالہ دور میں جو سنگین واقعات رونما ہوئے، یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کا قتل، واقعۂ حرہ میں اہل مدینہ کا قتل عام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں حرمِ کعبہ پر یورش، ان واقعات میں یزید کو برحق اور اس کے مقابلہ میں اکابر صحابہؓ کو امامِ برحق کے باغی قرار دیا جائے۔

دوسرا فریق ''بغضِ یزید'' میں آخری سرے پر ہے، اس کے نزدیک یزید کی سیاہ کاریوں کی مذمت کا حق ادا نہیں ہوتا، جب تک کہ یزید کو دین و ایمان سے خارج اور کافر و ملعون نہ کہا جائے۔ یہ فریق یزید کو اس عام دعائے مغفرت ورحمت طلبی کا مستحق بھی نہیں سمجھتا جو امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے گناہ گاروں کے لئے کی جاتی ہے۔

لیکن اعتدال وتوسط کا راستہ شاید ان دونوں انتہاؤں کے بیچ میں سے ہوکر گزرتا ہے، اور وہ یہ کہ یزید کی مدح سرائی سے احتراز کیا جائے، اس کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر اجلۂ صحابہؓ وتابعینؒ (جو یزیدی فوجوں کی تیغِ ظلم سے شہید ہوئے) کے مؤقف کو برحق سمجھا جائے، لیکن اس کی تمام تر سیاہ کاریوں کے باوجود چونکہ اس کا خاتمہ بر کفر کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس کے کفر میں توقف کیا جائے، اور اس کا نام لے کر لعنت سے اجتناب کیا جائے، جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند کا یہی

فہرست

مسلک ہے اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ ''معارف السنن'' میں لکھتے ہیں:

''ویزید لا ریب فی کونہ فاسقاً ولعلماء السلف فی یزید وقتلہ الامام الحسین خلاف فی اللعن والتوقف. قال ابن الصلاح: فی یزید ثلاث فرق: فرقة تحبہ، وفرقة تسبہ، وفرقة متوسطة لا تتولاہ ولا تلعنہ. قال: وھذہ الفرقة ھی المصیبة.... الخ.'' (ج:۶ ص:۸)

ترجمہ:...... ''یزید کے فاسق ہونے میں تو کوئی شک نہیں، اور علمائے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ یزید پر اور امام حسینؓ کے قاتلین پر لعنت کی جائے یا توقف کیا جائے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ: یزید کے بارے میں تین فرقے ہیں: ایک فرقہ اس سے محبت رکھتا ہے، ایک فرقہ اس سے بغض رکھتا ہے اور اسے گالیاں دیتا ہے، اور ایک فرقہ میانہ رو ہے، وہ نہ اسے اچھا جانتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ: یہی فرقہ جادۂ صواب پر ہے۔''

حضرت بنوری قدس سرہٗ کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یزید کے فسق پر تو اہل سنت کا قریب قریب اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف رہا ہے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا اس کے معاملے میں توقف کیا جائے؟ مکتوب دوم میں اس فریق کی نمائندگی کی گئی ہے جو یزید کے ایمان میں بھی شک رکھتا ہے اور بلاتردد اس پر لعنت کے جواز کا قائل ہے۔ اگرچہ یہ قول بھی سلف کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے، لیکن جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں، جمہور اکابر اہل سنت اور اکابر دیوبند اس کو گناہ گار مسلمان سمجھتے ہوئے اس پر لعنت کے بارے میں توقف ہی کے قائل ہیں۔

مدحِ یزید کو اہل سنت کا شعار قرار دینا، جیسا کہ ہمارے علوی صاحب کی تحریر سے مترشح ہے، ایک نیا انکشاف ہے، جو کم از کم ہماری عقل و فہم سے بالاتر چیز ہے۔

ہمارے بعض اکابر کے قلم سے ''یزید پلید'' کا لفظ نکل جاتا ہے، میرا جو مضمون ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں ایک سوال کے جواب میں شائع ہوا تھا، اس میں ان اکابر کے اس طرزِ عمل کی توجیہ کی گئی تھی کہ یہ یزید کی سیاہ کاریوں کے خلاف بے ساختہ نفرت وغیظ کا اظہار ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریفہ میں بڑے اہتمام کے ساتھ یزید کے نام کے ساتھ ''بے دولت'' کا لفظ لکھتے ہیں، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، مسند الہند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابر ''یزید پلید'' کا لفظ لکھتے ہیں۔ ہمارے علوی صاحب انکشاف فرماتے ہیں کہ یہ سب ''ننھے منے بزرگ'' تھے، ماشاء اللہ! چشم بددور! اپنے اکابر کا ادب و احترام ہو تو ایسا ہو! میرے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اگر یہ تمام اکابر ''ننھے منے بزرگ'' تھے، تو ان کے مقابلے میں محمد یوسف لدھیانوی یا جناب ارشاد علوی صاحب کی کیا اہمیت ہے؟ اگر ان اکابر نے حدیث و تاریخ، حالاتِ صحابہؓ اور عقائد اہل سنت کو نہیں سمجھا تھا تو ما و شما کی ''تحقیق'' کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ شاید وہ ہمارے علوی صاحب کے نزدیک ''حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ'' کے مقابلے میں حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوشریح اور واقعہ حرہ کے تمام صحابہؓ و تابعینؒ بھی ''ننھے منے بزرگ'' ہی ہوں گے، بلکہ خود حرمِ مدینہ، حرمِ مکہ اور حرمتِ بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یزید کے مقابلہ میں ''ننھی منی سی چیز'' ہی ہوگی۔ کیونکہ یزید نے آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو بھی ملحوظ نہیں رکھا، حرمِ مدینہ کو بھی پامال کیا، اور حرمِ کعبہ پر بھی چڑھائی کی، اگر یہ تمام چیزیں یزید کے مقابلے میں ''ننھی منی'' ہیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ بس ''یزید کی محبت'' ہی اسلام کا ایسا مقدس عقیدہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں نہ حرمِ مکہ کی کوئی عظمت ہے، نہ حرمِ مدینہ کی، نہ خانوادۂ نبوت کی، نہ اجلہ صحابہؓ و تابعینؒ کی، اور نہ بعد کے تیرہ سو سالہ اکابر امت کی...... رہا علوی صاحب کا یہ شبہ کہ بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ نے یزید کی بیعت کی تھی، ان کے بنائے ہوئے خلیفہ کو ''پلید'' کیسے کہا جاسکتا ہے؟ اس ناکارہ کے خیال میں یہ شبہ ایسا نہیں کہ کوئی ذی فہم آدمی اس میں الجھ کر رہ جائے۔

جناب علوی صاحب غور فرمائیں کہ یہاں دو بحثیں الگ الگ ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کا استخلاف صحیح تھا یا نہیں؟ اور دوسرے یہ کہ خلیفہ بن جانے کے بعد اس نے جو کارنامے انجام دیئے وہ لائقِ تحسین ہیں یا لائقِ نفرت؟ اور ان کارناموں کی بنا پر وہ اہلِ ایمان کی محبت اور مدح وستائش کا مستحق ہے، یا نفرت و بیزاری اور مذمت وتقبیح کا؟

جناب علوی صاحب کا استدلال اگر کچھ مفید ہوسکتا ہے تو پہلی بحث میں ہوسکتا ہے کہ چونکہ بہت سے صحابہؓ وتابعینؒ نے اس سے بیعت کرلی تھی، اس لئے اس کے استخلاف کو صحیح سمجھنا چاہئے، ہرچند کہ اس استدلال پر بھی جرح وقدح کی کافی گنجائش ہے، لیکن یہاں استخلافِ یزید کا مسئلہ سرے سے زیرِ بحث ہی نہیں، اس لئے علوی صاحب کا یہ شبہ قطعی طور پر بے محل ہے۔ یہاں تو بحث یزید کے استخلاف کے بعد کے کارناموں سے ہے کہ مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے جو کچھ کیا، وہ خیر و برکت کے اعمال تھے یا فسق وفجور کے؟ ان کی وجہ سے وہ "طاہر ومطہر" کہلانے کا مستحق ہے یا "پلید وملعون" کہلانے کا؟ اور ان کارناموں کے بعد اس کے بارے میں اکابرِ امت نے کیا رائے قائم کی؟ میں اوپر بتاچکا ہوں کہ اس کے سہ سالہ دور کے تین واقعات مشہور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہلِ بیت کا قتل، حرمِ مدینہ کی پامالی اور اہلِ مدینہ کا قتلِ عام، حرمِ کعبہ پر فوج کشی۔ کیا کوئی ایسا شخص جس کے دل میں ایمان کی رمق ہو، ان سنگین واقعات کے بعد بھی اس کے دل میں یزید کی محبت اور اس کی عزت وعظمت باقی رہ سکتی ہے؟ کیا ہمارے علوی صاحب کسی صحابیؓ یا کسی جلیل القدر تابعیؒ کا حوالہ پیش کرسکتے ہیں، کہ انہوں نے ان واقعات پر یزید کو دادِ تحسین دی ہو؟ اور کیا یہ واقعات ہمارے علوی صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کے موجب نہیں ہوئے ہوں گے؟ یزید کی حمایت ومخالفت سے ذہن کو فارغ کرکے ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ جب خانوادۂ نبوت کو خاک وخون میں تڑپایا جارہا ہو، جب مدینۃ الرسول میں صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد کو تہِ تیغ کیا جارہا ہو، اور حرمِ کعبہ پر فوج کشی کرکے اس کی حرمت کو مٹایا جارہا ہو اور پھر یہ واقعات ایک کے بعد ایک، پے در پے ہورہے ہوں، تو کون مسلمان ہوگا جو یزید کے کردار

پر صدائے آفرین بلند کرے؟ اور ان تمام سیاہ کاریوں کے باوجود یزید کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔

تقدیر

تقدیر کیا ہے؟

س…… میرے ذہن میں تقدیر یا قسمت کے متعلق بات اس وقت آئی جب ہمارے نویں یا دسویں کے استاد نے کلاس میں یہ ذکر چھیڑا، انہوں نے کہا کہ ہر انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے، اگر خدا ہماری تقدیر بناتا تو پھر جنت و دوزخ چہ معنی دارد؟ مطلب یہ کہ ہم جو برے کام کرتے ہیں، اگر وہ خدا نے ہماری قسمت میں لکھ دیئے ہیں تو ہمارا ان سے بچنا محال ہے، پھر دوزخ اور جنت کا معاملہ کیوں اور کیسے؟ میرے خیال میں تو انسان خود اپنی تقدیر بناتا ہے۔

میں نے اپنے ایک قریبی دوست سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے بتایا کہ: خدا نے بعض اہم فیصلے انسان کی قسمت میں لکھ دیئے ہیں، باقی چھوٹے چھوٹے فیصلے انسان خود کرتا ہے، اہم فیصلوں سے مراد بندہ بڑا ہو کر کیا کرے گا؟ کہاں کہاں پانی پیئے گا وغیرہ، لیکن انسان اپنی صلاحیت اور قوتِ فیصلہ کی بنیاد پر ان فیصلوں کو تبدیل بھی کرسکتا ہے۔

آپ نے کچھ احادیث وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں، آپ نے اس کے ساتھ کوئی وضاحت نہیں دی، صرف یہ کہہ دینا کہ: ”قسمت کے متعلق بات نہ کریں۔“ میری رائے میں تو کوئی بھی اس بات سے مطمئن نہیں ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات کہی ہے تو انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ: ”سابقہ قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ وہ تقدیر کے مسئلے پر اُلجھے تھے۔“ اب ذرا آپ اس بات کی وضاحت کردیں تو شاید دل کی تشفی ہوجائے۔

ج…… جان برادر۔ السلام علیکم! اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی، اچھی بری چیز صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ، قدرت، مشیت اور علم سے وجود میں آئی ہے، بس میں اتنی بات جانتا ہوں کہ ایمان بالقدر کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، اس کے آگے یہ کیوں، وہ کیوں؟ اس سے میں معذور ہوں۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس کو انسانی عقل کے ترازو سے تولنا ایسا ہے کہ کوئی عقل مند سونا تولنے کے کانٹے سے ”ہمالیہ“ کا وزن کرنا شروع کردے، عمریں گزر جائیں گی مگر یہ مدعا عنقا رہے گا۔

ہمیں کرنے کے کام کرنے چاہئیں، تقدیر کا معمہ کسی سے حل ہوا نہ ہوگا، بس سیدھا سا ایمان رکھئے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اور ہر چیز اس کی تخلیق سے وجود میں آئی ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار وارادہ عطا کیا ہے مگر یہ اختیار مطلق نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے دریافت کیا کہ انسان مختار ہے یا مجبور؟ فرمایا: ایک پاؤں اٹھاؤ! اس نے اٹھالیا، فرمایا: دوسرا بھی اٹھاؤ! بولا: حضور! جب تک پہلا قدم زمین پر نہ رکھوں دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔ فرمایا: بس انسان اتنا مختار ہے، اور اتنا مجبور! بہرحال میں اس مسئلہ میں زیادہ قیل وقال سے معذور ہوں اور اس کو بربادیٔ ایمان کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

تقدیر برحق ہے، اس کو ماننا شرطِ ایمان ہے

س ۱:...... آدمی کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تقدیر لکھ دی جاتی ہے کہ یہ آدمی دنیا میں یہ کام کرے گا، کیا تقدیر میں لکھا ہوتا ہے کہ جب دنیا فانی سے رخصت ہوگا تو اس کی اتنی نیکیاں اور اتنی بدیاں ہوں گی؟ تو پھر نامۂ اعمال اور تقدیر میں کیا فرق ہے؟

۲:...... اگر کوئی آدمی مصائب وآلام میں مبتلا ہو تو کہتے ہیں کہ اس کی تقدیر لکھی ہی اس طرح ہوگی، اور اگر کوئی عیش وعشرت سے زندگی گزار رہا ہو تو کہتے ہیں کہ اس کی تقدیر اچھی ہے، جبکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ: جتنی کسی نے کوشش کی اتنا ہی اس نے پایا۔ تو تقدیر کیا ہے؟

۳:...... اور ایک جگہ پڑھا ہے کہ تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا جاتا ہے وہ بدل نہیں سکتا، جبکہ امام المرسلینؐ نے فرمایا کہ: ”مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی، اس کی دعا کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: قسم ہے اپنی عزت کی! میں تیری مدد کروں گا۔“ تو کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے؟

۴:...... نجومی یا عامل وغیرہ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتاتے ہیں کہ آپ کی تقدیر ایسی ہے، اسی طرح کچھ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں کہ طوطے کے ذریعے فال معلوم

کریں اور عوام کو بیوقوف بناتے ہیں، کیا اللہ کے سوا کسی کو معلوم ہے کہ آنے والا وقت کیا ہوگا؟

۵:.......المختصر یہ کہ کیا تقدیر آدمی پر منحصر ہے جیسی بنائے یا پہلے لکھ دی جاتی ہے، اگر پہلے لکھ دی جاتی ہے تو کیا بدل سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں کیونکہ ہوگا وہی جو تقدیر میں لکھا ہوگا۔

ج......تقدیر برحق ہے۔ اور اس کو ماننا شرطِ ایمان ہے۔ لیکن تقدیر کا مسئلہ بے حد نازک اور باریک ہے، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور آدمی صفاتِ الٰہیہ کا پورا احاطہ نہیں کرسکتا۔ بس اتنا عقیدہ رکھا جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کو پہلے سے اس کا علم تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا تھا۔ پھر دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض میں انسان کے ارادہ و اختیار کا بھی دخل ہے، اور بعض میں نہیں۔ جن کاموں میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل ہے، ان میں سے کرنے کے کاموں کو کرنے کا حکم ہے، اگر انہیں اپنے ارادہ و اختیار سے ترک کرے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوگا، اور جن کاموں کو چھوڑنے کا حکم ہے ان کو اپنے ارادہ و اختیار سے چھوڑنا ضروری ہے، نہیں چھوڑے گا تو مؤاخذہ ہوگا۔ الغرض جو کچھ ہوتا ہے تقدیر کے مطابق ہی ہوتا ہے لیکن اختیاری امور پر چونکہ انسان کے ارادہ و اختیار کو بھی دخل ہے، اس لئے نیک و بد اعمال پر جزا و سزا ہوگی، ہمارے لئے اس سے زیادہ اس مسئلہ پر کھود کرید جائز نہیں، نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

تقدیر و تدبیر میں کیا فرق ہے؟

س...... جناب سے گزارش ہے کہ میرے اور میرے دوست کے درمیان اسلامی نوعیت کا ایک سوال مسئلہ بنا ہوا ہے، اگر ہم لوگ اس مسئلہ پر خود ہی بحث کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ غلط بھی نکال سکتے ہیں، میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلے کو حل کرکے ہم سب لوگوں کو مطمئن کریں۔

یہ حقیقت ہے کہ تقدیریں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں، لیکن جب کوئی شخص کسی کام کو کئی بار کرنے کے باوجود ناکام رہتا ہے تو اسے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ: ”میاں! تمہاری تقدیر خراب ہے، اس میں تمہارا کیا قصور؟“ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی کوششیں رائیگاں

جاتی ہیں جب تک کہ اس کی تقدیر میں اس کام کا کرنا لکھا نہ گیا ہو، لیکن جب کوئی شخص اپنی تدبیر اور کوشش کے بل بوتے پر کام کرتا ہے تو خدا کی بنائی ہوئی تقدیر آڑے آتی ہے۔

ج......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تقدیر کے مسئلہ پر بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہمیں بحث میں الجھے ہوئے دیکھ کر بہت غصے ہوئے، یہاں تک کہ چہرۂ انور ایسا سرخ ہوگیا گویا رخسارِ مبارک میں انار نچوڑ دیا گیا ہو، اور بہت ہی تیز لہجے میں فرمایا:

''کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں یہی چیز دے کر بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اسی وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس مسئلہ میں جھگڑا کیا، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس میں ہرگز نہ جھگڑنا۔'' (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۲۲)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''جو شخص تقدیر کے مسئلہ میں ذرا بھی بحث کرے گا، قیامت کے دن اس کے بارے میں اس سے بازپرس ہوگی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ میں گفتگو نہ کی اس سے سوال نہیں ہوگا۔'' (ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص:۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک ان چار باتوں پر ایمان نہ لائے:

۱:......اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲:......اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔

۳:......موت اور موت کے بعد والی زندگی پر ایمان لائے۔

۴:......اور تقدیر پر ایمان لائے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص:۲۲)

ان ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزیں معلوم ہوئیں:

۱:......تقدیر حق ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔

۲:......تقدیر کا مسئلہ نازک ہے، اس میں بحث و گفتگو منع ہے اور اس پر قیامت کے دن بازپرس کا اندیشہ ہے۔

۳:......تدبیر، تقدیر کے خلاف نہیں، بلکہ تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے۔

کیا تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے؟

س…… جن چیزوں پر ایمان لائے بغیر بندہ مسلمان نہیں ہوسکتا، ان میں تقدیر بھی شامل ہے۔ لیکن ہمیں یہ تو معلوم ہی نہیں کہ تقدیر میں کیا کیا ہوتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر میں موت، رزق اور جس سے شادی ہونی ہوتی ہے وہ ہوتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آخر جس تقدیر پر ہمارا ایمان ہے اس میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں اور کیا یہ سچ ہے کہ خدا نے ہر چیز پہلے سے معین کردی ہے؟

ج…… تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ یہ ساری کائنات اور کائنات کی ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے، اور کائنات کی تخلیق سے پہلے ہر چیز کا علمِ الٰہی میں ایک اندازہ تھا، اسی کے مطابق تمام چیزیں وجود میں آتی ہیں، خواہ ان میں انسان کے اختیار و ارادہ کا دخل ہو یا نہ ہو، اور خواہ اسباب کے ذریعہ وجود میں آئیں یا بغیر ظاہری اسباب کے۔

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ماتحت رکھا ہے، ان کے جائز اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے، اور ناجائز اسباب سے پرہیز کرنا فرض ہے۔

تقدیر بنانا

س…… کیا انسان اپنا اچھا مستقبل خود بناتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا مستقبل شاندار بناتا ہے؟ میرا نظریہ یہ ہے کہ انسان اپنی دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی قسمت خود بناتا ہے، جبکہ میرے ایک دوست کا نظریہ مجھ سے مختلف ہے، اس کا کہنا ہے کہ انسان اپنا اچھا مستقبل خود نہیں بنا سکتا بلکہ ہر آدمی کی قسمت اللہ تعالیٰ بناتا ہے۔

ج…… انسان کو اچھائی برائی کا اختیار ضرور دیا گیا ہے، لیکن وہ اپنی قسمت کا مالک نہیں، قسمت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اس لئے یہ کہنا کہ انسان اپنی تقدیر کا خود خالق ہے یا یہ کہ اپنی تقدیر خود بناتا ہے، اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔

کیا ظاہری اسباب تقدیر کے خلاف ہیں؟

س…… تقدیر پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے، یعنی اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا لیکن

فہرست

جب اسے نقصان پہنچے یا مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ ظاہری اسباب کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے، وہ کیوں ایسے کہتا ہے کہ: ''اگر ایسا نہیں ایسا کیا جاتا تو ایسا ہوتا اور یہ نقصان نہ ہوتا اور یہ مصیبت نہ آتی'' تو کیا اس طرح کہنے سے گناہ تو نہیں ہوتا؟ اور تقدیر پر ایمان رکھنے کے سلسلہ میں اس طرح کہنے سے اس کی ایمانیت میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا؟ اور کیا انسان کو تقدیر کے بارے میں سوچنا نہیں چاہئے؟

ج......شرعی حکم یہ ہے کہ جو کام کرو خوب سوچ سمجھ کر بیدار مغزی کے ساتھ کرو، اس کے جتنے جائز اسباب مہیا کئے جاسکتے ہیں ان میں بھی کوتاہی نہ کرو۔ جب اپنی ہمت و بساط اور قدرت و اختیار کی حد تک جو کچھ تم کرسکتے ہو کرلیا، اس کے بعد نتیجہ خدا کے حوالے کردو، اگر خدانخواستہ کوئی نقصان وغیرہ کی صورت پیش آجائے تو یوں خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا، اور اسی میں حکمت تھی۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ اگر یوں کرلیتے تو یوں ہوجاتا، اس سے طبیعت بلاوجہ بدمزہ اور پریشان ہوگی، جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوچکا، اسے تو کسی صورت میں واپس نہیں لایا جاسکتا، تو اب ''اگر، مگر'' کا چکر سوائے بدمزگی و پریشانی کے اور کیا ہے؟ اس لئے حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے، اور اس کو ''عمل شیطان'' کی کنجی فرمایا گیا ہے۔ درحقیقت یہ ضعفِ ایمان، ضعفِ ہمت، حق تعالیٰ شانہ سے صحیح تعلق نہ ہونے کی علامت ہے۔

انسان کے حالات کا سبب اس کے اعمال ہیں

س......ایک انسان جس کو اپنی قسمت سے ہر موقع پر شکست ہو یعنی کوئی آدمی مفلس و نادار بھی ہو، غربت کی مار پڑی ہو، علم کا شوق ہو لیکن علم اس کے نصیب میں نہ ہو، خوشی کم ہو، غم زیادہ، بیماریاں اس کا سایہ بن گئی ہوں، ماں باپ، بہن بھائی کی موجودگی میں محبت سے محروم ہو، رشتے دار بھی ملنا پسند نہ کرتے ہوں، محنت زیادہ کرے پھل برائے نام ملے، ایسا انسان یہ کہنے پر مجبور ہو کہ یا اللہ! جیسا میں بدنصیب ہوں ایسا تو کسی کو نہ بنا۔ اس کے یہ الفاظ اس کے حق میں کیسے ہیں؟ اگر وہ اپنی تقدیر پر صبر کرتا ہو اور صبر نہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

ج......انسان کو جو ناگوار حالات پیش آتے ہیں ان میں سے زیادہ تر انسان کی شامتِ

اعمال کی وجہ سے آتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ سے شکایت ظاہر ہے کہ بے جا ہے، آدمی کو اپنے اعمال کی درستی کرنی چاہئے اور جو امور غیر اختیاری طور پر پیش آتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی تو ذاتی غرض ہوتی نہیں بلکہ بندے ہی کی مصلحت ہوتی ہے، ان میں یہ سوچ کر صبر کرنا چاہئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کو میری ہی کوئی بہتری اور بھلائی منظور ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ان کو بھی سوچنا چاہئے اور ''الحمدللہ علیٰ کل حال'' کہنا چاہئے۔

انسان کی زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے، کیا وہ سب کچھ پہلے لکھا ہوتا ہے؟

س...... انسان کی زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے کیا وہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے؟ یا انسان کے اعمال کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتا ہے؟

ج...... یہ تقدیر کا مسئلہ ہے۔ اس میں زیادہ کھود کرید تو جائز نہیں، بس اتنا ایمان ہے کہ دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا یا ہو رہا ہے، یا آئندہ ہوگا، ان ساری چیزوں کا اللہ تعالیٰ کو دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا۔ دنیا کی کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے، نہ قدرت سے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کے مطابق کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان کا ایک چارٹ لکھ دیا ہے، دنیا کا سارا نظام اسی خدائی نوشتہ کے مطابق چل رہا ہے، اسی کو تقدیر کہتے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، جو شخص اس کا منکر ہو وہ مسلمان نہیں۔

یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار اور عقل و تمیز کی دولت بخشی ہے، اور یہ طے کر دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اور اپنے ارادہ و اختیار سے فلاں فلاں کام کرے گا۔

یہ بھی ایمان ہے کہ انسان کے اچھے یا برے اعمال کا نتیجہ اسے ثواب یا عذاب کی شکل میں آخرت میں ملے گا، اور کچھ نہ کچھ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم اور حدیث شریف میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، ان پر ایمان رکھنا چاہئے۔ اس سے زیادہ اس مسئلہ پر غور نہیں کرنا چاہئے، اس میں بحث و مباحثہ سے منع کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔

برا کام کر کے مقدر کو ذمہ دار ٹھہرانا صحیح نہیں

س…… ایک آدمی جب برا کام کرتا ہے، اس سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ یہ میرے مقدر میں لکھا ہوا تھا، جب اللہ نے اس کے مقدر میں لکھا تھا تو پھر اس کا کیا قصور؟

ج…… بندے کا قصور تو ظاہر ہے کہ اس نے برا کام اپنے اختیار سے کیا تھا، اور مقدر میں بھی یہی لکھا تھا کہ وہ اپنے اختیار سے برا کام کر کے قصوروار ہوگا اور سزا کا مستحق ہوگا۔

تنبیہ:…… برا کام کر کے مقدر کا حوالہ دینا خلافِ ادب ہے، آدمی کو اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا چاہئے۔

خیر اور شر سب خدا کی مخلوق ہے، لیکن شیطان شر کا سبب و ذریعہ ہے

س…… اخبار جنگ کے ایک مضمون بعنوان ''ایمان کی بنیادیں'' میں صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ: آنے والے شخص نے جو درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں آئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بتایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو، حق مانو اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے چاہے وہ خیر ہو، چاہے شر ہو۔ (صحیح مسلم)۔

ہم اب تک یہ سنتے آئے تھے کہ خیر خدا کی طرف سے اور شر شیطان کی طرف سے ہے۔ اب مذکورہ بالا حدیث پڑھ کر ایمان ڈانواڈول ہو رہا ہے اور نہ جانے مجھ جیسے کتنے کمزور ایمان والے بھی شش و پنج میں پڑ گئے ہوں گے، کیونکہ جب شر بھی خدا کی طرف سے ہے تو پھر انسان مجرم کیوں؟

ج…… ہر چیز کی تخلیق خدا تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے، خواہ خیر ہو یا شر، شیطان شر کا خالق نہیں، بلکہ ذریعہ اور سبب ہے، اس لئے اگر شر کی نسبت شیطان کی طرف سبب کی حیثیت سے کی جائے تو غلط نہیں، لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ خیر کا خالق ہے، اسی طرح شیطان کو شر کا خالق سمجھا جائے تو یہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کے نزدیک ہر چیز کا ایک ہی خالق ہے۔

ہر چیز خدا کے حکم کے ساتھ ہوتی ہے

س...... میری ایک عزیزہ ہر بات میں خواہ اچھی ہو یا بری "خدا کے حکم سے" کہنے کی عادی ہیں، یعنی اگر کوئی خوشی ملی تو بھی اور اگر لڑکا آوارہ نکل گیا یا اسی قسم کی کوئی اور بات ہوئی تب بھی وہ یہی کہتی ہیں۔ بتائیے کیا ان کا اس طرح کہنا درست ہے؟

ج...... تو کیا کوئی چیز خدا کے حکم کے بغیر بھی ہوتی ہے؟ نہیں! ہر چیز خدا کے حکم سے ہوتی ہے، مگر خیر کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہوتی ہے اور شر اور برائی میں یہ نہیں ہوتا۔

قاتل کو سزا کیوں جبکہ قتل اس کا نوشتۂ تقدیر تھا

س...... ایک شخص نے ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ ایک آدمی کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ اس کے ہاتھوں فلاں شخص قتل ہوجائے گا، تو پھر اللہ پاک کیوں اس کو سزا دے گا؟ جبکہ اس کی تقدیر میں یہی لکھا تھا، اس کے بغیر کوئی چارہ ہو ہی نہیں سکتا، جبکہ ہمارا تقدیر پر ایمان ہے کہ جو تقدیر میں ہے وہی ہوگا تو پھر اللہ پاک نے سزا کیوں مقرر کی ہوئی ہے؟

ج...... تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ فلاں شخص اپنے ارادہ واختیار سے فلاں کو قتل کرکے سزا کا مستحق ہوگا، چونکہ اس نے اپنے ارادہ واختیار کو غلط استعمال کیا اس لئے سزا کا مستحق ہوا۔

خودکشی کو حرام کیوں قرار دیا گیا جبکہ اس کی موت اسی طرح لکھی تھی

س...... جب کسی کی موت خودکشی سے واقع ہونی ہے تو خودکشی کو حرام کیوں قرار دیا گیا جبکہ اس کی موت ہی اس طرح لکھی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ رہنمائی فرمائیں اور تفصیل کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

ج...... موت تو اسی طرح لکھی تھی مگر اس نے اپنے اختیار سے خودکشی کی، اس لئے اس کے فعل کو حرام قرار دیا گیا۔ اور عقیدۂ تقدیر رکھنے کے باوجود آدمی کو دوسرے کے برے افعالِ اختیاریہ پر غصہ آتا ہے، مثلاً: کوئی شخص کسی کو ماں بہن کی گالی دے تو اس پر ضرور غصہ آئے گا، حالانکہ یہ عقیدہ ہے کہ حکمِ الٰہی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا!

شوہر اور بیوی کی خوش بختی یا بدبختی آگے پیچھے مرنے میں نہیں ہے

س...... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی عورتیں جو اپنے خاوند کے انتقال کے بعد زندہ رہتی ہیں وہ بدبخت ہیں، اور جو عورتیں خاوند سے پہلے انتقال کر جاتی ہیں وہ بہت خوش نصیب ہیں۔

ج...... خوش بختی اور بدبختی تو آدمی کے اچھے اور بُرے اعمال پر منحصر ہوتی ہے، پہلے یا بعد میں مرنے پر نہیں۔

غلط عقائد رکھنے والے فرقے

اُمت کے تہتر فرقوں میں کون برحق ہے؟

س...... خواجہ محمد اسلام کی کتاب ''موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' کے اندر صفحہ:۳۳۵ پر عنوان ''امتِ محمدیہ، یہود و نصاریٰ اور فارس و روم کا اتباع کرے گی'' کی تفصیل میں نبی پاکؐ کا ارشاد پڑھا جس میں آپؐ نے فرمایا: ''بلاشبہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہوگئے تھے، اور میری امت کے تہتر (۷۳) مذہبی فرقے ہوں گے جو ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: وہ (جنتی) کون سا ہوگا؟ ارشاد فرمایا: (جو اس طریقہ پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔'' میرا تعلق اہلِ سنت جماعت سے ہے، دورِ حاضر میں کون سا مذہبی فرقہ نبیؐ کے ارشاد کے مطابق صحیح ہے؟

ج...... اس سوال کا جواب تو خود اسی حدیث میں موجود ہے، یعنی: ''ما انا علیہ واصحابی!'' پس یہ دیکھ لیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے طریقہ پر کون ہے؟

۷۲ ناری فرقوں کے نیک اعمال کا انجام

س...... کئی عالموں کی زبانی سنا ہے کہ حضورِ اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوں گے، جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا جبکہ بقایا فرقے دوزخ میں داخل ہوں گے، تو اس حدیث کے متعلق مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ:

اب جبکہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ تقریباً ہر ملک میں مسلمانوں کے کئی فرقے بن گئے ہیں، اور نہ جانے اور کتنے فرقے پیدا ہوں گے تو کیا ان سب فرقوں میں سے صرف

ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا؟ نیز ایک کے علاوہ دیگر جو نیک کام کرتے ہیں کیا اس کا ان کو اجر نہیں ملے گا؟ اگر ایک کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے تو وہ دوزخ سے کبھی نہیں نکلیں گے؟

ج...... آپ نے جو حدیث نقل کی ہے وہ صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے چند امور کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

اول:...... جس طرح آدمی غلط اعمال (زنا، چوری وغیرہ) کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بنتا ہے، اسی طرح غلط عقائد و نظریات کی وجہ سے بھی دوزخ کا مستحق بنتا ہے۔ اس حدیث میں ایک فرقہ ناجیہ کا ذکر ہے جو صحیح عقائد و نظریات کی وجہ سے جنت کا مستحق ہے، اور ۷۲ دوزخی فرقوں کا ذکر ہے جو غلط عقائد و نظریات رکھنے کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوں گے۔

دوم:...... کفر و شرک کی سزا تو دائمی جہنم ہے، کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہوگی، اور کفر و شرک سے کم درجے کے جتنے گناہ ہیں، خواہ ان کا تعلق عقیدہ و نظریہ سے ہو یا اعمال سے، ان کی سزا دائمی جہنم نہیں بلکہ کسی نہ کسی وقت ان کی بخشش ہوجائے گی، خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے یا کسی شفاعت سے، بغیر سزا کے معاف فرمادیں یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد معافی ہوجائے۔

سوم:...... غلط نظریات و عقائد کو بدعات و اہواء کہا جاتا ہے اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ بعض تو حد کفر کو پہنچتی ہیں، جو لوگ ایسی بدعاتِ کفریہ میں مبتلا ہوں وہ تو کفار کے زمرہ میں شامل ہیں اور بخشش سے محروم۔ اور بعض بدعات حد کفر کو نہیں پہنچتیں، جو لوگ ایسی میں مبتلا ہوں وہ گناہ گار مسلمان ہیں اور ان کا حکم وہی ہے جو اوپر گناہ گاروں کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے خواہ اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے، بغیر سزا کے معاف فرمادیں یا سزا کے بعد بخشش ہوجائے۔

ان تینوں مقدمات سے ان ۷۲ فرقوں میں ہر ایک کے ناری ہونے کا مطلب ہوگا کہ جو فرقے بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں ان کے لئے دائمی جہنم ہے اور ان کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں، اور جو فرقے ایسی بدعات میں مبتلا ہوں گے جو کفر تو نہیں مگر فسق اور گناہ ہے،

فہرست

ان کے نیک اعمال پر ان کو اجر بھی ملے گا۔ اور فرقہ ناجیہ کے جو افراد عملی گناہوں میں مبتلا ہوں گے ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق معاملہ ہوگا، خواہ شروع ہی سے رحمت کا معاملہ ہو یا بدعملیوں کی سزا کے بعد رہائی ہوجائے۔

مسلمان اور کمیونسٹ

س…… ایک صاحب نے اخبار میں لکھا تھا کہ: خدانخواستہ ایک مسلمان کمیونسٹ بھی ہوسکتا ہے۔ پڑھ کر بہت دکھ ہوا، میرا عقیدہ ہے کہ دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور کمیونزم ایک الگ عقیدہ اور ضابطۂ حیات ہے اور اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ آیا کوئی شخص بیک وقت مسلمان اور کمیونسٹ ہوسکتا ہے؟

ج…… مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے، اسلام اور کمیونزم الگ الگ نظام ہیں، اس لئے کوئی مسلمان کمیونسٹ نہیں ہوسکتا، اور نہ کوئی کمیونسٹ مسلمان رہ سکتا ہے۔

کفریہ عقائد

س…… میرا تعلق ایک ایسے فرقے سے ہے جس کا کلمہ، نماز اور دوسرے ارکان عام مسلمانوں سے الگ ہیں، زکوٰۃ پر عقیدہ نہیں رکھتے، حج اور قربانی بھی نہیں کرتے، برائے مہربانی جواب دیں کہ:

۱:…… اس فرقہ کے ماننے والوں کی بخشش ہوگی کہ نہیں؟

۲:…… اس فرقہ کے ماننے والے مسلمانوں کے زمرے میں آتے ہیں یا نہیں؟

دو روز قبل ایک دوست کی وساطت سے ایک پمفلٹ ملا جس میں درج ذیل عقائد تھے، وضو کی ہمیں ضرورت نہیں، اس لئے کہ دل کا وضو ہوتا ہے۔ پانچ وقت فرض نماز کے بدلے میں تین وقت کی دعا کافی ہے، اس میں قیام و رکوع کی ضرورت نہیں ہے، قبلہ رُخ کی ضرورت نہیں ہے، ہر سمت رُخ کر کے پڑھ سکتے ہیں، جس کے لئے صرف تصور کافی ہے۔ روزہ تو اصل میں آنکھ، کان اور زبان کا ہوتا ہے، کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہمارا روزہ سوا پہر کا ہوتا ہے جو صبح دس بجے کھول لیا جاتا ہے، وہ بھی اگر کوئی رکھنا چاہے، ورنہ روزہ

فرض نہیں ہے۔ زکوٰۃ کے بجائے آمدنی پر روپیہ میں دوآنہ فرض ہے۔ حج فرض نہیں، عبادت مالی تصرفات کر کے معاف کرائی جاسکتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ کیا ایسے عقائد کے حامل لوگ مسلمان سمجھے جائیں گے۔

ج……جس فرد یا جماعت کے عقائد مسلمانوں کے نہیں اور دینِ اسلام کے بنیادی ارکان (کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کو بھی وہ تسلیم نہیں کرتے، وہ مسلمانوں کے زمرے میں کیسے شامل ہوسکتے ہیں؟ اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو نہ مانیں، ان کی بخشش کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ جو اسلام کی کسی بات کا بھی قائل نہ ہو، وہ مسلمان کیسے ہوسکتا ہے؟

بہائی مذہب اوران کے عقائد

س……ایک مسئلہ حل طلب ہے، یہ مسئلہ صرف میرا نہیں بلکہ تمام پاکستانی مسلمانوں کا ہے اور فوری توجہ طلب ہے، مسئلہ یہ ہے ''اسلام اور بہائی مذہب'' بہائی مذہب کے عقائد یہ ہیں:

۱:……کعبہ سے منحرف ہیں، ان کا کعبہ اسرائیل ہے، بہاء اللہ کی آخری آرام گاہ۔

۲:……قرآن پاک سے منحرف ہیں، ان کی مذہبی کتاب بہاء اللہ کی تصنیف کردہ ''کتاب اقدس'' ہے۔

۳:……ان کے ہاں وحی نازل ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

۴:……جہاد اور جزیہ ناجائز اور حرام ہے۔

۵:……پردہ ناجائز ہے۔

۶:……بینکاری سود جائز ہے۔

۷:……بہائی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ ہی خدا کے کامل اور اکمل مظہر ظہور اور خدا کی مقدس حقیقت کے مطلع انوار ہیں۔

۸:……ان کے نام اسلامی ہوتے ہیں۔

۹:……کیا یہ درست ہے کہ بقول بہاء اللہ ایک ہی روح القدس ہے، جو بار بار پیغمبران کے جسد خاکی میں ظاہر ہوتا ہے۔

فہرست

۱۰:...... یہ ختم نبوت اور ختم رسالت سے منکر ہیں، ان کا کہنا ہے کہ خدا ہر ایک ہزار سال کے بعد ایک مصلح پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا۔

جو مسلمان ان کا مذہب اختیار کر رہے ہیں وہ ملحد ہو رہے ہیں۔

ج...... بہائی مذہب کے جو عقائد سوال میں درج کئے گئے ہیں ان کے الحاد و باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس لئے کسی مسلمان کو ان کا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ بہائی مذہب اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔

ذکری فرقہ غیر مسلم ہے

س...... میں ایک تعلیم یافتہ شخص ہوں۔ میرے آباء و اجداد خود کو مسلمان کہلاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم ''ذکری'' ہیں۔ میں نے اتنی ساری کتابیں پڑھی ہیں مگر کسی کتاب میں میں نے اس کا ذکر نہیں سنا۔ میں سعودیہ، کویت، قطر، دوبئ بھی گیا ہوں، لیکن میں نے عربوں میں یہ فرقہ نہیں دیکھا۔ میں نے اپنی فٹ بال ٹیم کے ساتھ پنجاب، سرحد، بلوچستان اور اندرون سندھ کا بھی دورہ کیا ہے لیکن میں نے اس فرقہ کا نام کہیں نہیں سنا۔ میں حیران ہوں کہ ہم قرآن مجید پر مکمل یقین رکھنے کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی کو ایک سچی کتاب تصور کرنے کے باوجود نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے انحرافی ہیں۔ میں نے اپنے والد، والدہ، بڑے بھائی اور دیگر افراد سے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے مگر کسی نے مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیا ہے۔ میرے والد صاحب کا عنقریب انتقال ہو گیا ہے، میں نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ یہ کوئی مذہب نہیں، میں نماز پڑھوں گا، لیکن وہ مجھے روک رہی ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ تفصیلی جواب سے نوازیں آیا والدہ صاحبہ کو چھوڑ دوں یا نماز پڑھوں جبکہ وہ مجھ سے ناراض ہوں گی۔ آخر میں کیا کروں؟

ج...... ذکری فرقہ کے لٹریچر کا میں نے مطالعہ کیا ہے، وہ اپنے اصول و فروع کے اعتبار سے مسلمان نہیں ہیں، بلکہ ان کا حکم قادیانیوں، بہائیوں اور مہدویوں کی طرح غیر مسلم اقلیت کا ہے۔ جو لوگ ذکریوں کو مسلمان تصور کرتے ہوئے ان میں شامل ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اس فرقۂ باطلہ سے برأت کرنی چاہئے۔ آپ اپنی والدہ کی خدمت

ضرور کریں، لیکن نماز روزہ اور دیگر احکامِ خداوندی میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

آغا خانی، بوہری شیعہ فرقوں کے عقائد

س...... آغا خانیوں کے عقائد کیا ہیں؟ نیز دیگر فرقوں یعنی جماعت المسلمین، بوہری اور شیعہ کے پس منظر اور غلط عقائد بھی بیان کیجئے۔

ج...... آغا خانی فرقہ کے عقائد پر ''آغا خانیت کی حقیقت'' کے نام سے ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے، اس کا مطالعہ فرمائیے۔ بوہری فرقہ بھی آغا خانیوں کی طرح اسماعیلیوں کی ایک شاخ ہے۔ ''جماعت المسلمین'' غیر مقلدوں کی ایک جماعت ہے، وہ ائمہ اربعہؒ کے مقلدین کو مشرک کہتے ہیں۔ شیعہ حضرات کے عقائد و نظریات عام طور پر معروف ہیں، خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ! ظالم و غاصب اور منافق و مرتد سمجھتے ہیں اور قرآن کریم میں ردو بدل کے قائل ہیں، اس کے لئے میرا رسالہ ''ترجمہ فرمان علی پر ایک نظر'' دیکھ لیا جائے۔

خمینی انقلاب اور شیعوں کے ذبیحہ کا حکم

س...... آپ کا ایک مسئلہ جولائی ۱۹۸۶ء کے اقرأ ڈائجسٹ میں پڑھا کہ اہل تشیع کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، کیونکہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔

قبلہ میں اپنے تعارف میں صرف یہ کہوں گا کہ میں ایک عالم دین نہیں لیکن ایک دیندار مسلمان ضرور ہوں۔ آپ کے ان الفاظ کو اپنی عملی زندگی میں دیکھا تو یہ حقیقت سے بعید نظر آئے جس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے کافی عرصہ عرب ممالک میں گزارا ہے اور اب بھی متحدہ عرب امارات میں ہوں۔ سعودیہ، عراق، شام، بحرین اور مسقط میں جو گوشت آتا ہے وہ آسٹریلیا اور ڈنمارک سے آتا ہے، مرغی فرانس سے آتی ہے، میں نے ان کے ذبیحہ پر شک کی بنا پر کئی علماء کرام سے تحقیق کی لیکن افسوس کہ کہیں سے بھی جواب تسلی بخش نہ مل سکا۔ بلکہ کئی حضرات نے کہا کہ ہم خود تو نہیں کھاتے لیکن کھانے میں حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ اسلامی ملک ہے، سربراہ مسلمان ہے، کسی نے کہا کہ بس حلال سمجھ کر کھالو۔ لیکن میں علماء کرام کے سامنے یہ کہنے کی گستاخی نہ کرسکا کہ حرام گوشت میرے حلال سمجھ کر کھانے سے

فہرست

حلال نہیں ہوسکتا، خدا جانے ہمارے علماء کی کسمپرسی تھی کہ وہ مسئلہ بتانے سے بھی گریز کرتے ہیں، یا یہ واقعی ہی حلال ہے۔

اسی تجسّس کی وجہ سے ایک دن ایک شیعہ ساتھی سے ملاقات ہوئی، ہوٹل میں کھانے کا سوچا تو وہ صاحب بولے کہ میں تو ہوٹل میں صرف دال کھاتا ہوں، وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ گوشت کا ذبیحہ مشکوک ہے، اس لئے اجتناب کرتا ہوں۔ خیر قصہ کوتاہ میں نے ان کی وساطت سے ان کے ایک نجفی عالم دین سے رابطہ قائم کیا، ان سے یہی سوال پوچھا تو انہوں نے صاف حرام کہا۔ ان سے ان کی خوراک کے بارے میں پوچھا تو بولے کہ یہاں پر سمندر کے کنارے ہر روز کچھ دنبے ذبح ہوتے ہیں وہاں سے ہم گوشت لے آتے ہیں، اگرچہ اس میں دشواری کافی ہے، لیکن حرام نہیں کھاتے، بلکہ سبزی دال اس کا نعم البدل موجود ہے۔

یہاں پر ایک یہ غلطی کرکے ان کو بتادیا کہ میرا تعلق فقہ حنفی سے ہے، ان سے وہی آپ والا مسئلہ پوچھا تو فرمانے لگے کہ یہ ان صاحب کی اپنی تحقیق ہے، ممکن ہے ہمیں مسلمان نہ سمجھتے ہوں۔ البتہ ذبیحہ کے لئے مسلمان کا تکبیر پڑھنا شرط ہے اور مسلمان کے اصولِ دین شرط ہیں۔ بہرحال کہانی بہت لمبی ہوگئی ہے، مجھے آپ سے جو شکایت ہے اس کی گستاخی کی پہلے معافی چاہوں گا کہ آپ ایک غیر مسلم کے ذبیحہ پر یقین کرتے ہیں حلال ہے اور وہ بھی مشین سے ذبح کیا ہوا (حالانکہ پاکستان میں بھٹو دور میں یہ مذبح خانے علماء نے اسی لئے بند کرادیئے تھے)، اور ایک مسلمان کو غیر مسلم کہتے ہوئے اس کے ذبیحہ کو حرام قرار دے رہے ہیں، حالانکہ ایک مسلمان کو غیر مسلم کہنا کتنا جرم ہے لیکن یہ عام ہوچکا ہے، ہم آپس میں بھی ایک دوسرے کو غیر مسلم کہہ جاتے ہیں، مجھے یہ بات دکھ دیتی ہے کہ آپ جیسے جید عالم ایسے مسائل بیان فرمائیں کہ جب روس، امریکہ افغانستان کے بہانے ہم کو مٹانے کی کوشش میں ہیں۔

بہرحال قبلہ مجھ نااہل اور جاہل کی سوچ کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہ کہ میری عمر تقریباً پچاس سال ہوچکی ہے، یہ مسائل کبھی بھی پہلے نہیں اٹھائے گئے، یہ اس وقت اٹھے جب ایران میں اسلامی انقلاب آیا، مجھے یہ شک ہورہا ہے کہ وائٹ ہاؤس کا حکم سعودیہ کی

سنہری تھیلی میں ہم تک پہنچایا جارہا ہو، اور امریکہ اپنی شکست کا بدلہ ایران کے بجائے مسلمانوں سے لینا چاہتا ہو اور اس میں ہماری غربت سے فائدہ اٹھا رہا ہو، خدا کرے میرے خیالات غلط ہوں۔ قبلہ میری آخر میں گزارش ہے کہ مجھے معاف رکھنا اور التماس ہے کہ ہمیں اخوت کا سبق دیں اور اگر آج یہ شیعہ سنی کی جنگ ہے تو کل یہ بریلوی دیوبندی تک پہنچے گی تاوقتیکہ برصغیر میں مسلمانوں کا نام ختم ہو۔ آپ کا اشارہ ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، عرب کے مسلمانوں سے کفر خائف نہیں، ثبوت کے لئے سعودیہ کی حکومت اور عوام کی حالت سے آپ واقف ہیں، جو کہ عالم اسلام کا مرکز ہے، باقی اس شیعہ سنی جنگ میں کتنے مسلمان قتل ہوں گے اس کے عذاب وثواب میں آپ برابر کے شریک ہوں گے۔

ج...... جہاں تک آپ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ ''میں غیر مسلم کے مشینی ذبیحہ کو بھی حلال کہتا ہوں'' تو یہ آپ کا نرا حسن ظن ہے، اہل کتاب کا ذبیحہ تو قرآن مجید میں حلال قرار دیا گیا ہے اور مشینی ذبیحہ کو میں مردار سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اہل کتاب کے علاوہ کسی دوسرے غیر مسلم کا ذبیحہ بھی مردار ہے۔ جہاں تک آپ کے اس فقرے کا تعلق ہے کہ ''میں مسلمان کے ذبیحہ کو حرام کہتا ہوں'' یہ بھی غلط ہے۔ شیعہ اثنا عشری کے بارے میں میں نے یہ لکھا تھا کہ:

۱:...... قرآن کریم کو تحریف شدہ سمجھتے ہیں۔

۲:...... تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر و مرتد یا ان کے حلقہ بگوش سمجھتے ہیں۔

۳:...... بارہ اماموں کا درجہ انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

یہ تو آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ مجھ سے شیعوں کے ان عقائد کا ثبوت طلب کریں کہ میں نے ان پر بے بنیاد الزام لگایا ہے یا واقعی ان کی مستند کتابوں میں اور ان کے مجتہد علماء کے یہ عقائد ہیں۔ میں جب آپ چاہیں اس کا ثبوت ان کی تازہ ترین کتابوں سے جواب بھی ہندو پاک اور ایران میں چھپ رہی ہیں، پیش کرنے کو حاضر ہوں۔ اور جب ان کے یہ عقائد ثابت ہو جائیں تو آپ ہی فرمائیے کہ ان عقائد کے بعد بھی ان کو مسلمان ہی سمجھئے گا؟ اور آپ کا یہ خیال کہ ''یہ مسائل اس وقت اٹھائے گئے ہیں جب ایران میں ''اسلامی'' انقلاب آیا'' یہ آنجناب کی غلط فہمی ہے، اس ناکارہ نے آج سے ۹، ۱۰ سال پہلے

"اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم"، لکھی تھی، اس وقت "خمینی انقلاب" کا کوئی اتا پتا نہیں تھا، اس میں بھی میں نے شیعہ عقائد کے انہی تین نکات پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"شیعہ مذہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پہلے دن سے امت کا تعلق اس کے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دینا چاہا، اس نے اسلام کی ساری بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، اور اسلام کے بالمقابل ایک نیا دین تصنیف کرڈالا۔ آپ نے سنا ہوگا کہ شیعہ مذہب اسلام کے کلمہ پر راضی نہیں، بلکہ اس میں "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل" کی پیوندکاری کرتا ہے، بتایئے! جب اسلام کا کلمہ اور قرآن بھی شیعوں کے لئے لائقِ تسلیم نہ ہو تو کس چیز کی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ اور یہ ساری نحوست ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض وعداوت کی، جس سے ہر موٴمن کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔" (ص:۲۴)

اسی میں شیعہ مذہب کی بنیاد "بغضِ صحابہ" کا تذکرہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا:

"الغرض یہ تھی وہ غلط بنیاد جس پر شیعہ نظریات کی عمارت کھڑی کی گئی، ان عقائد ونظریات کے اولین موجد وہ یہودی الاصل منافق تھے (عبداللہ بن سبا اور اس کے رفقاء) جو اسلامی فتوحات کی یلغار سے جل بھن کر کباب ہوگئے تھے۔"

آنجناب کا "خمینی انقلاب" کو "اسلامی انقلاب" کہنا اس امر کی دلیل ہے کہ آنجناب کو خمینی صاحب کے عقائد ونظریات کا علم نہیں۔ میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ مولانا محمد منظور نعمانی کی کتاب "ایرانی انقلاب" کا مطالعہ فرمالیں یا کم سے کم ماہنامہ "بینات" کراچی ربیع الاول اور ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ کے شماروں میں اس ناکارہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھ لیں بشرطِ انصاف، آپ کی غلط فہمی دور ہوجائے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کیسا "اسلامی انقلاب" ہے جس میں حضرات خلفائے راشدینؓ اور اکابر صحابہؓ کو کافر ومنافق اور

مکار و خود غرض کہہ کر تبرا کیا جائے اور جس میں چالیس فیصد سنی آبادی کو کچل کر رکھ دیا جائے، نہ انہیں اپنے مسلک کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہو، اور نہ آواز اٹھانے کی، اگر اس کا نام ''اسلامی انقلاب'' ہے تو شاید ہمیں ''اسلامی انقلاب'' کی تعریف بدلنی پڑے گی۔

آپ کا یہ کہنا کہ یہ سب کچھ امریکہ بہادر کے اشارۂ چشم و ابرو پر ہو رہا ہے اور یہ کہ وہائٹ ہاؤس کا حکم سعودیہ کی سنہری تھیلیوں میں ہم تک پہنچایا جا رہا ہے، یہ آنجناب کا حسن ظن ہے اور میں آپ کو اس میں معذور سمجھتا ہوں، اس لئے کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی کہ آج کے دور میں کوئی روپے پیسے کے لالچ کے بغیر محض رضائے الٰہی اور امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی خیر خواہی کی غرض سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اس کا فیصلہ ''روزِ جزا'' میں ہوگا کہ اس ناکارہ پر آنجناب کا یہ الزام کس حد تک حق بجانب تھا؟

شیعوں کے تقیہ کی تفصیل

س…… شیعوں کی یہاں تقیہ کی کیا صورت ہے؟ شیعہ ایک مثال دیتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بادشاہ وقت کے خلاف فتویٰ دیا، جب ان کو لوگ گرفتار کرنے کے لئے آئے تو وہ مسجد میں عبادت کر رہے تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو دو قدم پیچھے ہٹ کر کہا کہ: ابھی یہاں تھے! یہ واقعہ میں نے اپنے کسی مولوی صاحب سے سنا ہے، شیعہ اس کو سنی حضرات کا تقیہ کہتے ہیں، لہٰذا آپ بتائیں کہ تقیہ کس کو کہتے ہیں؟

ج…… شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا جو واقعہ آپ نے لکھا اس کی تو مجھے تحقیق نہیں، البتہ اسی قسم کا واقعہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کا ہے، اور یہ تقیہ نہیں ''توریہ'' کہلاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا فقرہ کہا جائے کہ مخاطب اس کا مطلب کچھ اور سمجھے اور متکلم کی مراد دوسری ہو، بوقت ضرورت جھوٹ سے بچنے کے لئے اس کی اجازت ہے۔ رہا شیعوں کا تقیہ! وہ یہ ہے کہ اپنے عقائد کو چھپایا جائے اور عقائد و اعمال میں بظاہر اہل سنت کی موافقت کی جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۳۰ برس تک اہل سنت کے دین پر عمل کرتے رہے اور انہوں نے شیعہ دین کے کسی مسئلہ پر بھی کبھی عمل نہیں فرمایا، یہی حال ان باقی حضرات کا رہا جن کو شیعہ ائمہ معصومین مانتے ہیں تقیہ کی ایجاد کی ضرورت اس لئے پیش

فہرست

آئی کہ شیعوں پر یہ بھاری الزام تھا کہ اگر حضرت علیؓ اور ان کے بعد کے وہ حضرات جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان کے عقائد وہی تھے جو شیعہ پیش کرتے تھے تو یہ حضرات، مسلمانوں کے ساتھ شیر وشکر کیوں رہے؟ اور سوادِ اعظم اہل سنت کے عقائد و اعمال کی موافقت کیوں کرتے رہے؟ شیعوں نے اس الزام کو اپنے سر سے اتارنے کے لئے "تقیہ" اور "کتمان" کا نظریہ ایجاد کیا، مطلب یہ کہ یہ حضرات اگرچہ ظاہر میں سوادِ اعظم (صحابہؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) کے ساتھ تھے، لیکن یہ سب کچھ "تقیہ" کے طور پر تھا، ورنہ در پردہ ان کے عقائد عام مسلمانوں کے نہیں تھے، بلکہ وہ شیعی عقائد رکھتے تھے اور خفیہ خفیہ ان کی تعلیم بھی دیتے تھے، مگر اہل سنت کے خوف سے وہ ان عقائد کا برملا اظہار نہیں کرتے تھے۔ ظاہر میں ان کی نمازیں خلفائے راشدین (اور بعد کے ائمہ) کی اقتدا میں ہوتی تھیں، لیکن تنہائی میں جاکر ان پر تبرا بولتے تھے، ان پر لعنت کرتے تھے، اور ان کو ظالم و غاصب اور کافر و مرتد کہتے تھے، پس کافروں اور مرتدوں کے پیچھے نماز پڑھنا بربنائے "تقیہ" تھا، جس پر یہ اکابراً عن جدٍ عمل پیرا تھے۔

یہ ہے شیعوں کے "تقیہ" اور "کتمان" کا خلاصہ۔ ہم اس طرزِ عمل کو نفاق سمجھتے ہیں، جس کا نام شیعہ نے تقیہ رکھ چھوڑا ہے، ہم ان اکابر کو "تقیہ" کی تہمت سے بری سمجھتے ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ ان اکابر کی پوری زندگی اہل سنت کے مطابق تھی، وہ اسی کے داعی بھی تھے، شیعہ مذہب پر ان اکابر نے ایک دن بھی عمل نہیں کیا۔

"جماعت المسلمین" اور کلمہ طیبہ

س...... آج کل ایک نئی جماعت "جماعت المسلمین" جو کہ کوثر نیازی کالونی میں ہے، یہ لوگ کلمہ طیبہ کو نہیں مانتے کہ یہ قرآن شریف اور حدیث میں نہیں ہے، اس لئے آپ لوگ غلط پڑھتے ہیں، اصل کلمہ، کلمۂ شہادت ہے، جو لوگ کلمۂ طیبہ نہیں پڑھتے وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، رشتہ داری، لینا دینا، کھانا پینا جائز ہے کہ نہیں؟

ج...... کلمۂ شہادت میں کلمۂ طیبہ ہی کی گواہی دی جاتی ہے، اگر کلمۂ طیبہ کوئی چیز نہیں تو گواہی کس چیز کی دی جائے گی؟ دراصل مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے شیطان لوگوں کے

فہرست

دل میں نئی باتیں ڈالتا رہتا ہے، یہ لوگ گمراہ ہیں ان سے محتاط رہنا چاہئے۔

عیسائی بیوی کے بچے مسلمان ہوں گے یا عیسائی؟

س...... اگر کوئی مسلمان آدمی کسی عیسائی مذہب کی عورت سے محبت کرتا ہو اور پھر وہ اس عورت کے مذہب کا ہوکر شادی کرے اور جب شادی کے بعد بچے ہوں تو آدھے مسلمان اور آدھے عیسائی یعنی وہ عورت شادی سے پہلے کہہ دیتی ہے کہ دو بچے عیسائی ہوں گے اور دو بچے مسلمان۔ اب اس کے دو بچے عیسائی ہیں اور دو مسلمان۔ یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی عیسائی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی مسلمان۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہے کہ ایک ہی گھر میں دو بچے مسلمان اور دو بچے کافر ہوں؟ اور وہ آدمی اب شادی کے اتنے عرصہ بعد کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، یہ کہاں تک درست ہے کہ ایسی شادیاں ہوجاتی ہیں اور ان کی اولاد کہاں تک عیسائی اور کہاں تک مسلمان ہے؟

ج...... اگر کسی مسلمان نے اہلِ کتاب سے شادی کی اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ مسلمان ہوگی، یہ شرط کرنا کہ آدھی مسلمان ہوگی اور آدھی کافر، قطعاً غلط ہے۔ اور ایسی شرط کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے، کیونکہ اولاد کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اور اگر ایسی شرط نہ رکھی تب بھی اگر اولاد کے کافر ہوجانے کا خطرہ ہو تو عیسائی عورت سے شادی کرنا گناہ ہے۔

صابئین کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

س...... سورۃ البقرہ کی آیت:۶۲ میں نصاریٰ اور صابئین کی بابت جو بیان کیا گیا ہے ذرا وضاحت فرمادیجئے، کیا یہ لوگ بھی جنت میں جاسکیں گے؟

ج...... ان میں سے جو لوگ اسلام لے آئیں وہ جنت میں جائیں گے، اسلام لائے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔

نوٹ:...... صابئین صابی کی جمع ہے اور ''صابی'' لغت میں اس کو کہتے ہیں جو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہوجائے، لہٰذا صابی وہ لوگ تھے جو اہلِ کتاب کے دین سے نکل گئے تھے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ: صابی وہ لوگ تھے جنھوں نے ادیانِ سماویہ

میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے لیا، چنانچہ وہ زبور پڑھتے تھے، ملائکہ کی عبادت کرتے تھے اور نماز کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرکے پڑھا کرتے تھے۔

فرقہ مہدویہ کے عقائد

س…… فرقہ مہدویہ کے متعلق معلومات کرنا چاہتا ہوں، ان کے کیا گمراہ کن عقائد ہیں؟ یہ لوگ نماز، روزہ کے پابند اور شریعت کے دعویدار ہیں، کیا مہدویہ، ذکریہ ایک ہی قسم کا فرقہ ہے؟ مہدی کی تاریخ کیا اور مدفن کہاں ہے؟

ج…… فرقہ مہدویہ کے عقائد و نظریات پر مفصل کتاب مولانا عین القضاۃ صاحب نے ''ہدیہ مہدویہ'' کے نام سے لکھی تھی، جواب نایاب ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔

فرقہ مہدویہ سید محمد جون پوری کو مہدی موعود سمجھتا ہے، جس طرح کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی سمجھتے ہیں۔ سید محمد جون پوری کا انتقال افغانستان میں غالباً ۹۱۰ھ میں ہوا تھا۔

فرقہ مہدویہ کی تردید میں شیخ علی متقی محمد طاہر پٹنی اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے رسائل لکھے تھے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دیگر جھوٹے مدعیوں کے ماننے والے فرقے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات اسلام سے ہٹے ہوئے ہیں، اسی طرح یہ فرقہ بھی غیر مسلم ہے۔ جہاں تک مختلف فرقوں کے وجود میں آنے کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ نئے نئے نظریات پیش کرتے ہیں اور ان کے ماننے والوں کا ایک حلقہ بن جاتا ہے، اس طرح فرقہ بندی وجود میں آجاتی ہے۔ اگر سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم رہتے اور صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتے تو کوئی فرقہ وجود میں نہ آتا۔ رہا یہ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس کا جواب اوپر کی سطروں سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمیں کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کے راستہ پر چلنا چاہئے اور جو شخص یا گروہ اس راستہ سے ہٹ جائے ہمیں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

امام کو خدا کا درجہ دینے والوں کا شرعی حکم

س…… میرا تعلق ایک خاص فرقہ سے رہا ہے، لیکن اب خدا کے فضل سے میں نے اس

مذہب کو چھوڑ دیا ہے، میں اس مذہب کے چند عقائد یہاں لکھ رہا ہوں۔

عقائد:......اس مذہب میں امام کو خدا کا درجہ دے دیا گیا ہے، اور اپنی تمام حاجات وخواہشات حتیٰ کہ گناہوں کی معافی بھی انہی سے مانگی جاتی ہے۔ پانچ وقت کی نماز کی بجائے تین وقت کی ''دعا'' پڑھی جاتی ہے، جو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ سے بالکل مختلف ہے، نہ تو وضو کا کوئی تصور ہے اور نہ رکوع و سجود کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اور جس طرح ان کے مرد اور عورتیں سج دھج کر کے جماعت خانہ جاتے ہیں، وہ تو آپ نے خود بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ روزہ، زکوٰۃ اور حج اس مذہب کے ماننے والوں پر فرض ہی نہیں۔ آپ کتاب وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ان عقائد کے ساتھ کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج......آپ نے جو عقائد لکھے ہیں، وہ اسلام سے یکسر مختلف ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے بہت سے سمجھدار اور پڑھے لکھے حضرات خود بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ ان کے عقائد اسلام سے قطعی الگ ہیں، لیکن ایک خاندانی روایت کے طور پر وہ ان عقائد کو اپنائے چلے آتے ہیں، جن لوگوں کے دل میں آخرت کی فکر اور صحیح دین اختیار کرنے کی خلش پیدا ہو جاتی ہے ان کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے دوسرے بھائیوں کی بھی اس ہدایت کی طرف رہنمائی کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمائی ہے۔

ڈاکٹر عثمانی گمراہ ہے

س......ڈاکٹر عثمانی جو کراچی میں رہتے ہیں اور مختلف قسم کے پمفلٹ، لٹریچر شائع کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج......ڈاکٹر عثمانی گمراہ ہے، اس کے نزدیک (سوائے اس کی ذات اور اس کے ہم نواؤں کے) کوئی بھی صحیح مسلمان نہیں، سب نعوذ باللہ! مشرک ہیں، تمام اکابر امت کو اس نے گمراہ کہا ہے۔

فہرست

قادیانی فتنہ

جھوٹے نبی کا انجام

س...... رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امکانِ نبوت پر روشنی ڈالئے اور بتایئے کہ جھوٹے نبی کا انجام کیا ہوتا ہے؟ مرزا قادیانی کا انجام کیا ہوگا؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا حصول ممکن نہیں، جھوٹے نبی کا انجام مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرتا ہے، چنانچہ تمام جھوٹے مدعیانِ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا، خود مرزا قادیانی منہ مانگی ہیضے کی موت مرا اور دم واپسیں دونوں راستوں سے نجاست خارج ہو رہی تھی۔

مسلمان اور قادیانی کے کلمہ اور ایمان میں بنیادی فرق

س...... انگریزی داں طبقہ اور وہ حضرات جو دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے آپس کے افتراق سے بیزار ہیں، قادیانیوں کے سلسلہ میں بڑے گومگو میں ہیں، ایک طرف وہ جانتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہئے، جبکہ قادیانیوں کو کلمہ کا بیج لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے، دوسری طرف وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا، برائے مہربانی آپ بتایئے کہ قادیانی جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں کیونکر کافر ہیں؟

ج...... قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، تو پھر آپ لوگ مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ مرزا صاحب کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنے رسالہ ”کلمۃ الفصل“ میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں جوابوں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی صاحبان ”محمد رسول اللہ“ کا مفہوم کیا لیتے ہیں؟

مرزا بشیر احمد صاحب کا پہلا جواب یہ ہے کہ:

فہرست

''محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں، اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں، ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں! حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہوگیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے، مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی۔

غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کردی ہے اور بس۔''

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیرمسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق! جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمہ کے مفہوم میں مرزا قادیانی بھی شامل ہے، اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی ''زیادتی'' سے پاک ہے، اب دوسرا فرق سنئے! مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں:

''علاوہ اس کے اگر ہم بفرضِ محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی، کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتا ہے: ''صار وجودی وجودہ'' (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے۔ از ناقل) نیز ''من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما

عرفنی وما رأیٰ" (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا، اس نے مجھے نہ پہچانا، نہ دیکھا۔ ناقل) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا (نعوذ باللہ! ناقل) جیسا کہ آیت آخرین منھم سے ظاہر ہے۔

پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے، جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی.....فتدبروا۔"

(کلمۃ الفصل ص:۱۵۸، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد:۱۴، نمبر:۳، ۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہوا کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب "محمد رسول اللہ" کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے جو لکھا ہے کہ: "مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دنیا میں دوبارہ تشریف لائے ہیں" یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے، جس کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں دوبار آنا تھا، چنانچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد کی بروزی شکل میں ...معاذ اللہ!...مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ، خطبہ الہامیہ اور دیگر بہت سی کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔ (دیکھئے خطبہ الہامیہ ص:۱۷۱، ۱۸۰)

اس نظریہ کے مطابق قادیانی امت مرزا صاحب کو "عین محمدؐ" سمجھتی ہے، اس کا عقیدہ ہے کہ نام، کام، مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مرزا صاحب اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی دوئی اور مغائرت نہیں ہے، نہ وہ دونوں علیحدہ وجود ہیں، بلکہ دونوں ایک ہی شان،

ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی... غیرمسلم اقلیت... مرزا غلام احمد کو وہ تمام اوصاف والقاب اور مرتبہ ومقام دیتی ہے جو اہلِ اسلام کے نزدیک صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا صاحب بعینہٖ محمد رسول اللہ، محمد مصطفیٰ ہیں، احمد مجتبیٰ ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، امام الرسل ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، صاحبِ کوثر ہیں، صاحبِ معراج ہیں، صاحبِ مقامِ محمود ہیں، صاحبِ فتح مبین ہیں، زمین وزمان اور کون ومکان صرف مرزا صاحب کی خاطر پیدا کئے گئے، وغیرہ وغیرہ۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا صاحب کی ''بروزی بعثت'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بعثت سے روحانیت میں اعلیٰ واکمل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ روحانی ترقیات کی ابتداء کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا، وہ صرف تائیدات اور دفع بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے، اس وقت اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا (جس کی کوئی روشنی نہیں ہوتی) اور مرزا صاحب کا زمانہ چودھویں رات کے بدرِ کامل کے مشابہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہزار معجزات دیئے گئے تھے اور مرزا صاحب کو دس لاکھ، بلکہ دس کروڑ، بلکہ بے شمار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی ارتقاء وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک مرزا صاحب نے ذہنی ترقی کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے وہ رموز واسرار نہیں کھلے جو مرزا صاحب پر کھلے۔

مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت وبرتری کو دیکھ کر... قادیانیوں کے بقول... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان لائیں اور ان کی بیعت ونصرت کریں۔ خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا صاحب کی شکل میں محمد رسول اللہ خود دوبارہ تشریف لائے ہیں، بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہونے والا قادیانی ''محمد رسول اللہ'' اصلی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے، نعوذ باللہ! استغفر اللہ!

چنانچہ مرزا صاحب کے ایک مرید (یا قادیانی اصطلاح میں مرزا صاحب کے ''صحابی'') قاضی ظہورالدین اکمل نے مرزا صاحب کی شان میں ایک ''نعت'' لکھی، جسے خوش خط لکھوا کر اور خوبصورت فریم بنوا کر قادیان کی ''بارگاہِ رسالت'' میں پیش کیا، مرزا صاحب اپنے نعت خواں سے بہت خوش ہوئے اور اسے بڑی دعائیں دیں۔ بعد میں وہ قصیدۂ نعتیہ مرزا صاحب کے ترجمان اخبار بدر جلد:۲ نمبر:۴۳ میں شائع ہوا، وہ پرچہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے، اس کے چار اشعار ملاحظہ ہوں:

امام اپنا عزیزو! اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرشِ رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں!
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب کا ایک اور نعت خواں، قادیان کے ''بروزی محمد رسول اللہ'' کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدر الدّجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازئ امت
ہے اب ''احمد مجتبیٰ'' بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثتِ ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل قادیان ۲۸/مئی ۱۹۲۸ء)

فہرست

یہ ہے قادیانیوں کا ''محمد رسول اللہ'' جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔

چونکہ مسلمان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخری نبی مانتے ہیں، اس لئے کسی مسلمان کی غیرت ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی منصبِ نبوت پر قدم رکھنے کی اجازت دی جائے۔ کجا کہ ایک ''غلامِ اسود'' کو ...نعوذ باللہ!... ''محمد رسول اللہ'' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ و افضل بنا ڈالا جائے۔ بنابریں قادیان کی شریعت مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیتی ہے، مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

''اب معاملہ صاف ہے، اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے، کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں، بلکہ وہی ہے۔''

''اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو، مگر دوسری بعثت (قادیان کی بروزی بعثت ...ناقل) میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے..... آپ کا انکار کفر نہ ہو۔'' (کلمۃ الفصل ص:۱۴۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (ص:۱۱۰)

ان کے بڑے بھائی مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی

بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“

(آئینہ صداقت ص:۳۵)

ظاہر ہے کہ اگر قادیانی بھی اسی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان پڑھتے ہیں تو قادیانی شریعت میں یہ ”کفر کا فتویٰ“ نازل نہ ہوتا، اس لئے مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ کے الفاظ گو ایک ہی ہیں مگر ان کے مفہوم میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہے۔

کلمہ شہادت اور قادیانی

س...... اخبار جنگ ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے عنوان کے تحت آنجناب نے ایک سائل کے جواب میں کہ کسی غیر مسلم کو مسلم بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا ہے کہ:

”غیر مسلم کو کلمہ شہادت پڑھا دیجئے، مسلمان ہو جائے گا۔“

اگر مسلمان ہونے کے لئے صرف کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی ہے تو پھر قادیانیوں کو باوجود کلمہ شہادت پڑھنے کے غیر مسلم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ ازراہ کرم اپنے جواب پر نظر ثانی فرمائیں، آپ نے تو اس جواب سے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔ قادیانی اس جواب کو اپنی مسلمانی کے لئے بطورِ سند پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کریں گے اور آپ کو بھی خدا کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا۔

ج...... مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شہادت کے ساتھ خلافِ اسلام مذاہب سے بیزار ہونا اور ان کو چھوڑنے کا عزم کرنا بھی شرط ہے، یہ شرط میں نے اس لئے نہیں لکھی تھی کہ جو شخص اسلام لانے کے لئے آئے گا ظاہر ہے کہ وہ اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑنے کا عزم لے کر ہی آئے گا۔ باقی قادیانی حضرات اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، کیونکہ ان کے نزدیک کلمہ شہادت پڑھنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا بلکہ مرزا صاحب کی پیروی کرنے اور ان کی بیعت کرنے میں شامل ہونے سے مسلمان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ خدا نے انہیں یہ الہام کیا ہے کہ:

فہرست

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔'' (تذکرہ طبع جدید ص:۳۳۶)

نیز مرزا قادیانی اپنا یہ الہام بھی سناتا ہے کہ:

''خداتعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (مرزا کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم)

مرزا صاحب کے بڑے صاحب زادے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص:۳۵)

مرزا صاحب کے منجھلے لڑکے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص:۱۱۰)

قادیانیوں سے کہئے کہ ذرا اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر بات کیا کریں۔

مرزا قادیانی کا کلمہ پڑھنے پر سزا کا گمراہ کن پروپیگنڈا

س...... میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکی پڑھتی ہے وہ اسلام میں دلچسپی رکھتی ہے، میں اسے اسلام کے متعلق بتاتی ہوں لیکن جب میں نے اسے اسلام قبول کرنے کو کہا تو وہ کہنے لگی تمہارے یہاں تو کلمہ پڑھنے پر سخت سزا دی جاتی ہے، اخبار میں بھی آیا تھا۔ برائے مہربانی مجھے بتائیں میں اسے کیا جواب دوں؟

ج...... اسے یہ جواب دیجئے کہ اسلام قبول کرکے کلمہ پڑھنے سے منع نہیں کرتے نہ اس پر سزا

دی جاتی ہے، البتہ وہ غیر مسلم جو منافقانہ طور پر اسلام کا کلمہ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ان کو سزا دی جاتی ہے۔

قادیانی عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی ہی (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہیں

س…… اخبار جنگ میں ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے زیر عنوان آپ نے مسلمان اور قادیانی کے کلمہ میں کیا فرق ہے، مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریر کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ:

''یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہے کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔''

مکرم جناب مولانا صاحب! میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میں جب کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں تو اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نہیں ہوتے۔ اگر میں اس معاملہ میں جھوٹ بولتا ہوں تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام مخلوق کی طرف سے مجھ پر ہزار بار لعنت ہو اور اسی یقین کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ کوئی احمدی کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نہیں لیتا، اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اسی طرح حلفیہ بیان اخبار جنگ میں شائع کروائیں کہ درحقیقت احمدی لوگ (یا آپ کے قول کے مطابق قادیانی) کلمہ شریف میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا حلف شائع کروادیا تو سمجھا جائے گا کہ آپ اپنے بیان میں مخلص ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے گا کہ کون اپنے دعوے یا بیان میں سچا اور کون جھوٹا ہے؟ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ظاہر ہوجائے گا کہ آپ کے بیان کی بنیاد، خلوص، دیانت اور تقویٰ پر نہیں بلکہ یہ محض ایک کلمہ گو جماعت پر افتراء اور اتہام ہوگا جو ایک عالم کو زیب نہیں دیتا۔

فہرست

نوٹ:......اگر آپ اپنا حلف شائع نہ کرسکیں تو میرا یہ خط شائع کردیں تاکہ قارئین کو حقیقت معلوم ہوسکے۔

ج......نامہ کرم موصول ہوکر موجب سرفرازی ہوا۔ جناب نے جو کچھ لکھا میری توقع کے عین مطابق لکھا ہے۔ مجھے یہی توقع تھی کہ آپ کی جماعت کی نئی نسل جناب مرزا صاحب کے اصل عقائد سے بے خبر ہے اور جس طرح عیسائی تین ایک، ایک تین کا مطلب سمجھے بغیر اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی بڑے زور شور سے اعلان کرتے ہیں۔ کچھ یہی حال آپ کی جماعت کے افراد کا بھی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ ''محمد رسول اللہ'' سے مرزا صاحب کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ عالی کو مراد لیتے ہیں اور یہ کہ اگر آپ ایسا عقیدہ رکھتے ہوں تو فلاں فلاں کی ہزار لعنتیں آپ پر ہوں۔ مگر آپ کے مراد لینے یا نہ لینے کو میں کیا کروں؟ مجھے تو یہ بتائیے کہ میں نے یہ بات بے دلیل کہی یا مدلل؟ اور اپنی طرف سے خود گھڑ کر کہہ دی ہے یا مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حوالوں سے؟ جب میں ایک بات دلیل کے ساتھ کہہ رہا ہوں تو مجھے قسمیں کھانے کی کیا ضرورت؟ اور اگر قسموں ہی کی ضرورت ہے تو میری طرف سے اللہ تعالیٰ، ''انک لرسول اللہ'' کی قسمیں کھانے والوں کے مقابلے میں ''انھم لکاذبون'' کی قسم کھاچکا ہے۔

میرے بھائی! بحث قسموں کی نہیں، عقیدے کی ہے! جب آپ کی جماعت کا لٹریچر پکار رہا ہے کہ مرزا صاحب ''محمد رسول اللہ'' ہیں، وہی رحمۃ للعالمین ہیں، وہی ساقی کوثر ہیں، انہی کے لئے کائنات پیدا کی گئی، انہی پر ایمان لانے کا سب نبیوں (بشمول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) عہد لیا گیا ہے، اور مصطفیٰ اور مرزا میں سرے سے کوئی فرق ہی نہیں بلکہ دونوں بعینہٖ ایک ہیں، وغیرہ وغیرہ، اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب چونکہ بعینہٖ محمد رسول اللہ ہیں اس لئے ہمیں کسی اور کلمے کی ضرورت نہیں، ہاں! کوئی دوسرا آتا تو ضرورت ہوتی اور پھر اسی بنیاد پر پرانے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو منہ بھر کر کافر بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ نئے محمد رسول اللہ کے منکر ہیں، تو فرمائیے کہ آپ کے ان

سب عقائد کو جاننے کے باوجود میں کس دلیل سے تسلیم کرلوں کہ آپ نئے محمد رسول اللہ کا نہیں بلکہ اسی پرانے محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں؟ اگر جناب کو میرے درج کردہ حوالوں میں شبہ ہو تو آپ تشریف لاکر ان کے بارے میں اطمینان کرسکتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت

س...... ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا، ان کی تحریروں کے حوالے دیں۔ ہمارے محلے کے چند قادیانی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

ج......مرزا قادیانی کے ماننے والوں کے دو گروہ ہیں، ایک لاہوری، دوسرا قادیانی (جن کا مرکز پہلے قادیان تھا اب ربوہ ہے) ان دونوں کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات اور تحریروں میں باصرار وتکرار نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے، لیکن لاہوری گروہ اس دعوائے نبوت میں تاویل کرتا ہے۔ جبکہ قادیانی گروہ کسی تاویل کے بغیر مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت پر ایمان لانا ضروری سمجھتا ہے۔

آپ سے جن صاحب کی گفتگو ہوئی ہے وہ غالباً لاہوری گروہ کے ممبر ہوں گے، ان کی خدمت میں عرض کیجئے کہ یہ جھگڑا تو وہ اپنے گھر میں نمٹائیں کہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کی کیا توجیہ وتاویل ہے؟ ہمارے لئے اتنی بات بس ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور دعویٰ بھی انہی لفظوں میں جن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، مثلاً:

> ”قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا.“ (الاعراف:۱۵۸)
>
> ”قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی.“ (الکہف:۱۱۰)

وغیرہ، وغیرہ۔

اگر ان الفاظ سے بھی دعویٰ نبوت ثابت نہیں ہوتا تو یہ فرمایا جائے کہ کسی مدعیٔ نبوت کو نبوت کا دعویٰ کرنے کے لئے کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئیں؟

فہرست

رہیں دعویٔ نبوت کی تاویلات! تو دنیا میں کس چیز کی لوگ تاویلیں نہیں کرتے، بتوں کو خدا بنانے کے لئے لوگوں نے تاویلیں ہی کی تھیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے والے بھی تاویلیں ہی کرتے ہیں۔ جس طرح کسی اور کھلی ہوئی غلط بات یا غلط عقیدہ کی تاویل لائق اعتبار نہیں، اسی طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ بھی قطعی غلط ہے اور اس کی کوئی تاویل (خواہ خود مدعی کی طرف سے کی گئی ہو یا اس کے ماننے والوں کی جانب سے) لائق اعتبار نہیں۔ دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاریؒ شرح ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں:

''دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع.''

ترجمہ:...... ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر ہے۔''

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ: ''اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوش و حواس سے محروم ہو تو اس کو معذور سمجھا جائے گا ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔''

منکرینِ ختم نبوت کے لئے اصل شرعی فیصلہ کیا ہے؟

س...... خلیفہ اول بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے منکرین ختم نبوت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور تمام منکرین ختم نبوت کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ منکرین ختم نبوت واجب القتل ہیں۔ لیکن ہم نے پاکستان میں قادیانیوں کو صرف ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دینے پر ہی اکتفا کیا، اس کے علاوہ اخبارات میں آئے دن اس قسم کے بیانات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں کہ: ''اسلام نے اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ حقوق انہیں پورے پورے دیئے جائیں گے۔'' ہم نے قادیانیوں کو نہ صرف حقوق اور تحفظ فراہم کئے ہوئے ہیں بلکہ کئی اہم سرکاری عہدوں پر بھی قادیانی فائز ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منکرین ختم نبوت اسلام کی رو سے واجب القتل ہیں یا اسلام کی طرف سے اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق اور تحفظ کے حقدار ہیں؟

ج……منکرینِ ختمِ نبوت کے لئے اسلام کا اصل قانون تو وہی ہے جس پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، پاکستان میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے کر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا ان کے ساتھ رعایتی سلوک ہے، لیکن اگر قادیانی اپنے آپ کو غیرمسلم اقلیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں، بلکہ مسلمان کہلانے پر مصر ہوں تو مسلمان، حکومت سے یہ مطالبہ کرسکتے ہیں کہ ان کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی جماعت کا سا سلوک کیا جائے۔ کسی اسلامی مملکت میں مرتدین اور زنادقہ کو سرکاری عہدوں پر فائز کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، یہ مسئلہ نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک کے اربابِ حل وعقد کی توجہ کا متقاضی ہے۔

قادیانی اپنے کو ''احمدی'' کہہ کر فریب دیتے ہیں

س……آپ کے مؤقر جریدہ کی ۲۹ر دسمبر کی اشاعت میں یہ پڑھ کر تعجب ہوا کہ جہاں قادیانی حضرات کے مذہب کا شناختی کارڈ فارم میں اندراج ہوتا ہے وہاں شناختی کارڈ میں اس کا کوئی اندراج نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی فروگزاشت ہے جس سے فارم میں اندراج کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، یہاں میں یہ گزارش کروں گا کہ قادیانیوں کے لئے لفظ ''احمدی'' کا اندراج کسی طور جائز نہیں۔ یہ غلطی اکثر سرکاری اعلانات میں بھی سرزد ہوتی ہے، اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ بہت سے حضرات اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ قادیانیوں نے لفظ ''احمدی'' اپنے لئے کیوں اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو الفاظ ''اسمہ احمد'' آئے ہیں، وہ دراصل مرزا صاحب کی مراجعت کی پیش گوئی ہے، حالانکہ چودہ سو سال سے جملہ مسلمین کا یہی اعتقاد رہا ہے لفظ ''احمد'' حضور مقبول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا ہے، اور آپ کا نام احمد مجتبیٰ بھی تھا، اور شاید مرزا صاحب کے والد بزرگوار کا بھی یہی اعتقاد ہو، جنھوں نے آپ کا نام ''غلام احمد'' رکھا تھا، اسی طرح انجیل میں لفظ ''فارقلیط'' علمائے اسلام کے نزدیک حضورؐ ہی کی آمد کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ فارقلیط معرب ہے یونانی لفظ پیری کلی ٹاس کا جو بذاتِ خود ترجمہ ہے عبرانی زبان میں ''احمد'' کا جس زبان میں پہلے انجیل لکھی گئی تھی اسے بھی حضورؐ کے ورودِ مسعود کی پیش گوئی شمار کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن قادیانی حضرات اسے بھی مرزا صاحب کی آمد کی پیش گوئی شمار کرتے ہیں چنانچہ بجائے قادیانی کے

لفظ ''احمدی'' کا استعمال قادیانی حضرات کے موقف اور ان کے پروپیگنڈے کو تقویت دینے کے مترادف ہے، اس لئے میرا ادنیٰ مشورہ یہ ہے کہ اس جماعت کے لئے لفظ قادیانی ہی استعمال کرنا مناسب ہے۔

ج...... آپ کی رائے صحیح ہے! قادیانیوں کا ''اسمہ احمد'' کی آیت کو مرزا قادیانی پر چسپاں کرنا ایک مستقل کفر ہے، مرزا غلام احمد قادیانی تحفہ گولڑویہ میں ص:۹۶ میں لکھتا ہے: ''یہی وہ بات ہے جو میں نے اس سے پہلے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔'' (روحانی خزائن ج:۱۷ ص:۲۵۴)

ایک قادیانی نوجوان کے جواب میں

جواب:...... آپ کا جوابی لفافہ موصول ہوا، آپ کی فرمائش پر براہ راست جواب لکھ رہا ہوں اور اس کی نقل ''جنگ'' کو بھی بھیج رہا ہوں۔

اہلِ اسلام قرآن کریم، حدیث نبوی اور اجماعِ اُمت کی بنا پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں، خود جناب مرزا صاحب کو اعتراف ہے کہ:

> ''مسیح ابن مریم کی آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بااتفاق قبول کرلیا ہے اور صحاح میں جس قدر پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں، کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔''
>
> (ازالہ اوہام ص:۵۵۷، روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۰۰)

لیکن میرا خیال ہے کہ جناب مرزا صاحب کے ماننے والوں کو اہل اسلام سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ رکھنا چاہئے، کیونکہ جناب مرزا صاحب نے سورہ الصّف کی آیت:۹ کے حوالے سے ان کی دوبارہ تشریف آوری کا اعلان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح

فہرست

کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا (اس آیت میں) وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص:۴۹۸، ۴۹۹)

جناب مرزا صاحب قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا ثبوت محض اپنی قرآن فہمی کی بنا پر نہیں دیتے بلکہ وہ اپنے الہام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس آیت کا مصداق ثابت کرتے ہیں:

”اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکساری اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی روح سے مسیح کی ”پہلی زندگی“ کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے .... اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے، یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر۔“ (ایضاً ص:۴۹۹)

اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ مرزا صاحب اپنے الہام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی الہامی پیش گوئی بھی کرتے ہیں، چنانچہ اسی کتاب کے ص:۵۰۵ پر اپنا ایک الہام ”عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم“ درج کرکے اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

”یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے ”جلالی طور پر“ ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق وحق اور نرمی اور لطف اور احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا

ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور یہ زمانہ اس زمانے کے لئے بطور ارہاض کے واقع ہوا ہے، یعنی اس وقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اتمام حجت کرے گا، اب بجائے اس کے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔‘‘

ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھا جائے تو نہ صرف یہ قرآن کریم کی قطعی پیش گوئی کی تکذیب ہے، بلکہ جناب مرزا صاحب کی قرآن فہمی، ان کی الہامی تفسیر اور ان کی الہامی پیش گوئی کی بھی تکذیب ہے۔ پس ضروری ہے کہ اہل اسلام کی طرح مرزا صاحب کے ماننے والے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر ایمان رکھیں ورنہ اس عقیدے کے ترک کرنے سے قرآن وحدیث کے علاوہ مرزا صاحب کی قرآن دانی بھی حرفِ غلط ثابت ہوگی اور ان کی الہامی تفسیریں اور الہامی انکشافات سب غلط ہو جائیں گے، کیونکہ:

’’جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص:۲۲۲)

اب آپ کو اختیار ہے کہ ان دو باتوں میں کس کو اختیار کرتے ہیں، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کو؟ یا مرزا صاحب کی تکذیب کو؟

جناب مرزا صاحب کے ازالہ اوہام صفحہ:۹۲۱ والے چیلنج کا ذکر کر کے آپ نے شکایت کی ہے کہ نوے سال سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

آں عزیز کو شاید علم نہیں کہ حضرات علمائے کرام ایک بار نہیں، متعدد بار اس کا جواب دے چکے ہیں، تاہم اگر آپ کا یہی خیال ہے کہ اب تک اس کا جواب نہیں ملا، تو یہ فقیر (باوجودیکہ حضرات علماء احسن اللہ سعیہم کی خاکِ پا بھی نہیں) اس چیلنج کا جواب دینے کے لئے حاضر ہے، اسی کے ساتھ مرزا صاحب کی کتاب البریہ ص:۲۰۷ والے اعلان کو بھی

ملا لیجئے، جس میں موصوف نے بیس ہزار روپیہ تاوان دینے کے علاوہ اپنے عقائد سے توبہ کرنے اور اپنی کتابیں جلا دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

تصفیہ کی صورت یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کے موجودہ جانشین سے لکھوادیا جائے کہ یہ چیلنج اب بھی قائم ہے اور یہ کہ وہ مرزا صاحب کی شرط پوری کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں، اور اسی کے ساتھ کوئی ثالثی عدالت، جس کے فیصلے پر فریقین اعتماد کرسکیں، خود ہی تجویز فرمادیں، میں اس مسلّمہ عدالت کے سامنے اپنی معروضات پیش کردوں گا، عدالت اس پر جو جرح کرے گی اس کا جواب دوں گا، میرے دلائل سننے کے بعد اگر عدالت میرے حق میں فیصلہ کردے کہ میں نے مرزا صاحب کے کلیئے کو توڑ دیا اور ان کے چیلنج کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا ہے تو ۲۰ ہزار روپے آں عزیز کی اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کو چھوڑتا ہوں۔ دوسری دونوں باتوں کو پورا کرنے کا معاہدہ پورا کرادیجئے گا، اور اگر عدالت میرے خلاف فیصلہ صادر کرے تو آپ شوق سے اخبارات میں اعلان کرادیجئے گا کہ مرزا صاحب کا چیلنج بدستور قائم ہے اور آج تک کسی سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اگر آپ اس تصفیہ کے لئے آگے بڑھیں تو اپنی جماعت پر بہت احسان کریں گے۔

ایک قادیانی کا خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے گمراہ کن استدلال

س…… بخدمت جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہ

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

جناب عالی! گزارش ہے کہ جناب کی خدمت میں مکرم و محترم جناب بلال انور صاحب نے ایک مراسلہ ختم نبوت کے موضوع پر لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، آپ نے اس مراسلہ کے حاشیہ پر اپنے ریمارکس دے کر واپس کیا ہے، یہ مراسلہ اور آپ کے ریمارکس خاکسار نے مطالعہ کئے ہیں، چند ایک معروضات ارسالِ خدمت ہیں، آپ کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزی سے درخواست ہے کہ خالی الذہن ہوکر خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرتے ہوئے ایک خداترس اور محقق انسان بن کر ضد و تعصب، بغض و کینہ دل سے نکال کر ان معروضات پر غور فرما کر اپنے خیالات سے مطلع

فہرست

فرمائیں، یہ عاجز بہت ممنون و مشکور ہوگا۔

سوال نمبر:۱:...... جناب بلال صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں، کیونکہ قرآن مجید پر، جو خدا تعالیٰ کا آخری کلام ہے، اس پر ایمان رکھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں، تمام آسمانی کتابیں، جن کی سچائی قرآن مجید سے ثابت ہے، ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج تمام ارکانِ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام پر کاربند ہیں۔

آپ نے ریمارکس میں لکھا ہے کہ: ''منافقین اسلام بھی اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو منافق قرار دیا ہے، یہی حال قادیانیوں کا ہے۔''

مکرم جناب مولانا صاحب! یہ آپ کی بہت بڑی زیادتی ہے، جسارت اور ناانصافی ہے اور ضد و تعصب اور بغض و کینہ کی ایک واضح مثال ہے۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو قرآن شریف میں منافق ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے وہ کسی مولوی یا مفتی کا قول نہیں ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منافق ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا اور ان کو منافق کہنے والی اللہ تعالیٰ کی علیم و خبیر ہستی تھی جو کہ انسانوں کے دلوں سے واقف ہے کہ جس کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا آپ کے خلفاء نے اپنے زمانہ میں کسی کے متعلق کفر یا منافق کا فتویٰ صادر کیا ہو، اگر آپ کے ذہن میں کوئی مثال ہو تو تحریر فرمائیں، یہ عاجز بے حد آپ کا ممنون و مشکور ہوگا۔

سوال نمبر:۲:...... مکرم مولانا! اگر آپ کے اس اصول کو درست تسلیم کرلیا جائے کہ کسی انسان کا اپنے عقیدہ کا اقرار تسلیم نہ کیا جائے تو مذہبی دنیا سے ایمان اٹھ جائے گا۔ اس حالت میں ہر فرقہ دوسرے فرقہ پر کافر اور منافق ہونے کا فتویٰ صادر کردے گا اور کوئی شخص بھی دنیا میں اپنے عقیدہ اور اپنے ایمان کی طرف منسوب نہ ہوسکے گا، اور ہر ایک شخص کے بیان کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں وہ شخص اپنے بیان میں جھوٹا اور منافق قرار دیا جائے

گا اور یہ سلوک آپ کے مخالفین آپ کے ساتھ بھی روا رکھیں گے اور آپ کو بھی اپنے عقیدہ اور ایمان میں مخلص قرار نہ دیں گے کیا آپ اس اصول کو تسلیم کریں گے۔

کیا خدا تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایسا کہنے کی اجازت دی ہے؟ دنیا کا مسلّمہ اخلاقی اصول جو آج تک دنیا میں رائج ہے اور مانا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنا جو عقیدہ اور مذہب بیان کرتا ہے اس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ ایک مسلمان کو مسلمان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، ایک ہندو کو ہندو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے، اسی طرح ہر سکھ کہلانے والے، عیسائی کہلانے والے اور دیگر مذہب کی طرف منسوب ہونے والوں سے معاملہ کیا جاتا ہے، اور اس اخلاقی اصول کو دنیا میں تسلیم کیا گیا ہے اور ساری دنیا اس پر کاربند ہے، پس جب تک احمدی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ:

(ا) ا:......اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲:......اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں۔

۳:......اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

۴:......اللہ تعالیٰ کے سب فرشتوں کو مانتے ہیں۔

۵:......اور بعث بعد الموت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

اور اسی طرح پانچ ارکانِ دین پر عمل کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور اسلام کو آخری دین مانتے ہیں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب تسلیم کرتے ہیں، اس وقت تک دنیا کی کوئی عدالت، دنیا کا کوئی قانون، دنیا کی کوئی اسمبلی اور دنیا کا کوئی حاکم اور کوئی مولوی، ملاں اور مفتی، جماعت کو اسلام کے دائرہ سے نہیں نکال سکتی اور نہ ہی ان کو کافر یا منافق کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی دل و جان سے پیارے آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ نے حضور سے پوچھا ''ایمان'' کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:

(۲) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے

فہرست

رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا درست ہے۔

پھر حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا یا رسول اللہ اسلام کیا ہے؟ آنحضرت نے فرمایا:

''شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، قائم کرنا نماز کا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور اگر استطاعت ہو تو ایک بار حج کرنا۔ حضرت جبرائیلؑ بولے درست ہے۔ آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جبرائیلؑ تھے جو انسان کی شکل میں ہو کر تمہیں تمہارا دین سکھلانے آئے تھے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الایمان)۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

۱:...... یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

۲:......نماز قائم کرنا۔

۳:......رمضان کے روزے رکھنا۔

۴:......زکوٰۃ ادا کرنا۔

۵:......زندگی میں ایک بار حج کرنا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص ہماری طرح کی نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارے ذبیحہ کو کھاتا ہے وہ مسلمان ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت اس کو حاصل ہے پس اے مسلمانو! اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر خدا تعالیٰ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔ (بخاری جلد اول باب فضل استقبال القبلۃ)۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک موقع پر فرمایا:

''ایمان کی تین جڑیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کرو اور اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بناؤ اور اسلام سے خارج مت قرار دے۔

پس مسلمان کی یہ وہ تعریف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور جس کی تصدیق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کی۔

اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہے اور مسلمان اور مؤمن ہے۔ اب انصاف آپ کریں کہ آپ کا بیان کہاں تک درست اور حق پر مبنی ہے۔

دوبارہ جماعت احمدیہ کے عقیدہ پر غور کرلیجئے۔

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے، ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔

ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا زیادہ کرے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض جانتے ہیں۔

اور ہم آسمان اور زمین کو گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے اور قیامت کے دن ہمارا اس پر دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کرکے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

ان حالات میں اب کس طرح ہم کو منکر اسلام کہہ سکتے ہیں، اگر تحکم سے ایسا کریں گے تو آپ ضدی اور متعصب تو کہلاسکیں گے مگر ایک خداترس اور متقی انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ امید ہے کہ آپ انصاف کی نظر سے اس مکتوب کا مطالعہ فرماکر اس

کے جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔ محمد شریف

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم هدانا الله وایاکم الیٰ صراط مستقیم!

جناب کا طویل گرامی نامہ، طویل سفر سے واپسی پر خطوط کے انبار میں ملا۔ میں عدیم الفرصتی کی بنا پر خطوط کا جواب ان کے حاشیہ میں لکھ دیا کرتا ہوں، جناب کی تحریر کا لب لباب یہ ہے کہ جب آپ دین کی ساری باتوں کو مانتے ہیں تو آپ کو خارج از اسلام کیوں کہا جاتا ہے؟

میرے محترم! یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ آپ کے اور مسلمانوں کے درمیان بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو نبی مانتے ہیں اور مسلمان اس کے منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اگر واقعتاً نبی ہیں تو ان کا انکار کرنے والے کافر ہوئے، اور اگر نبی نہیں تو ان کو ماننے والے کافر۔ اس لئے آپ کا یہ اصرار تو صحیح نہیں کہ آپ کے عقائد ٹھیک وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں، جبکہ دونوں کے درمیان کفر و اسلام کا فرق موجود ہے، آپ ہمارے عقائد کو غلط سمجھتے ہیں اس لئے ہمیں کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب، حکیم نور دین صاحب، مرزا محمود صاحب اور مرزا بشیر احمد صاحب، نیز دیگر قادیانی اکابر کی تحریروں سے واضح ہے اور اس پر بہت سی کتابیں اور مقالے لکھے جاچکے ہیں۔

اس کے برعکس ہم لوگ آپ کی جماعت کے عقائد کو غلط اور موجب کفر سمجھتے ہیں، اس لئے آپ کی یہ بحث تو بالکل ہی بے جا ہے کہ مسلمان، آپ کی جماعت کو دائرۂ اسلام سے خارج کیوں کہتے ہیں؟ البتہ یہ نکتہ ضرور قابل لحاظ ہے کہ آدمی کن باتوں سے کافر ہوجاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آتی ہیں اور جن کو گزشتہ صدیوں کے اکابر مجددین بلا اختلاف و نزاع، ہمیشہ مانتے چلے آئے ہیں (ان کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے) ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر

فہرست

ہے اور منکر کافر ہے۔ کیونکہ ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی ایک کا انکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پورے دین کے انکار کو مستلزم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار پورے قرآن مجید کا انکار ہے، اور یہ اصول کسی آج کے مُلّا، مولوی کا نہیں بلکہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ہے اور بزرگانِ سلف ہمیشہ اس کو لکھتے آئے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب کے عقائد میں بہت سی ''ضروریاتِ دین'' کا انکار پایا جاتا ہے، اس لئے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مسلمان ان کو کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ پس اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپ کا حشر اسلامی برادری میں ہو تو مرزا صاحب اور ان کی جماعت نے جو نئے عقائد ایجاد کئے ہیں ان سے توبہ کرلیجئے، ورنہ ''لکم دینکم ولی دین'' والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگن پہننے والی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی

س…… یہاں قادیانی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی (علیہ السلام) نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، لیکن وہ کنگن حضور (علیہ السلام) نہ پہن سکے، اس کا مطلب ہے کہ ان کی پیش گوئی جھوٹی نکلی (نعوذ باللہ)۔ یہ حدیث کیا ہے؟ کس کتاب کی ہے؟ وضاحت سے لکھیں۔

ج…… دو کنگنوں کی حدیث دوسری کتابوں کے علاوہ صحیح بخاری (کتاب المغازی) باب قصہ الاسود العنسی صفحہ:۶۲۸، اور کتاب التعبیر باب النفخ فی المنام ص:۱۰۴۲ میں بھی ہے، حدیث کا متن یہ ہے:

> ''میں سو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں پر دو کنگن سونے کے رکھے گئے، میں ان سے گھبرایا اور ان کو ناگوار سمجھا، مجھے حکم ہوا کہ ان پر پھونک دو، میں نے پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر ان دو جھوٹوں سے کی جو دعویٔ نبوت کریں گے، ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب۔''

اس خواب کی جو تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ سو فیصد سچی نکلی، اس کو ''جھوٹی پیش گوئی'' کہنا قادیانی کافروں ہی کا کام ہے۔

قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے والے کا شرعی حکم

س...... کوئی شخص قادیانی گھرانے میں رشتہ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں، اسلام میں ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

ج...... جو شخص قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہو اس کے باوجود ان کو مسلمان سمجھے تو ایسا شخص خود مرتد ہے کہ کفر کو اسلام سمجھتا ہے۔

کسی کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد معلوم ہو کہ وہ قادیانی تھا تو کیا کیا جائے؟

س...... کسی فرد کے ساتھ کھانا کھالینا بعد میں اس فرد کا یہ معلوم ہونا کہ وہ قادیانی تھا پھر کیا حکم ہے؟

ج...... آئندہ اس سے تعلق نہ رکھا جائے۔

علمائے حق کی کتب سے تحریف کر کے قادیانیوں کی دھوکا دہی

س...... مکرمی و محترمی مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ملتان سے آپ کا ایڈریس منگوایا، اس سے قبل بھی میں نے آپ کو خط لکھے تھے شاید آپ کو یاد ہو، مگر اب آپ کا ایڈریس بھول جانے کی وجہ سے ملتان سے منگوانا پڑا۔ عرض ہے کہ میں ایف ایس سی (میڈیکل) کر لینے کے بعد آج کل فارغ ہوں، میڈیکل کالج میں ایڈمیشن میں ابھی کافی دیر ہے، اس لئے جی بھر کر مطالعہ کر رہا ہوں، مجھے شروع ہی سے مذہب سے لگاؤ ہے، ایک دوست (جو کہ احمدی ہے) نے مجھے اپنے لٹریچر سے چند رسائل دیئے میں نے پڑھے۔ مولانا مودودی مرحوم کے رسائل ''ختم نبوت'' اور ''قادیانی مسئلہ'' بھی پڑھے اور احمدیوں کی طرف سے ان کے جوابات بھی۔ مولانا کے دلائل وشواہد کمزور دیکھ کر بڑی پریشانی ہوئی۔ آپ کا پمفلٹ ''شناخت'' بھی پڑھا مگر اس کا جواب نہیں ملا۔ البتہ آج کل قاضی محمد نذیر صاحب کی کتاب ''تفسیر خاتم النبیین ﷺ'' پڑھ رہا ہوں جو آپ کی شائع کردہ آیت خاتم النبیین کی تفسیر کا جواب ہے۔ جس میں آپ نے مولانا محمد انور شاہ

صاحب کے فارسی مضمون کا ترجمہ وتشریح کی ہے۔ اصل کتاب نہیں پڑھ سکا اس لئے جواب کے استحکام کو محسوس کرنا قدرتی امر ہے۔ بہر حال احمدی لٹریچر پڑھ کر میں یہ سمجھ سکا ہوں کہ ہمارے علماء کوئی ایسی بات پیش نہیں کرتے جس سے احمدی لاجواب ہوجائیں، وہ ہر ایک بات کا مدلل جواب دیتے ہیں، وہ مشائخ کی عبارت دے کر ثابت کرتے ہیں کہ ان کا نظریہ وہی ہے جو ان مشائخ عظام کا تھا، اس بات سے بڑی الجھن ہوتی ہے، کیا ہم ان شواہد کو جھٹلا سکتے ہیں، آخر ایسی باتیں لکھنے کا کیا فائدہ جن کا مدلل جواب دیا جاسکتا ہے۔ آخر ایسی باتیں کیوں نہیں لکھی جاتیں جن سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ پھر کسی کو دودھ میں پانی ڈالنے کی جسارت نہ ہو۔ اگر ہم سچے ہیں تو ہماری سچائی مشکوک کیوں ہوجاتی ہے؟

جواب کا انتظار رہے گا۔ احقر عبدالقدوس ہاشمی

ج...... اس ناکارہ نے قادیانیوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور قادیانیوں سے زبانی اور تحریری گفتگو کا موقع بھی بہت آتا رہا ہے، قادینی غلط بیانی اور خلط مبحث کرکے ناواقفوں کو دھوکا دیتے ہیں، ہمارے اور ان کے بنیادی مسائل دو ہیں: ایک ختم نبوت۔ دوسرا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ دونوں مسئلے ایسے قطعی ہیں کہ بزرگانِ سلف میں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، بلکہ ان کے منکر کو قطعی کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔ قادیانی صاحبان اپنا کام چلانے کے لئے اکابر کے کلام میں سے ایک آدھ جملہ جو کسی اور سیاق میں ہوتا ہے، نقل کرلیتے ہیں، کبھی کسی نے غلطی سے کسی بزرگ کا قول غلط نقل کردیا اسی کو اڑا لیتے ہیں، ان کے ناواقف قاری یہ سمجھ کر کہ جن بزرگوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی قادیانیوں کے ہم عقیدہ ہوں گے، دھوکے میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ یہاں اس کی صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں، آپ نے بھی پڑھا ہوگا کہ قادیانی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب ''تحذیر الناس'' کا حوالہ دیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتا ہے اور یہ کہ یہ امر خاتم النبیین کے منافی نہیں، حالانکہ حضرتؒ کی تحریر اسی کتاب میں موجود ہے کہ جو شخص خاتمیت زمانی کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیت زمانی ظاہر

ہے، ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی مثل:

"انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی." او کما قال.

جو بظاہر بطرز مذکورہ اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی، کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکور بہ سند تواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ، باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔" (تحذیرالناس طبع جدید ص:۱۸، طبع قدیم ص:۱۰)

اس عبارت میں صراحت فرمائی گئی ہے کہ:

الف......خاتمیت زمانی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا، آیت خاتم النبیین سے ثابت ہے۔

ب:......اس پر تصریحاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم متواتر موجود ہیں اور یہ تواتر رکعاتِ نماز کے تواتر کی مثل ہے۔

ج:......اس پر امت کا اجماع ہے۔

د:......اس کا منکر اسی طرح کافر ہے، جس طرح ظہر کی چار رکعت فرض کا منکر۔

اور پھر اسی تحذیرالناس میں ہے:

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی، اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ

سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کرسکے۔ سو وہ یہ ہے کہ.....“

(طبع قدیم ص:۹، طبع جدید ص:۱۵)

اس کے بعد یہ تحقیق فرمائی ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت مرتبی بھی ثابت ہے اور خاتمیت زمانی بھی، اور ”مناظرہ عجیبہ“ میں جو اسی تحذیر الناس کا تتمہ ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

”مولانا! حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلّم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ آپؐ اول المخلوقات ہیں.....“ (ص:۹ طبع جدید)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”البتہ وجوہ معروضہ مکتوب تحذیر الناس تولد جسمانی کی تاخیر زمانی کے خواستگار ہیں، اس لئے کہ ظہور تاخر زمانی کے سوا تاخر تولد جسمانی اور کوئی صورت نہیں۔“ (ص:۱۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”اور اگر مخالف جمہور اس کا نام ہے کہ مسلّمات جمہور باطل اور غلط اور غیر صحیح اور خلاف سمجھی جائیں، تو آپ ہی فرمائیں کہ تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا؟ اور کہاں باطل کیا؟

مولانا! میں نے خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں اور اہل زبان میں مشہور، کیونکہ تقدم و تاخر مثل حیوان، انواع مختلفہ پر بطور حقیقت بولا جاتا ہے، ہاں تقدم و تاخر فقط تقدم و تاخر زمانی ہی میں منحصر ہوتا تو پھر درصورت ارادۂ خاتمیت ذاتی و مرتبی البتہ تحریف معنوی ہوجاتے۔ پھر اس کو آپ تفسیر بالرائے کہتے تو بجا تھا۔“ (ص:۵۲)

”مولانا! خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ کی ہے تغلیط

نہیں کی، مگر ہاں آپ گوشہ عنایت وتوجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اخبار بالعلۃ مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مصداق اور مؤید ہوتا ہے، اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی کو ذکر اور شروع تحذیر ہی میں ابتدائے مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کردیا۔“ (ص:۵۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

”مولانا! معنی مقبول خدام والا مقام.......

مختار احقر سے باطل نہیں ہوتے، ثابت ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بمقابلہ ”قضایا قیاساتھا معھا“ اگر من جملہ ”قیاسات قضایاھا معھا“ معنی مختار احقر کو کہئے تو بجا ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر لیجئے، صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہوجائیں، اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے، چنانچہ شروع تقریر سے واضح ہے۔

سو پہلی صورت میں تو تاخر زمانی بدلالت التزامی ثابت ہوتا ہے اور دلالت التزامی اگر دربارۂ توجہ الی المطلوب، مطابقی سے کمتر ہو مگر دلالت ثبوت اور دل نشینی میں مدلول التزامی مدلول مطابقی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کی خبر تحقق اس کے برابر نہیں ہوسکتی کہ اس کی وجہ اور علت بھی بیان کی جائے.......“

”حاصل مطلب یہ کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں، بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے.....“ (ص:۷۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

فہرست

”اپنا دین وایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔“ (ص:۱۴۴)

حضرت نانوتویؒ کی یہ تمام تصریحات اسی تحذیر الناس اور اس کے تتمہ میں موجود ہیں، لیکن قادیانیوں کی عقل وانصاف اور دیانت وامانت کی داد دیجئے کہ وہ حضرت نانوتویؒ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں۔ جبکہ حضرت نانوتویؒ اس احتمال کو بھی کفر قرار دیتے ہیں اور جو شخص ختمِ نبوت میں ذرا بھی تامل کرے اسے کافر سمجھتے ہیں۔

اس ناکارہ نے جب مرزا صاحب کی کتابوں مطالعہ شروع کیا تو شروع شروع میں خیال تھا کہ ان کے عقائد خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر کسی کا حوالہ دیں گے تو وہ تو صحیح ہی دیں گے، لیکن یہ حسنِ ظن زیادہ دیر قائم نہیں رہا، حوالوں میں غلط بیانی اور کتر بیونت سے کام لینا مرزا صاحب کی خاص عادت تھی، اور یہی وراثت ان کی اُمت کو پہنچی ہے۔ اس عریضہ میں، میں نے صرف حضرت نانوتویؒ کے بارے میں ان کی غلط بیانی ذکر کی ہے، ورنہ وہ جتنے اکابر کے حوالے دیتے ہیں سب میں ان کا یہی حال ہے، اور ہونا بھی چاہئے، جھوٹی نبوت جھوٹ ہی کے سہارے چل سکتی ہے، حق تعالیٰ شانہ عقل وایمان سے کسی کو محروم نہ فرمائیں۔

ایک قادیانی کے پُرفریب سوالات کے جوابات

ہمارے ایک دوست سے کسی قادیانی نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے رسالہ ”مسیح موعود کی پہچان“ پر کچھ سوالات کئے اور راقم الحروف سے ان کے جوابات کا مطالبہ کیا، ذیل میں یہ سوال وجواب قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔

تمہید:

رسالہ ”مسیح موعود کی پہچان“ میں قرآن کریم اور ارشاداتِ نبویہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی علامات جمع کردی گئی ہیں، جو اہلِ ایمان کے لئے تو اضافہ ایمان میں مدد دیتی

فہرست

ہیں، لیکن افسوس ہے کہ سوال کنندہ کے لئے ان کا اثر الٹا ہوا، قرآن کریم نے صحیح فرمایا! ”ان کے دلوں میں روگ ہے، پس بڑھا دیا ان کو اللہ نے روگ میں۔“

بقول سعدیؒ:

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

سائل نے ارشاداتِ نبوت پر اسی انداز میں اعتراض کئے ہیں جو ان کے پیشرو پنڈت دیانند سرسوتی نے ”ستیارتھ پرکاش“ میں اختیار کیا تھا، اس لئے کہ ارشاداتِ نبویہ نے مسیح علیہ السلام کی صفات و علامات اور ان کے کارناموں کا ایسا آئینہ پیش کردیا ہے جس میں قادیانی مسیحیت کا چہرہ بھیانک نظر آتا ہے، اس لئے انہوں نے روایتی حبشی کی طرح اس آئینے کو قصوروار سمجھ کر اسی کو زمین پر پٹخ دینا ضروری سمجھا تاکہ اس میں اپنا سیاہ چہرہ نظر نہ آئے، لیکن کاش! وہ جانتے کہ:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

رسالہ ”مسیح موعود کی پہچان“ پر سائل نے جتنے اعتراضات کئے ہیں ان کا مختصر سا اصولی جواب تو یہ ہے کہ مصنفؒ نے ہر بات میں احادیثِ صحیحہ کا حوالہ دیا ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، اس لئے سائل کے اعتراضات مصنفؒ پر نہیں بلکہ خاکش بدہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں، یا مسٹر پرویز کے ہم مسلک ہیں تو بصد شوق پنڈت دیانند کی طرح اعتراضات فرمائیں، اور اگر انہیں ایمان کا دعویٰ ہے تو ہم ان سے گزارش کریں گے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیجئے، مگر جو لوگ ارشاداتِ نبویہ کو سرمہ چشمِ بصیرت سمجھتے ہیں ان کا ایمان برباد نہ کیجئے! اس کے بعد اب تفصیل سے ایک ایک سوال کا جواب گوش گزار کرتا ہوں، ذرا توجہ سے سنئے!

س...... ”امت محمدیہ کے آخری دور میں .... دجال اکبر کا خروج مقدر و مقرر تھا۔“

فہرست

(ص:۵ سطر: پہلی و دوسری) اگر یہ دجال اکبر تھا تو لازماً کوئی ایک یا بہت سارے دجال اصغر بھی ہوں گے۔ ان کے بارے میں ذرا وضاحت فرمائی جائے، کب اور کہاں ظاہر ہوں گے، شناخت کیا ہوگی اور ان کے ذمہ کیا کام ہوں گے اور ان کی شناخت کے بغیر کسی دوسرے کو یک دم ''دجال اکبر'' کیسے تسلیم کرلیا جائے گا۔

ج……جی ہاں! ''دجالِ اکبر'' سے پہلے چھوٹے چھوٹے دجال کئی ہوئے اور ہوں گے۔ مسیلمہ کذاب سے لے کر غلام احمد قادیانی تک جن لوگوں نے دجل وفریب سے نبوت یا خدائی کے جھوٹے دعوے کئے، ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''**دجالون کذابون**'' فرمایا ہے، ان کی علامت یہی دجل وفریب، غلط تاویلیں کرنا، چودہ سو سال کے قطعی عقائد کا انکار کرنا، ارشاداتِ نبویہ کا مذاق اڑانا، سلف صالحین کی تحقیر کرنا اور غلام احمد قادیانی کی طرح صاف اور سفید جھوٹ بولنا، مثلاً:

❀:……انا انزلناہ قریباً من القادیان۔

❀:……قرآن میں قادیانی کا ذکر ہے۔

❀:……مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر آئے گا، اور پنجاب میں آئے گا، وغیرہ وغیرہ۔

س……اس رسالہ کے مطالعہ سے ابتداء ہی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بن باپ کی پیدائش سے لے کر واقعہ صلیب کے انجام تک جس قدر بھی علامات یا دوسری متعلقہ ظاہری نشانیاں اور باتیں بیان کی گئی ہیں وہ اس وجود کے متعلق ہیں جسے مسیح علیہ السلام، عیسیٰ بن مریم اور مسیح ناصری کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے، اور اب بھی جبکہ رسالہ مذکورہ کے مصنف کے خیال کے مطابق مسیح موعود یا مہدی موعود وغیرہ کا نزول نہیں ہوا (بلکہ انتظار ہی ہے) تب بھی پوری دنیا اس مسیح کے نام اور کام اور واقعات سے بخوبی واقف ہے۔ یہ نشانیاں تو اس قوم نے آج کے لوگوں سے زیادہ دیکھی تھیں، (محض سنی اور پڑھی ہی نہیں تھیں) جن کی طرف وہ نازل ہوا تھا، تب بھی اس قوم نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا، کیا وہ دنیا سے چھپا ہوا ہے، اس وقت بھی اس قوم نے اسے اللہ تعالیٰ کا نبی ماننے سے انکار کردیا تھا اب اگر وہ

(یا کوئی) آ کر کہنے لگے کہ میں وہی ہوں جو بن باپ پیدا ہوا تھا، میری ماں مریم تھی اور میں پنگوڑے میں باتیں کیا کرتا تھا اور مردے زندہ کیا کرتا تھا، چڑیاں بنا کر ان میں روح پھونکا کرتا تھا، اندھوں کو بینائی بخشتا تھا اور جذام کے مریض تندرست کر دیا کرتا تھا وغیرہ وغیرہ تو اب بھی موجودہ تمام اقوام کو کیونکر یقین آسکے گا کہ واقعی پہلے بھی یہ ایسا کرتا رہا ہوگا اور یہ یقیناً وہی شخص ہے اور جب پہلی بار نازل ہوا تو محض بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آیا تھا اور جب مقامی لوگوں نے دل و جان سے قبول نہ کیا تو گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں اتنے سفر اختیار کئے کہ "مسیح" کے لقب سے پکارا جانے لگا لیکن اب جبکہ وہ دوسری بار نازل ہوگا تو ایک سراپا قیامت بن کر آئے گا جیسا کہ رسالہ ہذا سے ظاہر ہے، مثلاً ملاحظہ فرمائیں:

"جس کسی کافر پر آپ کے سانس کی ہوا پہنچ جائے گی وہ مرجائے گا۔" (ص:۱۸، علامت:۶۴)۔

"سانس کی ہوا اتنی دور تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔" (ص:۱۸، علامت:۶۵)۔

ج......اس سوال کا جواب کئی طرح دیا جاسکتا ہے۔

۱:......مرزا قادیانی پر مسیح موعود کی ایک علامت بھی صادق نہیں آئی، مگر قادیانیوں کو دعویٰ ہے کہ انہوں نے مسیح موعود کو پہچان لیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پر قرآن و حدیث کی دوصد علامات صادق آئیں گی ان کی پہچان اہلِ حق کو کیوں نہ ہوسکے گی؟

۲:...... یہود نے پہچاننے کے باوجود نہیں مانا تھا اور یہود اور ان کے بھائی (مرزائی) آئندہ بھی نہیں مانیں گے، نہ ماننے کے لئے آمادہ ہیں، اہلِ حق نے اس وقت بھی ان کو پہچان اور مان لیا تھا اور آئندہ بھی ان کو پہچاننے اور ماننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔

۳:......سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا جو خاکہ ارشاداتِ نبویہ میں بیان کیا گیا ہے اگر وہ معترض کے پیشِ نظر ہوتا تو اسے یہ سوال کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ فرمایا گیا ہے کہ مسلمان دجال کی فوج کے محاصرے میں ہوں گے، نماز فجر کے وقت یکا یک عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اس وقت آپ کا پورا حلیہ اور نقشہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان

فرما دیا ہے، ایسے وقت میں جب ٹھیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ نقشہ کے مطابق وہ نازل ہوں گے تو ان کو بالبداہت اسی طرح پہچان لیا جائے گا جس طرح اپنا جانا پہچانا آدمی سفر سے واپس آئے تو اس کے پہچاننے میں دقت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ وہ نازل ہونے کے بعد اپنی مسیحیت کے اشتہار چھپوائیں گے، یا لوگوں سے اس موضوع پر مباحثے اور مباہلے کرتے پھریں گے۔

س...... لگے ہاتھوں مولوی صاحب اس رسالہ میں یہ بھی بتا دیتے تو مسلمانوں پر احسان ہوتا ہے کہ ان کی (یعنی مسیح موعود کی) سانس مومن اور کافر میں کیونکر امتیاز کرے گی۔ کیونکہ بقول مولوی صاحب ان کی سانس نے صرف کافروں کو ڈھیر کرنا ہے، نظر ہر انسان کی بشرطیکہ کسی خاص بیماری کا شکار نہ ہو تو لامحدود اور ناقابل پیمائش فاصلوں تک جاسکتی ہے اور جاتی ہے تو کیا مسیح موعود اپنی نظروں سے ہی اتنی تباہی مچادے گا؟

ج......جس طرح مقناطیس لوہے اور سونے میں امتیاز کرتا ہے، اسی طرح اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر بھی مؤمن وکافر میں امتیاز کرے تو اس میں تعجب ہی کیا ہے؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر (کافرکش) کا ذکر مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔

س......اور اگر یہ سب ممکن ہوگا تو پھر دجال سے لڑنے کے لئے آٹھ سو مرد اور چار سو عورتیں کیوں جمع ہوں گی (ملاحظہ ہو ص:۱۹، علامت نمبر:۷۱)۔

ج......دجال کا لشکر پہلے سے جمع ہوگا اور دم عیسوی سے ہلاک ہوگا، جو کافر کسی چیز کی اوٹ میں پناہ لیں گے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔

س......اور یاجوج ماجوج کو ہلاک کرنے کے لئے بددعا کی ضرورت کیوں پیش آئے گی (ملاحظہ ہو ص:۳۱، علامت نمبر:۱۶۲)، کیا مسیح موعود کی ہلاکت خیز نظر یاجوج ماجوج کو کافر نہ جان کر چھوڑ دے گی کیونکہ جیسا پہلے بتایا جاچکا ہے کہ کافر تو نہیں بچ سکے گا، شاید اسی لئے آخری حربہ کے طور پر بددعا کی جائے گی۔

ج...... یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ دم عیسوی کی یہ تاثیر ہمیشہ رہے گی، بوقت نزول یہ تاثیر ہوگی اور یاجوج ماجوج کا قصہ بعد کا ہے، اس لئے دم عیسوی سے ان کا ہلاک ہونا ضروری نہیں۔

س……اگر مسیح ابن مریم اور مسیح موعود ایک ہی وجود کا نام ہے (اور محض دوبارہ نزول کے بعد مسیح بن مریم نے ہی مسیح موعود کہلانا ہے) اور اس نے نازل ہوکر خود بھی قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلانا ہے (ملاحظہ ہو ص:۲۲، علامت نمبر:۹۹) تو بقول مولوی صاحب جب عیسیٰ کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا وہ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں: ”انی متوفیک ورافعک الیّ“ (آل عمران:۵۵) (ص:۱۶، علامت نمبر:۴۹) تو کیا مولوی صاحب بتائیں گے کہ کیا یہ قرآن مجید میں قیامت تک نہیں رہے گی اور اس کا مطلب و مفہوم عربی زبان اور الٰہی منشا کے مطابق وہی نہیں رہے گا جواب تک مولوی صاحب کی سمجھ میں آیا ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو نزول کے وقت بھی تو یہ آیت یہی اعلان کر رہی ہوگی کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر اٹھالیا، اٹھالیا تو پھر واپسی کے لئے کیا یہ آیت منسوخ ہوجائے گی، یا عیسیٰ اسے خود ہی منسوخ قرار دے کر اپنے لئے راستہ صاف کرلیں گے، کیونکہ قرآن مجید میں تو کہیں ذکر نہیں کہ کوئی بھی آیت کبھی بھی منسوخ ہوگی۔ لہٰذا یہ آیت عیسیٰ کی واپسی کا راستہ قیامت تک روکے رکھے گی اور یہ وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے اور مولوی صاحب خود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ذکر ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے لہٰذا کسے حق حاصل ہے کہ اس میں یعنی اس کے متن میں ردّ و بدل کرسکے۔

ج…… یہ آیت تو ایک واقعہ کی حکایت ہے اور اسی حکایت کی حیثیت سے اب بھی غیر منسوخ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی غیر منسوخ رہے گی، جیسا کہ: ”انی جاعل فی الارض خلیفة. واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم.“ وغیرہ بے شمار آیات ہیں۔ سائل بے چارا یہ بھی نہیں جانتا کہ نسخ امر و نہی میں ہوتا ہے اور یہ آیت امر و نہی کے باب سے نہیں بلکہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوا کرتی۔

س……مولوی صاحب نے کہیں بھی یہ بات وضاحت سے نہیں بیان فرمائی کہ قرآن مجید میں اگر عیسیٰ کے آسمان پر جانے کا جیسے ذکر موجود ہے تو کہیں اسی وجود کے واپس آنے کا ذکر بھی واضح اور غیر مبہم طور پر موجود ہے۔

ج……وضاحت کی ہے، مگر اس کے سمجھنے کے لئے علم و عقل اور بصیرت و ایمان درکار ہے۔

دیکھئے علامت نمبر:۵۷ جس میں حدیث نمبر:۱ کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس میں قرآن مجید کی آیت موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اصل کتاب میں حدیث نمبر:۶۷ تا ۸۵۔

س......سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی طور پر یہ منوا بھی لیا جائے کہ مسیح موعود کا نام عیسیٰ بن مریم بھی ہوگا تو بھی یہ کیسے منوایا جائے کہ اس وقت یہ نام صفاتی نہیں ہوگا بلکہ عیسیٰ بن مریم ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر یہ وجود وہی ہوگا جو کبھی مریم کے گھر بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا ..... وغیرہ وغیرہ، بلکہ مولوی صاحب اپنے رسالہ میں خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی کبھی معروف نام استعمال تو ہوجاتا ہے لیکن ذات وہ مراد نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ نام مشہور ہوا ہو، مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص:۱۱، علامت نمبر:۱۰ جہاں مولوی صاحب مسیح موعود کے خاندان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''آپ کے ماموں ہارون ہیں'' (یا اخت ہارون) لیکن مولوی صاحب فوراً چونک اٹھتے ہیں اور ''ہارون'' پر حاشیہ جماتے ہیں (ملاحظہ ہو حاشیہ زیر ص:۱۱) ''ہارون سے اس جگہ ہارون نبیؑ مراد نہیں کیونکہ وہ تو مریم سے بہت پہلے گزر چکے تھے بلکہ ان کے نام پر حضرت مریم کے بھائی کا نام ہارون رکھا گیا تھا .....'' تو جیسے یہاں مولوی صاحب کو ''ہارون'' کی فوراً تاویل کرنا پڑی تاکہ الجھن دور ہو تو کیوں نہ جب مسیح موعود کو عیسیٰ بن مریم بھی کہا جائے تو اسے بھی صفاتی نام سمجھ کر تاویل کرلی جائے اور جسمانی طور پر پہلے والا عیسیٰ بن مریم مراد نہ لیا جائے کیونکہ ابھی ابھی بتایا جاچکا ہے کہ مولوی صاحب کے اپنے حوالہ کے مطابق بھی مسیح بن مریم کے اٹھائے جانے کے بعد اس کا واپس آنا ممکن نہیں کیونکہ کوئی آیت منسوخ نہیں ہوگی اور ''ورافعک الیّ'' والی آیت اوپر ہی اٹھائے رکھے گی، لوٹ آنے کی اجازت نہیں دے گی۔

ج......عیسیٰ بن مریم ذاتی نام ہے، اس کو دنیا کے کسی عقلمند نے کبھی ''صفاتی نام'' نہیں کہا، یہ بات وہی مراقی شخص کہہ سکتا ہے جو باریش و بروت اس بات کا مدعی ہو کہ ''وہ عورت بن گیا، خدا نے اس پر قوتِ رجولیت کا مظاہرہ کیا''، ''وہ مریمی صفت میں نشو و نما پاتا رہا، پھر وہ یکا یک حاملہ ہوگیا، اسے دردزہ ہوا، وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے، اس نے عیسیٰ کو جنا، اس طرح وہ عیسیٰ بن مریم بن گیا۔'' انبیاء علیہم السلام کے علوم میں اس ''مراق'' اور ''ذیابیطس

کے اثر'' کی کوئی گنجائش نہیں۔

ہارون، حضرت مریمؑ کے بھائی کا ذاتی نام تھا، یہ کس احمق نے کہا کہ وہ صفاتی نام تھا؟ اور خاندان کے بڑے بزرگ کے نام پر کسی بچے کا نام رکھ دیا جائے تو کیا دنیا کے عقلاء اس کو ''صفاتی نام'' کہا کرتے ہیں؟ غالباً سائل کو یہی علم نہیں کہ ذاتی نام کیا ہوتا ہے اور صفاتی نام کسے کہتے ہیں؟ ورنہ وہ حضرت مریم کے بھائی کے نام کو ''صفاتی نام'' کہہ کر اپنی فہم و ذکاوت کا نمونہ پیش نہ کرتا، ہارون اگر ''صفاتی نام'' ہے تو کیا معترض یہ بتا سکے گا کہ ان کا ذاتی نام کیا تھا؟

س...... اس رسالہ میں جابجا تناقض ہے، مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص:۱۸ اور ص:۱۹ علامت نمبر:۷۰ تا ۷۶۔ ''بوقت نزول عیسیٰؑ یہ لوگ نماز کے لئے صفیں درست کرتے ہوئے ہوں گے۔ اس جماعت کے امام اس وقت حضرت مہدی ہوں گے، حضرت مہدی عیسیٰؑ کو امامت کے لئے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے، جب حضرت مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو عیسیٰؑ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں امام بنائیں گے، پھر حضرت مہدی نماز پڑھائیں گے۔'' ان سب باتوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ مولوی صاحب یہ منوانا چاہتے ہیں کہ امام، مہدی ہوں گے۔ چلو یہ بات مولوی صاحب کی تسلیم کرلی جائے تو پھر مولوی صاحب خود ہی بعد میں ص:۲۲، علامت نمبر:۹۴ میں فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عیسیٰؑ لوگوں کی امامت کریں گے۔'' یعنی اب امام حضرت عیسیٰؑ کو بنایا اور بتایا گیا ہے۔ اب مولوی صاحب ہی بتائیں کہ ان کے رسالہ میں صحیح اور غلط کی پہچان کیسے ہوسکتی ہے یا سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کیسے کیا جائے؟

ج...... پہلی نماز میں امام مہدیؓ امامت کریں گے، اور بعد کی نمازوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام... تناقض کیسے ہوا؟

س...... یا پھر ایک ضمنی سوال یوں پیدا ہوتا ہے کہ جیسے عیسیٰؑ اور مسیح موعود مولوی صاحب کی تحقیق کے مطابق ایک ہی جسمانی وجود کا نام ہے تو کیا کہیں مولوی صاحب مسیح موعود اور مہدی کو بھی ایک ہی تو نہیں سمجھتے اور اب بات یوں بنے گی کہ وہی عیسیٰؑ ہیں، وہی مسیح موعود ہیں اور وہی مہدی ہیں یا کم از کم مولوی صاحب کی تحقیق اور منطق تو یہی پکار رہی ہے۔

ج…… جی نہیں! عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی رضی اللہ عنہ کو ایک ہی شخصیت ماننا ایسے شخص کا کام ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو۔ احادیث متواترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی الگ الگ علامات اور الگ الگ کارنامے ذکر فرمائے ہیں۔

س…… اور مزید ایک ضمنی لیکن مضحکہ خیز سوال مولوی صاحب کی اپنی تحریر سے یوں اُٹھتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''پھر حضرت مہدیؓ نماز پڑھائیں گے۔'' ملاحظہ ہو ص:۱۹، علامت نمبر:۶۷۔ یہاں مولوی صاحب نے مہدیؓ لکھا ہے اور ایسا ہی کئی جگہوں پر مہدیؓ لکھا ہے۔ سب صاحبِ علم جانتے ہیں کہ '' رضؓ '' اختصار ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ مطلب آسان ہے اور عموماً یہ ان لوگوں کے نام کے ساتھ عزت اور احترام کے لئے استعمال ہوتا ہے جو فوت ہوچکے ہوں، دنیا سے گزر چکے ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہوں یا ویسا روحانی درجہ رکھتے ہوں ...... ابھی مسیح موعود تو آئے بھی نہیں اور بقول مولوی صاحب مہدی رضی اللہ عنہ بھی ہوچکے، تو کیا نماز پڑھانے کے لئے یہ مہدی صاحب بھی دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں واپس آئیں گے۔

ج…… یہ سوال جیسا کہ سائل نے بے اختیار اعتراف کیا ہے، واقعی مضحکہ خیز ہے، قرآن کریم نے: ''السابقون الاولون من المهاجرين والانصار.'' (التوبہ:۱۰۰) اور ان کے تمام متبعین کو ''رضی اللہ عنہم'' کہا ہے جو قیامت تک آئیں گے۔ شاید سائل، پنڈت دیانند کی طرح خدا پر بھی یہ مضحکہ خیز سوال جڑ دے گا۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بھی مکتوبات شریفہ میں حضرت مہدی کو ''رضی اللہ عنہ'' کہا ہے۔ معترض نے یہ مسئلہ کس کتاب میں پڑھا ہے کہ صرف فوت شدہ حضرات ہی کو ''رضی اللہ عنہ'' کہہ سکتے ہیں؟ حضرت مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہوں گے، اس لئے ان کو ''رضی اللہ عنہ'' کہا گیا۔

س…… یا وہ بھی بقول مولوی صاحب حضرت عیسیٰ کی طرح کہیں زندہ موجود ہیں (آسمان پر یا کہیں اور) اور مسیح موعود کے آتے ہی آ موجود ہوں گے اور امامت سنبھال لیں گے۔

ج…… ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔

س…… کیا اس کی بھی کوئی سند قرآن مجید میں موجود ہے اور کیا ہے؟

ج......جی ہاں! ارشادِ نبوت یہی ہے، اور قرآنی سند ہے: ''ما اٰتاکم الرسول فخذوہ۔'' (الحشر:۷) جس کو غلام احمد قادیانی نے بھی قرآنی سند کے طور پر پیش کیا ہے۔

س......مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہدی نماز پڑھاتے ہی کہاں چلے جائیں گے کیونکہ بعد میں تو جو کچھ بھی کرنا کرانا ہے وہ مسیح موعود ہی کی ذمہ داری مولوی صاحب نے پورے رسالہ میں خود ہی بیان فرمائی اور قرار دی ہے۔ محض ایک نماز کی امامت اور وہ بھی ایک جماعت کی جو ۸۰۰ (آٹھ سو) مردوں اور ۴۰۰ (چار سو) عورتوں پر مشتمل ہوگی (ملاحظہ ہو ص:۱۹، علامت نمبر:۷۲)۔

ج......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد (جب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پہلی نماز کی امامت کرچکیں گے) حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا امام کی حیثیت سے مشن پورا ہوچکا ہوگا اور امامت و قیادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گی، تب حضرت مہدی کی حیثیت آپ کے اعوان و انصار کی ہوگی۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد ان کی وفات بھی ہوجائے گی (مشکوٰة ص:۴۷۱)۔ پس جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر اعوان و انصار اور مخصوص رفقاء کے تذکرہ کی ضرورت نہ تھی، اسی طرح حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے تذکرے کی بھی حاجت نہ رہی، کیا اتنی موٹی بات بھی کسی عاقل کے لئے ناقابلِ فہم ہے؟

س...... یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کی امامت تو مولوی صاحب نے خود بھی کئی بار کی ہوگی۔

ج......حضرت مہدی اس سے قبل بڑے بڑے کارنامے انجام دے چکے ہوں گے جو احادیث طیبہ میں مذکور ہیں، مگر وہ اس رسالہ کا موضوع نہیں اور نماز میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا امام بننا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان کی اقتدا کرنا بجائے خود ایک عظیم الشان واقعہ ہے، اس لئے حدیث پاک میں اس کو بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا۔

س......مولوی صاحب نے اپنے رسالہ ہی میں خود تاویل کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کا سہارا بھی لیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص:۲۰، علامت نمبر:۸۰۔

ا:......''آپ صلیب توڑیں گے......یعنی صلیب پرستی کو اٹھادیں گے۔'' یہ الفاظ

فہرست

جومولوی صاحب نے خود لکھے ہیں، یہ محض تاویل ہے اس حدیث شریف کی جس میں صرف صلیب کو توڑنے کا ذکر ہے۔ صلیب پرستی اٹھادینے کی کوئی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی کیا مولوی صاحب ایسی کوئی حدیث شریف کا حوالہ دے سکتے ہیں؟ پھر ملاحظہ ہو ص:۲۰، علامت نمبر:۸۱۔

۲:...... ''خنزیر کو قتل کریں گے ......یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے۔'' یہ الفاظ بھی مولوی صاحب کی اپنی تاویل ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور میں صرف خنزیر کو قتل کرنے کا ارشاد ہوا ہے۔ باقی مولوی صاحب کے الفاظ وہاں موجود نہیں۔ کیا مولوی صاحب حدیث شریف میں یہ دکھا سکیں گے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں بلکہ مولوی صاحب کی یا دوسرے علماء کرام کی بیان فرمودہ تاویل ہے، اب یہ حق مولوی صاحب ہی کا کیوں ہے کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں تاویل کرلیں۔

۳:...... ''ورافعک الیّ'' کی بھی تاویل ہوسکتی ہے۔

ج...... تاویل کا راستہ... تاویل اگر علم ودانش کے مطابق اور قواعدِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو اس کا مضائقہ نہیں، وہ لائقِ قبول ہے، لیکن اہلِ حق کی صحیح تاویل کو دیکھ کر اہلِ باطل الٹی سیدھی تاویلیں کرنے لگیں تو وہی بات ہوگی کہ: ''ہرچہ مردم می کند بوزنہ ہم می کند'' بندر نے آدمی کو دیکھ کر اپنے گلے پر استرا پھیر لیا تھا۔ مثلاً عیسیٰ بن مریم بننے کے لئے پہلے عورت بننا، پھر حاملہ ہونا، پھر بچہ جننا، پھر بچے کا نام عیسیٰ بن مریم رکھ کر خود ہی بچہ بن جانا، کیا یہ تاویل ہے یا مراقی سودا؟

۱:...... ''صلیب کو توڑ دیں گے ......یعنی صلیب پرستی کو مٹادیں گے۔'' بالکل صحیح تاویل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک آدھ صلیب کے توڑنے پر اکتفا نہیں فرمائیں گے بلکہ دنیا سے صلیب اور صلیب پرستی کا بالکل صفایا کردیں گے۔

۲:...... ''خنزیر کو قتل کریں گے ......یعنی نصرانیت کو مٹادیں گے۔'' یہ تاویل بھی بالکل صحیح ہے، اور عقل وشرع کے عین مطابق۔ کیونکہ خنزیر خوری آج کل نصاریٰ کا خصوصی شعار ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصرانیت کے اس خصوصی شعار کو مٹائیں گے، اور خنزیر کو

فہرست

قتل کریں گے، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت کے کتوں کے ساتھ اختلاط کو مٹانے کے لئے کتوں کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

۳:...... ”ورافعک الیّ“ کی تاویل... یہ تاویل جو قادیانی کرتے ہیں، قرآن کریم اور ارشاداتِ نبویؐ اور سلف صالحین کے عقیدے کے خلاف ہے، اس لئے مردود ہے، اور اس پر بندر کے اپنا گلا کاٹنے کی حکایت صادق آتی ہے۔

س...... ”ورافعک الیّ“ میں زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کیوں مراد لیا جائے؟

ج...... ”ورافعک الیّ“ میں ”زندہ آسمان پر اٹھایا جانا“ مراد ہے، کیونکہ ”وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ“ میں ”رفع الی اللہ“ قتل کے مقابلے میں واقع ہوا ہے، جہاں رفع قتل کے مقابلے میں ہو وہاں ”زندہ آسمان پر اٹھایا جانا“ ہی مراد ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معنی قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کے ارشاد میں کہیں آیا ہو تو اس کا حوالہ دیجئے! قیامت تک ساری مرزائی امت مل کر بھی ایک آیت پیش نہیں کرسکتی۔

س...... اللہ تعالیٰ نے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں یہی حکم دیا تھا کہ: ”بلغ ما انزل الیک“ (المائدہ:۶۷) ”جو تیری طرف اتارا گیا ہے اس کی تبلیغ کر“ اور ساتھ ہی یہ توجہ بھی دلائی تھی کہ: ”لست علیھم بمصیطر“ (الغاشیہ:۲۲) ”میں نے تجھے ان پر داروغہ نہیں مقرر کیا بلکہ کھول کھول کر نشانیاں بیان کرنے والا بنا کر بھیجا ہے“ اور یہ سب قرآن مجید میں بہ تفصیل موجود ہے۔ مولوی صاحب نے خود ہی فرمایا ہے کہ مسیح موعود خود بھی قرآن پر عمل کریں گے اور دوسروں سے بھی کروائیں گے۔ (ملاحظہ ہو ص:۲۲، علامت نمبر:۹۹) تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یوں خود عمل کرکے نہیں دکھایا کہ اپنی نظروں سے لوگوں کو کھا گئے ہوں، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، یہودیوں کو چن چن کر قتل کردیتے رہے ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیں ص:۲۱، علامت نمبر:۸۷ اور نمبر:۸۸) تو یہ کس قرآن مجید پر مسیح موعود کا عمل ہوگا؟ اور کس انداز کا عمل ہوگا؟ کیا اس سے مسیح موعود کی شان بلند ہوگی یا اسے دوبارہ نازل کرنے والے رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی؟ (نعوذ باللہ من ذالک!)

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے تخت نہیں الٹے، خلفائے راشدینؓ

نے کیوں الٹے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جزیرۂ عرب سے نہیں نکالا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں نکالا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوتغلب سے دوگنا زکوٰۃ وصول نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں کی؟ اگر یہ ساری چیزیں قرآن کریم اور منشائے نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی سے کیوں ''یہودیانہ'' ضد ہے؟ وہ بھی تو جو کچھ کریں گے فرموداتِ نبویہ کے مطابق ہی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان امور کی تفصیلات بھی بیان فرماچکے ہیں۔

س...... اور پھر بوقت نزول حضرت مسیح موعود دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے اتریں گے (ملاحظہ ہو ص:۱۷، علامت نمبر:۶۲) اس کی بھی تاویل ہی کرنی پڑے گی، ورنہ فرشتے کون دیکھے گا اور اگر وہ انسانی شکل اختیار کرکے اتریں گے تو پھر یہ جھگڑا قیامت تک ختم نہیں ہوگا کہ وہ واقعی فرشتے تھے یا محض انسان تھے اور اس کھینچ تان سے مولوی صاحب خوب واقف ہوں گے۔

ج...... کیوں تاویل کرنا پڑے گی؟ اس لئے کہ غلام احمد قادیانی اس سے محروم رہے؟ رہا وہ جھگڑا جو آپ کے دماغ نے گھڑا ہے، یہ بتائیے کہ جب جبریل علیہ السلام پہلی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کس طرح پہچانا تھا؟ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کو کس طرح یقین آگیا تھا کہ یہ واقعی فرشتے ہیں؟

آپ کا یہ اعتراض ایسا مہمل ہے کہ اس سے سلسلۂ وحی مشکوک ہوجاتا ہے، ایک دہریہ آپ ہی کی دلیل لے کر یہ کہے گا کہ: ''انبیاء کے پاس جو فرشتے آتے تھے وہ انسانی شکل میں ہی آتے ہوں گے اور یہ جھگڑا قیامت تک ختم نہیں ہوسکتا کہ وہ واقعی فرشتے تھے یا انسان تھے، اور جب تک یہ جھگڑا طے نہ ہو سلسلۂ وحی پر کیسے یقین کرلیا جائے گا؟'' تعجب ہے کہ قادیانی تعلیم نے دین تو سلب کیا ہی تھا عقل و فہم کو بھی سلب کرلیا ہے...!

س...... آج تک کتنی ہی باتیں مسلمانوں کے مختلف فرقے ابھی تک طے نہیں کرسکے، اور اگر تاویلات نہیں کی جائیں گی تو مولوی صاحب خود ہی اپنی بیان کردہ علامات کی طرف توجہ

فرمائیں، سنجیدہ طبقہ کے سامنے کیونکر منہ اٹھاسکیں گے۔

ج…… بہت سے جھگڑے تو واقعی طے نہیں ہوئے، مگر قادیانیوں کی بدقسمتی دیکھئے کہ جن مسائل پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کا چودہ صدیوں سے اتفاق رہا یہ ان سے بھی منکر ہو بیٹھے، اور یوں دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہوگئے۔ مثلاً: ختم نبوت کا انکار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار، ان کی دوبارہ تشریف آوری کا انکار، وغیرہ وغیرہ۔

س…… ''مال و زر لوگوں میں اتنا عام کردیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔'' (ص:۲۲، علامت نمبر:۳۳)۔

''ہر قسم کی دینی و دنیوی برکات نازل ہوں گی۔'' (ص:۲۲، علامت نمبر:۱۰۰)۔

''ساری زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔'' (ص: علامت نمبر:۱۰۹)۔

''صدقات کا وصول کرنا چھوڑ دیا جائے گا۔'' (ص:۲۴، علامت نمبر:۱۱۰)۔

کیونکہ مسیح موعود مال و زر اتنا عام کردیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ (مذکورہ بالا ص:۲۲، علامت نمبر:۹۳)۔

''اس وقت مسلمان سخت فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ بعض اپنی کمان کا چلہ جلا کر کھا جائیں گے۔'' (ص:۲۶، علامت نمبر:۱۲۴)۔

ملاحظہ فرمایا کہ ابھی ابھی تو مسلمان صدقہ دینا چاہتے تھے اور لینے والا کوئی نہیں تھا، مال و زر اتنا عام تھا کہ کوئی قبول کرنے والا نہیں تھا اور ابھی مسلمانوں ہی کی یہ حالت بتائی جارہی ہے کہ وہ کمان کا چلّے بھی جلا کر کھائیں گے تاکہ پیٹ کی آگ کسی طور ٹھنڈی ہو۔

کیا یہی وہ تحقیق ہے جس پر مولوی صاحب کو فخر ہے!

ج……ان احادیث میں تعارض نہیں، سلبِ ایمان کی وجہ سے سائل کو صحیح غور و فکر کی توفیق نہیں ہوئی، مسلمانوں پر تنگی اور ان کے کمان کے چلّے جلا کر کھانے کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ذرا پہلے کا واقعہ ہے، جبکہ مسلمان دجال کی فوج کے محاصرے میں ہوں گے، اور خوشحالی و فراخی کا زمانہ اس کے بعد کا ہے۔

کیا قادیانیوں کو جبراً قومی اسمبلی نے غیرمسلم بنایا ہے؟

س…… ’’لا اکراہ فی الدین‘‘ یعنی دین میں کوئی جبر نہیں، نہ تو آپ جبراً کسی کو مسلمان بنا سکتے ہیں اور نہ ہی جبراً کسی مسلمان کو آپ غیرمسلم بنا سکتے ہیں۔ اگر یہ مطلب ٹھیک ہے تو پھر آپ نے ہم (جماعت احمدیہ) کو کیوں جبراً قومی اسمبلی اور حکومت کے ذریعہ غیرمسلم کہلوایا؟

ج…… آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاسکتا، یہ مطلب نہیں کہ جو شخص اپنے غلط عقائد کی وجہ سے مسلمان نہ رہا اس کو غیرمسلم بھی نہیں کہا جاسکتا، دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کی جماعت کو قومی اسمبلی نے غیرمسلم نہیں بنایا، غیرمسلم تو آپ اپنے عقائد کی وجہ سے خود ہی ہوئے ہیں، البتہ مسلمانوں نے غیرمسلم کو غیرمسلم کہنے کا ’’جرم‘‘ ضرور کیا ہے۔

قرآن پاک میں احمد کا مصداق کون ہے؟

س…… قرآن پاک میں ۲۸ویں پارے میں سورہ صف میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ اس سے مراد کون ہیں؟ جبکہ قادیانی، مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں۔

ج…… اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔ (مشکوٰۃ ص:۵۱۵) قادیانی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

قادیانیوں کے ساتھ اشتراکِ تجارت اور میل ملاپ حرام ہے

س…… کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور ارتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے، چونکہ قادیانی مرتد کافر اور دائرہ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں، تو کیا ایسے میں ان کے اشتراک سے مسلمانوں کا

تجارت کرنا یا ان کی دکانوں سے خرید و فروخت کرنا یا ان سے کسی قسم کے تعلقات یا راہ و رسم رکھنا از روئے اسلام جائز ہے؟

ج...... صورتِ مسئولہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا، خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے، کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں، گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں، لہٰذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح شادی، غمی، کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا، عام مسلمانوں کا اختلاط، ان کی باتیں سننا، جلسوں میں ان کو شریک کرنا، ملازم رکھنا، ان کے ہاں ملازمت کرنا یہ سب کچھ حرام بلکہ دینی حمیت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم!

قادیانیوں سے میل جول رکھنا

س...... میرا ایک سگا بھائی جو میرے ایک اور سگے بھائی کے ساتھ مجھ سے الگ اپنے آبائی مکان میں رہتا ہے، محلّہ کے ایک قادیانی کے گھر والوں سے شادی غمی میں شریک ہوتا ہے۔

میرے منع کرنے کے باوجود وہ اس قادیانی خاندان سے تعلق چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا، میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور الگ کرائے کے مکان میں رہتا ہوں، والد صاحب انتقال کرچکے ہیں، والدہ اور بہنیں میرے اس بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔

اب میرے سب سے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے، میرا اصرار ہے کہ وہ شادی میں اس قادیانی گھر کو مدعو نہ کریں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

اب سوال ہے کہ میرے لئے شریعت اور اسلامی احکامات کے رو سے بھائیوں اور والدہ کو چھوڑنا ہوگا یا میں شادی میں شرکت کروں تو بہتر ہوگا۔ اس صورت حال میں جو بات صائب ہو، اس سے براہ کرم شریعت کا منشا واضح کریں۔

ج...... قادیانی مرتد اور زندیق ہیں، اور ان کو اپنی تقریبات میں شریک کرنا دینی غیرت کے خلاف ہے، اگر آپ کے بھائی صاحبان اس قادیانی کو مدعو کریں تو آپ اس تقریب میں

فہرست

ہرگز شریک نہ ہوں، ورنہ آپ بھی قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہوں گے، واللہ اعلم!

مرزائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنے والا مسلمان

س...... ایک شخص مرزائیوں (جو بالاجماع کافر ہیں) کے پاس آتا جاتا ہے اور ان کے لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتا ہے، اور بعض مرزائیوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے، یعنی مرزائی ہے، مگر جب خود اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور ختم نبوت اور حیات عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ وفرضیت جہاد وغیرہ تمام عقائد اسلام کا قائل ہوں اور مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو کافر، کذاب، دجال، خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ تو کیا وجوہ بالا کی بنا پر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ اگر از روئے شریعت وہ کافر نہیں ہے تو اس پر فتویٰ لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کے عقائد مذکورہ معلوم ہو جانے پر بھی تکفیر کرتا ہو اور کفار والا ان کے ساتھ سلوک کرتا ہو اور اس کی نشر و اشاعت کرتا ہو۔

ج...... ایسے شخص سے اس کے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں، سلام وکلام ختم کریں، اس کو علیحدہ کردیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہو جائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آجائے، اگر باز آگیا تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔

قادیانی کی دعوت اور اسلامی غیرت

س...... ایک ادارہ جس میں تقریباً پچیس افراد ملازم ہیں، اور ان میں ایک قادیانی بھی شامل ہے، اور اس قادیانی نے اپنے احمدی (قادیانی) ہونے کا برملا اظہار بھی کیا ہوا ہے، اب وہی قادیانی ملازم اپنے ہاں بچے کی پیدائش کی خوشی میں تمام اسٹاف کو دعوت دینا چاہتا ہے اور اسٹاف کے کئی ممبران اس کی دعوت میں شریک ہونے کو تیار ہیں۔ جبکہ چند ایک ملازمین اس کی دعوت قبول کرنے پر تیار نہیں کیونکہ ان کے خیال میں چونکہ جملہ قسم کے مرزائی مرتد، دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہیں اور اسلام کے غدار ہیں تو ایسے مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے۔ آپ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی

میں اس کی وضاحت کردیں کہ کسی بھی قادیانی کی دعوت قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تاکہ آئندہ کے لئے اسی کے مطابق لائحہ عمل تیار ہوسکے۔

ج…… مرزائی کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور حرامزادے کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ: ''میرے دشمن جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں ان سے بدتر کتیاں ہیں۔'' جو شخص آپ کو کتا، خنزیر، حرامزادہ اور کافر یہودی کہتا ہو، اس کی تقریب میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ یہ فتویٰ آپ مجھ سے نہیں بلکہ خود اپنی اسلامی غیرت سے پوچھئے!

قادیانیوں کی تقریب میں شریک ہونا

س…… اگر پڑوس میں زیادہ اہلِ سنت جماعت رہتے ہوں، چند گھر قادیانی فرقہ کے ہوں ان لوگوں سے بوجہ پڑوسی ہونے کے شادی بیاہ میں کھانا پینا یا ویسے راہ و رسم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج…… قادیانیوں کا حکم مرتدین کا ہے، ان کو اپنی کسی تقریب میں شریک کرنا یا ان کی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں، قیامت کے دن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جوابدہی کرنی ہوگی۔

قادیانیوں سے رشتہ کرنا یا ان کی دعوت کھانا جائز نہیں

س…… قادیانیوں کی دعوت کھالینے سے نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے انسان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ج…… اگر کوئی قادیانی کو کافر سمجھ کر اس کی دعوت کھاتا ہے تو گناہ بھی ہے اور بے غیرتی بھی، مگر کفر نہیں، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی رکھے اس کو سوچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا؟

قادیانی نواز وکلاء کا حشر

س…… کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ دینِ متین اس مسئلے میں کہ گزشتہ دنوں مردان میں قادیانیوں نے ربوہ کی ہدایت پر کلمہ طیبہ کے بیج بنوائے، پوسٹر بنوائے اور بیج اپنے بچوں کے

سینوں پر لگائے اور پوسٹر دکانوں پر لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کی، اس حرکت پر وہاں کے علماء کرام اور غیرت مند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کردیا، اور فاضل جج نے ضمانت کو مسترد کرتے ہوئے ان کو جیل بھیج دیا، اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کر رہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، ان وکلاء صاحبان میں ایک سید ہے۔ برائے کرم قرآن اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟

ج…… قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہوگا اور دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا، یہ وکلاء جنھوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے، قیامت کے دن غلام احمد کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے، لیکن شعائرِ اسلامی کے مسئلہ پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں، ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور دوسری طرف قادیانی جماعت ہے، جو شخص دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قادیانیوں کی حمایت و وکالت کرتا ہے وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل نہیں ہوگا خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر، یا حاکمِ وقت۔

اگر کوئی جانتے ہوئے قادیانی عورت سے نکاح کرلے تو اس کا شرعی حکم

س…… اگر کوئی شخص کسی قادیانی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ عورت قادیانی ہے عقد کرلیتا ہے تو اس کا نکاح ہوا کہ نہیں؟ اور اس شخص کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟

ج…… قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے، رہا یہ کہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والا مسلمان بھی رہا یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

الف:…… اگر اس کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد معلوم نہیں۔ یا…

فہرست

ب:......اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ قادیانی مرتدوں کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا...

تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو خارج از ایمان نہیں کہا جائے گا، البتہ اس شخص پر لازم ہے کہ مسئلہ معلوم ہونے پر اس قادیانی مرتد عورت کو فوراً علیحدہ کردے اور آئندہ کے لئے اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھے، اور اس فعل پر توبہ کرے اور اگر یہ شخص قادیانیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو یہ شخص بھی کافر اور خارج از ایمان ہے، کیونکہ عقائدِ کفریہ کو اسلام سمجھنا خود کفر ہے، اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

قادیانیوں کو مسجد بنانے سے جبراً روکنا کیسا ہے؟

س...... احمدیوں کو مسجدیں بنانے سے جبراً روکا جارہا ہے، کیا یہ جبر اسلام میں آپ کے نزدیک جائز ہے؟

ج......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ ضرار کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اور قرآن کریم نے اس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ شاید جناب کے علم میں ہوگا، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

آپ حضرات دراصل معقول بات پر بھی اعتراض فرماتے ہیں۔ دیکھئے! اس بات پر تو غور ہوسکتا تھا (اور ہوتا بھی رہا ہے) کہ آپ کی جماعت کے عقائد مسلمانوں کے سے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ اسلام میں ان عقائد کی گنجائش ہے یا نہیں؟ لیکن جب یہ طے ہوگیا کہ آپ کی جماعت کے نزدیک مسلمان، مسلمان نہیں اور مسلمانوں کے نزدیک آپ کی جماعت مسلمان نہیں، تو خود انصاف فرمایئے کہ آپ مسلمانوں کو اور مسلمان آپ کو اسلامی حقوق کیسے عطا کرسکتے ہیں؟ اور از روئے عقل وانصاف کسی غیرمسلم کو اسلامی حقوق دینا ظلم ہے؟ یا اس کے برعکس نہ دینا ظلم ہے؟

میرے محترم! بحث جبر واکراہ کی نہیں، بلکہ بحث یہ ہے کہ آپ نے جو عقائد اپنے اختیار وارادے سے اپنائے ہیں ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے تو آپ کی شکایت بجا ہے، نہیں ہوتا تو یقیناً بے جا ہے، اس اصول پر تو آپ بھی اتفاق کریں گے اور آپ کو کرنا چاہئے۔

فہرست

اب آپ خود ہی فرمایئے کہ آپ کے خیال میں اسلام کس چیز کا نام ہے؟ اور کن چیزوں کے انکار کردینے سے اسلام جاتا رہتا ہے؟ اس تنقیح کے بعد آپ اصل حقیقت کو سمجھ سکیں گے جو غصہ کی وجہ سے اب نہیں سمجھ رہے۔

''دین دار انجمن'' اور ''میزان انجمن'' والے قادیانیوں کی بگڑی ہوئی جماعت ہیں، کافر و مرتد ہیں، ان سے کسی مسلمان کا نکاح حرام ہے

س…… اللہ کے فضل سے ہمارے گھرانے میں بڑے چھوٹے سب نماز کے پابند ہیں اور ہمارا گھرانہ مذہبی گھرانہ ہے۔ ''میزان انجمن'' کراچی میں قائم ہے، اس انجمن کے بانی اور اراکین ''صدیق دین دار چن بسویشور'' کے ماننے والے پیروکار ہیں، یہ لوگ لمبی داڑھیاں، سر کے لمبے عورتوں جیسے بال رکھے ہوئے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد اور موجودہ مرزا طاہر احمد ''مامور من اللہ'' ہیں، ان کے اپنے ایک آدمی شیخ محمد ہیں، شیخ محمد کو مظہر خدا مان کر ان کو نماز کی طرح سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ محمد پر الہام ہوتا ہے، جو الہام ہوئے ہیں اب تک وہ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کی تبلیغ کراچی کورنگی میں زور و شور سے جاری ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ان کی جماعت کے اراکین میں ہر ایک کا مقام بلند ہے، ایک صاحب جن کی عمر ۸۰ سال ہے، خود کو ''نرسیو اوتار'' اور روح مختار محمدی کہتے ہیں۔ ایک بدیع الزمان قریشی ہیں جو نائب صدر ہیں خود کو خلیفہ الارض کہتے ہیں، کراچی کے اہل سنت سرمایہ دار چند ایسے ہیں جو ان کی صورت اور حلیہ سے متأثر ہو کر ماہانہ اشاعت اسلام کے نام پر چندہ معقول رقم بھی دیتے ہیں، یہ پورا گروہ خود کو مبلغ اسلام کہتا ہے۔

ہمارے چند رشتہ داروں کو ان لوگوں نے اپنا ہم عقیدہ بنالیا ہے، ہر جمعہ ہمارے رشتہ دار ماموں ممانی ان کے بچے ہمارے گھر آتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ میزان انجمن کے رکن بن جاؤ، دنیا اور آخرت سنور جائے گی، ہندوؤں کا اوتار چن بسویشور مر گیا، اس کی روح صدیق دین دار صاحب میں آگئی، صدیق دین دار صاحب مرے نہیں اور وہ خدا کی اصلی صورت میں نہیں بلکہ اور روپ میں آئے تھے، اب لطیف آباد سندھ میں جدید دنیا کا آدم اور خدا شیخ محمد ہے، ان کی مذہبی انجمن میزان کے رکن بن جاؤ۔ شنکر کرشن، نرسیو،

ہنومان، کالی دیوی، رام یہ سب پیغمبر تھے اور شنکر کی قوت زبردست تھی، رسول مقبول محمد رسول اللہ کو اپنی تمام طاقت شنکر نے دی تھی، محمد رسول اللہ میں شنکر کی روح منتقل ہوگئی، سورۃ اخلاص صدیق دین دار چن بسویشور نے خود نازل کی تھی اور انہوں نے تفسیر بھی لکھی ہے۔

آپ کو اللہ اور رسول کا واسطہ ہے جلد جواب سے مطلع فرمائیے، ہماری ممانی کہتی ہیں: ''میزان انجمن دنیا کے مسلمانوں کو حق کا راستہ بتانے کے لئے وجود میں آئی ہے، پاکستان میں حق کی جماعت میزان انجمن ہی ہے اور صدیق دین دار چن بسویشور دنیا کا نظام چلا رہے ہیں۔''

آپ یہ بتائیں کہ قرآن کریم اور احادیث سے کیا یہ تمام باتیں درست ہیں؟ ہندو اوتاروں کی یا مسلمان پیغمبروں کی روح کا ایک دوسرے میں یا جس میں چاہے منتقل ہونا صحیح ہے؟

صدیق دین دار چن بسویشور کی اصلیت و حقیقت کیا ہے کیا تھی؟ ضروری بات یہ ہے کہ یہ جماعت نماز بھی پڑھتی ہے، اور نام مسلمانوں ہندوؤں کے ملے ہوئے رکھے ہیں، جیسے سید سراج الدین نرسیو اوتار یا صدیق دین دار چن بسویشور ان کے نام ہیں، امید ہے کہ ہمارے لئے زحمت کریں گے ہمارے گھر والے ماموں، ممانی ان کے بچوں کے ہر جمعہ آکر تبلیغ کرنے سے حیران ہیں، کیا ہم ان کی باتوں کو مانیں یا نہ مانیں گھر میں آنے سے منع کردیں؟ اپنے بیٹوں کے لئے رشتہ مانگتے ہیں کیا ہم اپنی بہنوں کو جو کنواری ہیں اپنے صدیق دین دار چن بسویشور کے پیرو ماموں کے بیٹوں کو دے سکتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے جوابات عنایت فرما کر ہمارے ایمان کو محفوظ رکھنے میں معاون بنیں، ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوچکا ہے، والدہ سنی ہیں ہم سب سنی ہیں اور بڑے چھوٹے سب مذہبی ہیں، مذہبی گھرانہ ہے۔

ج...... ''میزان انجمن'' قادیانیوں کی بگڑی ہوئی جماعت ہے، یہ لوگ مرزا قادیانی کو ''مسیح موعود'' مانتے ہیں، حیدرآباد دکن میں مرزا قادیانی کا ایک مرید بابو صدیق تھا، اس کو مامور من اللہ، نبی، رسول، یوسف موعود اور ہندوؤں کا چن بسویشور اوتار مانتے ہیں۔ بابو صدیق

کے بعد شیخ محمد کو مظہر خدا اور تمام رسولوں کا اوتار مانتے ہیں، اس لئے ’’دین دار انجمن‘‘ اور ’’میزان انجمن‘‘ کے تمام افراد مرزائیوں کے دوسرے فرقوں کی طرح کافر و مرتد ہیں، یہ لوگ قادیانی عقائد کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے تناسخ کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں، اس انجمن کے افراد کو ان کے عقائد جاننے کے باوجود مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔ کسی مسلمان لڑکی کا ’’میزان انجمن‘‘ کے کسی مرتد سے نکاح نہیں ہوسکتا، اگر لڑکی ایسے مرتد کے حوالے کردی گئی تو ساری عمر زنا اور بدکاری کا وبال ہوگا۔ اس انجمن کو چندہ دینا اور ان کے ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔ الغرض یہ مرتدوں کا ایک ٹولہ ہے جو مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، حالانکہ ان کے عقائد خالص کفریہ ہیں۔

دین دار انجمن کا امام کافر و مرتد ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

س…… نیو کراچی میں قادیانیوں کی عبادت گاہ مسجد فلاح دارین میں ’’دین دار جماعت‘‘ کا قادیانی یاسین پیش امام ہے، جو بہت چالاک، جھوٹا مکار اور غاصب ہے، اس نے مکاری سے کئی کوارٹر حاصل کر رکھے ہیں، کئی غریب اور کمزور لوگوں کے کوارٹروں پر خود قبضہ کر رکھا ہے اور کئی غریب اور کمزور لوگوں کے کوارٹروں کے تالے توڑ کر اپنے پالتو بدمعاشوں کا قبضہ کروا رکھا ہے، اور کئی مسلمانوں کو دھوکا دے کر مسجد کے نام سے رقم وصول کی اور مسجد میں لگانے کے بجائے اپنے گھر میں خرچ کی۔ اور اپنے پالتو بدمعاشوں کی سرپرستی اور عیاشی پر خرچ کی۔ براہ کرم آپ یہ بتائیں جن لوگوں نے لاعلمی میں مسجد کے نام پر اس کو رقم دی اس کا ثواب ان کو ملے گا یا وہ رقم برباد ہوگئی؟ اور ہمارے محلّہ کے کچھ لوگ لاعلمی میں اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب ان کو اس کے قادیانی ہونے کا علم ہوا تو نماز چھوڑ دی، اب لوگ قریبی بلال مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں جو نمازیں ہم لوگ اب تک قادیانی یاسین کے پیچھے لاعلمی میں پڑھ چکے ہیں وہ نمازیں ہوگئیں یا ان کی قضا کرنا پڑے گی یا کوئی اور طریقہ ہے؟

ج…… ’’دین دار انجمن‘‘ قادیانیوں کی جماعت ہے اور یہ لوگ کافر و مرتد ہیں، کسی غیر مسلم

کے پیچھے پڑھی گئی نماز ادا نہیں ہوتی، جن لوگوں نے غلط فہمی کی بنا پر یاسین مرتد کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ اپنی نمازیں لوٹائیں، اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ ''دین دار انجمن'' کے افراد جہاں جہاں مسلمانوں کو دھوکا دے کر امامت کر رہے ہوں ان کو مسجد سے نکال دیں، ان کی تنظیم کو چندہ دینا اور ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔

دین دار انجمن کے پیروکار مرتد ہیں ان کا مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے

س...... ہمارے محلے میں دین دار انجمن کے نام سے ایک تنظیم کام کر رہی ہے، جس کے نگران اعلیٰ سعید بن وحید صاحب ہیں جو کہ ہمارے علاقے میں ہی رہائش رکھتے ہیں، ان کے صاحب زادے کا حال ہی میں حادثہ کی وجہ سے انتقال ہوگیا، علاقے کے مسلمانوں کے ردِعمل کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ علاقے میں نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قبرستان میں نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اسی قبرستان میں تدفین کردی گئی، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج...... دین دار انجمن کے حالات و عقائد پروفیسر الیاس برنی مرحوم نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''قادیانی مذہب'' میں ذکر کئے ہیں، اور جناب مفتی رشید احمد لدھیانوی نے اس فرقہ کے عقائد پر مستقل رسالہ ''بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا'' کے نام سے لکھا ہے۔

یہ جماعت، قادیانیوں کی ایک شاخ ہے، اور اس جماعت کا بانی بابو صدیق دین دار ''چن بسویشور'' خود بھی نبوت بلکہ خدائی کا مدعی تھا، بہر حال یہ جماعت مرتد اور خارج از اسلام ہے، ان سے مسلمانوں کا سا معاملہ جائز نہیں، ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ ان مرتدین کا جو مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیا گیا ہے اس کو اکھاڑنا ضروری ہے، اس کے خلاف احتجاج کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ مسلمانوں کے قبرستان کو اس مردار سے پاک کریں۔

فہرست

عقیدۂ ختم نبوت

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

س......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب آسمان سے نازل ہوں گے؟

ج......قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور قیامت سے ذرا پہلے ان کے تشریف لانے کی خبر دی ہے۔ لیکن جس طرح قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا کہ فلاں صدی میں آئے گی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت بھی معین نہیں کیا گیا کہ وہ فلاں صدی میں تشریف لائیں گے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

''اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو۔'' (سورۂ زخرف)۔ بہت سے اکابر صحابہؓ وتابعینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہے، حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> ''یہ تفسیر حضرت ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابوالعالیہؒ، ابومالکؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ اور دیگر حضرات سے مروی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متواتر احادیث وارد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل تشریف لانے کی خبر دی ہے۔''
>
> (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

"شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) سے ہوئی تو آپس میں قیامت کا تذکرہ ہونے لگا کہ کب آئے گی؟ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ: مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا کہ: قیامت کے وقوع کا ٹھیک وقت تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، البتہ میرے رب کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے جب دجال نکلے گا تو میں اس کو قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا، وہ مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے ہلاک کردیں گے، یہاں تک کہ شجر و حجر بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے، اس کو قتل کردے۔

قتل دجال کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقے اور ملک کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے، وہ جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کردیں گے، تب لوگ میرے پاس ان کی شکایت کریں گے، پس میں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں بددعا کروں گا، پس اللہ تعالیٰ ان پر یکبارگی موت طاری کردیں گے، یہاں تک کہ زمین ان کی بدبو سے متعفن ہوجائے گی، پس اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے جو ان کے اجسام کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی، پس میرے رب کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ جب ایسا ہوگا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی سی ہوگی، جس کے بارے میں اس کے مالک نہیں جانتے کہ اچانک دن میں یا رات میں کسی وقت اس کا وضع حمل ہوجائے۔" (مسند احمد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، ابن جریر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی تشریف آوری بالکل قربِ قیامت میں ہوگی۔

س...... نیز آپ کی کیا کیا نشانیاں دنیا پر ظاہر ہوں گی؟

ج...... آپ کے زمانہ کے جو واقعات، احادیث طیبہ میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے، مختصراً:

❁:......آپ سے پہلے حضرت مہدی کا آنا۔

❁:......آپ کا عین نماز فجر کے وقت اترنا۔

❁:......حضرت مہدی کا آپ کو نماز کے لئے آگے کرنا اور آپ کا انکار فرمانا۔

❁:......نماز میں آپ کا قنوتِ نازلہ کے طور پر یہ دعا پڑھنا: "قتل الله الدجال."

❁:......نماز سے فارغ ہوکر آپ کا قتل دجال کے لئے نکلنا۔

❁:......دجال کا آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگنا۔

❁:......"بابِ لُدّ" نامی جگہ پر (جو فلسطین شام میں ہے) آپ کا دجال کو قتل کرنا، اور اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون مسلمانوں کو دکھانا۔

❁:......قتل دجال کے بعد تمام دنیا کا مسلمان ہوجانا، صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا عام حکم دینا۔

❁:......آپ کے زمانہ میں امن و امان کا یہاں تک پھیل جانا کہ بھیڑیے، بکریوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں۔

❁:......کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج کا نکلنا اور چار سو فساد پھیلانا۔

❁:......ان دنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رفقاء سمیت کوہ طور پر تشریف لے جانا اور وہاں خوراک کی تنگی پیش آنا۔

❁:......بالآخر آپ کی بددعا سے یاجوج ماجوج کا یکدم ہلاک ہوجانا اور بڑے بڑے پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینکنا۔

❁:......اور پھر زور کی بارش ہونا اور یاجوج ماجوج کے بقیہ اجسام اور تعفن کو بہا کر سمندر میں ڈال دینا۔

❁:......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرب کے ایک قبیلہ بنوکلب میں نکاح کرنا اور اس سے آپ کی اولاد ہونا۔

❁:......"فج الروحا" نامی جگہ پہنچ کر حج وعمرہ کا احرام باندھنا۔

فہرست

❁ :......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر کے اندر سے جواب دینا۔

❁ :......وفات کے بعد روضۂ اطہر میں آپ کا دفن ہونا وغیرہ وغیرہ۔

❁ :......آپ کے بعد ''مقعد'' نامی شخص کو آپ کے حکم سے خلیفہ بنایا جانا اور مقعد کی وفات کے بعد قرآن کریم کا سینوں اور صحیفوں سے اٹھ جانا۔

❁ :......اس کے بعد آفتاب کا مغرب سے نکلنا، نیز دابۃ الارض کا نکلنا اور مؤمن و کافر کے درمیان امتیازی نشان لگانا وغیرہ وغیرہ۔

س...... یہ کس طرح ظاہر ہوگا کہ آپ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں؟

ج......آپ کا یہ سوال عجیب دلچسپ سوال ہے، اس کو سمجھنے کے لئے آپ صرف دو باتیں پیش نظر رکھیں:

اول:......کتب سابقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیش گوئی کی گئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات ذکر کی گئی تھیں، جو لوگ ان علامات سے واقف تھے ان کے بارے میں قرآن کریم کا بیان ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔ اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ یہی نا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو کتب سابقہ میں مذکور تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر منطبق کرنے کے بعد ہر شخص کو فوراً یقین آجاتا تھا کہ آپ وہی نبی آخرالزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی ہیں ان کو سامنے رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کی تعیین میں کسی کو ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ ہاں! کوئی شخص ان ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہو یا کج فطری کی بنا پر ان کے چسپاں کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو، یا محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سے پہلوتہی کرے تو اس کا مرض لاعلاج ہے۔

دوم:......بعض قرائن ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں آدمی یقین لانے پر مجبور ہوجاتا ہے اور اسے مزید دلیل کی احتیاج نہیں رہ جاتی، مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ کسی مکان کے سامنے محلے بھر کے لوگ جمع ہیں، پورا مجمع افسردہ ہے، گھر کے اندر کہرام مچا ہوا ہے، درزی کفن سی رہا ہے، کچھ لوگ پانی گرم کررہے ہیں، کچھ قبر کھودنے جارہے ہیں، اس منظر کو دیکھنے کے بعد آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی کہ کیا یہاں کسی کا انتقال ہوگیا ہے؟ اور اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں صاحب کافی مدت سے صاحبِ فراش تھے اور ان کی حالت نازک تر تھی تو آپ کو یہ منظر دیکھ کر فوراً یقین آجائے گا کہ ان صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خاص کیفیت، خاص وقت، خاص ماحول اور خاص حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، جب وہ پورا نقشہ اور سارا منظر سامنے آئے گا تو کسی کو یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا نہیں؟

تصور کیجئے! حضرت مہدی عیسائیوں کے خلاف مصروفِ جہاد ہیں، اتنے میں اطلاع آتی ہے کہ دجال نکل آیا ہے، آپ اپنے لشکر سمیت بہ عجلت بیت المقدس کی طرف لوٹتے ہیں، اور دجال کے مقابلے میں صف آراء ہوجاتے ہیں، دجال کی فوجیں اسلامی لشکر کا محاصرہ کرلیتی ہیں، مسلمان انتہائی تنگی اور سراسیمگی کی حالت میں محصور ہیں، اتنے میں سحر کے وقت ایک آواز آتی ہے: ”قد اتاکم الغوث!“ (تمہارے پاس مددگار آپہنچا!)، اپنی زبوں حالی کو دیکھ کر ایک شخص کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے کہ: ”یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز معلوم ہوتی ہے۔“ پھر اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے سفید منارہ کے پاس نزول فرماتے ہیں اور عین اس وقت لشکر میں پہنچتے ہیں جبکہ صبح کی اقامت ہوچکی ہے اور امام مصلیٰ پر جاچکا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام کوائف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں جب وہ ایک ایک کرکے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آئیں گے تو کون ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

شناخت سے محروم رہ جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و علامات، ان کا حلیہ اور ناک نقشہ، ان کے زمانۂ نزول کے سیاسی حالات اور ان کے کارناموں کی جزئیات اس قدر تفصیل سے بیان فرمائی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جب یہ پورا نقشہ لوگوں کے سامنے آئے گا تو ایک لمحہ کے لئے کسی کو ان کی شناخت میں تردد نہیں ہوگا۔ چنانچہ کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ نہیں آتا کہ ان کی تشریف آوری پر لوگوں کو ان کے پہچاننے میں دقت پیش آئے گی، یا یہ کہ ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہوجائے گا، کوئی ان کو مانے گا اور کوئی نہیں مانے گا، اس کے برعکس یہ آتا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، دجال کے لشکر سے نمٹنے کے بعد غیر مذاہب کے لوگ بھی سب کے سب مسلمان ہوجائیں گے اور دنیا پر صرف اسلام کی حکمرانی ہوگی۔

یہ بھی عرض کردینا مناسب ہوگا کہ گزشتہ صدیوں سے لے کر اس رواں صدی تک بہت سے لوگوں نے مسیحیت کے دعوے کئے اور بہت سے لوگ اصل و نقل کے درمیان تمیز نہ کرسکے، اور ناواقفی کی بنا پر ان کے گرویدہ ہوگئے، لیکن چونکہ وہ واقعتاً "مسیح" نہیں تھے، اس لئے وہ دنیا کو اسلام پر جمع کرنے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بناکر اور ان کے درمیان اختلاف و تفرقہ ڈال کر چلتے بنے۔ ان کے آنے سے نہ فتنہ و فساد میں کمی ہوئی، نہ کفر وفسق کی ترقی رک سکی، آج زمانے کے حالات بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ وہ اس تاریک ماحول میں اتنی روشنی بھی نہ کرسکے جتنی کہ رات کی تاریکی میں جگنو روشنی کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ ان کی من مانی تاویلات کے ذریعہ ان کی مسیحیت کا سکہ چل نکلے گا، لیکن افسوس کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمودہ علامات اتنی بھی چسپاں نہ ہوئیں جتنی کہ ماش کے دانے پر سفیدی، کسی کو اس میں شک ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ نقشہ کو سامنے رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ایک ایک علامت کو ان مدعیوں پر چسپاں کرکے دیکھے، اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر سکتا ہے مگر ان مدعیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و علامات منطبق نہیں ہوسکتیں۔ کاش! ان لوگوں نے بزرگوں کی یہ نصیحت یاد رکھی ہوتی:

بصاحب نظرے بنما گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

خاتم النبیّین کا صحیح مفہوم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے

س...... ایک بزرگ نے خاتم النبیین یا لفظ خاتمیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسلام کو خاتم الادیان کا اور پیغمبر اسلام کو خاتم الانبیاء کا خطاب دیا گیا ہے۔ خاتمیت کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ کوئی چیز ناقص اور غیر مکمل ہو اور وہ رفتہ رفتہ کامل ہو جائے، دوسرے یہ کہ وہ چیز نہ افراط کی مد پر ہو نہ تفریط کی مد پر بلکہ دونوں کے درمیان ہو جس کا نام اعتدال ہے۔ اسلام دونوں پہلوؤں سے خاتم الادیان ہے، اس میں کمال اور اعتدال دونوں پائے جاتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس عالیشان عمارت کی آخری اینٹ ہوں جس کو گزشتہ انبیاء تعمیر کرتے آئے ہیں، یہ اسلام کے کمال کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ مذہب اسلام ایک معتدل اور متوسط طریقہ کا نام ہے اور مسلمانوں کی قوم ایک معتدل قوم پیدا کی گئی ہے اس سے اسلام کے اعتدال کا ثبوت ملتا ہے۔'' کیا خاتم النبیین کا یہ مفہوم صحیح ہے اور سبھی فرقوں کا اس پر اتفاق ہے؟ راہنمائی فرما کر ممنون فرماویں۔

ج...... ''خاتم الانبیاء'' کا وہی مفہوم ہے جو قرآن وحدیث کے قطعی نصوص سے ثابت اور امت کا متواتر اور اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''آخری نبی'' ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی، اس مفہوم کو باقی رکھ کر اس لفظ میں جو نکات بیان کئے جائیں وہ سر آنکھوں پر، اپنی عقل وفہم کے مطابق ہر صاحبِ علم نکات بیان کرسکتا ہے، لیکن اگر ان نکات سے متواتر مفہوم اور متواتر عقیدہ کی نفی کی جائے، تو یہ ضلالت وگمراہی ہوگی اور ایسے نکات مردود ہوں گے۔

خاتم النبیّین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

س...... خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟ آخری نبی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو

نبوت نہیں عطا کی جائے گی۔ مولانا صاحب! اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو حضرت عائشہؓ کے قول کی وضاحت کردیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ’’اے لوگو! یہ تو کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے، مگر یہ نہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔‘‘ (حضرت عائشہؓ، تکملہ مجمع البحار)۔

ج…… اسی تکملہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارشاد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ملی تھی اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشا یہ ہے کہ کوئی بددین خاتم النبیین کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ آنے پر استدلال نہ کرے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ آیت خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کو روکتی ہے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد مرزا قادیانی کی تردید و تکذیب کے لئے ہے۔

س…… مہدیؒ اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدیؒ اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟

ج…… حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ، آخری زمانہ میں قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گے، ان کے ظہور کے تقریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ مرزا قادیانی نے خودغرضی کے لئے عیسیٰ اور مہدی کو ایک ہی وجود فرض کرلیا، حالانکہ تمام اہل حق اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

نبوت تشریعی اور غیرتشریعی میں فرق

س…… اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

’’قولوا انه خاتم النبيين ولا تقولوا لا نبي بعده‘‘

ج…… تکملہ مجمع البحار میں علامہ محمد طاہر پٹنی نے یہ قول نقل کرکے لکھا ہے:

’’وهذا ناظر الى نزول عيسىٰ.‘‘

یعنی یہ ارشاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیشِ نظر فرمایا۔

س……امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں: ”مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی محض تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ جس کی تائید حدیث میں حفظ القرآن ….الخ۔ سے بھی ہوتی ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے قرآن حفظ کرلیا اس کے دونوں پہلوؤں سے نبوت بلاشبہ داخل ہوگئی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قولِ مبارک ”لا نبی بعدی ولا رسول“ سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو شریعت لے کر آئے۔ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں: ”جو نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف غیرتشریعی نبوت ہے نہ کہ مقامِ نبوت۔“ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس لئے اس نے ان کی خاطر تشریعی نبوت باقی رکھی۔ مذکورہ بالا دو اقوال واضح فرمادیں۔ تشریعی اور غیرتشریعی بھی واضح فرمادیں، کیا اس کو اپنے لئے دلیل بناسکتے ہیں؟

ج……شیخ ابن عربیؒ اولیاء اللہ کے کشف والہام کو ”نبوت“ کہتے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو جو منصب عطا کیا جاتا ہے اسے ”نبوتِ تشریعی“ کہتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ چونکہ انبیاء کرام کی نبوت ان کے نزدیک تشریع کے بغیر نہیں ہوتی اس لئے ولایت والی نبوت واقعتاً نبوت ہی نہیں۔ علامہ شعرانیؒ اور شیخ ابن عربیؒ بھی انبیاء کرام والی نبوت (جو ان کی اصطلاح میں نبوت تشریعی کہلاتی ہے) کو ختم مانتے ہیں اور ولایت کو جاری۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے، فرق صرف اصطلاح کا ہے۔ واللہ اعلم!

کیا پاکستانی آئین کے مطابق کسی کو مصلح یا مجدد ماننا کفر ہے؟

س……آپ کے اور میرے علم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے، لیکن پاکستانی آئین کے مطابق، جو بھٹو دور میں بنا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مصلح، کوئی مجدد یا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے تو وہ غیرمسلم ہے۔ اس لحاظ سے تو میں اور آپ بھی غیرمسلم ہوئے، کیونکہ آپ نے بعض سوالات کے جوابات میں کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی تشریف لائیں گے، براہِ مہربانی اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

ج…… جناب نے آئین پاکستان کی جس دفعہ کا حوالہ دیا ہے اس کے سمجھنے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، اور آپ نے اس کو نقل بھی غلط کیا ہے۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ (۳) کا پورا متن یہ ہے:

> ''جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جو آخری نبی ہیں) کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔''

آئین کی اس دفعہ میں ایک ایسے شخص کو غیر مسلم کہا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہونے کا قائل ہو، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے حصول کا مدعی ہو یا ایسے مدعیٔ نبوت کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتا ہو۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے، نہ نبوت کا دعویٰ کریں گے، اور نہ کوئی ان کو نبی مانتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں، مگر ان کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ملی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ مسلمان ان کی تشریف آوری کے بعد ان کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ مسلمانوں کا ان کی نبوت پر پہلے سے ایمان ہے، جس طرح حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت پر ایمان ہے (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات)۔ اس لئے آئینِ پاکستان کی اس دفعہ کا اطلاق نہ تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے، کیونکہ وہ مدعیٔ نبوت نہیں ہوں گے، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے، کیونکہ ان کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ہے نہ کہ بعد کی، اور نہ ان مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو ان حضرات کی تشریف آوری کے قائل ہیں۔

اس دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حاصل ہونے والی نبوت کا دعویٰ کیا۔ ''یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔'' (الاعراف:۱۵۸) کا نعرہ لگایا، اور لوگوں کو اس نئی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت

دی، نیز اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھوں نے ایسے لوگوں کو اپنا دینی مصلح اور پیشوا تسلیم کیا اور ان کی جماعت میں داخل ہوئے۔

امید ہے یہ مختصر سی وضاحت آپ کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

ختم نبوت کی تحریک کی ابتداء کب ہوئی؟

س...... ختم نبوت کی تحریک کی ابتداء کب ہوئی؟ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جھوٹے مدعیانِ نبوت نے دعویٰ کیا تھا یا کسی اور دور میں؟

ج...... ختم نبوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" سے ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد کرکے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس عمر میں نازل ہوں گے؟

س...... ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ حدیث کی روشنی میں بیان کریں کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں پیدا ہوں گے یا پھر اس عمر میں تشریف لائیں گے جس عمر میں آپ کو آسمان پر اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سے گزارش کروں گا کہ جواب ضرور دیں اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کی اس کاوش سے چند قادیانی اپنا عقیدہ درست کرلیں، یہ ایک قسم کا جہاد ہے، آپ کی تحریر ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے اسی عمر میں نازل ہوں گے، ان کا آسمان پر قیام ان کی صحت اور عمر پر اثر انداز نہیں، جس طرح اہل جنت، جنت میں سدا جوان رہیں گے اور وہاں کی آب و ہوا ان کی صحت اور عمر کو متاثر نہیں کرے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں اس وقت قیام فرما ہیں، وہاں زمین کے نہیں آسمان کے قوانین جاری ہیں، قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ: "تیرے رب کا ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔"

اس قانونِ آسمانی کے مطابق ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے گئے ہوئے دو دن بھی نہیں گزرے۔ آپ غور فرما سکتے ہیں کہ صرف دو دن کے انسان کی صحت و عمر میں کیا کوئی نمایاں تبدیلی رونما ہوجاتی ہے؟

مشکل یہ ہے کہ ہم معاملاتِ الٰہیہ کو بھی اپنی عقل و فہم اور مشاہدہ و تجربہ کے ترازو میں تولنا چاہتے ہیں، ورنہ ایک مؤمن کے لئے فرمودۂ خدا اور رسول سے بڑھ کر یقین و ایمان کی کون سی بات ہوسکتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ پیدا ہونے کا سوال تو جب پیدا ہوتا کہ وہ مرچکے ہوتے، زندہ تو دوبارہ پیدا نہیں ہوا کرتا، اور پھر کسی مرے ہوئے شخص کا کسی اور قالب میں دوبارہ جنم لینا تو ''آواگون'' ہے جس کے ہندو قائل ہیں۔ کسی مدعیٔ اسلام کا یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نے اس کے قالب میں دوبارہ جنم لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی کے تشریف لائیں گے یا بحیثیت اُمتی کے؟

س...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی تشریف لائیں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے؟ اگر آپ بحیثیت نبی تشریف لائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیسے ہوئے؟

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو بدستور نبی ہوں گے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ان کی شریعت منسوخ ہوگئی اور ان کی نبوت کا دور ختم ہوگیا۔ اس لئے جب وہ تشریف لائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔ ان کی تشریف آوری ختم نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ نبی آخر الزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی تھی۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کے متعلق قرآن خاموش ہے؟

س…… زید یہ اعتقاد رکھے اور بیان کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے یا وفات دیئے جانے کے بارے میں قرآن پاک خاموش ہے، جیسا کہ زید کی یہ عبارت ہے: ''قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمان پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی، اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات۔'' تو زید جو یہ بیان کرتا ہے، آیا اس بیان کی بنا پر مسلمان کہلائے گا یا کافر؟ وضاحت فرمائیں۔

ج…… جو عبارت سوال میں نقل کی گئی ہے، یہ مودودی صاحب کی تفہیم القرآن کی ہے، بعد کے ایڈیشنوں میں اس کی اصلاح کردی گئی ہے۔ اس لئے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا البتہ گمراہ کن غلطی قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کی تصریح ''بل رفعه الله الیه'' اور ''انی متوفیک ورافعک الی'' میں موجود ہے۔ چنانچہ تمام ائمہ تفسیر اس پر متفق ہیں کہ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو ذکر فرمایا ہے اور رفع جسمانی پر احادیث متواترہ موجود ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کو احادیث متواترہ اور امت کے اجماعی عقیدہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ آیات رفع جسمانی میں قطعی دلالت کرتی ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کی تصریح نہیں کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح پہچانا جائے گا؟

س…… اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم کے ساتھ موجود ہیں تو جب وہ اتریں گے تو لازم ہے کہ ہر شخص ان کو اترتے ہوئے دیکھ لے گا، اس طرح تو پھر انکار کی گنجائش ہی نہیں، اور سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔

ج……جی ہاں! یہی ہوگا اور قرآن و حدیثِ نبویؐ میں یہی خبر دی گئی ہے، قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے:

"اور نہیں کوئی اہلِ کتاب میں سے، مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوگا ان پر گواہ۔" (النساء)

اور حدیث شریف میں ہے:

"اور میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریم کے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا، پس جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا۔ قد میانہ، رنگ سرخ و سفید، بال سیدھے، بوقتِ نزول ان کے سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خواہ ان کو تری نہ بھی پہنچی ہو، ہلکے رنگ کی دو زرد چادریں زیبِ تن ہوں گی، پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو بند کردیں گے اور تمام مذاہب کو معطل کردیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک کردیں گے۔ زمین میں امن و امان کا دور دورہ ہوجائے گا، یہاں تک کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، پس جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا زمین پر رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی، پس مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔ (مسند احمد ج:۲ ص:۴۳۷، فتح الباری ج:۶ ص:۴۹۳، مطبوعہ لاہور۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہوگا؟

س……حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کا مقصد کیا ہے اور ان کا مشن کیا ہوگا؟ جبکہ دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا مکمل اور پسندیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی آمد عیسائیوں کی اصلاح کے لئے ہوسکتی ہے۔

اگر اسلام کے لئے تسلیم کرلیا جائے تو ہمارے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں کمی ہوگی، برائے نوازش اخبار کے ذریعہ میرے سوال کا جواب دے کر ایسے ذہنوں

کو مطمئن کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہوگا؟

ج…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا مشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوری تفصیل و وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے، اس سلسلے میں متعدد احادیث میں پہلے نقل کرچکا ہوں، یہاں صرف ایک حدیث پاک کا حوالہ دینا کافی ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انبیاء علاّتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ ہیں مگر ان کا دین ایک ہے، اور میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ نازل ہونے والے ہیں، پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لو۔

قامت میانہ، رنگ سرخ وسفیدی ملا ہوا، ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں زیب تن کئے نازل ہوں گے۔ سر مبارک سے گویا قطرے ٹپک رہے ہیں، گو اس کو تری نہ پہنچی ہو، پس وہ نازل ہوکر صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے اور تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو ہلاک کردیں گے۔ روئے زمین پر امن وامان کا دور دورہ ہوجائے گا۔ شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی، مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔''
(مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶، فتح الباری ج:۶ ص:۲۵۷)

اس ارشاد پاک سے ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مشن یہود ونصاریٰ کی اصلاح اور یہودیت ونصرانیت کے آثار سے روئے زمین کو پاک کرنا ہے، مگر چونکہ یہ زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وبعثت کا ہے اس لئے وہ امت محمدیہ کے ایک فرد بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور خلیفہ کی حیثیت میں تشریف لائیں گے۔

چنانچہ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

''سن رکھو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اور میرے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا، سن رکھو کہ وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہیں، سن رکھو کہ وہ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ بند کردیں گے، لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے گی، سن رکھو جو شخص تم سے ان کو پائے ان سے میرا اسلام کہے۔''

(مجمع الزوائد ج:۲ ص:۲۰۵، درمنثور ج:۲ ص:۲۴۲)

اس لئے اسلام کی جو خدمت بھی وہ انجام دیں گے اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے امت محمدیہ میں آکر شامل ہونا ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کا باعث نہیں بلکہ آپ کی سیادت و قیادت اور شرف و منزلت کا شاہکار ہے، اس وقت دنیا دیکھ لے گی کہ واقعی تمام انبیاء گزشتہ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔'' (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں

س...... جیسا کہ احادیث و قرآن کی روشنی میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، اب ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کون سے آسمان پر ہیں اور ان کے انسانی ضروریات کے تقاضے کیسے پورے ہوتے ہوں گے؟ مثلاً: کھانا پینا، سونا جاگنا اور انس والفت اور دیگر اشیاءِ ضرورت انسان کو کیسے ملتی ہوں گی؟ وضاحت کرکے مطمئن کریں۔

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا، اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہونا تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے، جس پر قرآن و سنت کے قطعی دلائل قائم ہیں اور جس پر امت کا اجماع ہے۔ حدیث معراج میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰؑ سے دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی تھی، آسمان پر مادی غذا اور بول و براز کی ضرورت پیش نہیں آتی جیسا کہ اہل جنت کو ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول قرآن وحدیث کی روشنی میں

س...... کیا قرآن مجید میں کہیں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے؟ اور وہی آکر امام مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے؟

ج...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا مضمون قرآن کریم کی کئی آیتوں میں ارشاد ہوا ہے، اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ متواتر احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع دی گئی ہے اور جن پر بقول مرزا صاحب کے ''امت کا اعتقادی تعامل چلا آرہا ہے'' وہ سب انہی آیات کریمہ کی تفسیر ہیں۔

پہلی آیت:

سورۃ الصّف آیت:۹ میں ارشاد ہے: ''وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول، ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ اسے غالب کردے تمام دینوں پر، اگرچہ کتنا ہی ناگوار ہو مشرکوں کو۔''

> ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے، اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دینِ اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے...... سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر۔''
>
> (براہین احمدیہ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص:۴۹۸، ۴۹۹، روحانی خزائن ج:۱ ص:۵۹۳، ۵۹۴)

فہرست

”یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالم گیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔“

(چشمہ معرفت مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص:۸۳، ۹۱، روحانی خزائن ج:۲۳ ص۹۱)

جناب مرزا صاحب کی اس تفسیر سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱:......اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی طور پر دوبارہ آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

۲:......مرزا صاحب پر بذریعہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کی پیش گوئی کا جسمانی اور ظاہری طور پر مصداق ہیں۔

۳:......امت کے تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اسلام کا غلبہ کاملہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہوگا۔

جناب مرزا صاحب کی اس الہامی تفسیر سے جس پر تمام مفسرین کے اتفاق کی مہر بھی ثبت ہے، یہ ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے اس قرآنی وعدہ کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور دوبارہ تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ سے اسلام تمام مذاہب پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹا دیں گے۔“ (ابوداؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم)

بعد میں جناب مرزا صاحب نے خود مسیحیت کا منصب سنبھال لیا لیکن یہ تو فیصلہ آپ کر سکتے ہیں کہ کیا ان کے زمانے میں اسلام کو غلبہ کاملہ نصیب ہوا؟ نہیں! بلکہ اس کے

برعکس یہ ہوا کہ دنیا بھر کے مسلمان جناب مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرے، ادھر مسلمانوں نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو اسلام سے الگ ایک فرقہ سمجھا، نتیجہ یہ کہ اسلام کا وہ غلبہ کاملہ ظہور میں نہ آیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدر تھا۔ اس لئے جناب مرزا صاحب کے دعویٔ مسیحیت کے باوجود زمانہ قرآن کے وعدے کا منتظر ہے اور یقین رکھنا چاہئے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس وعدے کے ایفاء کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے، کیونکہ بقول مرزا صاحب... ''ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو۔''

دوسری آیت:

سورۃ النساء آیت:۱۵۹ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے اور تمام اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کی خبر دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے موت اس کی کے پہلے اور دن قیامت کے ہوگا او پر ان کے گواہ۔'' (فصل الخطاب ج:۲ ص:۸۰ مؤلفہ حکیم نوردین قادیانی)

حکیم صاحب کا ترجمہ بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے فارسی ترجمہ کا گویا اردو ترجمہ ہے۔ شاہ صاحبؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔''

ترجمہ:..... ''یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو یہودی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت موجود ہوں گے وہ ایمان لائیں گے۔''

اس آیت کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ:

۱:..... عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا مقدر ہے۔

۲:..... تب سارے اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

۳:..... اور اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

پورے قرآن مجید میں صرف اس موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر ہے جس سے پہلے تمام اہلِ کتاب کا ان پر ایمان لانا شرط ہے۔

اب اس آیت کی وہ تفسیر ملاحظہ فرمایئے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ و تابعینؒ سے منقول ہے۔

صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں امام بخاریؒ نے ایک باب باندھا ہے: ''باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام'' اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! البتہ قریب ہے کہ نازل ہوں تم میں ابن مریم حاکمِ عادل کی حیثیت سے، پس توڑ دیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور موقوف کریں گے لڑائی اور بہ پڑے گا مال، یہاں تک کہ نہیں قبول کرے گا اس کو کوئی شخص، یہاں تک کہ ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا بھر کی دولت سے۔ پھر فرماتے تھے ابوہریرہؓ کہ پڑھو اگر چاہو قرآن کریم کی آیت: ''اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن ان پر گواہ۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے اسی لئے حضرت ابوہریرہؓ نے اس کے لئے آیت کا حوالہ دیا۔ امام محمد بن سیرینؒ کا ارشاد ہے کہ ابوہریرہؓ کی ہر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ (طحاوی شریف ج:۱ ص:۲۱)

بخاری شریف کے اسی صفحہ پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کی خبر دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وامامکم منکم'' فرمایا۔

یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ دونوں حدیثوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں حاکمِ عادل کی حیثیت سے اس امت میں تشریف لانا۔

۲:...... کنز العمال ج:۷ ص:۲۶۷ (حدیث نمبر:۳۹۷۲۶ ص:۲۵۷) میں بروایت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے..... الخ۔''

۳:……امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات ص:۴۲۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”تم کیسے ہوگے جب عیسیٰ بن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تم میں شامل ہوکر تمہارے امام ہوں گے۔“

۴:……تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۲۴۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا، دیکھو! وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔“

۵:……ابوداوٴد ص:۵۹۴ اور مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”انبیاءکرام باپ شریک بھائی ہیں۔ ان کی مائیں (شریعتیں) الگ الگ ہیں اور دین سب کا ایک ہے، اور مجھے سب سے زیادہ تعلق عیسیٰ بن مریم سے ہے کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور بے شک وہ تم میں نازل ہوں گے پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا، ان کا حلیہ یہ ہے قد میانہ، رنگ سرخ و سفید، دو زرد رنگ کی چادریں زیب بدن ہوں گی، سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خواہ ان کو تری نہ پہنچی ہو، پس لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، پس صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹادیں گے اور مسیح دجال کو ہلاک کردیں گے، پس زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔“

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جن سے آیت زیر بحث کی تشریح ہوجاتی ہے۔

اب چند صحابہؓ و تابعینؒ کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیے:

۱:……مستدرک حاکم ج:۲ ص:۳۰۹، درمنثور ج:۲ ص:۲۴۱، اور تفسیر ابن جریر ج:۶ ص:۱۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے اور یہ کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو ان کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

۲:......ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر یہ فرماتی ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور جب وہ قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے تو اس وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے۔ (تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۲۴۱)

۳:......درمنثور کے مذکورہ صفحہ پر یہی تفسیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ سے منقول ہے۔

۴:......اور تفسیر ابن جریر ج:۶ ص:۱۴ میں یہی تفسیر اکابر تابعین حضرت قتادہؒ، حضرت محمد بن زید مدنیؒ (امام مالک کے استاذ)، حضرت ابومالک غفاریؒ اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کے الفاظ یہ ہیں: ”آیت میں جس ایمان لانے کا ذکر ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہوگا۔ اللہ کی قسم! وہ ابھی آسمان پر زندہ ہیں، لیکن آخری زمانے میں جب وہ نازل ہوں گے تو ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے۔“

اس آیت کی جو تفسیر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ سے نقل کی ہے بعد کے تمام مفسرین نے اسے نقل کیا ہے اور اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، لہٰذا کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی خبر دی ہے اور دورِ نبوی سے آج تک یہی عقیدہ مسلمانوں میں متواتر چلا آرہا ہے۔

تیسری آیت:

سورۂ زخرف آیت:۶۱ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہے: ”اور وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں مت شک کرو۔“

اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ کا ارشاد ہے کہ: عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہوگی۔

۱:......صحیح ابن حبان میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

فہرست

''قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا قیامت کی نشانی ہے۔''
(موارد الظمآن ص:۴۳۵ حدیث:۱۷۵۸)

۲:...... حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ: کیا مذاکرہ ہو رہا تھا؟ عرض کیا: قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے! فرمایا: قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو! دخان، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا، یاجوج وماجوج کا نکلنا...... الخ۔'' (صحیح مسلم، مشکوٰۃ ص:۴۷۲)

۳:...... اور حدیث معراج جسے میں پہلے بھی کئی بار نقل کر چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی، قیامت کا تذکرہ ہوا کہ کب آئے گی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا:

''قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں، البتہ مجھ سے میرے رب کا ایک عہد ہے کہ قربِ قیامت میں دجال نکلے گا تو میں اسے قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا۔ (آگے قتل دجال اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کی تفصیل ہے، اس کے بعد فرمایا) پس مجھ سے میرے رب کا عہد ہے کہ جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ جیسی ہوگی۔''

(مسند احمد ج:۱ ص:۳۷۵، ابن ماجہ ص:۳۰۹، تفسیر ابن جریر ج:۱۷ ص:۷۲، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۴۸۸، ۵۴۵، فتح الباری ج:۱۳ ص:۷۹، درمنثور ج:۴ ص:۳۳۶)

ان ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کی تفسیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد جو انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے مجمع میں فرمایا اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے سامنے نقل کیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی کے طور پر دوبارہ تشریف لانا اور آ کر دجالِ لعین کو قتل کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ کا

عہد، انبیاء کرامؑ کا اتفاق اور صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، اور گزشتہ صدیوں کے تمام مجددین اس کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں، کیا اس کے بعد بھی کسی مؤمن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے میں شک رہ جاتا ہے...؟

۴:......اس آیت کی تفسیر بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ سے یہی منقول ہے کہ آخری زمانہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قربِ قیامت کی نشانی ہے، حافظ ابن کثیر اس آیت کی تحت لکھتے ہیں:

''یعنی قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا قیامت کی نشانی ہے، یہی تفسیر حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، ابوالعالیہؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ اور دوسرے بہت سے حضرات سے مروی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی خبر دی ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۱۳۲)

چوتھی آیت:

سورۂ مائدہ کی آیت:۱۱۸ میں ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عرض کریں گے:

''اے اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر بخش دیں تو آپ عزیز و حکیم ہیں۔''

سیدنا ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ: الٰہی! یہ تیرے بندے ہیں (مگر انہوں نے میری غیر حاضری میں مجھے خدا بنایا اس لئے) واقعی انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنا پر اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنالیا ہے اور اگر آپ بخش دیں، یعنی ان لوگوں کو، جن کو صحیح عقیدے پر چھوڑ کر گیا تھا اور (اسی طرح ان لوگوں کو بھی بخش دیں جنھوں نے اپنے عقیدہ سے رجوع کرلیا، چنانچہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر لمبی کردی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ آخری زمانے میں دجال کو قتل کرنے کے لئے آسمان سے زمین کی طرف اتارے جائیں

گے، تب عیسائی لوگ اپنے قول سے رجوع کرلیں گے، تو جن لوگوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور تیری توحید کے قائل ہوگئے اور اقرار کرلیا کہ ہم سب (بشمول عیسیٰ علیہ السلام کے) خدا کے بندے ہیں پس اگر آپ ان کو بخش دیں جبکہ انہوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا ہے تو آپ عزیز و حکیم ہیں۔‘‘ (تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۳۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی دلیل ہے۔

آپ نے اپنے سوال میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر امام مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے؟ اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تیرہویں صدی کے آخر تک امتِ اسلامیہ کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؓ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، اور یہ کہ نازل ہوکر پہلی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کی اقتداء میں پڑھیں گے۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے شخص ہیں جنھوں نے عیسیٰ اور مہدی کے ایک ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا ہے، اس کی دلیل نہ قرآن کریم میں ہے، نہ کسی صحیح اور مقبول حدیث میں، اور نہ سلف صالحین میں سے کوئی اس کا قائل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت حضرت مہدیؓ اس امت کے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر شبہات

جناب نے یہ بھی دریافت فرمایا ہے کہ کیا ’’کل نفس ذائقة الموت‘‘ کی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر اثر انداز نہیں ہوتی؟ جواباً گزارش ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو، مجھ کو، زمین کے تمام لوگوں کو، آسمان کے تمام فرشتوں کو، بلکہ ہر ذی روح مخلوق کو شامل ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر متنفس کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موت آئے گی۔ لیکن کب؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت بھی بتادیا ہے کہ آخری زمانہ میں نازل ہوکر

وہ چالیس برس زمین پر رہیں گے، پھر ان کا انتقال ہوگا، مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور میرے روضہ میں ان کو دفن کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۴۸۰)

اس لئے آپ نے جو آیت نقل فرمائی ہے وہ اسلامی عقیدہ پر اثر انداز نہیں ہوتی، البتہ یہ عیسائیوں کے عقیدہ کو باطل کرتی ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے پادریوں کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو موت آئے گی۔'' یہ نہیں فرمایا کہ: عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔ (درمنثور ج:۲ ص:۳)

آخری گزارش

جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کا مسئلہ آج پہلی بار میرے آپ کے سامنے پیش نہیں آیا اور نہ قرآن کریم ہی پہلی مرتبہ میرے، آپ کے مطالعہ میں آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے قرآن مجید متواتر چلا آتا ہے اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بھی۔ اس امت میں اہل کشف، ملہم و مجدد بھی گزرے ہیں اور بلند پایہ مفسرین و مجتہدین بھی، مگر ہمیں جناب مرزا صاحب سے پہلے کوئی ملہم، مجدد، صحابی، تابعی اور فقیہ و محدث ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانہ میں دوبارہ تشریف آوری کا منکر ہو۔ قرآن کریم کی جن آیتوں سے جناب مرزا غلام احمد صاحب وفات مسیح ثابت کرتے ہیں، ایک لمحہ کے لئے سوچئے کہ کیا یہ آیات قرآن کریم میں پہلے موجود نہیں تھیں؟ کیا چودہویں صدی میں پہلی بار نازل ہوئی ہیں؟ یا گزشتہ صدیوں کے تمام اکابر... نعوذ باللہ... قرآن کو سمجھنے سے معذور اور عقل و فہم سے عاری تھے؟

> ''پس اگر اسلام میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معلم نہیں آئے جن میں ظلی طور پر نورِ نبوت تھا تو گویا خدا تعالیٰ نے عمداً قرآن کو ضائع کیا کہ اس کے حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دنیا سے اٹھالئے گئے۔ مگر یہ بات اس کے وعدہ کے

فہرست

برخلاف ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانہ لہ لحافظون ۔یعنی ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور حالی طور پر ایمان لانے والے زاویۂ عدم میں مختفی ہوگئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیا ہوئی۔ اور اس پر ایک اور آیت بھی بین قرینہ ہے اور وہ یہ ہے بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم ۔یعنی قرآن آیات بینات ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔ یہ آیت بلند آواز سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ کوئی حصہ تعلیم قرآن کا برباد اور ضائع نہیں ہوگا اور جس طرح روزِ اول سے اس کا پودا دلوں میں جمایا گیا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔''

(شہادۃ القرآن ص:۵۴، ۵۵، مؤلفہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی)

بلاشبہ جس شخص کو قرآن کریم پر ایمان لانا ہوگا اسے اس تعلیم پر بھی ایمان لانا ہوگا جو گزشتہ صدیوں کے مجددین اور اکابر امت قرآن کریم سے متواتر سمجھتے چلے آئے ہیں، اور جو شخص قرآن کریم کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ائمہ مجددین کے متواتر عقیدہ کے خلاف کوئی عقیدہ پیش کرتا ہے، سمجھنا چاہئے کہ وہ قرآن کریم کی حفاظت کا منکر ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر میں نے جو آیات پیش کی ہیں، ان کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ جس صدی کے ائمہ دین اور صاحبِ کشف والہام مجددین کے بارے میں آپ چاہیں، میں حوالے پیش کردوں گا کہ انہوں نے قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور آخری زمانے میں دوبارہ آنے کو ثابت کیا ہے۔

جن آیتوں کو آپ کی جماعت کے حضرات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی دلیل میں پیش کرتے ہیں، من گھڑت تفسیر کے بجائے ان سے کہئے کہ ان میں ایک ہی آیت

کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ کرامؓ سے، تابعینؒ سے یا بعد کے کسی صدی کے مجدد کے حوالے سے پیش کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں، وہ آخری زمانہ میں نہیں آئیں گے، بلکہ ان کی جگہ ان کا کوئی مثیل آئے گا۔ کیا یہ ظلم و ستم کی انتہا نہیں کہ جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجددین کے عقیدے پر قائم ہیں ان کو تو ''فیج اعوج'' (یعنی گمراہ اور کجرو لوگ) کہا جائے، اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اکابرِ امت کے خلاف قرآن کی تفسیر کریں اور ان تمام بزرگوں کو ''مشرک'' ٹھہرائیں، ان کو حق پر مانا جائے۔

میرے دل میں دو تین سوال آئے ہیں، جن کے جواب چاہتا ہوں، اور یہ جواب قرآن مجید کے ذریعہ دیئے جائیں، اور میں آپ کو یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ میں ''احمدی'' ہوں، اگر آپ نے میرے سوالوں کے جواب صحیح دیئے تو ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے قریب زیادہ آجاؤں۔

س:۱:...... کیا آپ قرآن مجید کے ذریعہ یہ بتاسکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور اس جہان میں فوت نہیں ہوئے؟

س:۲:...... کیا قرآن مجید میں کہیں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے؟ اور وہ آکر امام مہدی کا دعویٰ کریں گے؟

س:۳:...... ''کل نفس ذائقة الموت'' کا لفظی معنی کیا ہے؟ اور کیا اس سے آپ کے دوبارہ آنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟

ج...... جہاں تک آپ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ: ''اگر آپ نے میرے سوالات کے جواب صحیح دیئے تو ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے قریب آجاؤں'' یہ تو محض حق تعالیٰ کی توفیق و ہدایت پر منحصر ہے۔ تاہم جناب نے جو سوالات کئے ہیں، میں ان کا جواب پیش کر رہا ہوں اور یہ فیصلہ کرنا آپ کا اور دیگر قارئین کا کام ہے کہ میں جواب صحیح دے رہا ہوں یا نہیں؟ اگر میرے جواب میں کسی جگہ لغزش ہو تو آپ اس پر گرفت کرسکتے ہیں، وباللہ التوفیق!

اصل سوالات پر بحث کرنے سے پہلے میں اجازت چاہوں گا کہ ایک اصولی بات پیش خدمت کروں۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دوبارہ تشریف آوری کا مسئلہ آج پہلی بار میرے اور آپ کے سامنے نہیں آیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر آج تک یہ امتِ اسلامیہ کا متواتر اور قطعی عقیدہ چلا آتا ہے، امت کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہ رہا ہو، اور امت کے اکابر صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجددینؒ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس عقیدے کا قائل نہ ہو۔ جس طرح نمازوں کی تعداد رکعات قطعی ہے، اسی طرح اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آمد کا عقیدہ بھی قطعی ہے، خود جناب مرزا صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ”مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجے کی پیش گوئی ہے، جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔“
>
> (ازالہ اوہام، روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۰۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ”اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے، بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا، اور یہ پیش گوئی بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے۔“
>
> ”یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانے میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی

جہالت نہ ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے صدی وار مرتب کرکے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہ ہوں گی۔ ہاں یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے جو اسلامی کتابوں سے بالکل بے خبر ہے۔"

(شہادۃ القرآن ص:۲، روحانی خزائن ج:۶ ص:۲۹۸)

مرزا صاحب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی احادیث کو متواتر اور امت کے اعتقادی عقائد کا مظہر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پھر ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آکر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئی تھیں، ان کو قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے۔"

(شہادۃ القرآن ص:۵، روحانی خزائن ج:۶ ص:۳۰۱)

جناب مرزا صاحب کے یہ ارشادات مزید تشریح و وضاحت کے محتاج نہیں، تاہم اس پر اتنا اضافہ ضرور کروں گا کہ:

۱:...... احادیثِ نبویہ میں (جن کو مرزا صاحب قطعی متواتر تسلیم فرماتے ہیں)، کسی گمنام "مسیح موعود" کے آنے کی پیش گوئی نہیں کی گئی، بلکہ پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قربِ قیامت میں دوبارہ نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ پوری امتِ اسلامیہ کا ایک ایک فرد قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں صرف ایک ہی شخصیت کو "عیسیٰ علیہ السلام" کے نام سے جانتا پہچانتا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی اسرائیل میں آئے تھے، اس ایک شخصیت کے علاوہ کسی اور کے لئے "عیسیٰ بن مریم علیہ السلام" کا لفظ اسلامی ڈکشنری میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔

۲:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک امتِ اسلامیہ میں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ متواتر رہا ہے، اس طرح ان کی حیات اور

رفع آسمانی کا عقیدہ بھی متواتر رہا ہے، اور یہ دونوں عقیدے ہمیشہ لازم وملزوم رہے ہیں۔

۳:...... جن ہزارہا کتابوں میں صدی وار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا لکھا ہے، ان ہی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا انکار مرزا صاحب کے بقول ''دیوانگی اور جنون کا ایک شعبہ ہے'' تو ان کی حیات کے انکار کا بھی یقیناً یہی حکم ہوگا۔

ان تمہیدی معروضات کے بعد اب آپ کے سوالوں کا جواب پیشِ خدمت ہے۔

۱:...... حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام:

آپ نے دریافت کیا تھا کہ کیا قرآن کریم سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں؟ جواباً گزارش ہے کہ قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی گرفت سے بچاکر آسمان پر زندہ اٹھالیا۔

پہلی آیت:...... سورۃ النساء آیت:۱۵۷، ۱۵۸ میں یہود کا یہ دعویٰ نقل کیا ہے کہ: ''ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا۔'' اللہ تعالیٰ ان کے اس ملعون دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''انہوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ انہیں سولی دی، بلکہ ان کو اشتباہ ہوا...... اور انہوں نے آپ کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے بڑی حکمت والا ہے۔''

یہاں جناب کو چند چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں:

۱:...... یہود کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلب (سولی دیئے جانے) کی تردید فرمائی، بعدازاں قتل اور رفع کے درمیان مقابلہ کرکے قتل کی نفی کی اور اس کی جگہ رفع کو ثابت فرمایا۔

۲:...... جہاں قتل اور رفع کے درمیان اس طرح کا مقابلہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے، وہاں رفع سے روح اور جسم دونوں کا رفع مراد ہوسکتا ہے، یعنی زندہ اٹھالینا صرف روح کا رفع مراد نہیں ہوسکتا اور نہ رفع درجات مراد ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبویؐ

فہرست

اور محاورات عرب میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی کہ کسی جگہ قتل کی نفی کرکے اس کی جگہ رفع کو ثابت کیا گیا ہو، اور وہاں صرف روح کا رفع یا درجات کا رفع مراد لیا گیا ہو، اور نہ یہ عربیت کے لحاظ سے ہی صحیح ہے۔

۳:......حق تعالیٰ شانہ جہت اور مکان سے پاک ہیں، مگر آسمان چونکہ بلندی کی جانب ہے اور بلندی حق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، اس لئے قرآن کریم کی زبان میں "رفع الی اللہ" کے معنی ہیں آسمان کی طرف اٹھایا جانا۔

۴:......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہود کی دستبرد سے بچاکر صحیح سالم آسمان پر اٹھالیا جانا آپ کی قدر و منزلت کی دلیل ہے، اس لئے یہ رفع جسمانی بھی ہے اور روحانی اور مرتبی بھی۔ اس کو صرف رفع جسمانی کہہ کر اس کو رفع روحانی کے مقابل سمجھنا غلط ہے، ظاہر ہے کہ اگر صرف "روح کا رفع" عزت و کرامت ہے تو "روح اور جسم دونوں کا رفع" اس سے بڑھ کر موجب عزت و کرامت ہے۔

۵:......چونکہ آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ عام لوگوں کی عقل سے بالاتر تھا اور اس بات کا احتمال تھا کہ لوگ اس بارے میں چہ میگوئیاں کریں گے کہ ان کو آسمان پر کیسے اٹھالیا؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ زمین پر ان کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کو کیوں نہیں اٹھایا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام شبہات کا جواب "وکان اللہ عزیزا حکیما" میں دے دیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ زبردست ہے، پوری کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم اٹھالینا اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں اور ان کے ہاں زندہ رہنے کی استعداد پیدا کردینا بھی اس کی قدرت میں ہے، کائنات کی کوئی چیز اس کے ارادے کے درمیان حائل نہیں ہوسکتی اور پھر وہ حکیم مطلق بھی ہے، اگر تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو تمہیں اجمالی طور پر یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ اس حکیم مطلق کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالینا بھی خالی از حکمت نہیں ہوگا، اس لئے تمہیں چون و چرا کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ پر یقین رکھنا چاہئے۔

٦:......اس آیت کی تفسیر میں پہلی صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک کے تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا اور وہی قربِ قیامت میں آسمان سے نزولِ اجلال فرمائیں گے۔ چونکہ تمام بزرگوں کے حوالے دینا ممکن نہیں اس لئے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر پر اکتفا کرتا ہوں۔ ''جو قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص:۲۴۷، روحانی خزائن ج:۳ ص:۲۲۵)

تفسیر درمنثور (ج:۲ ص:۳۶)، تفسیر ابن کثیر (ج:۱ ص:۳۶۶)، تفسیر ابن جریر (ج:۳ ص:۲۰۲) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپؐ نے یہودیوں سے فرمایا: ''بے شک عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور بے شک وہ تمہاری طرف دوبارہ آئیں گے۔''

تفسیر درمنثور (ج:۲ ص:۳) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے وفد سے مباحثہ کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا، اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی؟''

تفسیر ابن کثیر (ج:۱ ص:۵۷۴)، تفسیر درمنثور (ج:۲ ص:۲۳۸) میں حضرت ابن عباسؓ سے بہ سندِ صحیح منقول ہے کہ: ''جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شباہت ایک شخص پر ڈال دی، یہود نے اسی ''مثیلِ مسیح'' کو مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے اوپر سے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔''

جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں امت کے تمام اکابر مفسرین ومجددین متفق اللفظ ہیں کہ اس آیت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا، اور سوائے فلاسفہ اور زنادقہ کے سلف میں سے کوئی قابلِ ذکر شخص اس کا منکر نہیں ہوا، اور نہ کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھنے اور پھر صلیبی زخموں سے

فہرست

شفایاب ہونے کے بعد کشمیر چلے گئے اور وہاں ۸۷ برس بعد ان کی وفات ہوئی۔

اب آپ خود ہی انصاف فرما سکتے ہیں کہ امت کے اس اعتقادی تعامل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی میں شک کرنا اور اس کی قطعیت اور تواتر میں کلام کرنا جناب مرزا صاحب کے بقول ''درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ'' ہے یا نہیں...؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا

س...... ایک عیسائی نے یہ سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ہیں، اس طرح حضرت عیسیٰ رسول اللہ کے ساتھ روح اللہ بھی ہیں، لہٰذا حضرت عیسیٰ کی شان بڑھ گئی۔

ج...... یہ سوال محض مغالطہ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی روح بلاواسطہ باپ کے ان کی والدہ کے شکم میں ڈالی گئی، باپ کے واسطہ سے بغیر پیدا ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ضرور ہے مگر اس سے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ ورنہ آدم علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونا لازم آئے گا، کہ وہاں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ نہیں تھا۔ پس جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر واسطہ والدین کے محض حق تعالیٰ شانہ کے کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر واسطہ والد کے کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوئے، اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے وجود میں آنا ان کی افضلیت کی دلیل نہیں، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کی افضلیت کی دلیل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن کہاں ہوگا؟

س...... میں اس وقت آپ کی توجہ اخبار جنگ میں ''کیا آپ جانتے ہیں؟'' کے عنوان سے سوال نمبر:۲ ''جس حجرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں وہاں مزید کتنی قبروں کی گنجائش ہے؟ اور وہاں کس کے دفن ہونے کی روایت ہے؟ یعنی وہاں کون دفن ہوں گے؟'' اس کے جواب میں حضرت مہدیؒ لکھا ہوا ہے، جبکہ ہم آج تک علماء سے سنتے آئے ہیں کہ

حجرے میں حضرت عیسیٰؑ دفن ہوں گے۔

ج…… حجرہ شریفہ میں چوتھی قبر حضرت مہدیؓ کی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔

حضرت مریمؓ کے بارے میں عقیدہ

س…… مسلمانوں کو حضرت مریمؓ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اور ہمیں آپؓ کے بارے میں کیا معلومات نصوصِ قطعیہ سے حاصل ہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت آپؓ کی شادی ہوئی تھی، اگر ہوئی تھی تو کس کے ساتھ؟ کیا حضرت مریمؓ حضرت عیسیٰؑ کے ''رفع الی السماء'' کے بعد زندہ تھیں؟ آپ نے کتنی عمر پائی اور کہاں دفن ہیں؟ کیا کسی مسلم عالم نے اس بارے میں کوئی مستند کتاب لکھی ہے؟ میری نظر سے قادیانی جماعت کی ایک ضخیم کتاب گزری ہے جس میں کئی حوالوں سے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مریمؓ پاکستان کے شہر مری میں دفن ہیں، اور حضرت عیسیٰؑ مقبوضہ کشمیر کے شہر سری نگر میں۔

ج…… نصوصِ صحیحہ سے جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مریمؓ کی شادی کسی سے نہیں ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے وقت زندہ تھیں یا نہیں؟ کتنی عمر ہوئی؟ کہاں وفات پائی؟ اس بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی تذکرہ نہیں۔ مؤرخین نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بتائی ہیں، ان کا مأخذ بائبل یا اسرائیلی روایات ہیں۔ قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کی تائید قرآن وحدیث تو کجا کسی تاریخ سے بھی نہیں ہوتی، ان کی جھوٹی مسیحیت کی طرح ان کی تاریخ بھی ''خانہ ساز'' ہے۔

علاماتِ قیامت

قیامت کی نشانیاں

جبرائیل علیہ السلام نے پانچواں سوال یہ کیا کہ پھر ایسی نشانیاں ہی بتادیجئے جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ اب قیامت قریب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں قیامت کی دو نشانیاں بتائیں۔

فہرست

اول یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے..... اس کی تشریح اہلِ علم نے کئی طرح کی ہے، سب سے بہتر توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اولاد کی نافرمانی کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ کہ قربِ قیامت میں اولاد اپنے والدین سے اس قدر برگشتہ ہوجائے گی کہ لڑکیاں جن کی فطرت ہی والدین کی اطاعت، خصوصاً والدہ سے محبت اور پیار ہے، وہ بھی ماں باپ کی بات اس طرح ٹھکرانے لگیں گی جس طرح ایک آقا اپنے زرخرید غلام لونڈی کی بات کو لائق توجہ نہیں سمجھتا، گویا گھر میں ماں باپ کی حیثیت غلام لونڈی کی ہوکر رہ جائے گی۔

دوسری نشانی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ جن کی کل تک معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی، جو ننگے پاؤں اور برہنہ جسم جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے وہ بڑی بڑی بلڈنگوں میں فخر کیا کریں گے۔ یعنی رذیل لوگ معزز ہوجائیں گے۔ ان دو نشانیوں کے علاوہ قربِ قیامت کی اور بہت سی علامتیں حدیثوں میں بیان کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب قیامت کی ''چھوٹی نشانیاں'' ہیں، اور قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں جن کے ظاہر ہونے کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہوگی، یہ ہیں:

۱:...... حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا اور بیت اللہ شریف کے سامنے رکن اور مقام کے درمیان لوگوں کا ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرنا۔

۲:...... ان کے زمانے میں کانے دجال کا نکلنا اور چالیس دن تک زمین میں فساد مچانا۔

۳:...... اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا۔

۴:...... یاجوج ماجوج کا نکلنا۔

۵:...... دابۃ الارض کا صفا پہاڑی سے نکلنا۔

۶:...... سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور یہ قیامت کی سب سے بڑی نشانی ہوگی، جس سے ہر شخص کو نظر آئے گا کہ اب زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہوا چاہتا ہے اور اب اس نظام کے توڑ دینے اور قیامت کے برپا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اس نشانی کو دیکھ کر لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہوجائے گا مگر یہ اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا، جس طرح نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع

ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ اس قسم کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ قیامت ایک بہت ہی خوفناک چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت کے دن کی رسوائیوں اور ہولناکیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

علاماتِ قیامت کے بارے میں سوال

س...... آپ نے روزنامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں علاماتِ قیامت میں ''جاہل عابد اور فاسق قاری'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ: ''آخری زمانہ میں بے علم عبادت گزار اور بے عمل قاری ہوں گے۔'' آپ ذرا تفصیل سے سمجھائیں کہ ایسے عابد جو جاہل ہوں کس زمرے میں آئیں گے؟ کیونکہ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جاہل نہ کہیں کیونکہ جاہل تو ابوجہل تھا یا اس کی ذریات ہوں گی، لیکن ایسے بے علم بھی نظر آجاتے ہیں جو بڑے عبادت گزار ہوتے ہیں اور شاید پُرخلوص بھی اور شاید اتنا علم بھی رکھتے ہوں کہ نماز کے الفاظ اور سورۂ اخلاص کے ساتھ نماز ادا کرسکیں، وضو اور غسل کا طریقہ انہیں آتا ہو، کیا ایسے لوگ ان جاہل عابدوں کے زمرے سے خارج ہوں گے؟ اگر یہ لوگ جاہل عابدوں کے زمرے میں شمار نہ کئے جائیں تو اس سے کمتر درجہ میں یعنی جن کو نماز پڑھنی بھی نہ آتی ہو وہ عبادت گزار کیسے بن سکتا ہے؟

لہٰذا آپ تفصیل سے سمجھادیں کہ حدیث شریف کا مطلب کیا ہے؟ آیا ''یہ ایسے عابد ہوں گے اور ناجی ہوں گے اور ایسے قاری ہوں گے جن کے پاس علم تو بڑا ہوگا لیکن عمل نہیں کریں گے۔'' یا ''یہ بے علم عبادت کریں گے اور بے عمل عالم ہوں گے اور دونوں ہی گھاٹے میں رہیں گے کیونکہ بے علم عمل نہیں اور بغیر عمل علم نہیں۔''

ج...... ''بے علم عبادت گزار'' سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے دین کے ضروری مسائل، جن کی روزمرہ ضرورت پیش آتی ہے، نہ سیکھے ہوں۔ اگر کسی نے اتنا علم جو ہر مسلمان پر فرض ہے، سیکھ لیا ہو تو وہ ''بے علم'' کے زمرے میں نہیں آتا۔ خواہ کتاب کے ذریعے سیکھا ہو، یا حضرات علماء کی خدمت میں بیٹھ کر زبانی سیکھا ہو، اور جو شخص فرض علم سے بھی بے بہرہ ہو اس

کے ''جاہل'' ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اور ''فاسق قاری'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین کا علم تو رکھتے ہیں، مگر عمل سے بے بہرہ ہیں۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلِ سنت کا عقیدہ

س…… ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رو سے ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخر الزمان ہیں۔ یہ ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے، لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ ان کی وفات کے بعد اور قیامت سے پہلے ایک نبی آئیں گے، حضرت مہدی رضی اللہ عنہ جن کی والدہ کا نام حضرت آمنہ اور والد کا نام حضرت عبداللہ ہوگا، تو کیا یہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوں گے جو دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے؟ میرے نانا محترم مولوی آزاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں فرما رہے تھے کہ قیامت سے پہلے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف لائیں گے، لوگوں نے نشانیاں سن کو پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ آپ تو نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر خاموش رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی میں اس دنیا میں دوبارہ آؤں گا، اس کا جواب تفصیل سے دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

ج…… حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اور جس پر اہلِ حق کا اتفاق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے اور نجیب الطرفین سید ہوں گے۔ ان کا نام نامی محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ جس طرح صورت و سیرت میں بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح وہ شکل و شباہت اور اخلاق و شمائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے، وہ نبی نہیں ہوں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے، نہ ان کی نبوت پر کوئی ایمان لائے گا۔

ان کی کفار سے خوں ریز جنگیں ہوں گی، ان کے زمانے میں کانے دجال کا خروج ہوگا اور وہ لشکرِ دجال کے محاصرے میں گھِر جائیں گے، ٹھیک نماز فجر کے وقت دجال کو قتل کرنے کے لئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور فجر کی نماز حضرت مہدی

فہرست

رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں پڑھیں گے، نماز کے بعد دجال کا رخ کریں گے، وہ لعین بھاگ کھڑا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور اسے "بابِ لُدّ" پر قتل کردیں گے، دجال کا لشکر تہ تیغ ہوگا اور یہودیت ونصرانیت کا ایک ایک نشان مٹا دیا جائے گا۔

یہ ہے وہ عقیدہ جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام سلف صالحین، صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ مجددینؒ معتقد رہے ہیں۔ آپ کے نانا محترم نے جس خطبہ کا ذکر کیا ہے اس کا حدیث کی کسی کتاب میں ذکر نہیں، اگر انہوں نے کسی کتاب میں یہ بات پڑھی ہے تو بالکل لغو اور مہمل ہے، ایسی بے سروپا باتوں پر اعتقاد رکھنا صرف خوش فہمی ہے، مسلمان پر لازم ہے کہ سلف صالحین کے مطابق عقیدہ رکھے اور ایسی باتوں پر اپنا ایمان ضائع نہ کرے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا؟ اور وہ کتنے دن رہیں گے؟

س...... امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا؟ اور آپ کہاں پیدا ہوں گے؟ اور کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟

ج...... امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا کوئی وقت متعین قرآن و حدیث میں نہیں بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ ان کا ظہور کس صدی میں؟ کس سال ہوگا؟ البتہ احادیثِ طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ظہور قیامت کی ان بڑی علامتوں کی ابتدائی کڑی ہے جو بالکل قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گی اور ان کے ظہور کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ وقفہ نہیں ہوگا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کہاں پیدا ہوں گے؟ اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان کی پیدائش وتربیت ہوگی۔ مکہ مکرمہ میں ان کی بیعت وخلافت ہوگی اور بیت المقدس ان کی ہجرت گاہ ہوگی۔ روایات وآثار کے مطابق ان کی عمر چالیس برس کی ہوگی جب ان سے بیعتِ خلافت ہوگی، ان کی خلافت کے ساتویں سال کانا دجال نکلے گا، اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے دوسال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزریں گے اور ۴۹ برس میں ان کا وصال ہوگا۔

فہرست

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ

س……روزنامہ جنگ میں آپ کا مضمون علاماتِ قیامت پڑھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہر مسئلے کا حل اطمینان بخش طور پر اور حدیث و قرآن کے حوالے سے دیا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بھی آپ کی علمیت اور تحقیق کا مظہر ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پورا مضمون پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰؑ کے کفار اور عیسائیوں سے جو معرکے ہوں گے ان میں گھوڑوں، تلواروں، تیر کمانوں وغیرہ کا استعمال ہوگا، فوجیں قدیم زمانے کی طرح میدانِ جنگ میں آمنے سامنے ہوکر لڑیں گی۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ سے نو گھڑسواروں کو دجال کا پتہ معلوم کرنے کے لئے شام بھیجیں گے، گویا اس زمانے میں ہوائی جہاز دستیاب نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ دجال کو ایک نیزے سے ہلاک کریں گے، اور یاجوج ماجوج کی قوم بھی جب فساد برپا کرنے آئے گی تو اس کے پاس تیر کمان ہوں گے۔ یعنی وہ اسٹین گن رائفل، پسٹل اور تباہ خیز بموں کا زمانہ نہ ہوگا۔ زمین پر انسان کے وجود میں آنے کے بعد سے سائنس برابر ترقی کر رہی ہے اور قیامت کے آنے تک تو اس میں قیامت خیز ترقی ہوچکی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ، اللہ کے حکم سے چند خاص آدمیوں کے ہمراہ یاجوج ماجوج کی قوم سے بچنے کے لئے کوہِ طور کے قلعے میں پناہ گزیں ہوں گے، یعنی دنیا کے باقی اربوں انسانوں کو جو سب مسلمان ہوچکے ہوں گے، یاجوج ماجوج کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اتنے انسان تو ظاہر ہے اس قلعے میں بھی نہیں سماسکتے۔ میں نے کسی کتاب میں یہ دعا پڑھی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو بتائی تھی، مجھے یاد نہیں رہی۔ مندرجہ بالا وضاحتوں کے علاوہ وہ دعا بھی تحریر فرمادیں تو عنایت ہوگی۔

ج……انسانی تمدن کے ڈھانچے بدلتے رہتے ہیں، آج ذرائع مواصلات اور آلاتِ جنگ کی جو ترقی یافتہ شکل ہمارے سامنے ہے، آج سے ڈیڑھ دو صدی پہلے اگر کوئی شخص اس کو بیان کرتا تو لوگوں کو اس پر ”جنون“ کا شبہ ہوتا۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سائنسی ترقی

اسی رفتار سے آگے بڑھتی رہے گی یا خودکشی کرکے انسانی تمدن کو پھر تیر و کمان کی طرف لوٹا دے گی؟ ظاہر ہے کہ اگر یہ دوسری صورت پیش آئے جس کا خطرہ ہر وقت موجود ہے اور جس سے سائنس دان خود بھی لرزہ براندام ہیں، تو ان احادیثِ طیبہ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا جن میں حضرت مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

فتنۂ دجال سے حفاظت کے لئے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھنے کا حکم ہے، کم از کم اس کی پہلی اور پچھلی دس دس آیتیں تو ہر مسلمان کو پڑھتے رہنا چاہئے، اور ایک دعا حدیث شریف میں یہ تلقین کی گئی ہے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.“

ترجمہ:...... ”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے ہر فتنے سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ سے اور قرض و تاوان سے۔“

حضرت مہدیؒ کے ظہور کی کیا نشانیاں ہیں؟

س...... آپ کے صفحہ ”اقرأ“ کے مطابق امام مہدیؒ آئیں گے، جب امام مہدیؒ آئیں گے تو ان کی نشانیاں کیا ہوں گی؟ اور اس وقت کیا نشان ظاہر ہوں گے جس سے ظاہر ہو کہ حضرت امام مہدیؒ آگئے ہیں؟ قرآن و حدیث کا حوالہ ضرور دیجئے۔

ج...... اس نوعیت کے ایک سوال کا جواب ”اقرأ“ میں پہلے دے چکا ہوں، مگر جناب کی رعایتِ خاطر کے لئے ایک حدیث لکھتا ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ:

''ایک خلیفہ کی موت پر (ان کی جانشینی کے مسئلہ پر) اختلاف ہوگا، تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص بھاگ کر مکہ مکرمہ آجائے گا (یہ مہدیؒ ہوں گے اور اس اندیشہ سے بھاگ کر مکہ آجائیں گے کہ کہیں ان کو خلیفہ نہ بنادیا جائے) مگر لوگ ان کے انکار کے باوجود ان کو خلافت کے لئے منتخب کریں گے، چنانچہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان (بیت اللہ شریف کے سامنے) ان کے ہاتھ پر لوگ بیعت کریں گے۔''

''پھر ملک شام سے ایک لشکر ان کے مقابلے میں بھیجا جائے گا، لیکن یہ لشکر ''بیداء'' نامی جگہ میں جو کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے، زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پس جب لوگ یہ دیکھیں گے تو (ہر خاص و عام کو دور دور تک معلوم ہوجائے گا کہ یہ مہدیؒ ہیں) چنانچہ ملک شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بیعت کریں گی۔ پھر قریش کا ایک آدمی جس کی ننھیال قبیلہ بنوکلب میں ہوگی آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہوگا۔ آپ بنوکلب کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے وہ ان پر غالب آئے گا اور بڑی محرومی ہے اس شخص کے لئے جو بنوکلب کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو۔ پس حضرت مہدیؒ خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق عمل کریں گے اور اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا (یعنی اسلام کو استقرار نصیب ہوگا)۔ حضرت مہدیؒ سات سال رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' (یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص:۴۷۱ میں ابوداؤد کے حوالے سے درج ہے، اور امام سیوطیؒ نے العرف الوردی فی آثار المہدیؒ ص:۵۹ میں اس کو ابن ابی شیبہ، احمد ابوداؤد، ابویعلیٰ اور طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے)۔

الامام المہدیؒ... سنی نظریہ

محترم المقام جناب مولانا لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''جنگ'' جمعہ ایڈیشن میں کسی سوال کے جواب میں آپ نے مہدی منتظر کی

''مفروضہ پیدائش'' پر روشنی ڈالتے ہوئے ''امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے پُرشکوہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے مخصوص ہیں۔ دوسرے، قرآن مقدس اور حدیث مطہرہ سے ''امامت'' کا کوئی تصور نہیں ملتا، علاوہ ازیں اس سلسلہ میں جو روایات ہیں وہ معتبر نہیں کیونکہ ہر سلسلۂ رواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، جو متفقہ طور پر کاذب اور من گھڑت احادیث کے لئے مشہور ہے۔

ابن خلدون نے اس بارے میں جن موافق و مخالف احادیث کو یکجا کرنے پر اکتفا کیا ہے ان میں کوئی بھی سلسلۂ تواتر کو نہیں پہنچتی، اور ان کا انداز بھی بڑا مشتبہ ہے۔

لہٰذا میں حق و صداقت کے نام پر درخواست کروں گا کہ مہدی منتظر کی شرعی حیثیت قرآن عظیم اور صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بذریعہ ''جنگ'' مطلع فرمائیں، تاکہ اصل حقیقت ابھر کر سامنے آجائے، اس سلسلہ میں مصلحت اندیشی یا کسی قسم کا ابہام یقیناً قیامت میں قابلِ مؤاخذہ ہوگا۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق مہدی منتظر کی ۲۵۵ھ میں جناب حسن عسکریؒ کے یہاں نرجس خاتونؒ کے بطن سے ولادت ہوچکی ہے اور وہ حسن عسکریؒ کی رحلت کے فوراً بعد ۵ سال کی عمر میں حکمتِ خداوندی سے غائب ہوگئے اور اس غیبت میں اپنے نائبین، حاجزین، سفرا اور وکلاء کے ذریعہ خمس وصول کرتے، لوگوں کے احوال دریافت کرکے حسبِ ضرورت ہدایات، احکامات دیتے رہتے ہیں، اور انہیں کے ذریعہ اس دنیا میں اصلاح و خیر کا عمل جاری ہے، اس کی تائید میں لٹریچر کا طویل سلسلہ موجود ہے۔

میرے خیال میں علمائے اہل سنت نے اس ضمن میں اپنے اردگرد پائی جانے والی مشہور روایات ہی کو نقل کردیا ہے، مزید تاریخی یا شرعی حیثیت و تحقیق سے کام نہیں لیا، اور اغلباً اسی اتباع میں آپ نے بھی اس ''مفروضہ'' کو بیان کرڈالا ہے، کیا یہ درست ہے؟

ج...... حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے ''پُرشکوہ الفاظ'' پہلی بار میں نے استعمال نہیں کئے، بلکہ اگر آپ نے مکتوبات امام ربانیؒ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مکتوبات شریفہ میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے حضرت مہدیؒ کو انہیں الفاظ سے یاد

کیا ہے۔ پس اگر یہ آپ کے نزدیک غلطی ہے تو میں یہی عرض کرسکتا ہوں کہ اکابرِ امت اور مجددینِ ملت کی پیروی میں غلطی:

ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است

کی مصداق ہے۔ غالباً کسی ایسے ہی موقع پر امام شافعیؒ نے فرمایا تھا:

ان کان رفضاً حُب اٰل محمد

فلیشھد الثقلان انی رافضیاً

ترجمہ:...... ''اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نام رافضیت ہے، تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں پکا رافضی ہوں۔''

آپ نے حضرت مہدی کو ''رضی اللہ عنہ'' کہنے پر جو اعتراض کیا ہے، اگر آپ نے غور و تأمل سے کام لیا ہوتا تو آپ کے اعتراض کا جواب خود آپ کی عبارت میں موجود ہے۔ کیونکہ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے مخصوص رہے ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق و مصاحب ہوں گے، پس جب میں نے ایک ''مصاحبِ رسول'' ہی کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ عام طور پر حضرت مہدی کے لئے ''علیہ السلام'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جو لغوی معنی کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، اور مسلمانوں میں ''السلام علیکم، وعلیکم السلام'' یا ''وعلیکم وعلیہ السلام'' کے الفاظ روزمرہ استعمال ہوتے ہیں، مگر کسی کے نام کے ساتھ یہ الفاظ چونکہ انبیاءِ کرام یا ملائکہ عظام کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اس لئے میں نے حضرت مہدیؓ کے لئے کبھی یہ الفاظ استعمال نہیں کئے، کیونکہ حضرت مہدیؓ نبی نہیں ہوں گے۔

جناب کو حضرت مہدیؓ کے لئے ''امام'' کا لفظ استعمال کرنے پر بھی اعتراض ہے، اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''قرآن مقدس اور حدیث مطہرہ سے امامت کا کوئی تصور نہیں ملتا'' اگر اس سے مراد ایک خاص گروہ کا نظریہ امامت ہے تو آپ کی یہ بات صحیح ہے۔ مگر جناب کو یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہئے تھی کہ میں نے بھی ''امام'' کا لفظ اسی اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا

ہوگا، کم سے کم امام مہدیؒ کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ کا استعمال ہی اس امر کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ ''امام'' سے یہاں ایک خاص گروہ کا اصطلاحی ''امام'' مراد نہیں۔

اور اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی شخص کو امام بمعنی مقتدا، پیشوا، پیش رو کہنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی تو آپ کا یہ ارشاد بجائے خود ایک عجوبہ ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر امت کے ارشادات میں یہ لفظ اس کثرت سے واقع ہوا ہے کہ عورتیں اور بچے تک بھی اس سے نامانوس نہیں۔ آپ کو ''واجعلنا للمتقین اماما'' کی آیت اور ''من بایع اماما'' کی حدیث تو یاد ہوگی اور پھر امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ہزاروں افراد ہیں جن کو ہم ''امام'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ فقہ و کلام کی اصطلاح میں ''امام'' مسلمانوں کے سربراہ مملکت کو کہا جاتا ہے (جیسا کہ حدیث: ''من بایع اماما'' میں وارد ہوا ہے)۔

حضرت مہدیؒ کا ہدایت یافتہ اور مقتدا و پیشوا ہونا تو لفظ ''مہدی'' ہی سے واضح ہے اور وہ مسلمانوں کے سربراہ بھی ہوں گے، اس لئے ان کے لئے ''امام'' کے لفظ کا استعمال قرآن و حدیث اور فقہ و کلام کے لحاظ سے کسی طرح بھی محل اعتراض نہیں۔

ظہورِ مہدیؒ کے سلسلہ کی روایات کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد کہ:

> ''اس سلسلہ میں جو روایات ہیں وہ معتبر نہیں، کیونکہ ہر سلسلۂ رواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، جو متفقہ طور پر کاذب اور من گھڑت احادیث کے لئے مشہور ہے۔''

بہت ہی عجیب ہے! معلوم نہیں جناب نے یہ روایات کہاں دیکھی ہیں جن میں سے ہر روایت میں قیس بن عامر کذاب آگھستا ہے؟

میرے سامنے ابوداؤد (ج:۲ ص:۵۸۸، ۵۸۹) کھلی ہوئی ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت ام سلمہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے احادیث ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے کسی سند میں مجھے قیس بن عامر نظر نہیں آیا۔

جامع ترمذی (ج:۲ ص:۴۶) میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں، ان میں سے اول الذکر دونوں احادیث کو امام ترمذیؒ نے ''صحیح'' کہا ہے، اور آخر الذکر کو ''حسن''، ان میں بھی کہیں قیس بن عامر نظر نہیں آیا۔

سنن ابن ماجہ میں یہ احادیث حضرات عبداللہ بن مسعود، ابوسعید خدری، ثوبان، علی، ام سلمہ، انس بن مالک، عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہم کی روایت سے مروی ہیں۔ ان میں بھی کسی سند میں قیس بن عامر کا نام نہیں آتا۔

مجمع الزوائد (ج:۷ ص:۳۱۵ تا ۳۱۸) میں مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ سے اکیس روایات نقل کی ہیں:

۱:......حضرت ابوسعید خدریؓ:	۴
۲:......حضرت ام سلمہؓ:	۴
۳:......حضرت ابوہریرہؓ:	۳
۴:......حضرت ام حبیبہؓ:	۱
۵:......حضرت عائشہؓ:	۱
۶:......حضرت قرۃ بن ایاسؓ:	۱
۷:......حضرت انسؓ:	۱
۸:......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:	۱
۹:......حضرت جابرؓ:	۱
۱۰:......حضرت طلحہؓ:	۱
۱۱:......حضرت علیؓ:	۱
۱۲:......حضرت ابن عمرؓ:	۱
۱۳:......حضرت عبداللہ بن حارثؓ:	۱

ان میں سے بعض روایات کے راویوں کی تضعیف کی ہے اور دو روایتوں میں دو کذاب راویوں کی بھی نشاندہی کی ہے، مگر کسی روایت میں قیس بن عامر کا نام ذکر نہیں کیا، اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ ہر روایت کے سلسلۂ رواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، محض غلط ہے۔

آپ نے مؤرخ ابن خلدون کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں موافق اور مخالف احادیث کو یکجا کرنے پر اکتفا کیا ہے، ان میں کوئی بھی سلسلۂ تواتر کو نہیں پہنچتی اور ان کا انداز بھی بڑا مشتبہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ عادل کے ظہور کی احادیث صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دیگر کتب احادیث میں مختلف طرق سے موجود ہیں۔ یہ احادیث اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں مگر ان کا قدر مشترک متواتر ہے۔ آخری زمانے کے اسی خلیفہ عادل کو احادیثِ طیبہ میں ''مہدی'' کہا گیا ہے، جن کے زمانے میں دجال اعور کا خروج ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوکر اسے قتل کریں گے۔ بہت سے اکابر امت نے احادیثِ مہدیؓ کو نہ صرف صحیح بلکہ متواتر فرمایا ہے اور انہی متواتر احادیث کی بنا پر امتِ اسلامیہ ہر دور میں آخری زمانے میں ظہورِ مہدیؓ کی قائل رہی ہے، خود ابن خلدون کا اعتراف ہے:

''اعلم ان المشهور بين الكافة من اهل الاسلام على ممر الاعصار انه لا بد في آخر الزمان من ظهور رجل من اهل البيت يؤيد الدين ويظهر العدل ويتبعه المسلمون ويستولى على الممالک الاسلامية ويسمى بالمهدى ويكون خروج الدجال وما بعده من اشراط الساعة الثابتة في الصحيح على اثره وان عيسىٰ ينزل من بعده فيقتل الدجال او ينزل معه فيساعده علىٰ قتله ويأتم بالمهدى في صلاته.'' (مقدمہ ابن خلدون ص:۳۱۱)

ترجمہ:...... ''جاننا چاہئے کہ تمام اہل اسلام کے درمیان ہر دور میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانے میں اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ضروری ہے جو دین کی تائید کرے گا، اس کا نام مہدی ہے اور دجال کا خروج اور اس کے بعد کی وہ علاماتِ قیامت

جن کا احادیث صحیحہ میں ذکر ہے ظہورِ مہدی کے بعد ہوں گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے بعد نازل ہوں گے، پس دجال کو قتل کریں گے۔ یا مہدی کے زمانے میں نازل ہوں گے، پس حضرت مہدیؒ قتل دجال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز میں حضرت مہدیؒ کی اقتدا کریں گے۔"

اور یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بھی "علاماتِ قیامت" کے ذیل میں ظہورِ مہدی کا عقیدہ ذکر کیا گیا ہے، اور اہل علم نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ پس ایک ایسی خبر جو احادیث متواترہ میں ذکر کی گئی ہو، جسے ہر دور اور ہر زمانے میں تمام مسلمان ہمیشہ مانتے چلے آئے ہوں، اور جسے اہل سنت کے عقائد میں جگہ دی گئی ہو، اس پر جرح کرنا یا اس کی تخفیف کرنا، پوری امتِ اسلامیہ کو گمراہ اور جاہل قرار دینے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے خط کے آخر میں مہدی کے بارے میں ایک مخصوص فرقہ کا نظریہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

"میرے خیال میں علماء اہل سنت نے اس ضمن میں اپنے اردگرد پائی جانے والی مشہور روایات ہی کو نقل کردیا ہے۔ مزید تاریخی یا شرعی حیثیت و تحقیق سے کام نہیں لیا اور اغلباً اسی اتباع میں آپ نے بھی اس "مفروضہ" کو بیان کرڈالا، کیا یہ درست ہے؟"

گویا حفاظِ حدیث سے لے کر مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک وہ تمام اکابرِ امت اور مجددینِ ملت نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کردکھایا، آپ کے خیال میں سب دودھ پیتے بچے تھے کہ وہ تاریخی و شرعی تحقیق کے بغیر گرد و پیش میں پھیلے ہوئے افسانوں کو اپنی اسانید سے نقل کردیتے اور انہیں اپنے عقائد میں ٹانک لیتے تھے؟ غور فرمائیے کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: "ولعن آخر هذه الامة اولها" کی کیسی شہادت آپ کے قلم نے پیش کردی...! میں نہیں سمجھتا کہ احساسِ کمتری کا یہ عارضہ ہمیں کیوں لاحق ہوجاتا ہے کہ ہم اپنے گھر کی ہر چیز کو "آوردۂ اغیار" تصور کرنے لگتے ہیں۔ آپ علمائے اہل

سنت پر یہ الزام لگانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ انہوں نے ملاحدہ کی پھیلائی ہوئی روایات کو تاریخی وشرعی معیار پر پرکھے بغیر اپنے عقائد میں شامل کرلیا ہوگا (جس سے اہل سنت کے تمام عقائد وروایات کی حیثیت مشکوک ہوجاتی ہے، اور اسی کو میں ''احساسِ کمتری'' سے تعبیر کررہا ہوں)، حالانکہ اسی مسئلہ کا جائزہ آپ دوسرے نقطہ نظر سے بھی لے سکتے تھے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ عادل حضرت مہدیؑ کے ظہور کے بارے میں احادیث و روایات اہل حق کے درمیان متواتر چلی آتی تھیں۔ گمراہ فرقوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے اسی عقیدہ کو لے کر اپنے انداز میں ڈھالا اور اس میں موضوع اور من گھڑت روایات کی بھی آمیزش کرلی۔ جس سے ان کا مطمع نظر ایک تو اپنے سیاسی مقاصد کو بروئے کار لانا تھا، اور دوسرا مقصد مسلمانوں کو اس عقیدے ہی سے بدظن کرنا تھا، تاکہ مختلف قسم کی روایات کو دیکھ کر لوگ الجھن میں مبتلا ہوجائیں اور ظہورِ مہدیؑ کے عقیدے ہی سے دستبردار ہوجائیں۔ ہر دور میں جھوٹے مدعیانِ مہدویت کے پیش نظر بھی یہی دو مقصد رہے، چنانچہ گزشتہ صدی کے آغاز میں پنجاب کے جھوٹے مہدی نے جو دعویٰ کیا اس میں بھی یہی دونوں مقصد کارفرما نظر آتے ہیں۔ الغرض سلامتیٔ فکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اس امر کا یقین رکھیں کہ اہل حق نے اصل حق کو جوں کا توں محفوظ رکھا اور اہل باطل نے اسے غلط تعبیرات کے ذریعہ کچھ کا کچھ بنادیا، حتیٰ کہ جب کچھ نہ بن آئی تو امام مہدی کو ایک غار میں چھپا کر پہلے غیبتِ صغریٰ کا اور پھر غیبتِ کبریٰ کا پردہ اس پر تان دیا، لیکن آخر یہ کیا اندازِ فکر ہے کہ تمام اہل حق کے بارے میں یہ تصور کرلیا جائے کہ وہ اغیار کے مالِ مستعار پر جیا کرتے تھے!

جہاں تک ابن خلدون کی رائے کا تعلق ہے، وہ ایک مؤرخ ہیں، اگرچہ تاریخ میں بھی ان سے مسامحات ہوئے ہیں، فقہ وعقائد اور حدیث میں ابن خلدون کو کسی نے سند اور حجت نہیں مانا، اور یہ مسئلہ تاریخ کا نہیں بلکہ حدیث وعقائد کا ہے، اس بارے میں محدثین ومتکلمین اور اکابر امت کی رائے قابل اعتناء ہوسکتی ہے۔

امداد الفتاویٰ جلد ششم میں صفحہ:۲۵۹ سے صفحہ:۲۶۷ تک ''موخذۃ الظنون عن ابن خلدون'' کے عنوان سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ابن

فہرست

خلدون کے شبہات کا شافی جواب تحریر فرمایا ہے، اسے ملاحظہ فرمالیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ ''مسئلہ مہدی'' کے بارے میں اہلِ حق کا نظریہ بالکل صحیح اور متواتر ہے اور اہلِ باطل نے اس سلسلہ میں تعبیرات و حکایات کا جو انبار لگایا ہے نہ وہ لائق التفات ہے اور نہ اہلِ حق کو اس سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے۔

کیا امام مہدیؒ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہوگا؟

س...... کیا امام مہدیؒ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہوگا؟

ج...... امام مہدی علیہ الرضوان نبی نہیں ہوں گے، اس لئے ان کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مہدیؒ کے زمانے میں نازل ہوں گے وہ بلاشبہ پہلے ہی سے اولوالعزم نبی ہیں۔

کیا حضرت مہدیؒ و عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں؟

س...... مہدیؒ اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدیؒ اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟

ج...... حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانہ میں قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گے، ان کے ظہور کے قریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

ظہورِ مہدیؒ اور چودہویں صدی

س...... امام مہدی ابھی تک تشریف نہیں لائے اور پندرہویں صدی کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں۔

ج...... مگر امام مہدیؒ کا چودہویں صدی میں ہی آنا کیوں ضروری ہے؟

س...... علاوہ اس کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا ہے۔

ج...... ایک ہی فرد کا مجدد ہونا ضروری نہیں، متعدد افراد بھی مجدد ہوسکتے ہیں اور دین کے

خاص خاص شعبوں کے الگ الگ مجدد بھی ہوسکتے ہیں، ہر خطہ کے لئے الگ الگ مجدد بھی ہوسکتے ہیں۔ حدیث میں ''مَن'' کا لفظ عام ہے، اس سے صرف ایک ہی فرد مراد لینا صحیح نہیں اور ان مجددین کے لئے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا بھی ضروری نہیں اور نہ لوگوں کو یہ پتہ ہونا ضروری ہے کہ یہ مجدد ہیں، البتہ ان کی دینی خدمات کو دیکھ کر اہل بصیرت کو ظن غالب ہوجاتا ہے کہ یہ مجدد ہیں۔

س...... حضرت مہدیؓ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودہویں صدی کے باقی ماندہ قلیل عرصہ میں کیسے آجائیں گے؟

ج...... مگر ان کا اس قلیل عرصہ میں آنا ہی کیوں ضروری ہے؟ کیا چودہویں صدی کے بعد دنیا ختم ہوجائے گی؟ جناب کی ساری پریشانی اس غلط مفروضے پر مبنی ہے کہ: ''حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا چودہویں صدی میں تشریف لانا ضروری تھا، مگر وہ اب تک نہیں آئے۔'' حالانکہ یہ بنیاد ہی غلط ہے، قرآن وحدیث میں کہیں نہیں فرمایا گیا کہ یہ دونوں حضرات چودہویں صدی میں تشریف لائیں گے، اگر کسی نے کوئی ایسی قیاس آرائی کی ہے تو یہ محض اٹکل ہے، جس کی واقعات کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں، اور اگر اس کے لئے کسی نے قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا ہے تو قطعاً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس سے دریافت فرمایئے کہ چودہویں صدی کا لفظ قرآن کریم کی کس آیت یا حدیث شریف کی کس کتاب میں آیا ہے؟

نوٹ:...... جناب نے اپنا سرنامہ ایک ''پریشان بندہ'' لکھا ہے، اگر آپ اپنا اسم گرامی اور پتہ نشان بھی لکھ دیتے تو کیا مضائقہ تھا؟ ویسے بھی گمنام خط لکھنا، اخلاق ومروت کے لحاظ سے کچھ مستحسن چیز نہیں۔

مجدد کو ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟

س...... ہر صدی کے شروع میں مجدد آتے ہیں، کیا ان کو ماننے والے غیر مسلم ہیں؟

ج...... ہر صدی کے شروع میں جن مجددوں کے آنے کی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خبر دی گئی ہے وہ نبوت ورسالت کے دعوے نہیں کیا کرتے، اور جو شخص ایسے دعوے کرے

وہ مجدد نہیں، لہٰذا کسی سچے مجدد کو ماننے والا تو غیر مسلم نہیں، البتہ جو شخص یہ اعلان کرے کہ: ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں'' اس کو ماننے والے ظاہر ہے غیر مسلم ہی ہوں گے۔

س…… چودہویں صدی کے مجدد کب آئیں گے؟

ج…… مجدد کے لئے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں، جن اکابر نے اس صدی میں دینِ اسلام کی ہر پہلو سے خدمت کی وہ اس صدی کے مجدد تھے، گزشتہ صدیوں کے مجددین کو بھی لوگوں نے ان کی خدمات کی بنا پر ہی مجدد تسلیم کیا۔

چودہویں صدی کے مجدد حضرت محمد اشرف علی تھانویؒ تھے

س…… مشہور حدیث مجدد مسلمانوں میں عام مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک نیک شخص مجدد ہوکر آیا کرے گا۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ چودہویں صدی گزر گئی مگر کوئی بزرگ مجدد کے نام اور دعویٰ سے نہ آیا، اگر کسی نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا پتہ بتائیں۔

ج…… مجدد دعویٰ نہیں کیا کرتا، کام کیا کرتا ہے۔ چودہ صدیوں میں کن کن بزرگوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟ چودہویں صدی کے مجدد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے، جنھوں نے دینی موضوعات پر قریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں اور اس صدی میں کوئی فتنہ، کوئی بدعت اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ اسی طرح حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف و سلوک، عقائد و کلام وغیرہ دینی علوم میں کوئی ایسا علم نہیں جس پر آپ نے تالیفات نہ چھوڑی ہوں۔ بہرحال مجدد کے لئے دعویٰ لازم نہیں، اس کے کام سے اس کے مجدد ہونے کی شناخت ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے مجدد سے لے کر مہدی، مسیح، نبی، رسول، کرشن، گرونانک، رودر گوپال ہونے کے دعویٰ تو بہت کئے مگر ان کے ناہموار قد پر ان میں سے ایک بھی دعویٰ صادق نہیں آیا۔

کیا چودہویں صدی آخری صدی ہے؟

س…… بعض لوگ کہتے ہیں کہ چودہویں صدی آخری صدی ہے، اور چودہویں صدی ختم

ہونے میں ڈیڑھ سال باقی ہے، اس کے بعد قیامت آجائے گی۔ جبکہ میں اس بات کو غلط خیال کرتا ہوں۔

ج…… یہ بات سراسر غلط ہے! قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا اور اس کی بڑی بڑی جو علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں وہ ابھی شروع نہیں ہوئیں، ان علامتوں کے ظہور میں بھی ایک عرصہ لگے گا، اس لئے یہ خیال محض جاہلانہ ہے کہ چودہویں صدی ختم ہونے پر قیامت آجائے گی۔

چودہویں صدی ہجری کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں

س…… چودہویں صدی ہجری کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟ اور جناب کسی شخص نے مجھ سے کہا ہے کہ: ”چودہویں صدی میں نہ تو کسی کی دعا قبول ہوگی اور نہ ہی اس کی عبادات۔“ آخر کیا وجہ ہے؟

ج……شریعت میں چودہویں صدی کی کوئی خصوصی اہمیت نہیں، جن صاحب کا یہ قول آپ نے نقل کیا ہے، وہ غلط ہے۔

پندرہویں صدی اور قادیانی بدحواسیاں

س…… جناب مولانا صاحب! پندرہویں صدی کب شروع ہو رہی ہے؟ باعث تشویش یہ بات ہے کہ بندہ نے قادیانیوں کا اخبار ”الفضل“ دیکھا، اس میں اس بارے میں متضاد باتیں لکھی ہیں، چنانچہ مؤرخہ ۷/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۲۹/اکتوبر ۱۹۷۹ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ: ”سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے غلبۂ اسلام کی صدی کے استقبال کے لئے جس کے شروع ہونے میں دس دن باقی رہ گئے ہیں ایک اہم پروگرام کا اعلان فرمایا ہے۔“

مگر الفضل ۱۲/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ، ۳/نومبر ۱۹۷۹ء کے اخبار میں لکھا ہے کہ سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پر آسمانی انکشاف کیا گیا ہے کہ پندرہویں صدی جس کی ابتداء اگلے سال ۱۹۸۰ء میں ہو رہی ہے، اور ربوہ کے ایک قادیانی پرچہ ”انصار اللہ“ نے ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ، مارچ ۱۹۷۹ء کے شمارے میں ”چودہویں صدی ہجری کا اختتام“ کے عنوان سے ایک ادارتی نوٹ میں لکھا ہے:

فہرست

”اسلامی کیلنڈر کے مطابق چودہویں صدی کے آخری سال کے چوتھے ماہ کا بھی نصف گزر چکا ہے، یعنی آج پندرہ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ہے اور چودہویں صدی ختم ہونے میں صرف ساڑھے آٹھ ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے، پندرہویں صدی کا آغاز ہونے والا ہے (گویا محرم ۱۴۰۰ھ سے)۔“

آپ ہماری رہنمائی فرمائیں کہ پندرہویں صدی کب سے شروع ہورہی ہے، اس ۱۴۰۰ھ سے یا اگلے سال محرم ۱۴۰۱ھ سے؟ یا ابھی دس سال باقی ہیں؟

ج...... صدی سو سال کے زمانہ کو کہتے ہیں، چودہویں صدی ۱۳۰۱ھ سے شروع ہوئی تھی، اب اس کا آخری سال محرم ۱۴۰۰ھ سے شروع ہورہا ہے، اور محرم ۱۴۰۱ھ پندرہویں صدی کا آغاز ہوگا۔ باقی قادیانی صاحبان کی اور کون سی بات تضادات کا گورکھ دھندا نہیں ہوتی؟ اگر نئی صدی کے آغاز جیسی بدیہی بات میں بھی تضاد بیانی سے کام لیں تو یہ ان کی ذہنی ساخت کا فطری خاصہ ہے، اس پر تعجب ہی کیوں ہو...؟

دجال کی آمد

س...... دجال کی آمد کا کیا صحیح حدیث میں کہیں ذکر ہے؟ اگر ہے تو وضاحت فرمائیں۔

ج...... دجال کے بارے میں ایک دو نہیں بہت سی احادیث ہیں اور یہ عقیدہ امت میں ہمیشہ سے متواتر چلا آیا ہے، بہت سے اکابر امت نے اس کی تصریح کی ہے کہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں۔

دجال کا خروج اور اس کے فتنہ فساد کی تفصیل

جنگ اخبار میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے بارے میں حدیث کے حوالہ سے ”ان کا حلیہ اور وہ آکر کیا کریں گے“ لکھا تھا، اب مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بھی لکھ دیں تو مہربانی ہوگی۔

س:۱:...... خر دجال کا حلیہ حدیث کے حوالہ سے (کیونکہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ وہ بہت تیز چلے گا، اس کی آواز کرخت ہوگی وغیرہ وغیرہ)۔

س:۲:......کانا دجال جو اس پر سواری کرے گا، اس کا حلیہ۔

ج......دجال کے گدھے کا حلیہ زیادہ تفصیل سے نہیں ملتا، مسند احمد اور مستدرک حاکم کی حدیث میں صرف اتنا ذکر ہے کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اور مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہوگا۔

دجال کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں اس کے حلیہ، اس کے دعویٰ اور اس کے فتنہ وفساد پھیلانے کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، چند احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:......رنگ سرخ، جسم بھاری بھرکم، قد پستہ، سر کے بال نہایت خمیدہ الجھے ہوئے، ایک آنکھ بالکل سپاٹ، دوسری عیب دار، پیشانی پر ”ک، ف، ر“ یعنی ”کافر“ کا لفظ لکھا ہوگا جسے ہر خواندہ وناخواندہ مؤمن پڑھ سکے گا۔

۲:......پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر ترقی کر کے خدائی کا مدعی ہوگا۔

۳:......اس کا ابتدائی خروج اصفہان خراسان سے ہوگا اور عراق وشام کے درمیان راستہ میں اعلانیہ دعوت دے گا۔

۴:......گدھے پر سوار ہوگا، ستر ہزار یہودی اس کی فوج میں ہوں گے۔

۵:......آندھی کی طرح چلے گا اور مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین میں گھومے پھرے گا۔

۶:......مدینہ میں جانے کی غرض سے احد پہاڑ کے پیچھے ڈیرہ ڈالے گا، مگر خدا کے فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، وہاں سے ملک شام کا رخ کرے گا اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا۔

۷:......اس دوران مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے اور مدینہ طیبہ میں جتنے منافق ہوں گے وہ گھبرا کر باہر نکلیں گے اور دجال سے جا ملیں گے۔

۸:......جب بیت المقدس کے قریب پہنچے گا تو اہل اسلام اس کے مقابلہ میں نکلیں گے اور دجال کی فوج ان کا محاصرہ کر لے گی۔

۹:......مسلمان بیت المقدس میں محصور ہوجائیں گے اور اس محاصرہ میں ان کو سخت ابتلا پیش آئے گا۔

۱۰:......ایک دن صبح کے وقت آواز آئے گی: ”تمہارے پاس مدد آپہنچی!“ مسلمان یہ آواز سن کر کہیں گے کہ: ”مدد کہاں سے آسکتی ہے؟ یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز ہے۔

۱۱:......عین اس وقت جبکہ فجر کی نماز کی اقامت ہوچکی ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے شرقی منارہ کے پاس نزول فرمائیں گے۔

۱۲:......ان کی تشریف آوری پر امام مہدیؓ (جو مصلّے پر جاچکے ہوں گے) پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان سے امامت کی درخواست کریں گے، مگر آپ امام مہدیؓ کو حکم فرمائیں گے کہ نماز پڑھائیں کیونکہ اس نماز کی اقامت آپ کے لئے ہوئی ہے۔

۱۳:......نماز سے فارغ ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک چھوٹا سا نیزہ ہوگا، دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں گے کہ: اللہ تعالیٰ نے میری ایک ضرب تیرے لئے لکھ رکھی ہے، جس سے تو بچ نہیں سکتا! دجال بھاگنے لگے گا، مگر آپ ”بابِ لُدّ“ کے پاس اس کو جالیں گے اور نیزے سے اس کو ہلاک کردیں گے اور اس کا نیزے پر لگا ہوا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

۱۴:......اس وقت اہل اسلام اور دجال کی فوج میں مقابلہ ہوگا، دجالی فوج تہہ تیغ ہوجائے گی اور شجر و حجر پکار اٹھیں گے کہ: ”اے مؤمن! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اس کو قتل کر۔“

یہ دجال کا مختصر سا احوال ہے، احادیث شریفہ میں اس کی بہت سی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔

یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت

س......آپ نے اپنے صفحہ ”اقرأ“ میں ایک حدیث شائع کی تھی اور اس میں قیامت کی نشانیاں بتائی گئی تھیں جن میں دجال کا آنا، دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا وغیرہ شامل

فہرست

ہیں۔ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ یاجوج ماجوج، دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟ اور آیا کہ یہ نشانی پوری ہوگئی؟

ج…… دجال کے بارے میں ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھ چکا ہوں، اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر قرآن کریم میں دوجگہ آیا ہے، ایک سورۂ انبیاء کی آیت:۹۶ میں جس میں فرمایا گیا ہے:

''یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یاجوج ماجوج اور وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور قریب آن لگا سچا وعدہ (یعنی وعدۂ قیامت) پس اچانک پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں منکروں کی ہائے افسوس! ہم تو اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظالم تھے۔''

اور دوسرے سورۂ کہف کے آخری سے پہلے رکوع میں جہاں ذوالقرنین کی خدمت میں یاجوج ماجوج کے فتنہ وفساد برپا کرنے اور ان کے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانے کا ذکر آتا ہے، وہاں فرمایا گیا ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار کی تعمیر کے بعد فرمایا:

''یہ میرے رب کی رحمت ہے، پس جب میرے رب کا وعدہ (وعدۂ قیامت) آئے گا تو اس کو چورچور کردے گا، اور میرے رب کا وعدہ سچ ہے۔ (آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور ہم اس دن ان کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان میں سے بعض بعض میں ٹھاٹھیں مارتے ہوں گے۔''

ان آیاتِ کریمہ سے واضح ہے کہ یاجوج ماجوج کا آخری زمانے میں نکلنا علمِ الٰہی میں طے شدہ ہے اور یہ کہ ان کا خروج قیامت کی نشانی کے طور پر قربِ قیامت میں ہوگا۔ اسی بنا پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے خروج کو قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں شمار کیا گیا ہے، اور بہت سی احادیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان کا خروج سیدنا عیسیٰ

علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ احادیث طیبہ کا مختصر خاکہ پیش خدمت ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے:

"پھر عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنے سے محفوظ رکھا ہوگا اور گرد و غبار سے ان کے چہرے صاف کریں گے اور جنت میں ان کے جو درجات ہیں وہ ان کو بتائیں گے۔ ابھی وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو خروج کی اجازت دی ہے جن کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہیں، پس آپ میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جائیے۔

اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے پھسلتے ہوئے اتریں گے، پس ان کے دستے بحیرہ طبریہ پر گزریں گے تو اس کا سارا پانی صاف کردیں گے اور ان کے پچھلے لوگ آئیں گے تو کہیں گے کہ کسی زمانے میں اس میں پانی ہوتا تھا۔ اور وہ چلیں گے یہاں تک کہ جب جبل خمر تک جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے پہنچیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کرچکے اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ پس وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون سے رنگے ہوئے واپس لوٹا دے گا۔

اور اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کوہِ طور پر محصور ہوں گے اور اس محاصرہ کی وجہ سے ان کو ایسی تنگی پیش آئے گی کہ ان کے لئے گائے کا سر تمہارے آج کے سو درہم سے بہتر ہوگا۔ پس اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج

کی گردنوں میں کیڑا پیدا کردے گا، جس سے وہ ایک آن میں ہلاک ہوجائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کوہِ طور سے زمین پر اتریں گے تو ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں ملے گی جو ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو، پس اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ سے دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے مثل پرندے بھیجے گا، جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کو منظور ہوگا پھینک دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا کہ اس سے کوئی خیمہ اور کوئی مکان چھپا نہیں رہے گا، پس وہ بارش زمین کو دھوکر شیشے کی طرح صاف کردے گی (آگے مزید قربِ قیامت کے حالات مذکور ہیں)۔“

(صحیح مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، کنزالعمال)

۲:...... ترمذی کی حدیث میں ہے کہ وہ پرندے یاجوج ماجوج کی لاشوں کو نہبل میں لے جاکر پھینکیں گے اور مسلمان ان کے تیر کمان اور ترکشوں کو سات برس بطور ایندھن استعمال کریں گے۔ (مشکوٰۃ ص:۴۷۴)

۳:...... ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی، قیامت کا تذکرہ آیا، تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ: مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوا، انہوں نے فرمایا: قیامت کے وقوع کا وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، البتہ میرے رب عزوجل کا مجھ سے ایک وعدہ ہے اور وہ یہ کہ دجالِ اکبر خروج کرے گا تو اس کو قتل کرنے کے لئے میں اتروں گا، وہ مجھے دیکھتے ہی رانگ کی طرح پگھلنا شروع ہوگا، پس اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ سے ہلاک کردیں گے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر پکار اٹھیں گے کہ: اے مؤمن! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے اسے قتل کر! پس میں دجال کو قتل کردوں گا

اور دجال کی فوج کو اللہ تعالیٰ ہلاک کردے گا۔

پھر لوگ اپنے علاقوں اور وطنوں کو لوٹ جائیں گے۔ تب یاجوج ماجوج نکلیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑے ہوئے آئیں گے، وہ مسلمانوں کے علاقوں کو روند ڈالیں گے، جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کردیں گے، جس پانی پر سے گزریں گے اسے صاف کردیں گے، لوگ مجھ سے ان کے فتنہ وفساد کی شکایت کریں گے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا، پس اللہ تعالیٰ انہیں موت سے ہلاک کردے گا، یہاں تک کہ ان کی بدبو سے زمین میں تعفن پھیل جائے گا، پس اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو ان کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔

بس میرے رَبّ عزوجل کا مجھ سے جو وعدہ ہے اس میں فرمایا کہ جب یہ واقعات ہوں گے تو قیامت کی مثال اس پورے دنوں کی حاملہ کی ہوگی جس کے بارے میں اس کے مالکوں کو کچھ خبر نہیں ہوگی کہ رات یا دن کب، اچانک اس کے وضع حمل کا وقت آجائے۔

(مسند احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، مستدرک حاکم، فتح الباری، درمنثور، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص:۱۵۸، ۱۵۹)

یاجوج ماجوج کے بارے میں اور بھی متعدد احادیث ہیں جن میں کم وبیش یہی تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہیں، مگر میں انہی تین احادیث پر اکتفا کرتے ہوئے یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا یہ نشانی پوری ہوچکی ہے یا ابھی اس کا پورا ہونا باقی ہے؟ فرمائیے! آپ کی عقلِ خداداد کیا فیصلہ کرتی ہے؟

رہا دابۃ الارض! تو اس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ النمل آیت:۸۲ میں آیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

> ''اور جب آن پڑے گی ان پر بات (یعنی وعدۂ قیامت کے پورا ہونے کا وقت قریب آلگے گا) تو ہم نکالیں گے ان کے لئے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں لاتے تھے۔''

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دابۃ الارض کا خروج بھی قیامت کی بڑی علامتوں میں

فہرست

سے ہے اور ارشاداتِ نبویہ میں بھی اس کو علاماتِ کبریٰ میں شامل کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو، دخان، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، عام فتنہ اور ہر شخص سے متعلق خاص فتنہ۔ (مشکوٰۃ ص:۴۷۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کی پہلی علامت جو لوگوں کے سامنے ظاہر ہوگی، وہ آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا نکلنا ہے، ان میں سے جو پہلے ہو دوسری اس کے بعد متصل ہوگی۔ (مشکوٰۃ، صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ تین چیزیں جب ظہور پذیر ہوجائیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا ظاہر ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا۔ (مشکوٰۃ، صحیح مسلم)

ایسا لگتا ہے کہ اس دنیا کے لئے آفتاب کے طلوع و غروب کا نظام ایسا ہے جیسے انسان کی نبض کی رفتار ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کی نبض باقاعدہ چلتی رہتی ہے، لیکن نزع کے وقت پہلے نبض میں بے قاعدگی آجاتی ہے اور کچھ دیر بعد وہ بالکل ٹھہر جاتی ہے، اسی طرح جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے سورج کے طلوع و غروب کے نظام میں کبھی خلل نہیں آیا، لیکن قیامت سے کچھ دیر پہلے اس عالم پر نزع کی کیفیت طاری ہوجائے گی اور اس کی نبض بے قاعدہ ہوجائے گی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آفتاب کو ہر دن مشرق سے طلوع ہونے کا اذن ملتا ہے، ایک دن اسے مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

پس جس طرح نزع کی حالت میں ایمان قبول نہیں ہوتا، اسی طرح آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد (جو اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا) توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، اس وقت ایمان لانا مفید نہ ہوگا، نہ ایسے ایمان کا اعتبار ہوگا، اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد بے ایمانوں کو رسوا کرنے اور ان کے غلط دعویٔ ایمان کا راستہ بند کرنے کے لئے مؤمن و کافر پر الگ الگ نشان لگادیا جائے گا۔

فہرست

''دابۃ الارض جب نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی، وہ انگشتری سے مؤمن کے چہرے پر مہر لگادے گا جس سے اس کا چہرہ چمک اٹھے گا، اور کافر کی ناک پر موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے مہر لگادے گا۔ (جس کی وجہ سے دل کے کفر کی سیاہی اس کے منہ پر چھا جائے گی) جس سے مؤمن و کافر کے درمیان ایسا امتیاز ہوجائے گا کہ مجلس میں مؤمن و کافر الگ الگ پہچانے جائیں گے۔''

دابۃ الارض کے تھوڑے عرصہ بعد ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جس سے تمام اہل ایمان کا انتقال ہوجائے گا اور صرف شریر لوگ رہ جائیں گے، چوپاؤں کی طرح سڑکوں پر شہوت رانی کریں گے، ان پر قیامت واقع ہوگی۔'' (مشکوٰۃ)

گناہوں سے توبہ

گناہ کی توبہ اور معافی

س……ایک بچہ مسلمان گھر میں پیدا ہوتا ہے اور اسی گھر میں پل کر جوان ہوتا ہے، اس کے دل میں دین کی محبت بھی ہوتی ہے، لیکن شیطان کے بہکانے پر گناہ بھی کرلیتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہِ کبیرہ میں ملوث ہوجاتا ہے، لیکن گناہِ کبیرہ کرنے کے بعد اس کے دل کو سخت ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر توبہ کرلیتا ہے اور سچی توبہ کرلیتا ہے۔ کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کو شرعی سزا دنیا میں نہ دی جائے اور نہ اس کے اقبالِ جرم کے علاوہ گناہ کا کوئی ثبوت موجود ہے۔

ج……آدمی سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ گناہگار کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور کسی بندے کا حق اس سے متعلق نہ ہو اور کسی کو اس گناہ کا پتہ بھی نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی سے اس گناہ کا اظہار نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا کیوں دیتے ہیں؟ جبکہ وہ والدین سے زیادہ شفیق ہیں

س……جب بھی سزا و جزا کا خیال آتا ہے میں سوچتی ہوں کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنا چاہتا ہے کہ والدین جو کہ اولاد سے محبت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ۔ اگر یہ مان لیا جائے تو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ والدین اولاد کی معمولی پریشانی اور تکلیف پر تڑپ اٹھتے ہیں، اولاد کتنی ہی سرکش و نافرمان ہو، والدین ان کے لئے دعا ہی کرتے ہیں، تکلیف اولاد کو ہو، دکھ ماں محسوس کرتی ہے، والدین اولاد کو دکھی کبھی نہیں دیکھ

سکتے۔ آپ نے یہ واقعہ ضرور پڑھا ہوگا کہ ایک شخص اپنی محبوبہ کے کہنے پر اپنی ماں کو قتل کرکے اس کا دل لے جارہا تھا، راہ میں اسے ٹھوکر لگی ماں کا دل بولا: بیٹا! کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ یہ واقعہ اولاد کی محبت کی پوری عکاسی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی جس میں امیر، غریب، خوبصورت، بدصورت، اپاہج و معذور ہر قسم کے لوگ بنائے، لوگوں کو خوشیاں اور دکھ بھی دیئے، چند احکامات بھی دیئے، کچھ کو مسلمانوں میں پیدا کیا، کچھ کو کفار میں، مرنے کے بعد عذاب و ثواب رکھا، جزا جتنی خوبصورت، سزا اتنی ہی خطرناک، رونگٹے کھڑے کردینے والی، مسلسل اذیت دینے والی سزائیں جن کی تلافی بھی اس وقت ناممکن ہوگی، جاں کنی، قبر و حشر، غرض ہر جگہ عذاب و ثواب کا چکر... مجھے تو یہ دنیا بھی عذاب ہی لگتی ہے، میں جب بھی یہ کچھ سوچتی ہوں مجھے ایسا لگتا ہے اللہ نے انسانوں کو کھلونوں کی مانند بنایا ہے جن سے وہ کھیلتا ہے اور کھیل کے انجام کے بعد سزا و جزا۔

آپ دل پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ ہر کوئی دنیا کو سرائے سمجھ سکتا ہے؟ دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر زندگی کون گزار سکتا ہے؟ پھر جو انسان کو بنایا اور اتنی پابندی کے ساتھ دنیا میں بھیجا، علاوہ ازیں دکھ سکھ دیئے، اگر والدین سے زیادہ اللہ محبت کرنے والے ہیں تو وہ بندوں کے دکھ پر کیوں نہیں تڑپتے؟ والدین جو سکھ دے سکتے ہیں دیتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ کا دل نہیں تڑپتا جب وہ دکھ دیتے ہیں بندوں کو؟ عذاب دے کر وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے؟ جو کفار کے گھر پیدا ہوئے انہیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ ہر شخص تو مذہب کا علم نہیں رکھتا۔ جب بھی عذاب کے بارے میں سوچتی ہوں میرے ذہن میں یہ سب کچھ ضرور آتا ہے، للہ! مجھے سمجھائیے کہیں یہ میری سوچ میرے لئے تباہ کن ثابت نہ ہو۔ (ایک خاتون)

ج...... آپ کے سوال کا جواب اتنا تفصیل طلب ہے کہ میں کئی دن اس پر تقریر کروں تب بھی بات تشنہ رہے گی۔ اس لئے مختصراً اتنا سمجھ لیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر والدین سے زیادہ رحیم و شفیق ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے، ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا، حیوانات اور درندے تک جو اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں وہ اسی

رحمتِ الٰہی کے سو میں سے ایک حصے کا اثر ہے، اور یہ حصہ بھی ختم نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس حصہ رحمت کو بھی باقی ننانوے حصوں کے ساتھ ملا کر اپنے بندوں پر کامل رحمت فرمائیں گے۔

اس کے بعد آپ کے دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر تکلیفیں اور سختیاں کیوں آتی ہیں؟ اور دوم یہ کہ آخرت میں گناہ گاروں کو عذاب کیوں ہوگا؟

جہاں تک دنیا کی سختیوں اور تکلیفوں کا تعلق ہے یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی سراپا رحمت ہیں۔ حضرات عارفین اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم اگر ان پریشانیوں اور تکلیفوں سے نالاں ہیں تو محض اس لئے کہ ہم اصل حقیقت سے آگاہ نہیں، بچہ اگر پڑھنے لکھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو والدین اس کی تأدیب کرتے ہیں، وہ نادان سمجھتا ہے کہ ماں باپ بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اگر کسی بیماری میں مبتلا ہو تو والدین اس سے پرہیز کراتے ہیں، اگر خدانخواستہ اس کے پھوڑا نکل آئے تو والدین اس کا آپریشن کراتے ہیں، وہ چیختا ہے اور اس کو ظلم سمجھتا ہے، بعض اوقات اپنی نادانی سے والدین کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ کی جو عنایتیں بندے پر اس رنگ میں ہوتی ہیں بہت سے کم عقل ان کو نہیں سمجھتے، بلکہ حرفِ شکایت زبان پر لاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کی نظرِ بصیرت صحیح ہے وہ ان کو الطافِ بے پایاں سمجھتے ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ: ”جب اہل مصائب کو ان کی تکالیف و مصائب کا اجر قیامت کے دن دیا جائے گا تو لوگ تمنا کریں گے کہ کاش! یہ اجر ہمیں عطا کیا جاتا، خواہ دنیا میں ہمارے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے۔“ (ترمذی ج:۱ ص:۶۲)۔ لہٰذا بندۂ مؤمن کو حق تعالیٰ شانہ کی رحیمی و کریمی پر نظر رکھنی چاہئے، دنیا کے آلام و مصائب سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ داروئے تلخ ہماری صحت و شفا کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اگر بالفرض ان آلام و مصائب کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوتا، نہ ان سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا، نہ یہ ہماری ترقیٔ درجات کا موجب ہوتے اور نہ ان پر اجر و ثواب عطا کیا جاتا تب بھی ان کا یہی فائدہ کیا کم تھا کہ ان سے ہماری اصل حقیقت کھلتی ہے، کہ ہم بندے ہیں،

خدا نہیں! خدانخواستہ ان تکالیف و مصائب کا سلسلہ نہ ہوتا تو یہ دنیا بندوں سے زیادہ خدا کہلانے والے فرعونوں سے بھری ہوئی ہوتی۔ یہی مصائب و آلام ہیں جو ہمیں جادۂ عبدیت پر قائم رکھتے ہیں اور ہماری غفلت و مستی کے لئے تازیانۂ عبرت بن جاتے ہیں اور پھر حق تعالیٰ تو محبوبِ حقیقی ہیں اور ہم ان سے محبت کے دعویدار...! کیا محبوبِ حقیقی کو اس ذرا سے امتحان کی بھی اجازت نہیں، جس سے محبّ صادق اور غلط مدعی کے درمیان امتیاز ہوسکے...؟ اور پھر اس پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا، اب جو ناگوار حالات ہمیں پیش آتے ہیں ضرور ان میں بھی کوئی حکمت ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں حق تعالیٰ شانہ کا کوئی نفع نہیں، بلکہ صرف اور صرف بندوں کا نفع ہے، گو اپنے ناقص علم و فہم سے ہم اس نفع کو محسوس نہ کرسکیں۔ الغرض ان مصائب و آلام میں حق تعالیٰ شانہ کی ہزاروں حکمتیں اور رحمتیں پوشیدہ ہیں اور جس کے ساتھ جو معاملہ کیا جارہا ہے وہ عین رحمت و حکمت ہے۔

رہا آخرت میں مجرموں کو سزا دینا! تو اول تو ان کا مجرم ہونا ہی سزا کے لئے کافی ہے، حق تعالیٰ شانہ نے تو اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے تھے، اس کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا تھا، اپنی کتابیں نازل کی تھیں اور انسان کو بھلے برے کی تمیز کے لئے عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کی نعمتیں دی تھیں۔ تو جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی بغاوت، انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت، کتبِ الٰہیہ کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلہ میں خرچ کیا، انہوں نے رحمت کے دروازے خود اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرلئے، آپ کو ان پر کیوں ترس آتا ہے...؟

علاوہ ازیں اگر ان مجرموں کو سزا نہ دی جائے تو اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں مؤمن و کافر، نیک و بد، فرمانبردار و نافرمان، مطیع اور عاصی ایک ہی پلے میں تلتے ہیں، یہ تو خدائی نہ ہوئی اندھیر نگری ہوئی! الغرض آخرت میں مجرموں کو سزا اس لئے بھی قرینِ رحمت ہوئی کہ اس کے بغیر مطیع اور فرمانبردار بندوں سے انصاف نہیں ہوسکتا۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ آخرت کا عذاب کفار کو تو بطورِ سزا ہوگا، لیکن گناہ

گار مسلمانوں کو بطورِ سزا نہیں بلکہ بطورِ تطہیر ہوگا، جس طرح کپڑے کو میل کچیل دور کرنے کے لئے بھٹی میں ڈالا جاتا ہے، اسی طرح گناہ گاروں کی آلائشیں دور کرنے کے لئے بھٹی میں ڈالا جائے گا، اور جس طرح ڈاکٹر لوگ آپریشن کرنے کے لئے بدن کو سن کرنے والے انجکشن لگادیتے ہیں کہ اس کے بعد مریض کو چیر پھاڑ کا احساس تک نہیں ہوتا، بہت ممکن ہے کہ حق تعالیٰ شانہ گناہ گار مسلمانوں پر ایسی کیفیت طاری فرمادیں کہ ان کو درد والم کا احساس نہ ہو، اور بہت سے گناہ گار ایسے ہوں گے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت ان کے گناہوں اور سیاہ کاریوں کے دفتر کو دھوڈالے گی اور بغیر عذاب کے انہیں معاف کردیا جائے گا۔ الغرض جنت پاک جگہ ہے اور پاک لوگوں ہی کے شایانِ شان ہے، جب تک گناہوں کی گندگی اور آلائش سے صفائی نہ ہو وہاں کا داخلہ میسر نہیں آئے گا، اور پاک صاف کرنے کی مختلف صورتیں ہوں گی، جس کے لئے جو صورت تقاضائے رحمت ہوگی وہ اس کے لئے تجویز کردی جائے گی۔ اس لئے اکابر مشائخ کا ارشاد ہے کہ آدمی کو ہمیشہ ظاہری و باطنی طہارت کا اہتمام رکھنا چاہئے اور گناہوں سے ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف وکرم سے اس ناکارہ کی، آپ کی اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش فرمائیں۔

رہا آپ کا یہ شبہ کہ دنیا کو کون سرائے سمجھ سکتا ہے اور دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر کون زندگی گزارسکتا ہے؟ میری بہن! یہ ہم لوگوں کے لئے جن کی آنکھوں پر غفلت کی سیاہ پٹیاں بندھی ہیں، واقعی بہت مشکل ہے، اپنے مشاہدہ کو جھٹلانا اور حق تعالیٰ شانہ کے وعدوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اپنے مشاہدہ سے بڑھ کر یقین لانا خاص توفیق و سعادت کے ذریعہ ہی میسر آسکتا ہے۔ لیکن کم سے کم اتنا تو ہونا چاہئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کی بات پر جتنا یقین واعتماد رکھتے ہیں کم سے کم اتنا ہی یقین واعتماد اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر رکھیں۔ دیکھئے! اگر کوئی معتبر آدمی ہمیں یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں کھانے میں زہر ملا ہوا ہے، تو ہم اس شخص پر اعتماد کرتے ہوئے اس زہر آمیز کھانے کے قریب نہیں پھٹکیں گے، اور بھوکوں مرنے کو زہر کھانے پر ترجیح دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور

فہرست

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دنیا کو یکسر چھوڑنے کی تعلیم نہیں فرماتے، بلکہ صرف دو چیزوں کی تعلیم فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں رہتے ہوئے کسبِ حلال کرو، جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے ان سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ زہر ہے جو تمہاری دنیا و آخرت کو برباد کردے گا اور اگر غفلت سے اس زہر کو کھاچکے ہو تو فوراً توبہ و ندامت اور استغفار کے تریاق سے اس کا تدارک کرو۔

اور دوسری تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں اتنا انہماک نہ کرو کہ آخرت اور ما بعد الموت کی تیاری سے غافل ہوجاؤ، دنیا کے لئے محنت ضرور کرو، مگر صرف اتنی جس قدر کہ دنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لئے اس قدر محنت کرو جتنا کہ آخرت میں تمہیں رہنا ہے۔ دنیا کی مثال شیرے کی ہے، جس کو شیریں اور لذیذ سمجھ کر مکھی اس پر جا بیٹھتی ہے، لیکن پھر اس سے اٹھ نہیں سکتی، تمہیں شیرۂ دنیا کی مکھی نہیں بننا چاہئے۔

اور آپ کا یہ شبہ کہ جو لوگ کافروں کے گھر میں پیدا ہوئے انہیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ اس کا جواب میں اوپر عرض کرچکا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیاہ و سفید کی تمیز کرنے کے لئے بینائی عطا فرمائی ہے، اسی طرح صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے عقل و فہم اور شعور کی دولت بخشی ہے، پھر صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا ہے، کتابیں نازل فرمائی ہیں، شریعت عطا فرمائی ہے، یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہوجائے، اور وہ کل عذر نہ کرسکیں کہ ہم نے کافر باپ دادا کے گھر جنم لیا تھا اور ہم آنکھیں بند کرکے انہی گمراہوں کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔

اس مختصر سی تقریر کے بعد میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ بندے کا کام بندگی کرنا ہے، خدائی کرنا یا خدا تعالیٰ کو مشورے دینا نہیں! آپ اس کام میں لگیں جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے، اور ان معاملات میں نہ سوچیں جو ہمارے سپرد نہیں۔ ایک گھسیارہ اگر رموزِ مملکت و جہاں بانی کو نہیں سمجھتا تو یہ مشتِ خاک اور قطرۂ ناپاک رموزِ خداوندی کو کیا سمجھے گا...؟ پس اس دیوار سے سر پھوڑنے کا کیا فائدہ، جس میں ہم سوراخ نہیں کرسکتے اور جس کے پار جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتی فہم نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت کا مورد بنائیں۔

توبہ سے گناہ کبیرہ کی معافی

س……کیا توبہ کرنے سے تمام کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ اگر معاف ہوجاتے ہیں تو کیا قتل بھی معاف ہوجاتا ہے؟ کیونکہ قتل کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس مسئلہ پر یہاں پر بعض مولانا صاحب اس کے قائل ہیں کہ توبہ سے قتل بھی معاف ہوجاتا ہے، لیکن بعض کہتے ہیں کہ قتل حقوق العباد میں سے ہے، حقوق اللہ تو معاف ہوجاتے ہیں لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں آپ وضاحت فرمائیں۔

ج……قتلِ ناحق ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے جن کو حدیث میں ''ہلاک کرنے والے'' فرمایا ہے، یہ حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی، تاہم جس سے یہ کبیرہ گناہ سرزد ہوگیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور ہمیشہ مانگتا رہے، مگر چونکہ اس قتل سے حق العبد بھی متعلق ہے اس لئے مقتول کے وارثوں سے معاف کرانا بھی ضروری ہے۔

اپنے گناہوں کی سزا کی دعا کے بجائے معافی کی دعا مانگیں

س……مجھ پر اپنے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے جب بھی رقت طاری ہوجاتی ہے بے اختیار دعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے اس کی سزا دے دے، مجھے سزا دے دے۔ کیا مجھے ایسی دعا کرنا چاہئے یا یہ غلط ہے؟

ج……ایسی دعا ہرگز نہیں کرنی چاہئے، بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ خواہ میں کتنی ہی گناہ گار ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ ان کی رحمت کا ایک چھینٹا دنیا بھر کے گناہوں کو دھونے کے لئے کافی ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا کہ وہ مجھے گناہوں کی سزا دے، اس کے معنی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی سزا کو برداشت کرسکتے ہیں۔ توبہ! توبہ! ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ معمولی تکلیف بھی نہیں سہار سکتے اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہئے۔

بار بار توبہ اور گناہ کرنے والے کی بخشش

س……آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کئی ایسے مسلمان بھی ہیں جو پنج وقتہ نماز قائم

کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے صغیرہ و کبیرہ گناہ کرتے ہیں جن کو اسلام منع کرتا ہے اور پھر یہ لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں، اور پھر دوبارہ وہی کام کرتے ہیں جس سے توبہ کی تھی اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا جن میں، میں بذاتِ خود شامل ہوں روزِ قیامت میں کیا حشر ہوگا؟

ج… گناہ تو ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ارادہ یہی ہونا چاہئے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا، لیکن اگر ہوجائے تو توبہ ضرور کرلینی چاہئے، اگر خدانخواستہ دن میں ستر بار گناہ ہوجائے تو ہر بار توبہ بھی ضرور کرنی چاہئے، یہاں تک کہ آدمی کا خاتمہ توبہ پر ہوا ایسا شخص مغفور ہوگا۔

کیا بغیر سزا کے مجرم کی توبہ قبول ہوسکتی ہے

س… کیا بغیر سزا کے اسلام میں توبہ ہے؟ مثلاً: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو دیکھیں تو کئی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجرم کو سزا کا حکم دیا پھر اس کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

ج… اگر مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اور وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرنے والے ہیں، لیکن عدالت میں شکایت ہوجانے کے بعد سزا ضروری ہوجاتی ہے، بشرطیکہ جرم ثابت ہوجائے، اس صورت میں توبہ سے سزا معاف نہ ہوگی اس لئے اگر کسی سے قابلِ سزا گناہ صادر ہوجائے تو حتی الوسع اس کی شکایت حاکم تک نہیں پہنچانی چاہئے، اس پر پردہ ڈالنا چاہئے اور اس کی توبہ قبول کرنی چاہئے۔

بغیر توبہ کے گناہ گار مسلمان کی مرنے کے بعد نجات

س… اگر کوئی شخص بہت گناہ گار ہو اور وہ توبہ کئے بغیر مرجائے تو ایسے شخص کی نجات کا کوئی راستہ ہے؟ جبکہ اس کی اولاد بھی نہ ہو۔

ج… مؤمن کو بغیر توبہ کے مرنا ہی نہیں چاہئے، بلکہ رات کے گناہوں سے، دن طلوع ہونے سے پہلے، اور دن کے گناہوں سے رات آنے سے پہلے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ جو مسلمان توبہ کئے بغیر مرجائے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چاہے اپنے فضل

فہرست

سے بغیر سزا کے معاف کردے، یا سزا کے بعد اسے رہا کردے۔

فرعون کا ڈوبتے وقت توبہ کرنے کا اعتبار نہیں

س…… ایک شخص کہتا ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہوا اور ڈوبنے لگا تو اس نے کہا کہ اے موسیٰ میں نے تیرے رب کو مان لیا، تیرا رب سچا اور سب سے برتر ہے، پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے اسے بذریعہ دعا کیوں نہیں اپنے رب سے بچوایا؟ اب وہ شخص کہتا ہے کہ بروزِ قیامت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا کہ جب فرعون نے توبہ کرلی اور مجھے رب مان لیا تو اے موسیٰ تو نے کیوں نہیں اس کے حق میں دعا کرکے اسے بچایا؟ وہ اپنی بات پر مصر ہے کہ ضرور یہ سوال روزِ محشر موسیٰ علیہ السلام سے کیا جائے گا۔ اس شخص کا بیان نوٹ کرکے میں نے آپ تک پہنچایا ہے، اب آپ اپنے حل سے ضرور نوازیں کہ آیا وہ شخص گناہ گار ہوگا؟ وہ ٹھیک کہتا ہے یا کہ غلط؟

ج…… فرعون کا ڈوبتے وقت ایمان لانا معتبر نہیں تھا، کیونکہ نزع کے وقت کی نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ ایمان! اس شخص کا موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کرنا بالکل غلط اور بے ہودہ ہے، اس کو اس خیال سے توبہ کرنی چاہئے، وہ نہ صرف گناہ گار ہو رہا ہے بلکہ ایک جلیل القدر نبی پر اعتراض کفر کے زمرہ میں آتا ہے۔

صدقِ دل سے کلمہ پڑھنے والے انسان کو اعمال کی کوتاہی کی سزا

س…… کیا جس مسلمان نے صدقِ دل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہو، رسالت وغیرہ پر ایمان ہو مگر زندگی میں قصداً کئی نمازیں اور فرائض اسلام ترک کئے ہوں، تو ایسا مسلمان اپنی سزا بھگت کر جنت میں جاسکے گا یا ہمیشہ دوزخ کا ہی ایندھن بنا رہے گا؟

ج…… نماز چھوڑنا اور دیگر احکامِ اسلام کو چھوڑنا سخت گناہ اور معصیت ہے، احادیث میں نماز چھوڑنے والے کے لئے سخت وعیدیں آئی ہیں اور ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انسان فاسق ہوجاتا ہے اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، لیکن اس کے باوجود اگر ایسے بدعمل شخص کا عقیدہ صحیح ہو، توحید و رسالت پر قائم ہو، ضروریاتِ دین کو مانتا ہو، وہ آخرکار جنت میں جائے گا خواہ سزا سے پہلے یا سزا پانے کے بعد، لیکن اگر کسی کا عقیدہ

ہی خراب ہو، کفر اور شرک میں مبتلا ہو، یا ضروریاتِ دین کا انکار صریح بلا تاویل کرے، تو ایسے شخص کی نجات کبھی نہ ہوگی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں رہے گا، کبھی اس کو دوزخ کے عذاب سے رہائی نہیں ملے گی۔

نماز، روزوں کی پابند مگر شوہر اور بچوں سے لڑنے والی بیوی کا انجام

س...... ایک عورت جو بہت ہی نماز، روزہ کی پابند ہے، کسی حالت میں بھی روزہ نماز نہیں چھوڑتی ہے، یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں روزہ رکھتی ہے اور صبح شام قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہے، اس کے سات بچے ہیں، جو کہ سب ہی اعلیٰ تعلیم پارہے ہیں مگر وہ عورت بہت ہی غصے والی ہے اور ضدی بھی، بعض موقع پر بچوں اور شوہر سے لڑ پڑتی ہے یہاں تک کہ غصہ کی وجہ سے ان لوگوں سے ماہ دو ماہ تک بولنا ترک کردیتی ہے، یہاں تک کہ شوہر اور بچوں کو مرنے کی بددعائیں دیتی رہتی ہے، مگر اپنی نماز بدستور پڑھتی ہے، غصہ اتنا زیادہ ہے کہ شوہر اور بچوں کی ہر بات پر جو صحیح بھی ہوتی ہے تو بھی غصہ میں آجاتی ہے، اس کی مرضی کے خلاف اگر کوئی بات ہوجاتی ہے قیامت برپا کردیتی ہے، جبکہ مسلمان کو تین روز سے زیادہ غصہ رکھنا حرام ہوتا ہے تو کیا ڈیڑھ دو ماہ غصہ رکھ کر نماز، روزہ اور کوئی عبادت قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں نماز، روزہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ جبکہ ایک مسئلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے مسجد اور جماعت کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے، یہاں تو غصہ حرام ہے اور اس حرام کے ساتھ نماز روزہ اور کسی عبادت کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟

ج...... نماز روزہ تو اس خاتون کا ہوجاتا ہے اور کرنا بھی چاہئے، لیکن اتنا زیادہ غصہ اس کی نیکی کو برباد کردیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ: ایک عورت نماز روزہ بہت کرتی ہے مگر ہمسائے اس سے نالاں ہیں۔

فرمایا: ''وہ دوزخ میں ہے۔'' عرض کیا گیا کہ: ایک عورت فرائض کے علاوہ نفلی نماز تو زیادہ نہیں پڑھتی مگر اس کے ہمسائے اس سے بہت خوش ہیں۔ فرمایا: ''وہ جنت میں ہے۔''

خصوصاً کسی خاتون کی اپنے شوہر اور اپنے بچوں سے بدمزاجی تو سو عیبوں کا ایک

عیب ہے، ایسی عورت کا آخرت میں تو انجام ہوگا سو ہوگا اس کی دنیا بھی اس کے لئے جہنم سے کم نہیں اور اگر اس کے شوہر صاحب اور بچے (جو بالغ ہوں) نماز روزے کے پابند نہیں تو جو انجام اس عورت کا ہوگا وہی ان کا بھی ہوگا۔

سچی توبہ اور حقوق العباد

س…… اگر انسان گناہِ کبیرہ کرتا ہے، مثال کے طور پر زنا یا شراب پیتا ہے، کسی کا حق مارتا ہے، کسی کا دل توڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نیک ہدایت دیتا ہے وہ ان گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ کے لئے پرہیز کرتا ہے، کیا اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے؟

میں بچپن میں تقریباً ۱۵ سال کی عمر تک نانی کے ساتھ رہا، میں نے اپنی نانی کا دل دکھایا، انہیں تنگ کیا، انہوں نے مجھے بددعا دی اور نانی کا انتقال ہوئے ۷ سال ہوگئے ہیں، اب میں ۲۲ سال کا ہوں، میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

ج…… سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، البتہ حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں، پس اگر کسی کا مالی حق اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کردے یا صاحبِ حق سے معاف کرالے، اور اگر غیر مالی حق ہو (جیسے کسی کو مارنا، گالی دینا، غیبت کرنا وغیرہ) تو اس کی زندگی میں اس سے معاف کرائے، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعا و استغفار کرتا رہے، انشاء اللہ معافی ہوجائے گی۔

فہرست

گناہ گار دوسروں کو گناہ سے روک سکتا ہے

س…… میں ایک گناہ گار آدمی ہوں، انتہائی گناہ کئے ہیں اور کررہا ہوں۔ لیکن میری فطرت یہ ہے کہ میں جو گناہ کرتا ہوں اگر وہی گناہ کسی اور کو کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اسے خدا کا خوف دلاتا ہوں کہ تم کو ایسے گناہ نہیں کرنے چاہئیں، حالانکہ میں خود اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ایک دفعہ کسی کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نظر سے گزرا:

”ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں آگ سے نکل پڑیں گی، دوسرے جہنمی اس سے پوچھیں گے اے فلاں! تو، تو

ہمیں نیکی کی تلقین کیا کرتا تھا پھر اس عذاب میں؟ وہ کہے گا: ہاں! میں تمہیں نیکی کی تلقین کرتا تھا مگر خود اس کے قریب نہ جاتا تھا اور برائیوں سے تم کو روکتا تھا اور خود برائیاں کرتا تھا۔‘‘

مندرجہ بالا ارشادِ گرامی پڑھنے کے بعد میں نے لوگوں کو ہدایت کرنا بند کردی ہے، اب جب کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں تو بھی اسے منع نہیں کرتا کہ میں خود گناہ گار ہوں، اگر میں اسے منع کروں گا تو میرا قیامت والے دن وہی حشر ہوگا۔ آپ وضاحت فرمادیں کہ میں کیا کروں؟ گناہوں سے متعدد بار توبہ کی ہے مگر پھر وہی گناہ سرزد ہوجاتے ہیں، درجنوں قسموں کا کفارہ میرے سر پر ہے، ہر گناہ کے لئے قسم کھاتا ہوں مگر وہ گناہ کسی نہ کسی صورت میں ہوجاتا ہے، غرض کہ دل بالکل کالا ہوچکا ہے اور شیطان کے راستے پر گامزن ہوں، خدا میری حالت پر رحم کرے، اور آپ بھی دعا کریں اور کچھ ہدایت و نصیحت فرمادیں۔

ج…… گناہ گار اگر دوسروں کو گناہ سے روکے تو یہ بھی نیکی کا کام ہے، دوسروں کو گناہ سے باز رکھنے کا کام تو نہیں چھوڑنا چاہئے، البتہ خود گناہ کو چھوڑنے کی ہمت ضرور کرنی چاہئے۔

اس کے لئے آپ مجھ سے نجی خط و کتابت کریں، اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہوئی تو اِن شاء اللہ آپ کو سچی توبہ کی توفیق ہوجائے گی، گناہوں سے پریشان نہیں ہونا چاہئے البتہ ان کے تدارک کا اہتمام کرنا چاہئے۔

موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟

موت کی حقیقت

س......موت کی اصل حقیقت کیا ہے؟

ج......موت کی حقیقت مرنے سے معلوم ہوگی، اس سے پہلے اس کا سمجھنا سمجھانا مشکل ہے، ویسے عام معنوں میں روح و بدن کی جدائی کا نام موت ہے۔

مقررہ وقت پر انسان کی موت

س......قرآن وسنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ انسان کی موت وقت پر آتی ہے یا وقت سے پہلے بھی ہوجاتی ہے؟

ج......ہر شخص کی موت وقت مقرر ہی پر آتی ہے، ایک لمحہ کا بھی آگا پیچھا نہیں ہوسکتا۔

اگر مرتے وقت مسلمان کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے تو کیا ہوگا؟

س......اگر کوئی مسلمان مرتے وقت کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے اور بغیر پڑھے انتقال کر جائے تو کیا وہ مسلمان مرا یا اس کی حیثیت کچھ اور ہوگی؟

ج......اگر وہ زندگی بھر مسلمان رہا ہے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور مسلمانوں کا برتاؤ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

کیا قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ دکھائی جاتی ہے؟

س......ہماری فیکٹری میں ایک صاحب فرمانے لگے کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے اور اس سے سوال جواب شروع ہوتے ہیں تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو قبر میں بذاتِ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ تو اس پر دوسرے صاحب کہنے لگے کہ نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں آتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مردہ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ تو مولانا صاحب! ذرا آپ وضاحت فرمادیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے جسمانی وجود کے ساتھ قبر میں آتے ہیں یا ان کی ایک طرح سے تصویر مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے، اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود تشریف لانا یا آپ کی شبیہ کا دکھایا جانا کسی روایت سے ثابت نہیں۔

مردہ دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے

س...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو دفن کیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے لوگ جب واپس آتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی چپل کی آواز سنتا ہے، عذابِ قبر حق ہے یا نہیں؟

ج...... عذابِ قبر حق ہے، اور مردے کا واپس ہونے والوں کے جوتے کی آہٹ کو سننا صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ (ج:۱ ص:۱۷۸)

کیا مردے سلام سنتے ہیں؟

س...... سنا ہے کہ قبرستان میں جب گزر ہو تو کہو: ''السلام علیکم یا اہل القبور'' جس شہر خاموشی میں آپ حضرات غفلت کی نیند سو رہے ہیں، اسی میں میں بھی انشاء اللہ آکر سوؤں گا۔ سوال یہ ہے کہ جب مردے سنتے نہیں تو سلام کیسے سن لیتے ہیں؟ اور اگر سلام سن لیتے ہیں تو ان سے اپنے لئے دعا کرنے کو بھی کہا جاسکتا ہے؟

ج...... سلام کہنے کا تو حکم ہے، بعض روایات میں ہے کہ وہ جواب بھی دیتے ہیں، اور سلام کہنے والے کو پہچانتے بھی ہیں، مگر ہم چونکہ ان کے حال سے واقف نہیں، اس لئے ہمیں صرف اس چیز پر اکتفا کرنا چاہئے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔

قبر کا عذاب برحق ہے؟

س...... فرض کریں تین اشخاص ہیں تینوں کی عمریں برابر ہیں اور تینوں برابر کے گناہ کرتے ہیں لیکن پہلا شخص صدیوں پہلے مر چکا ہے، دوسرا قیامت سے ایک روز پہلے مرے گا اور جبکہ

تیسرا قیامت تک زندہ رہتا ہے۔ اگر قبر کا عذاب برحق ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا تو اس رو سے پہلا شخص صدیوں سے قیامت تک قبر کے عذاب میں رہے گا، دوسرا شخص صرف ایک دن قبر کا عذاب اٹھائے گا، جبکہ تیسرا قبر کے عذاب سے بچ جائے گا، کیونکہ وہ قیامت تک زندہ رہتا ہے، لیکن قبر کے عذاب میں یہ تفریق نہیں ہوسکتی کیونکہ تینوں کی عمریں برابر ہیں اور گناہ بھی برابر ہیں۔ آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

ج…… قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور اس بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ وارد ہیں، ایسے امور کو محض عقلی شبہات کے ذریعہ ردّ کرنا صحیح نہیں، ہر شخص کے لئے برزخ کی جتنی سزا حکمتِ الٰہی کے مطابق مقرر ہے وہ اس کو مل جائے گی، خواہ اس کو وقت کم ملا ہو یا زیادہ، کیونکہ جن لوگوں کا وقت کم ہو، ہوسکتا ہے کہ ان کی سزا میں اسی تناسب سے اضافہ کردیا جائے۔ عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

قبر کے حالات برحق ہیں

س…… شریعت میں قبر سے کیا مراد ہے؟ سنا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک ایک قبر میں کئی کئی مردے ہوتے ہیں، اگر ایک کے لئے باغ ہے تو اس میں دوسرے کے لئے گڑھا کس طرح ہوگی؟

۲:…… سنتے ہیں کہ فرشتے مردے کو اٹھا کر قبر میں بٹھا دیتے ہیں، تو کیا قبر اتنی کشادہ اور اونچی ہوجاتی ہے؟

۳:…… سنا ہے سانس نکلتے ہی فرشتے روح آسمان پر لے جاتے ہیں پھر وہ واپس کس طرح اور کیوں آتی ہے؟ قبر کے سوال وجواب کے بعد کہاں ہوتی ہے؟

ج…… قبر سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اور ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔'' یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ ایک ایک قبر میں اگر کئی کئی مردے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ معاملہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا، اس کی حسی مثال خواب ہے، ایک ہی بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں، ایک تو خواب

میں باغات کی سیر کرتا ہے اور دوسرا سخت گرمی میں جلتا ہے، جب خواب میں یہ مشاہدے روزمرہ ہیں تو قبر کا عذاب وثواب تو عالمِ غیب کی چیز ہے اس میں کیوں اشکال کیا جائے؟

۲:...... جی ہاں! مردے کے حق میں اتنی کشادہ ہو جاتی ہے، ویسے آپ نے کبھی قبر دیکھی ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قبر اتنی ہی بنائی جاتی ہے جس میں آدمی بیٹھ سکے۔

۳:...... حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روح میت میں لوٹائی جاتی ہے، اب روح خواہ علّیّین یا سجّین میں ہو اس کا ایک خاص تعلق بدن سے قائم کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بدن کو بھی ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے، مگر یہ معاملہ عالمِ غیب کا ہے، اس لئے ہمیں میت کے احساس کا عام طور سے شعور نہیں ہوتا۔ عالمِ غیب کی جو باتیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶) کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذابِ قبر سنا دے جو میں سنتا ہوں۔“

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

الف:...... قبر کا عذاب برحق ہے۔

ب:...... یہ عذاب سنا جا سکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے تھے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت اور غایت رحمت ہے کہ ہم لوگوں کو عام طور سے اس عذاب کا مشاہدہ نہیں ہوتا، ورنہ ہماری زندگی اجیرن ہو جاتی اور غیب، غیب نہ رہتا، مشاہدہ میں تبدیل ہو جاتا۔

ج:...... یہ عذاب اسی گڑھے میں ہوتا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اور جس کو عرفِ عام میں قبر کہتے ہیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ: ”اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو......“ ظاہر ہے کہ اگر عذاب اس گڑھے کے علاوہ کسی اور ”برزخی قبر“ میں ہوا کرتا تو تدفین کو ترک کرنے کے کوئی معنی نہیں تھے۔

قبر کا عذاب وثواب برحق ہے

س...... جنگ اخبار میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں قبر کے عذاب وثواب کو قرآن و حدیث سے قطعی ثابت ہونے کو فرمایا ہے، اور یہ کہ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ میں اس

گتھی کو سمجھنے کے لئے برس ہا برس سے کوشش کر رہا ہوں اور کئی علماء کو خط لکھے مگر تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ قرآن حکیم میں کئی جگہ کچھ اس طرح آیا ہے کہ ہم نے زندگی دی ہے، پھر تمہیں موت دیں گے اور پھر قیامت کے روز اٹھائیں گے، یا سورۂ بقرہ میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے یعنی تم مردہ تھے ہم نے زندگی عطا کی پھر تمہیں موت دیں گے اور قیامت کے دن پھر اٹھائیں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک تو دنیا کی زندگی ہے، دوسری آخرت کی۔ جب یہ صرف دو زندگیاں ہیں تو قبر کی زندگی کون سی ہے؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا اس سے پیشتر کیا فیصلہ؟

ج……اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیث طیبہ میں وارد ہے، ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے۔ اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار صحیح نہیں، رہا آپ کا یہ شبہ کہ قرآن کریم میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر آتا ہے، یہ استدلال عذابِ قبر کی نفی نہیں کرتا کیونکہ قبر کی زندگی محسوس ومشاہد نہیں، اسی لئے اس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے، اور قرآن کریم کی جن آیات میں دو زندگیوں کا ذکر ہے اس سے محسوس ومشاہد زندگیاں مراد ہیں۔

اور آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ: ''حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا'' مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا میں یا برزخ میں نیک و بداعمال کا کوئی ثمرہ ہی مرتب نہ ہو، قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص شاہد ہیں کہ برزخ تو برزخ، دنیا میں بھی نیک و بداعمال پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے، اور برزخی زندگی کا تعلق دنیا سے زیادہ آخرت سے ہے، اس لئے اس میں جزا وسزا کے ثمرات کا مرتب ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

عذابِ قبر پر چند اشکالات اور ان کے جوابات

س…… جمعہ ایڈیشن میں ''عذابِ قبر'' کے عنوان سے آپ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے، اس میں کئی طرح کے اشکالات ہیں:

ا:……آپ نے ان صاحب کے سوال کا جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں

نہیں دیا۔

۲:......سورۂ یونس میں اللہ نے فرعون کے متعلق فرمایا ہے کہ اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والوں کے لئے نشانِ عبرت بنے (سورۂ یونس:۹۲)۔ اور یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ فرعون کی ممی آج تک موجود ہے مگر اس فرعون کے متعلق سورۃ المؤمن میں اللہ نے فرمایا ہے: ''دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح وشام وہ (آلِ فرعون) پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔'' (المؤمن:۴۶)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو عذاب کہاں دیا جارہا ہے؟ پھر ہم اس دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ ہندو، چینی، اور غالباً روسی بھی اپنے مردے جلادیتے ہیں، اور بہت سے لوگ جو جل کر مرجائیں، فضائی حادثے کا شکار ہوجائیں یا جنہیں سمندر کی مچھلیاں کھاجائیں تو انہیں تو قبر ملتی ہی نہیں، انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟

۳:......قرآن، مردوں کے متعلق یہ بتاتا ہے: ''مردے میں جان کی رمق تک نہیں ہے، انہیں اپنے متعلق یہ تک نہیں معلوم کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے۔'' (النحل:۲۱)۔ اور فرمایا: ''(اے نبی) آپ ان لوگوں کو نہیں سناسکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔'' (فاطر:۲۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن میں جان کی رمق تک نہیں اور جو سن تک نہیں سکتے، ان کو عذاب کیسے دیا جارہا ہے؟

فہرست

ج...... جناب نے میرے جواب کو یا تو پڑھا نہیں یا پھر سمجھا نہیں، ورنہ آپ نے جتنے شبہات پیش کئے ہیں ان میں ایک شبہ بھی آپ کو پیش نہ آتا، میں نے اپنے جواب میں لکھا تھا:

''اہلِ سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیثِ طیبہ میں وارد ہے۔''

میں ''متواتر احادیث'' کا حوالہ دے رہا ہوں لیکن آنجناب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں نہیں دیا۔ فرمایئے! کہ ''متواتر احادیث'' کو

"صحیح حدیث" نہیں کہتے؟ اور اس کے بعد آپ نے جو شبہات پیش کئے ہیں میں نے ان کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

"ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے، اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے، اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار درست نہیں۔"

اگر آپ میرے اس فقرے پر غور کرتے تو آپ کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ ہوتا کہ جس عقیدے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں بیان فرمایا ہو اور پوری امت کے اکابر جس عقیدے پر متفق چلے آئے ہوں وہ قرآن کریم کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی سے آپ یہ بھی سمجھ سکتے تھے کہ عذابِ قبر کی نفی پر آپ نے جن آیات کا حوالہ دیا، آپ نے ان کا مطلب نہیں سمجھا اور غلط فہمی کی بنا پر آپ کو شبہ پیش آیا۔

عذابِ قبر کی نفی وہی شخص کرسکتا ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات اس کے بارے میں موجود ہیں، اور اگر اس بات کو جان لینے کے بعد کوئی شخص اس کا قائل نہیں تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ کرامؓ سے اور چودہ صدیوں کے اکابر امت سے بڑھ کر قرآن فہمی کا مدعی ہو؟ جو آیات آپ نے عذابِ قبر کی نفی پر پیش کی ہیں اگر ان سے واقعی عذابِ قبر کی نفی ثابت ہوتی تو یہ تمام اکابر عذابِ قبر کے کیسے قائل ہوسکتے تھے؟

چونکہ آپ کو اس اجمالی جواب سے تشفی نہیں ہوئی، اس لئے مناسب ہے کہ آپ کے شبہات کا تفصیلی جواب بھی عرض کیا جائے، آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو صبح و شام (علی الدوام) آگ پر پیش کیا جاتا ہے، یہی عذابِ قبر ہے جس کو قرآن کریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ فرعون کی لاش تو محفوظ ہے، اس کو عذاب ہوتا ہوا ہمیں نظر نہیں آتا، پھر فرعون اور آلِ فرعون کو عذاب کہاں ہو رہا ہے؟

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص آپ کے پہلو میں لیٹے ہوئے کوئی مہیب خواب دیکھ رہا ہے، آگ میں جل رہا ہے، پانی میں ڈوب رہا ہے، سانپ اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے،

فہرست

درندے اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں، اسے پکڑ کر پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے، طرح طرح کی سزائیں اسے دی جارہی ہیں، وہ ایک زور کی چیخ مار کر خواب سے بیدار ہو جاتا ہے، اس کے بدن پر لرزہ طاری ہے، جسم پسینے میں شرابور ہو رہا ہے، آپ اس سے پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے، آپ اس سے کہتے ہیں کہ: تم بڑے جھوٹے ہو! میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا تھا، مجھے تو نہ تمہاری آگ کے شعلے نظر آئے، نہ پانی کی لہریں دکھائی دیں، نہ میں نے تمہارے سانپ کی پھنکار سنی، نہ تمہارے درندوں کی دھاڑیں میرے کان میں پڑیں، نہ میں نے تمہارے طوق و سلاسل کو دیکھا... فرمائیے! کیا آپ کی اس منطق سے وہ اپنے خواب کو جھٹلا دے گا؟ نہیں! بلکہ وہ کہے گا کہ تم بیدار تھے، میں خواب کی جس دنیا میں تھا اس میں میرے ساتھ نہیں تھے۔ آپ دونوں کے درمیان صرف بیداری اور خواب کا فاصلہ تھا، اس لئے خواب دیکھنے والے پر خواب میں جو حالات گزرے، آپ پاس بیٹھے ہوئے ان حالات سے بے خبر رہے۔ اس طرح خوب سمجھ لیجئے کہ زندوں اور مردوں کے درمیان دنیا اور برزخ کا فاصلہ حائل ہے، اگر مردوں پر گزرنے والے حالات کا زندہ لوگوں کو احساس و شعور نہ ہو تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ مردوں کو کوئی عذاب و ثواب نہیں ہو رہا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا اور ان کا جہان الگ الگ ہے، اس لئے ہمیں ان کے حالات کا شعور نہیں، گو ان کے بدن ہمارے سامنے پڑے ہوں۔ آپ جب عالم برزخ میں پہنچیں گے وہاں آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ فرعون کے اسی بدن کو عذاب ہو رہا ہے جو ہمارے سامنے پڑا ہے، لیکن یہ عذاب ہمارے مشاہدہ سے ماورا ہے، جس طرح بیدار آدمی سونے والے کے حالات سے واقف نہیں لیکن خواب بیان کرنے والے کے اعتماد پر اس کے خواب کو تسلیم کرتا ہے، اسی طرح اگرچہ ہم قبر اور برزخ کے حالات سے واقف نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے ان پر ایمان لائے ہیں، کسی چیز کا محض اس بنا پر انکار کر دینا کہ وہ ہمارے مشاہدہ سے بالاتر چیز ہے، عقلمندی نہیں حماقت ہے!

قرآن کریم میں ہے کہ ملک الموت روح قبض کرتا ہے، لوگ ہمارے سامنے مرتے ہیں، ہم نے کبھی ملک الموت کو روح قبض کرتے نہیں دیکھا، مگر چونکہ یہ ہمارے مشاہدہ

سے بالاتر چیز ہے اس لئے صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے مشاہدہ کے بغیر اسے مانتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے اور گھنٹوں آپ سے گفتگو کرتے لیکن صحابہ کرامؓ کو نہ ان کا سراپا نظر آتا تھا، نہ ان کی بات سنائی دیتی تھی۔ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر نزول جبرائیل علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کو، اس کے فرشتوں کو، انبیاءِ گزشتہ کو، ان کی کتابوں کو، آخرت کو، حشر و نشر کو، حساب و کتاب کو، جنت و دوزخ کو، الغرض بے شمار غیبی حقائق کو جو ہمارے مشاہدہ سے ماورا ہیں، بے دیکھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مان سکتے ہیں اور مانتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ برزخ اور قبر کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے کیوں نہ مانیں، یہاں اپنے مشاہدہ کا حوالہ کیوں دیں...؟

قبر کے حالات کا تعلق عالمِ برزخ سے ہے، جو عالمِ غیب کی چیز ہے، اہل ایمان جس طرح دوسرے غیبی حقائق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے ایمان لاتے ہیں اسی طرح قبر اور برزخ کے ان حالات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

”الذین یؤمنون بالغیب“ اہل ایمان کا پہلا وصف ہے، اور غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہماری عقل و مشاہدہ سے ماورا ہیں، پس ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ ان غیبی حقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مانا جائے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (خوف و دہشت کی بنا پر) مردوں کو دفن نہ کرسکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنا دے جو میں سنتا ہوں۔“ (مشکوٰۃ ص:۲۵)

آپ کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جلا دیئے جاتے ہیں، بعض درندوں اور مچھلیوں کا لقمہ بن جاتے ہیں، انہیں قبر میں دفن کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟

یہ شبہ بھی نہایت سطحی ہے، مرنے والے کے اجزا خواہ کہیں متفرق ہوجائیں وہ علمِ

الٰہی سے تو غائب نہیں ہو جاتے۔ صحیح بخاری میں اس شخص کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا، کیونکہ میں بہت گناہ گار ہوں، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آ گیا تو مجھے سخت سزا ملے گی۔ مرنے کے بعد بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے بر و بحر کے اجزا کو جمع فرما کر اسے زندہ فرمایا اور اس سے سوال کیا کہ: تو نے یہ وصیت کیوں کی تھی؟

اگر اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت مسلّم ہے کہ وہ ہوا میں اڑائے ہوئے اور دریا میں بہائے ہوئے اجزا کو جمع کر سکتے ہیں تو یقین رکھئے کہ وہ ایسے شخص کو برزخ میں ثواب و عذاب دینے پر بھی قادر ہیں۔ ہاں! اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پے در پے متواتر ارشادات پر بھی ایمان نہ رکھتا ہو، صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے تمام اکابر امت کے اجماعی عقیدے کو بھی لغو سمجھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط اور قدرتِ کاملہ میں بھی شک و شبہ ہو، اسے اختیار ہے کہ قبر اور برزخ کے عذاب و ثواب کا شوق سے انکار کرے، جب وہ خود اس منزل سے گزرے گا تب یہ غیبی حقائق اس کے سامنے کھل جائیں گے مگر اس وقت کا ماننا بیکار ہوگا...!

اس میں کیا شبہ ہے کہ مردے اس جہان والوں کے حق میں واقعی مردہ ہیں، لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ ان میں برزخ کے عذاب و ثواب کا بھی شعور نہیں؟ جب ہم اسی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جاگنے والوں کو سونے والوں کے حالات کا شعور نہیں اور سونے والا بیداری کے حالات سے لاشعوری کے عالم میں چلا جاتا ہے، لیکن خواب کے حالات سے وہ بے شعور نہیں، تو اسی طرح کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرنے والوں کو برزخی احوال کا پورا شعور ہے، اگرچہ ہمیں ان کے شعور کا شعور نہیں "ولٰکن لا تشعرون" میں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

آپ کا چوتھا شبہ یہ تھا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں، بالکل بجا اور صحیح ہے۔ مگر اس آیتِ کریمہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ قبر والوں کو سنانا ہماری قدرت سے خارج ہے، یہ تو نہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے

فہرست

بھی خارج ہے، نہ یہ کہ مرنے والوں میں کسی چیز کے سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، قبر کے مردے دنیا والوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے آج تک چلا آیا ہے، لیکن اس آیتِ کریمہ سے یہ سمجھنا کہ مردوں کو برزخ اور قبر کے حالات کا بھی شعور نہیں اہل حق میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ "الفقہ الاکبر" میں فرماتے ہیں:

"اور قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے اور بندہ کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کا بھینچنا حق ہے اور اس کا عذاب تمام کافروں کے لئے اور بعض مسلمانوں کے لئے حق ہے ضرور ہوگا۔"

(شرح فقہ اکبر ص:۱۲۱، ۱۲۲)

حشر کے حساب سے پہلے عذابِ قبر کیوں؟

س...... حشر کے روز انسان کو اس کے حساب کتاب کے بعد جزا یا سزا ملے گی، پھر یہ حساب کتاب سے پہلے عذابِ قبر کیوں؟ ابھی تو اس کا مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا اور فیصلے سے پہلے سزا کا عمل کیوں شروع ہوجاتا ہے؟ مجرم کو قید تو کیا جاسکتا ہے، مگر فیصلے سے پہلے اسے سزا نہیں دی جاتی، پھر یہ عذابِ قبر کس مد میں جائے گا؟ برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں۔

ج...... پوری جزا و سزا تو آخرت ہی میں ملے گی۔ جبکہ ہر شخص کا فیصلہ اس کے اعمال کے مطابق چکایا جائے گا، لیکن بعض اعمال کی کچھ جزا و سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، جیسا کہ بہت سی آیات و احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، اسی طرح بعض اعمال پر قبر میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے، اور یہ مضمون بھی احادیثِ متواترہ میں موجود ہے۔ اس سے آپ کا یہ شبہ جاتا رہا کہ ابھی مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا تو سزا کیسی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سزا تو مقدمہ پیش ہونے اور فیصلہ چکائے جانے کے بعد ہی ہوگی، برزخ میں جو سزا ہوگی اس کی مثال ایسی ہے جیسے مجرم کو حوالات میں رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے برزخ کی سزا کفارۂ سیئات بن جائے، جیسا کہ

دنیوی پریشانیاں اور مصیبتیں اہل ایمان کے لئے کفارۂ سیئات ہیں۔ بہرحال قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے ہر مؤمن کو پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص:۲۵)

عذابِ قبر کا احساس زندہ لوگوں کو کیوں نہیں ہوتا؟

س...... ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ گناہگار بندے کو قبر کا عذاب ہوگا، پرانے زمانے میں مصری لاشوں کو محفوظ کرلیا کرتے تھے، اور آج کل اس سائنسی دور میں بھی لاشیں کئی ماہ تک سردخانوں میں پڑی رہتی ہیں، چونکہ قبر میں نہیں ہوتیں تو پھر اسے عذابِ قبر کیسے ہوگا؟

ج...... آپ کے سوال کا منشا یہ ہے کہ آپ نے عذابِ قبر کو اس گڑھے کے ساتھ مخصوص سمجھ لیا ہے، جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ عذابِ قبر نام ہے اس عذاب کا جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ہوتا ہے، خواہ میت کو دفن کردیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے یا جلادیا جائے یا لاش کو محفوظ کرلیا جائے اور یہ عذاب چونکہ دوسرے عالم کی چیز ہے اس لئے اس عالم میں اس کے آثار کا محسوس کیا جانا ضروری نہیں، اس کی مثال خواب کی سی ہے، خواب میں بعض اوقات آدمی پر سخت تکلیف دہ حالت گزرتی ہے لیکن پاس والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

پیر کے دن موت اور عذابِ قبر

س...... میں نے پڑھا ہے کہ جو شخص (مسلمان) جمعہ کے دن یا رات میں مرے گا عذابِ قبر سے بچالیا جائے گا۔ آپ سے پیر والے دن اور رات کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس قسم کی کوئی فضیلت ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

ج...... پیر کے دن کے بارے میں تو معلوم نہیں، جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ میں مرنے والوں کے لئے عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کا مضمون ایک روایت میں آیا ہے مگر یہ روایت کمزور ہے۔

کیا روح اور جان ایک ہی چیز ہے؟

س...... کیا انسان میں روح اور جان ایک ہی چیز ہے یا روح علیحدہ اور جان علیحدہ چیز ہے؟ کیا جانوروں کے ساتھ بھی یہی چیز ہے؟ جب انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا جان اور روح دوبارہ ڈالی جائے گی؟

ج...... انسان اور حیوان کے درمیان جو چیز امتیاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حیوان کے اندر تو ''روحِ حیوانی'' ہوتی ہے جس کو ''جان'' کہتے ہیں، اور انسان میں اس ''روحِ حیوانی'' کے علاوہ ''روحِ انسانی'' بھی ہوتی ہے، جس کو ''نفس ناطقہ'' یا ''روحِ مجرد'' بھی کہا جاتا ہے، اور ''روحِ حیوانی'' اس نفس ناطقہ کے لئے مرکب کی حیثیت رکھتی ہے، موت کے وقت روح حیوانی تحلیل ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے روح انسانی اور نفس ناطقہ کا انسانی بدن سے تدبیر و تصرف کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے۔ برزخ میں بدن سے روح کا تعلق تدبیر و تصرف کا نہیں رہتا، بس اتنا تعلق فی الجملہ باقی رہتا ہے جس سے میت کو برزخی ثواب و عذاب کا ادراک ہوسکے۔ قیامت کے دن جب مردوں کو زندہ کیا جائے گا تو روح اور بدن کے درمیان پھر وہی تعلق قائم ہوجائے گا۔

قبر میں جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوسکتا ہے

س...... قبر کا عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا روح کو بھی ساتھ ہوتا ہے؟

ج...... قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، روح کو تو بلاواسطہ اور بدن کو بواسطہ روح کے۔

موت کے بعد مردہ کے تاثرات

س...... موت کے بعد غسل، جنازے اور دفن ہونے تک انسانی روح پر کیا بیتتی ہے؟ اس کے کیا احساسات ہوتے ہیں؟ کیا وہ رشتہ داروں کو دیکھتا اور ان کی آہ و بکا کو سنتا ہے؟ جسم کو چھونے سے اسے تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

ج...... موت کے بعد انسان ایک دوسرے جہان میں پہنچ جاتا ہے، جس کو ''برزخ'' کہتے ہیں۔ وہاں کے پورے حالات کا اس جہان میں سمجھنا ممکن نہیں، اس لئے نہ تو تمام کیفیات

بتائی گئی ہیں، نہ ان کے معلوم کرنے کا انسان مکلّف ہے، البتہ جتنا کچھ ہم سمجھ سکتے تھے عبرت کے لئے اس کو بیان کردیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میّت پہچانتی ہے کہ کون اسے غسل دیتا ہے، کون اسے اٹھاتا ہے، کون اسے کفن پہناتا ہے اور کون اسے قبر میں اتارتا ہے۔ (مسند احمد، معجم اوسط طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اگر نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو، اور نیک نہ ہو تو کہتا ہے کہ ہائے بدقسمتی! تم مجھے کہاں لئے جارہے ہو؟ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب میّت کا جنازہ لے کر تین قدم چلتے ہیں تو وہ کہتا ہے: ”اے بھائیو! اے میری نعش اٹھانے والو! دیکھو! دنیا تمہیں دھوکا نہ دے، جس طرح اس نے مجھے دھوکا دیا، اور وہ تمہیں کھلونا نہ بنائے جس طرح اس نے مجھے کھلونا بنائے رکھا۔ میں جو کچھ پیچھے چھوڑے جارہا ہوں وہ تو وارثوں کے کام آئے گا مگر بدلہ دینے والا مالک قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے جرح کرے گا اور اس کا حساب و کتاب مجھ سے لے گا۔ ہائے افسوس! کہ تم مجھے رخصت کر رہے ہو اور تنہا چھوڑ کر آجاؤ گے۔“ (ابن ابی الدنیا فی القبور)

ایک اور حدیث میں ہے (جو بہ سند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کہ میت اپنے غسل دینے والوں کو پہچانتی ہے اور اپنے اٹھانے والوں کو قسمیں دیتی ہے، اگر اسے روح و ریحان اور جنتِ نعیم کی خوشخبری ملی ہو تو کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو، اور اگر اسے جہنم کی بدخبری ملی ہو تو کہتا ہے: خدا کے لئے مجھے نہ لے جاؤ۔ (ابوالحسن بن براء، کتاب الروضہ)

یہ تمام روایات حافظ سیوطیؒ کی ”شرح الصدور“ سے لی گئی ہیں۔

قبر میں جسم سے روح کا تعلق

س…… انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے لیکن مردے سے جب قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو کیا پھر روح کو مردہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مردے کو قوت گویائی عطا کردیتا ہے؟ قبر میں عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا روح کو بھی برابر کا عذاب ہوتا ہے؟

ج…… حدیث پاک میں روح کے لوٹانے کا ذکر آتا ہے، جس سے مراد ہے جسم سے روح کا تعلق قائم کردیا جانا۔ روح خواہ علّییّن میں ہو یا سجین میں، اس کو بدن سے ایک خاص نوعیت کا تعلق ہوتا ہے، جس سے بدن کو بھی ثواب و عذاب اور رنج و راحت کا ادراک ہوتا ہے، عذاب وثواب تو روح و بدن دونوں کو ہوتا ہے، مگر دنیا میں روح کو بواسطہ بدن راحت والم کا ادراک ہوتا ہے اور برزخ یعنی قبر میں بدن کو بواسطہ روح کے احساس ہوتا ہے، اور قیامت میں دونوں کو بلاواسطہ ہوگا۔

نوٹ: ۱:…… ''علّییّن'' کا مادّہ علو ہے، اور اس کا معنی بلندی ہے، یعنی علّییّن آسمانوں پر ایک بہت ہی عالی شان مقام ہے، جہاں نیک لوگوں کی ارواح پہنچائی جاتی ہیں وہاں ملاءِاعلیٰ کی جماعت ان مقربین کی ارواح کا استقبال کرتی ہے۔

۲:…… ''سجّین'' کا مادّہ سجن ہے اور سجن عربی زبان میں قیدخانے کو کہتے ہیں، اس میں تنگی، ضیق اور پستی کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سجین ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ غرض بدکاروں کے اعمال وارواح مرنے کے بعد اسی قیدخانے میں رکھی جاتی ہیں، جبکہ نیک لوگوں کے اعمال اور ارواح ساتوں آسمانوں سے اوپر موجود علّییّن میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

دفنانے کے بعد روح اپنا وقت کہاں گزارتی ہے؟

س…… دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے یا قبر میں یا دونوں جگہ؟

ج…… اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماء کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علّییّن ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں)، بدارواح کا اصل ٹھکانا سجین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کردیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہوں گے روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا اور اسی خاص تعلق کا نام برزخی زندگی ہے، جس طرح نورِ آفتاب سے زمین کا ذرہ ذرہ چمکتا ہے، اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ ''زندگی''

فہرست

سے منور ہو جاتا ہے، اگرچہ برزخی زندگی کی حقیقت کا اس دنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔

کیا روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے؟

س...... روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا وہ جن جگہوں کو پہچانتی ہے، مثلاً گھر، وہاں جاسکتی ہے؟

ج...... کفار و فجار کی روحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے اس سلسلہ میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے، اصل بات یہ ہے کہ روح اپنے تصرفات کے لئے جسم کی محتاج ہے، جس طرح جسم روح کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، اسی طرح روح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کرسکتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کردیئے جاتے ہیں، اس لئے مرنے کے بعد روح اگر کوئی تصرف کرسکتی ہے تو مثالی جسم سے کرسکتی ہے، چنانچہ احادیث میں انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور بعض صالحین کے مثالی جسم دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن ارواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذن اللہ کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً: لیلۃ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لئے بیت المقدس میں جمع ہونا، شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا، اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس کے لئے کوئی ضابطہ متعین کرنا مشکل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا) پس ان کی زیارت کرو، اور ان کو سلام کہو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں سلام کہے گا ان کو کوئی شخص مگر یہ ضرور جواب دیں گے اس کو قیامت تک۔ (حاکم، وصححہ بیہقی، طبرانی)

مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ”میں اپنے گھر میں (یعنی حجرۂ شریفہ روضۂ مطہرہ میں) داخل ہوتی تو پردہ کے کپڑے اتار دیتی تھی، میں کہا کرتی تھی کہ یہ تو میرے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے والد ماجد ہیں، لیکن جب سے حضرت عمرؓ دفن ہوئے اللہ کی قسم! میں کپڑے لپیٹے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی بنا پر۔“ (مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص:۱۵۴)

کیا روحوں کا دنیا میں آنا ثابت ہے؟

س…… کیا روحیں دنیا میں آتی ہیں یا عالم برزخ میں ہی قیام کرتی ہیں؟ اکثر ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روحیں اپنے اعزہ کے پاس آتی ہیں، شب برأت میں بھی روحوں کی آمد کے بارے میں سنا ہے۔ آپ اس مسئلے کی ضرور وضاحت کیجئے مرنے کے بعد سوم، دسواں اور چہلم کی شرعی حیثیت کی وضاحت بھی بذریعہ اخبار کر دیجئے تاکہ عوام الناس کا بھلا ہو۔

ج…… دنیا میں روحوں کے آنے کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں اور نہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث ہی وارد ہے۔ سوئم، دسواں اور چہلم خودساختہ رسمیں ہیں، ان کی مکمل تفصیل آپ کو میری کتاب ”اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم“ میں ملے گی۔

کیا روحیں جمعرات کو آتی ہیں؟

س…… سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ہر گھر کے دروازے پر روحیں آتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا جمعرات کی شام کو ان کے لئے دعا کی جائے؟

ج…… جمعرات کو روحوں کا آنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے، باقی دعا و استغفار اور ایصالِ ثواب ہر وقت ہوسکتا ہے، اس میں جمعرات کی شام کی تخصیص بے معنی ہے۔

کیا مرنے کے بعد روح چالیس دن تک گھر آتی ہے؟

س…… کیا چالیس دن تک روح مرنے کے بعد گھر آتی ہے؟

ج…… روحوں کا گھر آنا غلط ہے۔

حادثاتی موت مرنے والے کی روح کا ٹھکانا

س...... ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو ہنگامی موت یا حادثاتی موت مرجاتے ہیں یا کسی کے مار ڈالنے سے، سو ایسے لوگوں کی روحیں برزخ میں نہیں جاتیں وہ کہیں خلاء میں گھومتی رہتی ہیں اور متعلقہ افراد کو بسا اوقات دھمکیاں دینے آجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ سب باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، میرا خیال ہے کہ روح پرواز کے بعد علیّین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور ہر ایک کے لئے برزخ ہے اور قیامت تک وہ وہیں رہتی ہے، براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں میری تشفی فرمائیے۔

ج...... ان صاحب کا دعویٰ غلط ہے اور دورِ جاہلیت کی سی توہم پرستی پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں آپ کا نظریہ صحیح ہے، مرنے کے بعد نیک ارواح کا مستقر علیّین ہے اور کفار و فجار کی ارواح سجین کے قید خانہ میں بند ہوتی ہیں۔

روح پرواز کرنے کے بعد قبر میں سوال کا جواب کس طرح دیتی ہے؟

س...... موت واقع ہوتے ہی روح پرواز کر جاتی ہے، جسم دفن ہونے کے بعد یہ روح دوبارہ واپس آکر منکر و نکیر کے سوالوں کے جواب کیسے دیتی ہے؟

ج...... قبر میں روح کا ایک خاص تعلق جس کی کیفیت کا ادراک ہم نہیں کر سکتے، جسم سے قائم کر دیا جاتا ہے جس سے مردہ میں حس و شعور پیدا ہو جاتا ہے۔

مرنے کے بعد روح دوسرے قالب میں نہیں جاتی

س...... کیا انسان دنیا میں جب آتا ہے تو دو وجود لے کر آتا ہے، ایک فنا اور دوسرا بقا، فنا والا وجود تو بعد مرگ دفن کر دینے پر مٹی کا بنا ہوا تھا، مٹی میں مل گیا۔ بقا ہمیشہ قائم رہتا ہے؟ مہربانی فرما کر اس سوال کا حل قرآن و حدیث کی رو سے بتائیں کیونکہ میرا دوست الجھ گیا ہے، یعنی دوسرے جنم کے چکر میں۔

ج...... اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور دوبارہ اس کو کسی اور قالب میں دنیا میں پیدا نہیں کیا جاتا، اواگون والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ہی روح لوٹ

فہرست

لوٹ کر مختلف قالبوں میں آتی رہتی ہے، کبھی انسانی قالب میں، کبھی کتے، گدھے اور سانپ وغیرہ کی شکل میں۔ یہ نظریہ عقلاً و نقلاً غلط ہے۔

کیا قیامت میں روح کو اٹھایا جائے گا؟

س...... سنا ہے کہ مرنے کے بعد قبر کے اندر انسان جاتے ہیں یہی اعضاء گل سڑ کر کیڑوں مکوڑوں کی نذر ہو جاتے ہیں، اگر یہی اعضاء کسی ضرورت مند کو دے دیئے جائیں تو وہ شخص زندگی بھر اس عطیہ دینے والے کو دعائیں دیتا رہے گا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان جس حالت میں مرا ہو گا اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، یعنی اگر اس کے اعضاء نکال دیئے گئے ہوں گے تو وہ بغیر اعضاء کے اٹھایا جائے گا، مثلاً اندھا وغیرہ، جبکہ اسلامی کتابوں سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسموں کو نہیں بلکہ اس کی روح کو اٹھایا جائے گا۔

ج...... اعضاء کا گل سڑ جانا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ میت کے اعضاء بھی کاٹ لینا جائز ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کون سی اسلامی کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسم کو نہیں بلکہ صرف اس کی روح کو اٹھایا جائے گا؟ میں نے جن اسلامی کتابوں کو پڑھا ہے ان میں تو حشر جسمانی لکھا ہے۔

برزخی زندگی کیسی ہوگی؟

س...... روزنامہ جنگ کراچی کے صفحہ ''اقرأ'' میں آپ کا مفصل مضمون روح کے بارے میں پڑھا جو کہ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا، اس مضمون کو پڑھنے کے بعد چند سوالات ذہن میں آئے ہیں، جو گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ: ''کفار و فجار کی روحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔''

اور آپ نے لکھا ہے: ''اگر باذن اللہ (نیک ارواح) کہیں آتی جاتی ہیں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔''

کیا ان دو باتوں کا ثبوت کہیں قرآن و حدیث سے ملتا ہے؟

حالانکہ قرآن میں سورۂ مؤمنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:......’’(سب مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے، دوسری زندگی تک‘‘، یعنی مرنے کے بعد دنیا میں واپس نہیں آسکتے، خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔

جیسا کہ سورہ یٰسین میں آیا ہے:

ترجمہ:......’’کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔‘‘

اس بات کا ایک اور ثبوت ترمذی اور بیہقی کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا بات ہے میں تم کو غم زدہ پا رہا ہوں۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواب میں عرض کیا کہ: والد ’’اُحد‘‘ میں شہید ہوگئے اور ان پر قرض باقی ہے اور کنبہ بڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جابرؓ! کیا تم کو میں یہ بات بتاؤں کہ اللہ نے کسی سے بھی پردے کے بغیر بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے آمنے سامنے ہو کر کہا کہ: عبداللہ! مانگو، تم کو دوں گا۔ تمہارے باپ نے کہا: مالک مجھے پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ میں دوسری بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں! اس پر مالک عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ: میری طرف سے یہ بات کہی جاچکی ہے کہ لوگ دنیا سے چلے آنے کے بعد پھر اس کی طرف واپس نہ جاسکیں گے۔ (ترمذی و بیہقی)۔

عموماً لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مراد جسمانی جسم کے ساتھ ہے، کیونکہ جسم بغیر روح کے بے معنی ہے اور روح بغیر جسم کے۔ اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ صرف روح دنیا میں آتی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روح سنتی بھی ہے اور دیکھتی بھی ہے تو یہ بات سورۂ مؤمنون کی آیات سے ٹکراتی ہے، سورۂ احقاف میں اللہ نے یہ بات واضح کردی ہے کہ دنیا سے گزر جانے والے لوگوں کو دنیاوی حالات کی کچھ خبر نہیں رہتی، ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ:......’’اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے وہ تو ان کی پکار سے غافل

ہیں۔'' (الاحقاف آیت:۵،۶)۔

دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے، لوگ نیک بزرگوں کو زندہ و حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ظلمِ عظیم کرتے ہیں۔

ازراہ کرم ان باتوں کو کسی قریبی اشاعت میں جگہ دیں تاکہ لوگوں کے دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات دور ہوسکیں، اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

ج…… یہ تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ موت فنائے محض کا نام نہیں کہ مرنے کے بعد آدمی معدومِ محض ہوجائے، بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں اور زندگی کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہونے کا نام موت ہے۔ پہلے دور کو ''دنیوی زندگی'' کہتے ہیں اور دوسرے دور کا نام قرآن کریم نے ''برزخ'' رکھا ہے۔

برزخ اس آڑ اور پردے کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو، چونکہ یہ برزخی زندگی ایک عبوری دور ہے اس لئے اس کا نام ''برزخ'' تجویز کیا گیا۔

آپ نے سوال میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کا مدعا واضح طور پر یہ ہے کہ مرنے والے عام طور پر ''برزخ'' سے دوبارہ دنیوی زندگی کی طرف واپس نہیں آتے (البتہ قرآن کریم میں زندہ کئے جانے کے جو واقعات مذکور ہیں، ان کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا)۔

اور میں نے جو لکھا ہے کہ: ''اگر باذن اللہ نیک ارواح کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔'' اس سے دنیوی زندگی اور اس کے لوازمات کی طرف پلٹ آنا مراد نہیں کہ ان آیات واحادیث کے منافی ہو، بلکہ برزخی زندگی ہی کے دائرے میں آمد و رفت مراد ہے، اور وہ بھی باذن اللہ…!

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ:

> ''دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے، لوگ نیک بزرگوں کو زندہ اور حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور

حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔“

اگر اس سے آپ کی مراد ”برزخی زندگی“ ہے تو جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ اسلامی عقیدہ ہے، اس کو گمراہ کن عقیدہ کہہ کر شرک کی بنیاد قرار دینا صحیح نہیں۔ جبکہ حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جو آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ خود اس ”برزخی زندگی“ کا منہ بولتا ثبوت ہے اور پھر شہداء کو تو صراحتاً زندہ کہا گیا ہے اور ان کو مردہ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ شہداء کی یہ زندگی بھی برزخی ہی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دنیوی زندگی کا دور تو ان کا بھی پورا ہو چکا ہے۔ بہرحال ”برزخی زندگی“ کے عقیدے کو گمراہ کن نہیں کہا جاسکتا۔ رہا لوگوں کا بزرگوں کو حاضر و ناظر سمجھ کر انہیں دستگیری کے لئے پکارنا! تو اس کا ”برزخی زندگی“ سے کوئی جوڑ نہیں، نہ یہ زندگی اس شرک کی بنیاد ہے۔

اولاً:...... مشرکین تو پتھروں، مورتیوں، درختوں، دریاؤں، چاند، سورج اور ستاروں کو بھی نفع و نقصان کا مالک سمجھتے اور ان کو حاجت روائی اور دستگیری کے لئے پکارتے ہیں۔ کیا اس شرک کی بنیاد ان چیزوں کی ”برزخی زندگی“ ہے؟ دراصل جہلاء شرک کے لئے کوئی بنیاد تلاش نہیں کیا کرتے، شیطان ان کے کان میں جو افسوں پھونک دیتا ہے وہ ہر دلیل اور منطق سے آنکھیں بند کر کے اس کے القاء کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ جب پوجنے والے بے جان پتھروں تک کو پوجنے سے باز نہیں آتے تو اگر کچھ لوگوں نے بزرگوں کے بارے میں مشرکانہ غلو اختیار کرلیا تو اسلامی عقیدے سے اس کا کیا تعلق ہے؟

ثانیاً:...... جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، مشرکین عرب فرشتوں کو بھی خدائی میں شریک، نفع و نقصان کا مالک اور خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور تقرب الی اللہ کے لئے ان کی پرستش کو وسیلہ بناتے تھے، کیا ان کے اس جاہلانہ عقیدے کی وجہ سے فرشتوں کی حیات کا انکار کردیا جائے؟ حالانکہ ان کی حیات برزخی نہیں دنیوی ہے اور زمینی نہیں آسمانی ہے۔ اب اگر کچھ لوگوں نے انبیاء و اولیاء کی ذواتِ مقدسہ کے بارے میں بھی وہی ٹھوکر کھائی جو مشرکین عرب نے فرشتوں کے بارے میں کھائی تھی تو اس میں اسلام کے ”حیاتِ برزخی“ کے عقیدے کا کیا قصور ہے؟ اور اس کا انکار کیوں کیا جائے...؟

فہرست

ثالثاً:......جن بزرگوں کو لوگ بقول آپ کے زندہ سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں، وہ اسی دنیا میں لوگوں کے سامنے زندگی گزار کر تشریف لے گئے ہیں۔ یہ حضرات اپنی پوری زندگی میں توحید و سنت کے داعی اور شرک و بدعت سے مجتنب رہے، اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں کرتے رہے، انہیں بھوک میں کھانے کی ضرورت ہوتی تھی، بیماری میں دوا دارو اور علاج معالجہ کرتے تھے، انسانی ضروریات کے محتاج تھے، ان کی یہ ساری حالتیں لوگوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھیں اس کے باوجود لوگوں نے ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کو نفع و نقصان کا مالک و مختار سمجھ لیا اور انہیں دستگیری و حاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کردیا، جب ان کی تعلیم، ان کے عمل اور ان کی انسانی احتیاج کے علی الرغم لوگوں کے عقائد میں غلو آیا تو کیا ''حیاتِ برزخی'' (جو بالکل غیر محسوس چیز ہے) کے انکار سے اس غلو کی اصلاح ہوجائے گی؟

الغرض نہ حیاتِ برزخی کے اسلامی عقیدے کو شرک کی بنیاد کہنا صحیح ہے، نہ اس کے انکار سے لوگوں کے غلو کی اصلاح ہوسکتی ہے، ان کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں قرآن و سنت اور خود ان بزرگوں کی تعلیمات سے پورے طور پر آگاہ کیا جائے۔

''حیاتِ برزخی'' کے ضمن میں آپ نے ''سماعِ موتیٰ'' کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے، چونکہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے سے اختلافی چلا آرہا ہے، اس لئے میں بحث نہیں کرنا چاہتا، البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ بھی اس شرک کی بنیاد نہیں جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، اس کی دلیل میں ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں، آپ کو معلوم ہوگا کہ بہت سے فقہائے حنفیہ سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں اس کے باوجود ان کا فتویٰ یہ ہے:

> ''وفی البزازیة: قال علماءنا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم، یکفر.'' (البحرالرائق ج:۵ ص:۱۲۴)
>
> ترجمہ:......''فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر اور وہ سب کچھ جانتی ہیں، تو ایسا شخص کافر ہوگا۔''

اس عبارت سے آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ سماعِ موتیٰ کے مسئلہ سے نہ بزرگوں کی ارواح کا حاضر و ناظر ہونا لازم آتا ہے، نہ عالم الغیب ہونا، ورنہ فقہائے حنفیہ جو سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں، یہ فتویٰ نہ دیتے۔

آپ نے سورۂ احقاف کی جو آیت نقل فرمائی ہے، اس کو حضرات مفسرین نے مشرکینِ عرب سے متعلق قرار دیا ہے، جو بتوں کو پوجتے تھے، گویا "لا یستجیبون" اور "غافلون" کی یہ دونوں صفات جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں، وہ بتوں کی صفات ہیں جو جمادِ محض تھے، لیکن اگر اس آیت کو تمام معبودانِ باطلہ کے لئے عام بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے ان کی حاجت روائی پر قادر نہ ہونا اور غائب ہونا تو لازم آتا ہے مگر اس سے حیات کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ عموم کی حالت میں یہ آیت فرشتوں کو بھی شامل ہوگی، اور آپ جانتے ہیں کہ ان سے قدرت اور حاضر و ناظر ہونے کی نفی تو صحیح ہے مگر حیات کی نفی صحیح نہیں بلکہ خلافِ واقعہ ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ "برزخ" جو دنیا و آخرت کے درمیان واقع ہے، ایک مستقل جہان ہے اور ہماری عقل و ادراک کے دائرے سے ماورا ہے، اس عالم کے حالات کو نہ دنیوی زندگی پر قیاس کیا جاسکتا ہے، نہ اس میں اندازے اور تخمینے لگائے جاسکتے ہیں، یہ جہان چونکہ ہمارے شعور و احساس اور وجدان کی حدود سے خارج ہے اس لئے عقلِ صحیح کا فیصلہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے جو حالات ارشاد فرمائے (جو صحیح اور مقبول احادیث سے ثابت ہوں) انہیں ردّ کرنے کی کوشش نہ کی جائے، نہ قیاس و تخمین سے کام لیا جائے۔

اہلِ قبور کے بارے میں چند ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اس مضمون میں نقل کرچکا ہوں، جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اور چند امور یہ ہیں:

۱:...... قبر میں میت کے بدن میں روح کا لوٹایا جانا۔

۲:...... منکر نکیر کا سوال و جواب کرنا۔

۳:...... قبر کا عذاب و راحت۔

۴:...... بعض اہلِ قبور کا نماز و تلاوت میں مشغول ہونا۔

فہرست

۵:......اہل قبور (جو مؤمن ہوں) کا ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔

۶:......اہل قبور کو سلام کہنے کا حکم۔

۷:......اہل قبور کی طرف سے سلام کا جواب دیا جانا۔

۸:......اہل قبور کو دعا و استغفار اور صدقہ خیرات سے نفع پہنچانا۔

۹:...... برزخی حدود کے اندر اہل ایمان کی ارواح کا باذنِ الٰہی کہیں آنا جانا جیسا کہ شبِ معراج میں انبیاء علیہم السلام کا بیت المقدس میں اجتماع ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جو چیزیں ثابت ہیں ان سے انکار نہ کیا جائے، اور جو ثابت نہیں ان پر اصرار نہ کیا جائے، یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، واللہ الموفق!

بزرگوں کے مزار پر عرس کرنا، چادریں چڑھانا ان سے منتیں مانگنا

س......کئی جگہ پر کچھ بزرگوں کے مزار بنائے جاتے ہیں (آج کل تو بعض نقلی بھی بن رہے ہیں) اور ان پر ہر سال عرس ہوتے ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں، ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

ج...... یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے، بزرگوں کے عرسوں کے رواج کی بنیاد غالباً یہ ہوگی کہ کسی شیخ کی وفات کے بعد ان کے مریدین ایک جگہ جمع ہوجایا کریں اور کچھ وعظ و نصیحت ہوجایا کرے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مقصد تو غائب ہوگیا اور بزرگوں کے جانشین باقاعدہ استخوان فروشی کا کاروبار کرنے لگے اور ''عرس شریف'' کے نام سے بزرگوں کی قبروں پر سینکڑوں بدعات و محرمات اور خرافات کا ایک سیلاب امڈ آیا اور جب قبر فروشی کا کاروبار چمکتا دیکھا تو لوگوں نے ''جعلی قبریں'' بنانا شروع کردیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

قبر پر پھول ڈالنا خلافِ سنت ہے

س......اپنے عزیزوں کی قبر پر پانی ڈالنا، پھول ڈالنا، آٹا ڈالنا اور اگربتی جلانا صحیح ہے یا نہیں؟

ج......دفن کے بعد پانی چھڑک دینا جائز ہے، پھول ڈالنا خلافِ سنت ہے، آٹا ڈالنا مہمل بات ہے اور اگربتی جلانا مکروہ و ممنوع ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنے کے بارے میں شاہ تراب الحق کا مؤقف

گزشتہ جمعہ ۱۲؍دسمبر روزنامہ جنگ میں سوالات و جوابات کے کالم میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے قبروں پر پھول ڈالنے کو خلافِ سنت قرار دیا ہے۔ بحیثیت ایک سنی مذہبی خیالات رکھنے کے پیشِ نظر ہمارا فرض ہے کہ ہم صحیح مسئلہ کی نشاندہی کریں۔ واضح ہو کہ قبر پر پھول ڈالنا قطعی خلافِ سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں قبروں پر عذاب ہو رہا ہے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لی اور اس کو چیر کر دونوں قبروں پر ایک ایک گاڑ دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تک یہ تر رہیں گی، ان پر عذاب میں کمی رہے گی۔ (مشکوٰۃ شریف باب آداب الخلاء فصل اول) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس حدیث سے ایک جماعت نے دلیل پکڑی ہے کہ قبروں پر سبزی پھول اور خوشبو ڈالنے کا جواز ہے۔ ملا علی قاری نے مرقات میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ نیز علامہ عبدالغنی نابلسیؒ نے بھی ''کشف النور'' میں اس کی تصریح فرمائی۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں صفحہ: ۳۶۴ میں ہے کہ ہمارے بعض متأخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول قبر پر چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے، فقہ حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت جلد پنجم، باب زیارت القبور میں قبروں پر پھول ڈالنے کو اچھا فعل لکھا ہے۔ نیز علامہ شامی نے بھی شامی میں جو فقہ حنفیہ کی معروف کتاب ہے، جلد اول بحث زیارت القبور میں اسے مستحب کہا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنے کو خلافِ سنت کہنا سخت جہالت اور علمِ دین کی کتب احادیث و کتب فقہ سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارے خیال میں روزنامہ جنگ کو اس قسم کی دل

آزاری والی بحث سے بچنا چاہئے اور جواب دینے والوں کو بھی تنبیہ کردینا چاہئے۔

شاہ تراب الحق قادری

مسئلہ کی تحقیق یعنی قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے

س......روزنامہ جنگ ۱۲/دسمبر کی اشاعت میں آپ نے جو ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ: ''قبروں پر پھول چڑھانا خلافِ سنت ہے۔'' ۱۹/دسمبر کی اشاعت میں ایک صاحب شاہ تراب الحق قادری نے آپ کو جاہل اور کتاب وسنت سے بے بہرہ قرار دیتے ہوئے اس کو سنت لکھا ہے، جس سے کافی لوگ تذبذب میں مبتلا ہوگئے ہیں، براہ کرم یہ خلجان دور کیا جائے۔

ج......اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

۱:......''سنت'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو کہتے ہیں۔ خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ و تابعینؒ کے عمل کو بھی سنت کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو عمل خیرالقرون کے بعد ایجاد ہوا ہو وہ سنت نہیں کہلاتا۔ قبروں پر پھول ڈالنا اگر ہمارے دین میں سنت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ اس پر عمل پیرا ہوتے، لیکن پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی خلیفہ راشد، کسی صحابی یا تابعی نے قبروں پر پھول چڑھائے ہوں، اس لئے یہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نہ خلفائے راشدینؓ کی، نہ صحابہؓ کی، نہ تابعینؒ کی۔

۲:......ہمارے دین میں قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے بعد ائمہ مجتہدین کا اجتہاد بھی شرعی حجت ہے، پس جس عمل کو کسی امام مجتہد نے جائز یا مستحسن قرار دیا ہو وہ بھی سنت ہی سے ثابت شدہ چیز سمجھی جائے گی۔ قبروں پر پھول چڑھانے کو کسی امام مجتہد نے بھی مستحب قرار نہیں دیا۔ فقہ حنفی کی تدوین ہمارے امام اعظمؒ اور ان کے عالی مرتبت شاگردوں کے زمانہ سے شروع ہوئی، اور ہمارے ائمہ فقہاء نے تمام سنن وآداب کو ایک ایک کرکے مدون فرمایا، مگر ہمارے پورے فقہی ذخیرہ میں کسی امام کا یہ قول ذکر نہیں کیا گیا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بھی سنت ہے یا مستحب ہے، اور نہ کسی امام وفقیہ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے کسی قبر پر پھول چڑھائے ہوں۔

فہرست

۳:......جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے، تین صدیوں کے بعد سے متأخرین کا دور شروع ہوتا ہے، یہ حضرات خود مجتہد نہیں تھے، بلکہ ائمہ مجتہدین کے مقلد تھے، ان کے استحسان سے کسی فعل کا سنت یا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریفہ میں فتاویٰ غیاثیہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

> ''شیخ امام شہیدؒ نے فرمایا کہ: ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو نہیں لیتے، بلکہ ہم صرف اپنے متقدمین اصحاب کے قول کو لیتے ہیں، کیونکہ کسی علاقہ میں کسی چیز کا رواج ہو جانا اس کے جواز کی دلیل نہیں۔ جواز کی دلیل وہ تعامل ہے جو صدرِ اول (زمانہ خیر القرون) سے چلا آتا ہو، تاکہ یہ دلیل ہو اس بات کی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس عمل پر برقرار رکھا تھا، کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہی تشریح ہوگی، لیکن جو تعامل کہ صدرِ اول سے متواتر چلا نہ آتا ہو تو بعد کے لوگوں کا فعل حجت نہیں، اِلَّا یہ کہ اس پر تمام ملکوں کے تمام انسانوں کا تعامل ہو، یہاں تک کہ اجماع ہو جائے اور اجماع حجت ہے۔ دیکھئے! اگر لوگوں کا تعامل شراب فروش یا سود خوری پر ہو جائے تو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔'' (مکتوب:۵۴ دفتر دوم)

امام شہیدؒ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اگر مشائخ متأخرین نے قبروں پر پھول چڑھانے کے استحسان کا فتویٰ دیا ہوتا تب بھی ہم اس فعل کو ''سنت'' نہیں کہہ سکتے تھے، لیکن ہمارے متأخرین مشائخ میں سے بھی کسی نے کبھی قبروں پر پھول چڑھانے کے جواز یا استحسان کا فتویٰ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مُلّا علی قاریؒ اور علامہ شامیؒ نے متأخرین شافعیہ کا فتویٰ تو نقل کیا ہے (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) مگر انہیں کسی حنفی فقیہ کا متأخرین میں سے کوئی بھی قول نہیں مل سکا۔ اب انصاف کیا جاسکتا ہے کہ جو عمل نہ تو صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، نہ صحابہؓ و تابعینؒ سے، نہ ہمارے ائمہ مجتہدینؒ سے، نہ ہمارے متقدمین و

متأخرین سے، کیا اس کو سنت کہا جاسکتا ہے...؟

۴:...... شاہ صاحب نے مشکوٰۃ آداب الخلاء سے جو حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر شاخیں گاڑی تھیں، اس سے عام قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ حدیث میں صراحت ہے کہ یہ شاخیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں یا گناہگار مسلمانوں کی ایسی قبروں پر گاڑی تھیں جو خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب کا مورد تھیں۔ عام قبروں پر شاخیں گاڑنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا معمول نہیں تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاملہ شاذ و نادر فساق کی مقہور و معذب قبروں کے ساتھ فرمایا، وہی سلوک اولیاء اللہ کی قبورِ طیبہ کے ساتھ روا رکھنا، ان اکابر کی سخت اہانت ہے اور پھر اس کو "سنت" کہنا ستم بالائے ستم ہے۔ سنت تو جب ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ گاروں کی قبروں کے بجائے (جن کا معذب ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحیِ قطعی سے معلوم ہوگیا تھا) اپنے چہیتے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یا اپنے لاڈلے اور محبوب بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ یا کسی اور مقدس صحابیؓ کی قبر سے یہ سلوک فرمایا ہوتا۔

۵:...... پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان قبروں کا معذب ہونا وحیِ قطعی سے معلوم ہوگیا تھا، اور جیسا کہ صحیح مسلم (ج:۲ ص:۴۱۸) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے شفاعت فرمائی تھی اور قبولیتِ شفاعت کی مدت کے لئے بطورِ علامت شاخیں نصب فرمائی تھیں۔ اس لئے اول تو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور اس کا شمار معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا جاتا ہے۔ بالفرض کوئی شخص اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ تسلیم نہ کرے تب بھی اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ جس شخص کو کسی قطعی ذریعہ سے کسی قبر کا معذب و مقہور ہونا معلوم ہوجائے اور وہ شفاعت کی اہلیت بھی رکھتا ہو، وہ بطورِ علامت قبر پر شاخیں نصب کرسکتا ہے، لیکن اس حدیث سے عام قبروں پر شاخیں گاڑنے اور پھول چڑھانے کا سنتِ نبویؐ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس مضمون کا اس حدیث

سے کوئی دور کا تعلق ہے۔ حافظ بدرالدین عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

''اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا، یہ کوئی چیز نہیں (لیس بشئ) سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔'' (ج:۱ ص:۸۷۹)

۶:......شاہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی اشعۃ اللمعات کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''ایک جماعت نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ قبروں پر سبزی اور پھول اور خوشبو ڈالنے کا جواز ہے۔''

کاش! جناب شاہ صاحب یہ بھی لکھ دیتے کہ حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے اس قول کو نقل کرکے آگے اس کو امام خطابیؒ کے قول سے رد بھی کیا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''امام خطابیؒ نے، جو ائمہ علم اور قدوۂ شراحِ حدیث میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی، اور صدرِ اول میں نہیں تھی۔''

(اشعۃ اللمعات ج:۱ ص:۲۰۰)

پس شیخ رحمہ اللہ نے چند مجہول الاسم لوگوں سے جو جواز نقل کیا ہے، اس کو تو نقل کردینا اور ''ائمہ اہل علم وقدوۂ شراحِ حدیث'' کے حوالے سے ''این سخن اصلے ندارد در صدرِ اول نبود'' کہہ کر جو اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے، اس سے چشم پوشی کرلینا، اہل علم کی شان سے نہایت بعید ہے۔

اور پھر حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے ''لمعات التنقیح'' میں حنفیہ کے امام حافظ فضل اللہ تورپشتیؒ سے اسی قول کے بارے میں جو یہ نقل فرمایا ہے:

''قول لا طائل تحته، ولا عبرة به عند اهل العلم.'' (ج:۲ ص:۴۴)

ترجمہ:...... ''یہ ایک بے مغز و بے مقصد قول ہے اور اہل

فہرست

علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔“

کاش! شاہ صاحب اس پر بھی نظر فرمالیتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ حضرت محدث دہلویؒ قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز نہیں نقل کرتے، بلکہ اسے بے اصل بدعت اور بے مقصد اور ناقابلِ اعتبار بات قرار دیتے ہیں۔

۷:......شاہ صاحب نے مُلّا علی قاریؒ کی مرقات کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: ”مزاروں پر پھول ڈالنا سنت ہے۔“ یہاں بھی شاہ صاحب نے شیخ علی قاریؒ کی آگے پیچھے کی عبارت دیکھنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ مُلّا علی قاریؒ نے مزاروں پر پھول چڑھانے کو سنت نہیں کہا، بلکہ امام خطابی شافعیؒ کے مقابلے میں ابنِ حجر شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ: ”ہمارے (شافعیہ کے) بعض متأخرین اصحاب نے اس کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔“ امام خطابیؒ اور امام نوویؒ کے مقابلے میں ان متأخرین شافعیہ کی، جن کا حوالہ ابنِ حجر شافعیؒ نقل کر رہے ہیں، جو قیمت ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں، تاہم یہ شافعیہ کے متأخرین کا قول ہے، ائمہ حنفیہ میں سے کسی نے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا، نہ متقدمین علمائے دین نے اور نہ مُلّا علی قاریؒ نے ہی کسی حنفی کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ متأخرین حنفیہ میں سے امام حافظ فضل اللہ تورپشتیؒ کا قول اوپر گزرچکا ہے کہ یہ بے مغز بات ہے اور یہ کہ اہلِ علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز علامہ عینیؒ کا قول گزرچکا ہے کہ قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا کوئی سنت نہیں۔

۸:......شاہ صاحب نے ایک حوالہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح سے نقل کیا ہے، علامہ طحطاویؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ”فی شرح المشکاة“ کہہ کر مُلّا علی قاریؒ کے حوالے سے لکھا ہے، اس لئے اس کو مستقل حوالہ کہنا ہی غلط ہے، البتہ اس میں یہ تصرف ضرور کردیا گیا ہے کہ شرح مشکوٰۃ میں ابنِ حجرؒ سے بعض متأخرین اصحابِ شافعیہ کا قول نقل کیا ہے، جسے شاہ صاحب کے حوالے میں ”اسے ہمارے بعض متأخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا“ کہہ کر اسے متأخرین حنفیہ کی طرف منسوب کردیا گیا، گویا شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے کچھ کا کچھ بنادیا ہے۔

۹:......شاہ صاحب نے ایک حوالہ علامہ شامیؒ کی ردالمحتار سے نقل کیا ہے کہ

انہوں نے اس کو مستحب لکھا ہے۔ یہاں بھی شاہ صاحب نے نقل میں افسوس ناک تساہل پسندی سے کام لیا ہے۔

علامہ شامیؒ نے ایک مسئلہ کے ضمن میں حدیث جرید نقل کر کے لکھا ہے کہ:

"اس مسئلہ سے اور اس حدیث سے قبر پر شاخ رکھنے کا استحباب بطورِ اتباع کے اخذ کیا جاتا ہے اور اس پر قیاس کیا جاتا ہے آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کو، جس کی ہمارے زمانے میں عادت ہوگئی ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور یہ اولیٰ ہے بہ نسبت بعض مالکیہ کے قول کے، کہ ان قبروں سے عذاب کی تخفیف بہ برکت دستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے، پس اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔"

علامہ شامیؒ کی اس عبارت میں قبروں پر پھول ڈالنے کا استحباب کہیں ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ بطورِ اتباع کھجور کی شاخ گاڑنے کا استحباب اخذ کیا گیا ہے، اور آس وغیرہ کی شاخیں گاڑنے کو اس پر قیاس کیا گیا ہے، اور اس کی علت بھی وہی ذکر کی ہے، جو امام تورپشتیؒ کے بقول "لا طائل اور اہلِ علم کے نزدیک غیر معتبر ہے۔" پس جبکہ ہمارے ائمہ اس علت کو ردّ کر چکے ہیں تو اس پر قیاس کرنا بھی مردود ہوگا۔

علامہ شامیؒ نے بھی بعض شافعیہ کے فتوے کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ائمہ احناف میں سے کسی کا فتویٰ علامہ شامیؒ کو بھی نہیں مل سکا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ائمہ کے فتوے کے خلاف ایک غیر معتبر اور بے اثر تعلل پر قیاس کرنا کس حد تک معتبر ہوگا۔

ایک حوالہ شاہ صاحب نے شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کا نقل کیا ہے۔ ان کا رسالہ "کشف النور" اس ناکارہ کے سامنے نہیں کہ اس کے سیاق و سباق پر غور کیا جاتا، مگر اتنی بات واضح ہے کہ علامہ شامیؒ ہوں یا شیخ عبدالغنی نابلسیؒ، یا بارہویں تیرہویں صدی کے بزرگ، یہ سب کے سب ہماری طرح مقلد ہیں، اور مقلد کا کام اپنے امام متبوع کی تقلید کرنا ہے، پس اگر

علامہ شامیؒ، شیخ عبدالغنی نابلسیؒ یا کوئی اور بزرگ ہمارے ائمہ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں تو سر آنکھوں پر، ورنہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ میں یہی عرض کیا جاسکتا ہے:

''اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ معتبر است، نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری۔'' (دفتر اول مکتوب:۲۶۶)

ترجمہ:...... ''یہاں امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے، نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل۔''

۱۰:...... جناب شاہ صاحب نے اس ناکارہ کی جانب جو الفاظ منسوب فرمائے ہیں، یہ ناکارہ ان سے بدمزہ نہیں، بقول عارف:

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

غالباً سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی یہ بہت ہلکی سزا ہے جو شاہ صاحب نے اس ناکارہ کو دی ہے۔ اس جرمِ عظیم کی سزا کم از کم اتنی تو ہوتی کہ یہ ناکارہ بارگاہِ معلیٰ میں عرض کرسکتا:

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

بہرحال اس ناکارہ کو تو اپنے جہل در جہل کا اقرار و اعتراف ہے، اور ''بترزانم کہ گوئی'' پر پورا وثوق و اعتماد۔ اس لئے یہ ناکارہ جناب شاہ صاحب کی قند و شکر سے بدمزہ ہو تو کیوں ہو؟ لیکن بہ ادب ان سے یہ عرض کرسکتا ہوں کہ اس ناکارہ نے تو بہت ہی محتاط الفاظ میں اس کو ''خلافِ سنت'' کہا تھا (جس میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونے کے باوجود جواز یا استحسان کی گنجائش پھر بھی باقی رہ جاتی تھی)، اس پر تو جناب شاہ صاحب کی بارگاہ سے جہالت اور نابلد ہونے کا صلہ اس ہیچ مدان کو عطا کیا گیا، لیکن امام خطابیؒ، امام نوویؒ، امام تورپشتیؒ، امام عینیؒ، جنھوں نے اس کو بے اصل، منکر، لاطائل، غیر معتبر عند اہل العلم اور لیس بشیٴ فرمایا ہے، ان کے الفاظ تو اس ناکارہ کے الفاظ کی نسبت بہت ہی سخت

فہرست

ہیں۔سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب کی بارگاہ سے ان حضرات کو کس انعام سے نوازا جائے گا؟ اور پھر شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ جوان بزرگوں کو ''ائمہ اہل علم وقدوۂ شراحِ حدیث'' کہہ کر خراج تحسین پیش کررہے ہیں اوران کی توثیق وتائید فرماتے ہیں، ان کو کس خطاب سے نوازا جائے گا؟ کیا خیال ہے ان حضرات کو ''علم دین کی کتب احادیث وفقہ'' کی کچھ خبر تھی، یا یہ بھی شاہ صاحب کے بقول ''سخت جہالت میں مبتلا'' تھے؟

۱۱:...... اس بحث کو ختم کرتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ جناب شاہ صاحب کی خدمت میں دو بزرگوں کی عبارت ہدیہ کروں، جن سے ان تمام خلافِ سنت امور کا حال واضح ہوجائے گا، جن میں ہم مبتلا ہیں۔

پہلی عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ہے، وہ ''شرح سفرالسعادۃ'' میں لکھتے ہیں:

''بہت سے اعمال وافعال اور طریقے جو سلف صالحین کے زمانہ میں مکروہ وناپسندیدہ تھے وہ آخری زمانہ میں مستحسن ہوگئے ہیں۔ اور اگر جہال عوام کوئی کام کرتے ہیں تو یقین رکھنا چاہئے کہ بزرگوں کی ارواحِ طیبہ اس سے خوش نہیں ہوں گی، اوران کے کمال ودیانت اورنورانیت کی بارگاہ ان سے پاک اورمنزہ ہے۔'' (ص:۲۷۲)

اورحضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب تک آدمی بدعتِ حسنہ سے بھی، بدعتِ سیئہ کی طرح احتراز نہ کرے، اس دولت (اتباعِ سنت) کی بُو بھی اس کے مشامِ جان تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور یہ بات آج بہت ہی دشوار ہے، کیونکہ پورا عالم دریائے بدعت میں غرق ہوچکا ہے، اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔ کس کی مجال ہے کہ کسی بدعت کے اٹھانے میں دم مارے، اور سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے

فہرست

اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعات پھیل جاتی ہیں تو مخلوق کا تعامل جان کر ان کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دے ڈالتے ہیں اور بدعت کی طرف لوگوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔'' (دفتر دوم مکتوب:۵۴)

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو اتباعِ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق عطا فرمائے۔

قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے، ''مسئلہ کی تحقیق''

روزنامہ جنگ ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۰ء کے اسلامی صفحہ میں راقم الحروف نے ایک سوال کے جواب میں قبروں پر پھول چڑھانے کو ''خلافِ سنت'' لکھا تھا، توقع نہ تھی کہ کوئی صاحب جو ''سنت'' کے مفہوم سے آشنا ہوں، اس کی تردید کی زحمت فرمائیں گے، مگر افسوس کہ شاہ تراب الحق صاحب نے اس کو اپنے معتقدات کے خلاف سمجھا اور ۱۹؍دسمبر کے جمعہ ایڈیشن میں اس کی پُرجوش تردید فرمائی، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ پر دلائل کی روشنی میں غور کیا جائے، چنانچہ راقم الحروف نے ۲؍جنوری ۱۹۸۱ء کے جمعہ ایڈیشن میں ''مسئلہ کی تحقیق'' کے عنوان سے اس مسئلہ پر طرفین کے دلائل کا جائزہ پیش کیا، جناب شاہ تراب الحق صاحب نے ۱۶؍جنوری کی اشاعت میں ''مسئلہ کی تحقیق کا جواب'' پھر رقم فرمایا ہے، جہاں تک مسئلہ کی تحقیق کا تعلق ہے بحمداللہ! میری سابق تحریر ہی اس کے لئے کافی وشافی ہے۔

تاہم شاہ صاحب نے جو نئے نکات اٹھائے ہیں، ذیل میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

ا:...... لفظ ''سنت'' کی وضاحت پہلے بھی کرچکا ہوں، مگر شاہ صاحب نے اس اصطلاح کی اہمیت پر توجہ نہیں فرمائی۔ اس لئے اتنی بات مزید عرض کردینا مناسب ہے کہ جب ہم کسی چیز کو سنت کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتے ہیں۔ کسی ایسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے منسوب کرنا جائز نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہو، نہ صحابہؓ وتابعینؒ نے، جو اتباعِ سنت کے سب سے بڑے عاشق تھے، اس پر عمل کیا ہو، ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں شاہ صاحب بھی یہ ثابت نہیں کرسکے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس قبروں پر پھول چڑھاتے تھے یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اس کی ترغیب دی ہے، یا صحابہؓ وتابعینؒ نے اس پر عمل کیا ہو، یا ائمہ مجتہدینؒ میں سے کسی نے قیاس واجتہاد ہی سے اس کے استحسان کا فتویٰ دیا ہو۔ یہ مسئلہ البتہ متأخرین کے زیرِ بحث آیا ہے اور بعض متأخرین شافعیہ نے حدیث جرید سے اس کا استحسان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، مگر محققین شافعیہ وحنفیہ و مالکیہ نے شد و مد سے ان کے استدلال کی تردید کردی ہے اور اسے بے اصل بدعت اور غیرمعتبر عند اہل العلم قرار دیا ہے، اگر شاہ صاحب بنظرِ انصاف غور فرماتے تو ایسی چیز کو جسے ائمہ محققین بدعت فرما رہے ہیں، ''سنت'' کہنے پر اصرار نہ کرتے کیونکہ ایک خودتراشیدہ بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب کرنا سنگین جرم ہے۔

۲:...... ہمارے شاہ صاحب نہ صرف یہ کہ اسے سنت کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک غلط بات منسوب کر رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ انہوں نے قبروں پر پھول چڑھانے کو عقائد میں شامل فرمالیا ہے، جیسا کہ ان کے اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے:

> ''حقیقتِ حال یہ ہے کہ اخبارات و رسائل میں ایسے استفسارات ومسائل کے جواب دیئے جائیں جس سے دوسروں کے جذبات مجروح نہ ہوں اور ان کے معتقدات کو ٹھیس نہ پہنچے۔''

شاہ صاحب کا مشورہ بجا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کے نزدیک قبروں پر پھول چڑھانا بھی دینِ حنیفی کے معتقدات میں شامل ہے یا اس کو ''خلافِ سنت'' کہنے سے اسلامی عقائد کی نفی ہوجاتی ہے۔ راقم الحروف نے اسلامی عقائد اور ملل ونحل کی جن کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان میں کہیں بھی یہ نظر سے نہیں گزرا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بھی ''اہل سنت والجماعت'' کے معتقدات کا ایک حصہ ہے۔ یہ تو میں شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے نقل کرچکا ہوں کہ: ''ایں سخن اصلے ندارد در صدرِ اول نبود۔'' یعنی اس کی کوئی اصل نہیں، اور صدرِ اول میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ کیا میں شاہ تراب الحق صاحب سے بہ ادب دریافت کرسکتا

ہوں کہ قبروں پر پھول چڑھانا دینِ اسلام کے معتقدات میں کب سے داخل ہوا اور یہ کہ کیا شاہ صاحب کے معتقدات صدرِ اول کے خلاف ہیں کہ جس چیز کا صدرِ اول میں کوئی وجود ہی نہ تھا وہ ماشاء اللہ آج شاہ صاحب کا جزوِ عقیدہ بن چکی ہے؟ قبروں پر پھول چڑھانے کو معتقدات میں داخل کرلینا افسوسناک غلو پسندی ہے اور یہ غلو پسندی بدعت کا خاصہ ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بدعت رفتہ رفتہ "سنت" کی جگہ لیتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر لوگوں کا جزوِ ایمان بن جاتی ہے اور لوگ اس بدعت کو بڑی عقیدت سے اسلام کا عظیم شعار سمجھ کر بجالاتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اس بدعت کے خلاف لب کشائی کرتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص اسلام کی ایک سنت اور ایک عظیم شعار کی مخالفت کر رہا ہے۔ امام دارمیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جو بدعت کی اس نفسیات کی تشریح کرتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

> "اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب فتنۂ بدعت تم کو ڈھانک لے گا؟ بڑے اسی میں بوڑھے ہوجائیں گے اور بچے اسی میں جوان ہوں گے، لوگ اسی فتنہ کو سنت بنالیں گے، اگر اسے چھوڑا جائے تو لوگ کہیں گے سنت چھوڑ دی گئی۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ: اگر اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی تو لوگ کہیں گے کہ سنت تبدیل کی جارہی ہے)۔ عرض کیا گیا کہ: یہ کب ہوگا؟ فرمایا: جب تمہارے علماء جاتے رہیں گے، جہلا کی کثرت ہوجائے گی، حرف خواں زیادہ ہوں گے مگر فقیہ کم، امراء بہت ہوں گے، امانت دار کم، آخرت کے عمل سے دنیا تلاش کی جائے گی اور غیر دین کے لئے فقہ کا علم حاصل کیا جائے گا۔"

(مسند دارمی ص:۳۶، باب تغیر الزمان، مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ)

اس لئے شاہ صاحب اگر قبروں پر پھولوں کو معتقدات میں شامل کرتے ہیں تو یہ وہی غلو پسندی ہے جو بدعت کی خاصیت ہے اور اس کی اصلاح پر شاہ صاحب کا ناراض ہونا

فہرست

وہی بات ہے جس کی نشاندہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے، حسبنا اللہ ونعم الوکیل!

۳:...... مسئلہ کی تحقیق کے آخر میں میں نے شاہ صاحب کو توجہ دلائی تھی کہ قبروں کے پھولوں کو "خلافِ سنت" کہنے کا جرم پہلی بار مجھ سے ہی سرزد نہیں ہوا، مجھ سے پہلے اکابر ائمہ اعلام اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ سخت الفاظ استعمال فرماچکے ہیں، اس لئے شاہ صاحب نے صرف مجھ ہی کو جاہل و نابلد نہیں کہا، بلکہ ان اکابر کے حق میں بھی گستاخی کی ہے۔

حق پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ میرے اس توجہ دلانے پر شاہ صاحب اس گستاخی سے تائب ہوجاتے اور یہ معذرت کرلیتے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ پہلے اکابر بھی اس بدعت کو ردّ کرچکے ہیں۔ لیکن افسوس کہ شاہ صاحب کو اس کی توفیق نہیں ہوئی، البتہ میں نے اپنے الفاظ میں نرمی اور لچک کی جو تشریح بین القوسین کی تھی اس کو غلط معنی پہنا کر مجھ سے سوال کرتے ہیں:

> الف:...... "جب آپ کے نزدیک پھولوں کا ڈالنا جائز یا مستحسن ہے یا اس کے ہونے کی گنجائش ہے تو اس موضوع پر طوفان برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

جنابِ من! اس تشریح میں میں پھولوں کے جواز یا استحسان کا فتویٰ نہیں دے رہا بلکہ اپنے پہلے الفاظ "خلافِ سنت" میں جو نرمی اور لچک تھی اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ کو سمجھانا مقصود تھا کہ آپ بھی اس کو عین "سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" نہیں سمجھتے ہوں گے، زیادہ سے زیادہ اس کے جواز یا استحسان ہی کے قائل ہوں گے، یہ عقیدہ تو آپ کا بھی نہیں ہوگا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبروں پر پھول چڑھایا کرتے تھے، اس لئے آپ میرے الفاظ "خلافِ سنت" میں یہ تاویل کرسکتے تھے کہ گو یہ عمل سنت سے ثابت نہیں، مگر ہم اس کو مستحسن سمجھ کر کرتے ہیں، عین سنت سمجھ کر نہیں، مگر افسوس کہ آپ نے میری محتاط تعبیر کی کوئی قدر نہ کی، بلکہ فوراً اس کی تردید کے لئے کمربستہ ہوگئے اور بجائے علمی دلائل کے تجہیل وتحمیق کا طریقہ اپنایا۔ اب انصاف فرمائیے کہ طوفان کس نے برپا کیا، میں نے یا خود

آنجناب نے؟ اور جو عمل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ سے ثابت نہ ہو، اس کو خلافِ سنت لکھنے کو جناب کا پھلجڑی چھوڑنے سے تعبیر کرنا بھی سوقیانہ اور بازاری زبان ہے، جو اہل علم کو زیب نہیں دیتی۔

اسی ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ب:...... "حیرت کی بات ہے کہ آپ اس امر کو خلافِ سنت قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کو اس میں جائز بلکہ مستحب ہونے کی گنجائش نظر آتی ہے، از راہِ نوازش ایسی کوئی مثال پیش فرمائیں جس میں کسی امر کو باوجود خلافِ سنت ہونے کے مستحب قرار دیا گیا ہو۔"

گویا شاہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں وہ مستحب تو کیا جائز بھی نہیں۔ اس لئے وہ مجھ سے اس کی مثال طلب فرماتے ہیں۔ جناب شاہ صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو خلافِ سنت ہونے کے باوجود جائز ہیں۔ مثلاً ترکی ٹوپی یا جناح کیپ سنت نہیں مگر جائز ہے، اور نماز کی نیت زبان سے کرنا خلافِ سنت ہے، مگر فقہاء نے اس کو مستحسن فرمایا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اسی کو سنت کہنے لگے تو غلط ہوگا۔

۴:...... آفتابِ سنت کے آگے بدعت کا چراغ بے نور ہو جاتا ہے، شاہ صاحب قبروں کے پھولوں کا کوئی ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ کے عمل سے پیش نہیں کر سکے، اور نہ میرے ان دلائل کا ان سے کوئی جواب بن پڑا جو میں نے اکابر ائمہ سے اس کے بدعت ہونے پر نقل کئے تھے، اس لئے شاہ صاحب نے اس ناکارہ کی "کتاب فہمی" کی بحث شروع کر دی۔ علامہ عینیؒ کی ایک سطر کا جو ترجمہ میں نے نقل کیا تھا، شاہ صاحب اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"راقم الحروف (شاہ صاحب) اہل علم کے سامنے اصل عربی عبارت پیش کر رہا ہے اور انصاف کا طالب ہے کہ لدھیانوی

صاحب نے اس عبارت کا مفہوم صحیح پیش کیا ہے بلکہ ترجمہ بھی درست کیا ہے یا نہیں؟''

شاہ صاحب اپنے قارئین کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ ایک ایسا اناڑی آدمی جو عربی کی معمولی عبارت کا مفہوم تک نہیں سمجھتا، بلکہ ایک سطری عبارت کا ترجمہ تک صحیح نہیں کرسکتا، اس نے بڑے بڑے اکابر کی جو عبارتیں قبروں پر پھول ڈالنے کے خلافِ سنت ہونے پر نقل کی ہیں، ان کا کیا اعتبار ہے؟

راقم الحروف کو علم کا دعویٰ ہے نہ کتاب فہمی کا، معمولی طالب ہے، اور طالب علموں کی صفِ نعال میں جگہ مل جانے کو فخر وسعادت سمجھتا ہے:

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

مگر شاہ صاحب نے اصل موضوع سے ہٹ کر بلاوجہ ''کتاب فہمی'' کی بحث شروع کردی ہے، اس لئے چند امور پیش خدمت ہیں:

اول:......شاہ صاحب کو شکایت ہے کہ میں نے علامہ عینیؒ کی عبارت کا نہ مفہوم سمجھا، نہ ترجمہ صحیح کیا ہے۔ میں اپنا اور شاہ صاحب کا ترجمہ دونوں نقل کئے دیتا ہوں، ناظرین دونوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیں کہ میرے ترجمہ میں کیا سقم تھا۔

شاہ صاحب کا ترجمہ:

''اور اسی طرح (اس کا بھی انکار کیا ہے) جو اکثر لوگ کرتے ہیں۔یعنی تر اشیاء مثلاً پھول اور سبزیاں وغیرہ قبروں پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں اور بے شک سنت گاڑنا ہے۔''

راقم الحروف کا ترجمہ:

''اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں، یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا، یہ کوئی چیز نہیں (لیس بشیٔ) سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔''

فہرست

اس امر سے قطع نظر کہ ان دونوں ترجموں میں سے کون سا سلیس ہے اور کس میں گنجلک ہے؟ کون سا اصل عربی عبارت کے قریب تر ہے اور کون سا نہیں؟ آخر دونوں کے مفہوم میں بنیادی فرق کیا ہے؟ دونوں سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ شاخ کا گاڑنا تو سنت ہے مگر پھول اور سبزہ وغیرہ ڈالنا کوئی سنت نہیں، اس ہیچ مدان کے ترجمہ میں شاہ صاحب کو کیا سقم نظر آیا؟ جس کے لئے وہ اہل علم سے انصاف طلبی فرماتے ہیں۔

دوم:......اس عبارت کے آخری جملہ "وانما السنة الغرز" کا ترجمہ موصوف نے یہ فرمایا: "اور بے شک سنت گاڑنا ہے۔" حالانکہ عربی کے طالب علم جانتے ہیں کہ "انما" کا لفظ حصر کے لئے ہے، جو بیک وقت ایک شے کی نفی اور دوسری شے کے اثبات کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی حصر کے اظہار کے لئے راقم الحروف نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ: "سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔" جس کا مطلب یہ ہے کہ پھول اور سبزہ وغیرہ تر اشیاء ڈالنا کوئی سنت نہیں، صرف شاخ کا گاڑنا سنت ہے۔ لیکن شاہ صاحب "انما" کا ترجمہ "بے شک" فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ! اور لطف یہ کہ الٹا راقم الحروف کو ڈانٹتے ہیں کہ تو نے ترجمہ غلط کیا ہے۔

سوم:......جس عبارت کا میں نے ترجمہ نقل کیا تھا، شاہ صاحب نے اس کے ماقبل و مابعد کی عبارت بھی نقل فرمادی۔ حالانکہ اس کو "قبروں پر پھول" کے زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن ان سے افسوسناک تسامح یہ ہوا کہ انہوں نے "وکذالک ما یفعله اکثر الناس" سے لے کر آخر عبارت "فافهم" تک کو امام خطابیؒ کی عبارت سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہ امام خطابیؒ کی عبارت نہیں، بلکہ علامہ عینیؒ کی عبارت ہے۔ امام خطابیؒ کا حوالہ انہوں نے صرف "وضع الیابس الجرید" کے لئے دیا ہے۔ حدیث کے کسی طالب علم کے سامنے یہ عبارت رکھ دیجئے اس کا فیصلہ یہی ہوگا کیونکہ اول تو ہر مصنف کا طرزِ نگارش ممتاز ہوتا ہے، امام خطابیؒ جو چوتھی صدی کے شخص ہیں ان کا یہ طرزِ تحریر ہی نہیں، بلکہ صاف طور پر یہ علامہ عینیؒ کا اندازِ نگارش ہے۔ علاوہ ازیں امام خطابیؒ کی معالم السنن موجود ہے، جن جن حضرات نے امام خطابیؒ کا حوالہ دیا ہے وہ "معالم" ہی سے دیا ہے، شاہ صاحب تھوڑی سی زحمت اس کے دیکھنے کی فرمالیتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ امام خطابیؒ نے کیا لکھا ہے اور

فہرست

حافظ عینیؒ نے ان کا حوالہ کس حد تک دیا ہے؟ ان تمام امور سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر ”وکذالک ما یفعله اکثر الناس ...... الخ.“ کی عبارت کو ”انکر الخطابی“ کے تحت داخل کیا جائے (جیسا کہ شاہ صاحب کو خوش فہمی ہوئی ہے) تو عبارت قطعی بے جوڑ بن جاتی ہے، شاہ صاحب ذرا مبتدا و خبر کی رعایت رکھ کر اس عبارت پر ایک بار پھر غور فرمالیں اور حدیث کے کسی طالب علم سے بھی استصواب فرمالیں۔

چہارم:...... یہ تو شاہ صاحب کے جائزہ کتاب فہمی کی بحث تھی، اب ذرا ان کے ”صحیح ترجمہ“ پر بھی غور فرمالیا جائے۔

حافظ عینیؒ کی عبارت ہے:

”ومنها انه قیل هل للجرید معنی یخصه فی الغرز علی القبر لتخفیف العذاب؟ والجواب انه لا معنی یخصه بل المقصود ان یکون ما فیه رطوبة من ای شجر کان ولهذا انکر الخطابی ومن تبعه وضع الیاس الجرید.“

شاہ صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

”اس حدیث سے متعلق مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ تخفیفِ عذاب کے لئے قبر پر خصوصی طور پر شاخ ہی کا گاڑنا ہے؟

تو جواب یہ ہے کہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت ہو مقصود ہے۔ خطابیؒ اور ان کے متبعین نے خشک شاخ کے قبر پر رکھنے کا انکار کیا ہے...... الخ۔“

شاہ صاحب کا یہ ترجمہ کس قدر پُرلطف ہے؟ اس کا اصل ذائقہ تو عربی دان ہی اٹھا سکتے ہیں! تاہم چند لطیفوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

الف:...... علامہ عینیؒ نے اس حدیث سے متعلقہ احکام و مسائل ص:۸۷۴ سے ص:۸۷۷ تک ”بیان استنباط الاحکام“ کے عنوان سے بیان فرمائے ہیں، اور

ص:۸۷۷ سے ص:۸۷۹ تک "الاسئلة والاجوبة" کا عنوان قائم کرکے اس حدیث سے متعلق چند سوال و جواب ذکر کئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک سوال و جواب وہ ہے جو شاہ صاحب نے نقل کیا ہے۔ آپ "منها" کا ترجمہ فرماتے ہیں: "اس حدیث سے متعلقہ مسائل میں سے یہ بھی ہے۔" شاہ صاحب غور فرمائیں کہ کیا یہاں "حدیث کے مسائل" ذکر کئے جارہے ہیں...؟

ب:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معذب قبروں پر "جرید" نصب فرمائی تھی، اور "جرید" شاخِ خرما کو کہا جاتا ہے۔ علامہ عینیؒ نے جو سوال اٹھایا وہ یہ تھا کہ کیا شاخِ کھجور میں کوئی ایسی خصوصیت ہے جو دفع عذاب کے لئے مفید ہے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نصب فرمایا؟ یا یہ مقصود ہر درخت کی شاخ سے حاصل ہوسکتا تھا؟ علامہ عینیؒ جواب دیتے ہیں کہ: نہیں! شاخِ کھجور کی کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ تر شاخ ہو، خواہ کسی درخت کی ہو۔ یہ تو تھا علامہ عینیؒ کا سوال و جواب، ہمارے شاہ صاحب نے سوال و جواب کا مدعا نہیں سمجھا، اس لئے شاہ صاحب سوال و جواب کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

> "بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ تخفیفِ عذاب کے لئے قبر پر خصوصی طور پر شاخ ہی کا گاڑنا ہے؟
> تو جواب یہ ہے کہ شاخ میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت ہو، مقصود ہے۔"

اگر شاہ صاحب نے مجمع البحار یا لغتِ حدیث کی کسی اور کتاب میں "جرید" کا ترجمہ دیکھ لیا ہوتا یا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شرح مشکوٰۃ سے اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیا ہوتا تو ان کو علامہ عینیؒ کے سوال و جواب کے سمجھنے میں الجھن پیش نہ آتی، اور وہ یہ ترجمہ نہ فرماتے۔

اور اگر شدتِ مصروفیت کی بنا پر انہیں کتابوں کی مراجعت کا موقع نہیں ملا تو کم از کم اتنی بات پر تو غور فرمالیتے کہ اگر علامہ عینیؒ کا مدعا یہ ہوتا کہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر رطوبت والی چیز سے یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے تو اگلے ہی سانس میں وہ پھول وغیرہ

ڈالنے کو ”لیس بشیٔ“ کہہ کر اس کی نفی کیوں کرتے؟ ترجمہ کرتے ہوئے تو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ علامہؒ کے یہ دونوں جملے آپس میں ٹکرا کیوں رہے ہیں؟

ج:...... چونکہ شاہ صاحب کے خیالِ مبارک میں علامہ عینیؒ شاخ کی خصوصیت کی نفی کرکے ہر رطوبت والی چیز کو مقصود قرار دے رہے ہیں، اس لئے انہوں نے علامہؒ کی عبارت سے ”من ای شجر کان“ کا ترجمہ ہی غائب کردیا۔

د:...... پھر علامہ عینیؒ نے ”ولھذا انکر الخطابی“ کہہ کر اپنے سوال و جواب پر تفریع پیش کی تھی، شاہ صاحب نے ”لھذا“ کا ترجمہ بھی حذف کردیا، جس سے اس جملہ کا ربط ہی ماقبل سے کٹ گیا۔

ہ:...... ”وکذالک ما یفعلہ اکثر الناس“ سے علامہ عینیؒ نے اس سوال و جواب کی دوسری تفریع ذکر فرمائی تھی، ہمارے شاہ صاحب نے اسے امام خطابیؒ کے انکار کے تحت درج کرکے ترجمہ یوں کردیا: ”اور اسی طرح اس کا بھی انکار کیا ہے جو اکثر لوگ کرتے ہیں۔“ اس ترجمہ میں ”اس کا بھی انکار کیا ہے“ کے الفاظ شاہ صاحب کا خود اپنا اضافہ ہے۔

و:...... علامہ عینیؒ نے قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کو ”لیس بشیٔ“ (یہ کوئی چیز نہیں) کہہ کر فرمایا تھا: ”انما السنۃ الغرز“ یعنی سنت صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔“ اس پر ایک اعتراض ہوسکتا تھا، اس کا جواب دے کر اس کے آخر میں فرماتے ہیں: ”فافھم“ جس میں اشارہ تھا کہ اس جواب پر مزید سوال و جواب کی گنجائش ہے۔ مگر ہمارے شاہ صاحب چونکہ یہ سب کچھ امام خطابیؒ کے نام منسوب فرما رہے ہیں، اس لئے وہ بڑے جوش سے فرماتے ہیں:

> ”پھر بے چارے خطابی نے بحث کے اختتام پر ”فافھم“ کے لفظ کا اضافہ بھی کیا مگر افسوس کہ مولانا صاحب موصوف نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔“

یہ ناکارہ، جناب شاہ صاحب کے توجہ دلانے پر متشکر ہے، کاش! شاہ صاحب خود بھی توجہ کی زحمت فرمائیں کہ وہ کیا سے کیا سمجھ اور لکھ رہے ہیں۔

شاید علامہ عینیؒ کا یہ ''فافہم'' بھی الہامی تھا، حق تعالیٰ شانہ کو معلوم تھا کہ علامہ عینیؒ کے ۵۴۵ سال بعد ہمارے شاہ صاحب، علامہؒ کی اس عبارت کا ترجمہ فرمائیں گے، اس لئے ان سے ''فـافـهـم'' کا لفظ لکھوادیا، تاکہ شاہ صاحب، علامہؒ کی اس وصیت کو پیشِ نظر رکھیں اور ان کی عبارت کا ترجمہ ذرا سوچ سمجھ کر کریں۔

پنجم:...... ''کتاب فہمی'' اور ''صحیح ترجمہ'' کے بعد اب شاہ صاحب کے طریق استدلال پر بھی نظر ڈال لی جائے، موصوف نے علامہ عینیؒ کی مندرجہ بالا عبارت سے چند فوائد اس تمہید کے ساتھ اخذ کئے ہیں:

> ''مذکورہ بالا ترجمہ سے لدھیانوی صاحب کی کتاب فہمی اور طریق استدلال کا اندازہ ہوجائے گا۔ لیکن ناظرین کے لئے چند امور درج ذیل ہیں۔''

ا:...... شاہ صاحب نمبر:ا کے تحت لکھتے ہیں:

> ''شاخ لگانا ہی مسنون نہیں اس چیز کو تر ہونا چاہئے۔ لہٰذا خشک چیز کا لگانا مسنون نہیں، البتہ شاخیں سبز اور پھول تر ہونے کے باعث مسنون ہیں۔''

پھول ڈالنے کا مسنون ہونا علامہ عینیؒ کی عبارت سے اخذ کیا جارہا ہے، جبکہ ان کی عبارت کا ترجمہ خود شاہ صاحب نے یہ کیا ہے:

> ''اور اسی طرح اس کا بھی انکار کیا ہے جو اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی تر اشیاء مثلاً پھول اور سبزیاں وغیرہ قبروں پر ڈال دیتے ہیں یہ کچھ نہیں اور بے شک سنت گاڑنا ہے۔''

پھول اور سبزہ وغیرہ تر اشیاء قبر پر ڈالنے کو علامہ عینیؒ خلافِ سنت اور لیس بشیٔ فرماتے ہیں، لیکن شاہ صاحب کا اچھوتا طریق استدلال اس عبارت سے پھولوں کا مسنون ہونا نکال لیتا ہے۔ شاید شاہ صاحب کی اصطلاح میں ''لیس بشیٔ'' (کچھ نہیں، کوئی چیز نہیں) کے معنی ہیں: ''مسنون چیز''۔

۲:......شاہ صاحب کا فائدہ نمبر:۲اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ:

"وضع یعنی ڈالنا مسنون نہیں بلکہ غرز یعنی گاڑنا مسنون ہے، اور خطابی نے انکار پھولوں اور سبزیوں کے ڈالنے کا کیا ہے نہ کہ گاڑنے کا جیسا کہ اگلی عبارتوں سے ظاہر ہے، اس طرح دو بنیادی اشیاء مسنون ہیں ایک تو رطب ہونا دوسرے غرز۔"

شاہ صاحب کی پریشانی یہ ہے کہ علامہ عینیؒ (اور شاہ صاحب کے بقول امام خطابیؒ) تو پھولوں کے ڈالنے کو لیس بشیٔ اور غیرمسنون فرما رہے ہیں، اور شاہ صاحب کو بہرحال پھولوں کا مسنون ہونا ثابت کرنا ہے، اس لئے اپنے مخصوص اندازِ استدلال سے ان کے قول کی کیا خوبصورت تاویل فرماتے ہیں کہ خطابیؒ کے بقول پھولوں کا ڈالنا تو مسنون نہیں، ہاں! ان کا گاڑنا ان کے نزدیک بھی مسنون ہے۔ اللہ الصمد!

شاہ صاحب نے کرنے کو تو تاویل کردی لیکن اول تو یہ نہیں سوچا کہ ہماری بحث بھی تو پھولوں کے ڈالنے ہی سے متعلق ہے، اور اس کا غیرمسنون ہونا جناب نے خود ہی رقم فرمادیا، پس اگر اس ناکارہ نے قبر پر پھول ڈالنے کو خلافِ سنت کہا تھا تو کیا جرم کیا...؟

پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ جو حضرات اولیاء اللہ کے مزارات پر پھول ڈال کر آتے ہیں، وہ تو آپ کے ارشاد کے مطابق بھی خلافِ سنت فعل ہی کرتے ہیں، کیونکہ سنت ہونے کے لئے آپ نے دو بنیادی شرطیں تجویز فرمائی ہیں، ایک اس چیز کا رطب یعنی تر ہونا، اور دوسرے اس کا گاڑنا، نہ کہ ڈالنا۔

پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ قبر پر گاڑی تو شاخ جاتی ہے، پھولوں اور سبزیوں کو قبر پر کون گاڑا کرتا ہے؟ ان کو تو لوگ بس ڈالا ہی کرتے ہیں، پس جب پھولوں کا گاڑنا عادۃً ممکن ہی نہیں اور نہ کوئی ان کو گاڑتا ہے اور خود ہی شاہ صاحب بھی لکھ رہے ہیں کہ کسی چیز کا قبر پر گاڑنا سنت ہے، ڈالنا سنت نہیں تو جناب کے اس فقرے کا آخر کیا مطلب ہوگا کہ:

"خطابی نے انکار پھولوں اور سبزیوں کے ڈالنے کا کیا ہے نہ کہ گاڑنے کا۔"
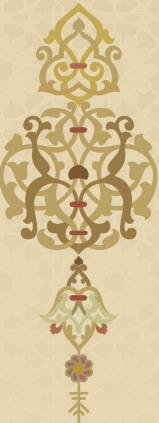
کیا کسی ملک میں شاہ صاحب نے قبروں پر پھولوں کے گاڑنے کا دستور دیکھا سنا بھی ہے؟ اور کیا یہ ممکن بھی ہے؟ اگر نہیں تو بار بار غور فرمائیے کہ آخر آپ کا یہ فقرہ کوئی مفہوم محصل رکھتا ہے؟

پھر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شاہ صاحب یہ ساری باتیں امام خطابیؒ سے زبردستی منسوب کررہے ہیں، ورنہ امام خطابیؒ کی عبارت میں پھولوں کے گاڑنے اور ڈالنے کی "باریک منطق" کا دور دور کہیں پتہ نہیں۔ مناسب ہے کہ یہاں امام خطابیؒ کی اصل عبارت پیش خدمت کروں، شاہ صاحب اس پر غور فرمالیں، حدیث "جرید" کی شرح میں امام خطابیؒ لکھتے ہیں:

"واما غرسه شق العسیب علی القبر وقوله (لعله یخفف عنهما ما لم ییسا) فانه من ناحیة التبرک باثر النبی صلی الله علیه وسلم ودعائه بالتخفیف عنهما وکانه صلی الله علیه وسلم جعل مدة بقاء النداوة فیهما حدا لما وقعت به المسئلة من تخفیف العذاب عنهما ولیس ذالک من اجل ان فی الجرید الرطب معنی لیس فی الیابس والعامة فی کثیر من البلدان تفرش الخوص فی قبور موتاهم واراهم ذهبوا الی هذا ولیس لما تعاطوه من ذالک وجه، والله اعلم!" (معالم السنن ج:۱ ص:۱۹، ۲۰)

ترجمہ:...... "رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شاخِ خرما کو چیر کر قبر پر گاڑنا اور یہ فرمانا کہ: "شاید کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔" تو یہ تخفیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر اور آپؐ کی دعائے تخفیف کی برکت کی وجہ سے ہوئی، اور ایسا لگتا ہے کہ آپؐ نے جوان قبروں کے حق میں تخفیفِ عذاب کی دعا کی تھی ان شاخوں میں تری باقی رہنے کی مدت کو اس تخفیف کے لئے حد مقرر کردیا گیا تھا، اور اس تخفیف کی یہ وجہ نہیں تھی کہ کھجور کی تر

شاخ میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو خشک میں نہیں پائی جاتی، اور بہت سے علاقوں کے عوام اپنے مردوں کی قبروں میں کھجور کے پتے بچھا دیتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ اسی کی طرف گئے ہیں (کہ تر چیز میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو تخفیفِ عذاب کے لئے مفید ہے) حالانکہ جو عمل کہ یہ لوگ کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں، واللہ اعلم!“

۳:......شاہ صاحب نے تیسرا افادہ عینیؒ کی عبات سے یہ اخذ کیا ہے:

”قبروں پر پھول ڈالنے کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، بلکہ خطابیؒ کے زمانہ سے چلا آتا ہے، اور یہ بھی نہیں کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہوں بلکہ خطابیؒ کا بیان ہے کہ یہ فعل ”اکثر الناس“ کا ہے۔“

شاہ صاحب اس نکتہ آفرینی سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خطابیؒ کے زمانے سے قبروں پر پھول چڑھانے پر سوادِ اعظم کا اجماع ہے، اور اس ”اجماع“ کے خلاف لب کشائی کرنا گویا الحاد و زندقہ ہے، جس سے سوادِ اعظم کے معتقدات کو ٹھیس پہنچی ہے، مگر قبلہ شاہ صاحب اس نکتہ آفرینی سے پہلے مندرجہ ذیل امور پر غور فرمالیتے تو شاید انہیں اپنے طرزِ استدلال پر افسوس ہوتا۔

اولاً:......وہ جس عبارت پر اپنے اس نکتہ کی بنیاد جما رہے ہیں، وہ امام خطابیؒ کی نہیں بلکہ علامہ عینیؒ کی ہے، اس لئے قبروں پر پھول چڑھانے کو امام خطابیؒ کے زمانہ کے ”اکثر الناس“ کا فعل ثابت کرنا بنا الفاسد علی الفاسد ہے، ہاں! یوں کہئے کہ امام خطابیؒ کے زمانہ کے ”عوام“ مردے کی قبر میں کھجور کے تر پتے بچھایا کرتے تھے، علامہ عینیؒ کے زمانے تک یہ سلسلہ کھجور کے پتوں سے گزر کر پھول چڑھانے تک پہنچ گیا۔

فہرست

ثانیاً:...... جب سے یہ سلسلہ عوام میں شروع ہوا اسی وقت سے علمائے امت نے اس پر نکیر کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ خطابیؒ نے ”اس کی کوئی اصل نہیں“ کہہ کر اس کے بدعت ہونے کا اعلان فرمایا اور علامہ عینیؒ نے ”لیس بشیٴ“ کہہ کر اس کو خلافِ سنت قرار دیا۔ کاش!

کہ جناب شاہ صاحب بھی حضرات علمائے امت کے نقش قدم پر چلتے، اور عوام کے اس فعل کو بے اصل اور خلافِ سنت فرماتے۔ بہرحال اگر جناب شاہ صاحب خطابیؒ یا عینیؒ کے زمانے کے عوام کی تقلید فرمارہے ہیں تو اس ناکارہ کو بحول اللہ وقوتہ اکابر علمائے امت اور ائمہ دین کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت حاصل ہے اور وہ امام خطابیؒ اور علامہ عینیؒ کی طرح اس عامیانہ فعل کے خلافِ سنت ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ جناب شاہ صاحب کو اگر تقلیدِ عوام پر فخر ہے تو یہ ہیچ مدان، ائمہ دین کے اتباع پر نازاں ہے اور اس پر شکر بجالاتا ہے، یہ اپنا اپنا نصیب ہے کسی کے حصے کیا آتا ہے:

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ثالثاً:...... جناب شاہ صاحب نے علامہ عینیؒ کی عبارت خطابیؒ کی طرف منسوب کر کے یہ سراغ تو نکال لیا کہ پھولوں کا چڑھانا خطابیؒ کے زمانہ سے چلا آتا ہے، کاش! وہ کہیں سے یہ بھی ڈھونڈ لاتے کہ چوتھی صدی (خطابیؒ کے زمانہ) کے عوام نے جو بدعتیں ایجاد کی ہوں وہ چودہویں صدی میں نہ صرف "سنت" بن جاتی ہیں بلکہ اہل سنت کے عقائد وشعار میں بھی ان کو جگہ مل جاتی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

جناب شاہ صاحب نے اگر میرا پہلا مضمون پڑھا ہے تو امام شہیدؒ کا ارشاد بھی ان کی نظر سے گزرا ہوگا جو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فتاویٰ غیاثیہ سے نقل کیا ہے کہ متأخرین (جن کا دور چوتھی صدی سے شروع ہوتا ہے) کے استحسان کو ہم نہیں لیتے۔ غور فرمائیے جس دور کے اکابر اہل علم کے استحسان سے بھی کوئی سنت ثابت نہیں ہوتی، شاہ صاحب اس زمانے کے عوام کی ایجاد کردہ بدعات کو "سنت" فرمارہے ہیں اور اصرار کیا جارہا ہے کہ ان بدعات کے بارے میں اس زمانے کے اکابر اہل علم نے خواہ کچھ ہی فرمایا ہو ہمیں اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں، چونکہ صدیوں سے عوام اس بدعت میں ملوث ہیں، لہٰذا اس کو خلافِ سنت کہنا روا نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس "لاجواب منطق" سے شاہ صاحب نے اپنے ضمیر کو کیسے مطمئن کرلیا۔

رابعاً:...... ہمارے شاہ صاحب تو امام خطابیؒ کے زمانے کے عوام کو بطورِ حجت و

دلیل پیش فرما رہے ہیں اور علمائے امت کی نکیر کے علی الرغم ان کے فعل سے سند پکڑ رہے ہیں۔ آیئے! میں آپ کو اس سے بھی دو صدی پہلے کے ”عوام“ کے بارے میں اہل علم کی رائے بتاتا ہوں۔

صاحب درمختار نے باب الاعتکاف سے ذرا پہلے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اکثر عوام جو مُردوں کے نام کی نذر و نیاز مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کی قبور پر روپے پیسے اور شمع، تیل وغیرہ کے چڑھاوے ان کے تقرب کی غرض سے چڑھاتے ہیں، یہ بالاجماع باطل و حرام ہے، اِلَّا یہ کہ فقراء پر صرف کرنے کا قصد کریں۔ اس ضمن میں انہوں نے ہمارے امام محمد بن الحسن الشیبانی مدون مذہب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا ارشاد نقل کیا ہے:

”ولقد قال الامام محمد لو كانت العوام عبيدى لاعتقتهم واسقطت ولائى وذالك لانهم لا يهتدون فالكل بهم يتغيرون.“

ترجمہ:...... ”اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کردیتا اور ان کو آزاد کرنے کی نسبت بھی اپنی طرف نہ کرتا کیونکہ وہ ہدایت نہیں پاتے، اس لئے ہر شخص ان سے عار کرتا ہے۔“

علامہ شامیؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”اہل فہم پر مخفی نہیں کہ امامؒ کی مراد اس کلام سے عوام کی مذمت کرنا اور اپنی طرف ان کی کسی قسم کی نسبت سے دوری اختیار کرنا ہے، خواہ ولاً (نسبت آزادی) کے ساقط کرنے سے ہو، جو قطعی طور پر ثابت ہے اور اس اظہار برأت کا سبب عوام کا جہل عام ہے، اور ان کا بہت سے احکام کو تبدیل کردینا، اور باطل و حرام چیزوں کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ پس ان کی مثال انعام کی سی ہے کہ اعلام و اکابران سے عار کرتے ہیں، اور ان عظیم شناعتوں سے

برأت کا اظہار کرتے ہیں......‘‘

یہ امام محمدؒ کے زمانے کے عوام ہیں جن کے افعال و بدعات سے امام محمدؒ اور دیگر اعلام واکابر برأت کا اظہار فرماتے ہیں، لیکن اس کے دوصدی بعد کے عوام کی بدعات ہمارے شاہ صاحب کے لئے عین دین بن جاتی ہیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ پھول چڑھانے کا سلسلہ تو امام خطابیؒ کے دور سے چلا آتا ہے، اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ وہی عوام ہیں جن کے جہل عام اور تغیر احکام کی شکوہ سنجی ہمارے اعلام واکابر کرتے چلے آئے ہیں۔

یہ اس ناکارہ کے مضمون پر شاہ صاحب کی تنقیدات کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں، جن سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ شاہ صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات بدعات کی ترویج واشاعت کے لئے کیسی کیسی تاویلات ایجاد فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ سنت کے نور سے ہمارے دل و دماغ اور روح وقلب کو منور فرمائیں اور بدعات کی ظلمت ونحوست سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

آخرت کی جزا وسزا

بروزِ حشر شفاعتِ محمدیؐ کی تفاصیل

س...... بروزِ محشر شفاعتِ امتِ محمدی کی تفاصیل کیا ہیں؟

ج......ان تفصیلات کو قلمبند کرنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے، مختصر یہ ہے کہ شفاعت کی کئی صورتیں ہوں گی۔

اول:......شفاعتِ کبریٰ: یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہونے میں تأخیر ہوجائے گی تو لوگ نہایت پریشان ہوں گے، لوگ کہیں گے کہ چاہے ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے مگر اس پریشانی سے نجات مل جائے، تب لوگ اپنے علماء سے اس مسئلہ کا حل دریافت کریں گے، علماء کرام کی طرف سے فتویٰ دیا جائے گا کہ اس کے لئے کسی نبی کی شفاعت کرائی جائے، لوگ علی الترتیب سیّدنا آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ

السلام اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر یہ سب حضرات معذرت کریں گے اور اپنے بعد والے نبی کا حوالہ دیتے جائیں گے۔

مسند ابوداؤد طیالسی (ص:۳۵۴ مطبوعہ حیدرآباد دکن) کی روایت میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شفاعت کی درخواست کرنے والوں سے فرمائیں گے:

''یہ بتاؤ! اگر کسی برتن پر مہر لگی ہوئی ہو تو جب تک مہر کو نہ کھولا جائے اس برتن کے اندر کی چیز نکالی جاسکتی ہے؟''

وہ عرض کریں گے: نہیں!

آپؑ فرمائیں گے کہ:

''پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج یہاں تشریف فرما ہیں، ان کی خدمت میں حاضری دو۔''

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیں گے، اور پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کریں گے، آپؐ ان کی درخواست قبول فرماکر شفاعت کے لئے ''مقامِ محمود'' پر کھڑے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ آپؐ کی شفاعت قبول فرمائیں گے، یہ شفاعتِ کبریٰ کہلاتی ہے، کیونکہ اس سے تمام امتیں اور تمام اولین وآخرین مستفید ہوں گے اور سب کا حساب شروع ہوجائے گا۔

دوم:...... بعض حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

سوم:...... بعض لوگ جو اپنی بدعملی کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے، ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، یہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے طفیل میں دیگر مقبولانِ الٰہی کو نصیب ہوگی۔

چہارم:...... جو گناہ گار دوزخ میں داخل ہوں گے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات ملائکہ اور اہل ایمان کی شفاعت سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان سب حضرات کی شفاعت کے بعد حق تعالیٰ شانہ تمام اہل لا الٰہ الا

اللہ کو دوزخ سے نکال لیں گے (یہ گویا ارحم الراحمین کی شفاعت ہوگی)، اور دوزخ میں صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔

پنجم:...... بعض حضرات کے لئے جنت میں بلندیٔ درجات کی شفاعت ہوگی۔

ششم:...... بعض کافروں کے لئے دوزخ میں تخفیفِ عذاب کی شفاعت ہوگی۔

ان تمام شفاعتوں کی تفصیلات احادیث شریفہ میں وارد ہیں۔

خدا کے فیصلہ میں شفاعت کا حصہ

س...... اگر شفاعت فیصلے پر اثرانداز نہیں ہوسکتی تو اس کا فائدہ معلوم نہیں اور اگر یہ فیصلے پر اثرانداز ہوتی ہے تو یہ تصرف ہے، اس لئے شفاعت کے بارے میں آپ کا جواب اطمینان بخش نہیں ہے۔

ج...... "اِلَّا بِاِذْنِہٖ" تو قرآن مجید میں ہے، اس لئے شفاعت بالاذن پر ایمان لانا تو واجب ہے، رہا تصرف کا شبہ تو اگر حاکم ہی یہ چاہے کہ اگر اس گناہ گار کی کوئی شفاعت کرے تو اس کو معاف کردیا جائے، گو معاف وہ ازخود بھی کرسکتا ہے، مگر شفاعت میں شفیع کی وجاہت اور حاکم کی عظمت کا اظہار مقصود ہو، تو اس میں اشکال کیا ہے...؟

قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا؟

س...... قیامت کے دن میدانِ حشر میں والدہ کے نام سے پکارا جائے گا یا والد کے نام سے؟

ج...... ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے، لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے، اس کے مقابلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے، جس میں باپ کی نسبت سے پکارے جانے کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے۔

روزِ قیامت لوگ باپ کے نام سے پکارے جائیں گے

س...... روزنامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں "آپ کے مسائل اور ان کا حل" پڑھا، یہ کالم میں عام طور پر باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔

اس کالم کے تحت آپ نے ایک صاحب کے سوال کا جو جواب دیا ہے، میں اس

جواب کی ذرا وضاحت چاہتا ہوں، ان کا سوال تھا: ''کیا قیامت کے روز باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟''

بچپن سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں کہ قیامت کے روز ہر فرد اپنی ماں کے نام سے پکارا جائے گا لیکن آج پہلی دفعہ میں نے آپ کے حوالے سے یہ پڑھا کہ قیامت کے روز افراد باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے۔

آپ کے علم میں ہوگا کہ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے باقاعدہ مراکز ہیں، جہاں عصمت فروشی اور بردہ فروشی کو جائز کاروبار کا درجہ حاصل ہے، اور ایسے مراکز میں ظاہر ہے بچے پیدا ہوں گے، تو ایسے بچوں کے باپ قیامت کے روز کون ہوں گے اور کس ولدیت سے ان کو پکارا جائے گا؟

میرے محدود علم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بطن مریم سے بغیر کسی باپ کے پیدا کیا جو کہ اللہ جل شانہ کی قدرت کا کرشمہ ہے، تو عالی قدر! ذرا یہ بات مجھے سمجھا دیجئے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کو کس ولدیت سے پکارا جائے گا؟

واضح رہے کہ بچپن میں ہم اسی بنا پر یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے کوئی باپ نہیں وہ صرف ماں کی اولاد ہیں، اس لئے قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کی وجہ سے تمام لوگوں کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا۔

حضور والا! میرا اس ناقص ذہن میں آنے والے ان دو سوالوں کا جواب دے کر میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔

ج…… عام شہرت تو اسی کی ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنی ماؤں کی نسبت سے پکارے جائیں گے، لیکن یہ بات نہ تو قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے، نہ کسی قابل اعتماد حدیث میں۔ بلکہ اس کے برعکس صحیح احادیث میں وارد ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے، جیسا کہ پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ جو بچے صحیح النسب نہیں یا کنواری ماؤں سے پیدا ہوتے ہیں، ان کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی ساری قوموں میں بچے کو

فہرست

باپ سے منسوب کیا جاتا ہے اور فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے، مگر یہاں بن باپ کے بچوں سے کبھی کوئی اشکال نہیں ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے بچوں کا نسب ماں سے منسوب کردیا جاتا ہے، اسی طرح قیامت میں بھی ایسے بچوں کو ان کی ماؤں سے منسوب کردیا جائے گا، اور جن بچوں کے نام کی شہرت دنیا میں باپ سے تھی ان کو ان کے اسی مشہور باپ سے منسوب کردیا جائے گا، واللہ اعلم!

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تو دنیا میں بھی ان کی والدہ مقدسہ مریم بتول سے تھی اور ہے، چنانچہ قرآن کریم میں جگہ جگہ ''عیسیٰ بن مریم'' فرمایا گیا ہے، قیامت کے دن بھی ان کی یہی نسبت برقرار رہے گی۔ چنانچہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال و جواب ہوگا، قرآن کریم نے اس کو بھی ذکر کیا ہے، اور ان کو ''عیسیٰ بن مریم'' سے مخاطب فرمایا ہے، اور یہ خصوصیت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے کہ دنیا اور قیامت میں ان کی نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے، اس سے تو اس بات کو اور زیادہ تقویت ملتی ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ماں کے نام سے پکارے جائیں گے باقی کوئی اور ماں کے نام سے نہیں پکارا جائے گا، تاکہ ان کی خصوصیت معلوم ہوسکے۔ بہرحال احادیث نبویہ اور قرآن مجید سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قیامت کے دن افراد کی نسبت والد کی طرف ہوگی۔

مرنے کے بعد اور قیامت کے روز اعمال کا وزن

س...... جناب مفتی صاحب! کیا یہ صحیح ہے کہ روزِ محشر ہمارے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا وزن ہمارے ثواب صغیرہ و کبیرہ سے ہوگا اور جس کا پلہ زیادہ یا کم ہوگا اسی کے مطابق جزا و سزا کے مستحق ہوں گے۔

ج......قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث میں اعمال کا موزون ہونا مذکور ہے۔ اس میزان میں ایمان و کفر کا وزن کیا جائے گا اور پھر خاص مؤمنین کے لئے ایک پلہ میں ان کے حسنات اور دوسرے پلہ میں ان کے سیئات رکھ کر ان اعمال کو وزن ہوگا، جیسا کہ درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور

سیئات غالب ہوئے تو دوزخ، اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اعراف اس کے لئے تجویز ہوگی، پھر خواہ شفاعت سے سزا کے بغیر یا سزا کے بعد مغفرت ہوجائے گی۔

نوٹ:...... جنت اور جہنم کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو جنت و دوزخ دونوں طرف کے حالات دیکھ رہے ہوں گے، وہ جنتیوں کے عیش و آرام کی بہ نسبت جہنم میں، اور جہنمیوں کی بہ نسبت جنت میں ہوں گے، اس مقام پر کن لوگوں کو رکھا جائے گا؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، مگر صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات و سیئات (نیکی اور بدی) کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔

کیا حساب و کتاب کے بعد نبی کی بعثت ہوگی

س...... ٹیلی ویژن کے پروگرام فہم القرآن میں علامہ طالب جوہری نے فرمایا کہ: خداوند تعالیٰ قیامت کے بعد ان غیرمسلموں پر دوبارہ نبی مبعوث فرمائے گا جن تک اسلام نہیں پہنچا تاکہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ انہوں نے روایت کا ذکر کیا مگر تفصیل نہیں بتائی اس طرح تو مثلاً حبشی قوم جن کی زندگی کا پورا حصہ جنگل میں گزرا اور غیرمسلم ہوکر مرے، کیا قیامت کے بعد پھر سے غیرمسلم کے لئے اسلام کی تبلیغ شروع کی جائے گی؟ تو کون سے نبی ہوں گے جو یہ تبلیغ کا کام کریں گے؟

ج...... قیامت میں کسی نبی کے مبعوث کئے جانے کی روایت میرے علم میں نہیں، جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں راجح مسلک یہ ہے کہ اگر وہ توحید کے قائل تھے تو ان کی بخشش ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ اطلاع دینے والے ہیں

س...... عزت و ذلت اور جزا و سزا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ساتھ ہی اپنے کلام پاک میں سورۂ اعراف کے رکوع:۲۳، سورۂ احزاب رکوع:۶ اور سورۂ السبا رکوع:۳ میں حضرت

فہرست

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دینے والا قرار دیا، اس لفظ خوشخبری دینے والے کا کیا مفہوم سمجھا جائے؟ کیا اس میں علمِ غیب پنہاں ہے؟ جہاں اللہ تعالیٰ جزا و سزا کا خود ہی مالک ہے، اس میں رسالت مآب بھی شریک ہیں، جبکہ آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔

ج…… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال پر خوشخبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے نیک جزا کا وعدہ فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ منجانب اللہ جزا و سزا کی اطلاع دینے پر مامور ہیں۔

جرم کی دنیاوی سزا اور آخرت کی سزا

س…… اگر ایک شخص نے قتل کیا ہو اور اس کو دنیا میں پھانسی یا عمر قید کی سزا مل گئی تو کیا قیامت کے دن بھی اس کو سزا ملے گی؟

ج…… آخرت کے عذاب کی معافی توبہ سے ہوتی ہے، پس اگر اس کو اپنے جرم پر پشیمانی لاحق ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگی تو آخرت کی سزا نہیں ملے گی، ورنہ مل سکتی ہے۔ چونکہ ایسا مجرم جسے دنیا میں سزا ملی ہو اکثر اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے اور وہ اس سے توبہ کرتا ہے اس لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: جس شخص کو دنیا میں سزا مل گئی وہ اس کے لئے آخرت کے عذاب سے کفارہ ہے اور جس کو دنیا میں سزا نہیں ملی اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اس کے کرم سے توقع ہے کہ معاف کردے۔

انسان جنتی اپنے اعمال سے بنتا ہے اتفاق اور چیزوں سے نہیں

س…… اگر کوئی رمضان کی چاند رات کو یا پہلے روزے کو انتقال کرے تو کیا وہ جنتی ہے؟ یا غسل کے بعد خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا قبر میں دفن کرنے تک مردے کے سرہانے رہے تو کیا وہ جنتی ہوا؟

ج…… نہیں! جنتی تو آدمی اپنے اعمال سے بنتا ہے، کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ بعض چیزوں کو اچھی علامت کہہ سکتے ہیں۔

کیا تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے؟

س…… ایک شخص نے یہ کہا کہ: کوئی ضروری نہیں کہ قرآن و حدیث کے پابند اشخاص ہی

فہرست

بخشے جائیں گے، بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی۔

ج…… یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی، خالص کفر ہے۔ کیونکہ دیگر مذاہب کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تصریحات موجود ہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی، پس جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے۔

غیر مسلموں کے اچھے اعمال کا بدلہ

س…… اگر کوئی غیر مسلم نیکی کا کوئی کام کرے مثلاً کہیں کنواں کھدوادے یا مخلوقِ خدا سے رحم وشفقت کا برتاؤ کرے، جیسا کہ کچھ عرصہ قبل بھارتی کرکٹر بشن سنگھ بیدی نے ایک مسلمان بچے کے لئے اپنے خون کا عطیہ دیا تھا، تو کیا غیر مسلم کو نیک کام کرنے پر اجر ملے گا؟

ج…… نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے، اور ایمان کے بغیر نیکی ایسی ہے جیسے روح کے بغیر بدن۔ اس لئے اس کو آخرت میں اجر نہیں ملے گا البتہ دنیا میں ایسے اچھے کاموں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔

س…… دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ: غیر مسلم جو اچھے کام کرتے ہیں ان کو قیامت میں ان کا صلہ ملے گا، اور وہ جنت میں جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ غیر مسلم چاہے اہل کتاب کیوں نہ ہوں ان کو نیک کاموں کا صلہ یہاں مل سکتا ہے، قیامت میں نہیں ملے گا، نہ وہ جنت میں جائیں گے جب تک کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے۔

ج…… آپ کی بات صحیح ہے! قرآن مجید میں اور احادیث شریفہ میں بے شمار جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت اہل ایمان کے لئے ہے، اور کفار کے لئے جنت حرام ہے، اور یہ بھی بہت سی جگہ فرمایا گیا ہے کہ نیک اعمال کے قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے، بغیر ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں، نہ اس پر قیامت کے دن کوئی اجر ملے گا۔

س…… تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور امت محمدی سے ہیں، عیسائی یا یہودی لوگ جن پر اللہ کریم نے تورات، انجیل نازل فرمائی ہیں، اگر وہ اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں،

اس کے علاوہ سخاوت، غریبوں کی مدد کرنا، ہسپتال بنانا اور اس کے علاوہ کئی اچھے کام کرتے ہیں جن کی اسلام نے بھی اجازت دی ہے، تو کیا وہ لوگ جنت میں نہیں جاسکتے؟ اللہ کریم غفور رحیم ہے۔

ج...... قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا، اس سے کم درجے کے جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہے معاف کردے گا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اس امت میں جو شخص میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ نجات اور مغفرت کے لئے ایمان شرط ہے، بغیر ایمان کے بخشش نہیں ہوگی۔

گناہ گار مسلمان کی بخشش

س...... مولانا صاحب! کیا گناہ گار مسلمان جس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو، لیکن ساری زندگی گناہوں میں گزاردی وہ آخرت میں اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہوسکے گا یا نہیں؟

ج...... جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا انشاء اللہ اس کی کسی نہ کسی وقت ضرور بخشش ہوگی، لیکن مرنے سے پہلے آدمی کو سچی توبہ کرلینی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تحمل نہیں ہوسکتا، اور بعض گناہ ایسے ہیں جن کی نحوست کی وجہ سے ایمان سلب ہوجاتا ہے (نعوذ باللہ)، اس لئے خاتمہ بالخیر کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، اور اس کے لئے دعائیں بھی کرتے رہنا چاہئیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائیں اور سوءِ خاتمہ سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

گناہ اور ثواب برابر ہونے والے کا انجام

س...... اگر قیامت کے دن انسان کے گناہ اور ثواب برابر ہوں تو کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟

ج...... ایک قول کے مطابق یہ شخص کچھ مدت کے لئے ''اعراف'' میں رہے گا، اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

کیا قطعی گناہ کو گناہ نہ سمجھنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

س…… جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ: ”رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔“ تو کیا ایسے دوزخی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں رہیں گے؟ اسی طرح دوسرے گناہ گار بھی جو اس دنیا میں مختلف گناہوں میں ملوث ہیں، دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یا گناہوں کی سزا مل جانے کے بعد جنت میں داخل کردیئے جائیں گے؟ یا دوزخی کو کبھی جنت نصیب نہ ہوگی؟

ج…… دائمی جہنم تو کفر کی سزا ہے، کفر و شرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں اگر آدمی توبہ کئے بغیر مرجائے تو ان کی مقررہ سزا ملے گی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بھی معاف فرماسکتے ہیں، بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو لیکن یہ یاد رہنا چاہئے کہ گناہ کو گناہ نہ سمجھنے سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اور یہ بہت ہی باریک اور سنگین بات ہے۔ بہت سے سود کھانے والے، رشوت کھانے والے اور داڑھی منڈوانے یا کترانے والے اپنے آپ کو گناہ گار ہی نہیں سمجھتے، خلاصہ یہ ہے کہ جن گناہوں کو آدمی گناہ سمجھ کر کرتا ہو اور اپنے آپ کو گناہ گار اور مجرم تصور کرتا ہو، ان کی معافی تو ہوجائے گی، خواہ سزا کے بعد ہو یا سزا کے بغیر، لیکن جن گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا ان کا معاملہ زیادہ خطرناک ہے۔

گناہ گار مسلمان کو دوزخ کے بعد جنت

س…… جنت کی زندگی دائمی ہے، کیا دوزخ میں ڈالے گئے کلمہ گو کو سزا کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا یا وہ سزا بھی ابدی ہے؟ قرآن و حدیث سے وضاحت فرمائیں۔

ج…… جس شخص کے دل میں ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا ایمان بھی ہوگا، وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا، سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عذابِ الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے

س…… ایک عرض ہے کہ دینی رسالہ بینات خالص دینی ہونا چاہئے، کسی پر اعتراض و تشنیع مجھے پسند نہیں۔ اس سے نفرت کا جذبہ ابھرتا ہے، صدر ضیاء الحق کے بیانات پر اعتراضات

یقیناً عوام میں نفرت پھیلنے کا ذریعہ بنتے ہیں، جس سے مملکت کی بنیادیں کھوکھلی پڑ جانے کا خطرہ ضرور ہے۔ ویسے بھی ملک اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہے، کہیں بھارت آنکھیں دکھا رہا ہے، تو کہیں کارمل انتظامیہ کی شہ پر روس کی آواز سنی جاتی ہے، کہیں خمینی کے اسلامی انقلاب کی آمد آمد کی خبریں سننے میں آجاتی ہیں، کہیں ملک کے ہتھوڑا گروپ، کلہاڑا گروپ وغیرہ کی صدائیں سننے میں آتی ہیں۔ غرض ایسے حالات میں ذرا سی چنگاری ہمارے پاکستان کا شیرازہ بکھیر سکتی ہے، اس صورت میں پھر یہ ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ اس بارے میں اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو نوازش ہوگی۔

ج...... آپ کا یہ ارشاد تو بجا ہے کہ وطنِ عزیز بہت سے اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے، اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ ان حالات میں حکومت سے بے اعتمادی پیدا کرنا قرینِ عقل و دانش نہیں، لیکن آنجناب کو معلوم ہے کہ بینات میں یا راقم الحروف کی کسی اور تحریر میں صدر ضیاء الحق صاحب کے کسی سیاسی فیصلے کے بارے میں کبھی لب کشائی اور حرف زنی نہیں کی گئی:

کارِ مملکت خسرواں دانند!

لیکن جہاں تک دینی غلطیوں کا تعلق ہے، اس پر ٹوکنا نہ صرف یہ کہ اہلِ علم کا فرض ہے (اور مجھے افسوس اور ندامت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ہم یہ فرض ایک فیصد بھی ادا نہیں کر پا رہے) بلکہ یہ خود صدرِ محترم کے حق میں خیر کا باعث ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کو امیر المؤمنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا واقعہ سناتا ہوں، جو حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی قدس سرہٗ نے ”حیاۃ الصحابہ“ میں نقل کیا ہے:

”واخرج الطبرانی وابویعلیٰ عن ابی قبیل عن معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، انه صعد المنبر یوم القمامة فقال عند خطبته: ”انما المال مالنا والفیٔ فیئنا، فمن شئنا اعطیناہ ومن شئنا منعناہ. فلم یجبه احد فلما کان فی الجمعة الثانیة قال مثل ذالک، فلم یجبه احد، فلما کان فی الجمعة الثالثة قال مثل مقالته، فقام

الیہ رجل ممکن حضر المسجد فقال: کلا! انما المال مالنا والفیٔ فیئنا، فمن حال بیننا وبینہ حاکمناہ الی اللہ بأسیافنا. فنزل معاویة رضی اللہ عنہ فارسل الی الرجل فادخلہٗ فقال القوم: ہلک الرجل! ثم دخل الناس فوجدوا الرجل معہ علی السریر فقال معاویة رضی اللہ عنہ للناس: ان ہذا احیانی احیاہ اللہ، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ”سیکون بعدی امراء یقولون ولا یرد علیہم، یتقاحمون فی النار کما تتقاحم القردة.“ وانی تکلمت اول جمعة فلم یرد علیّ احد، فخشیت ان اکون منہم، ثم تکلمت فی الجمعة الثانیة فلم یرد علیّ احد، فقلت فی نفسی انی من القوم، ثم تکلمت فی الجمعة الثالثة فقام ہذا الرجل فرد علیّ فاحیانی احیاہ اللہ.“ قال الہیثمی (ج:۵ ص:۲۳۶) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، وابویعلیٰ ورجالہ ثقات.“ (حیاۃ الصحابۃ ج:۲ ص:۶۸)

ترجمہ:...... ”حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، قمامہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ: مال ہمارا ہے اور فیٔ (غنیمت) ہماری ہے، ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ ان کی یہ بات سن کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرا جمعہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پھر یہی بات کہی، اب کے بھی انہیں کسی نے نہیں ٹوکا، تیسرا جمعہ آیا تو پھر یہی بات کہی اس پر حاضرین مسجد میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا: ہرگز نہیں! یہ مال ہمارا ہے، اور غنیمت ہماری ہے، جو شخص

اس کے اور ہمارے درمیان آڑے آئے گا ہم اپنی تلواروں کے ذریعہ اس کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو اس شخص کو بلا بھیجا، اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ: یہ شخص تو مارا گیا! پھر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت معاویہؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے، حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا: اس شخص نے مجھے زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ: ''میرے بعد کچھ حکام ہوں گے، جو (خلافِ شریعت) باتیں کریں گے لیکن کوئی ان کو ٹوکے گا نہیں، یہ لوگ دوزخ میں ایسے گھسیں گے جیسے بندر گھستے ہیں۔'' میں نے پہلے جمعہ کو ایک بات کہی، اس پر مجھے کسی نے نہیں ٹوکا، تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں بھی انہیں لوگوں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے دوسرے جمعہ کو یہ بات دہرائی، اس بار بھی کسی نے میری تردید نہیں کی، تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ یہی بات کہی تو اس شخص نے اٹھ کر مجھے ٹوک دیا، پس اس نے مجھے زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے!''

اور یہ نہ صرف صدرِ محترم کے حق میں خیر و برکت کی چیز ہے، بلکہ امت کی صلاح وفلاح بھی اسی میں ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''والذی نفسی بیدہ! لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم. رواہ الترمذی.'' (مشکوٰۃ ص:۴۳۶)

ترجمہ:......"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تمہیں معروف کا حکم کرنا ہوگا، اور برائی سے روکنا ہوگا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کردے، پھر تم اس سے دعائیں کرو، اور تمہاری دعائیں بھی نہ سنی جائیں۔"

ان ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل عذابِ الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے۔ آج امت پر جو طرح طرح کے مصائب ٹوٹ رہے ہیں اور ہم گوناگوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی "احتسابی حس" کمزور اور نہی عن المنکر کی آواز بہت دھیمی ہوگئی ہے۔ جس دن یہ آواز بالکل خاموش ہوجائے گی اس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روزِ بد سے محفوظ رکھیں۔

جنت

جنت میں اللہ کا دیدار

س...... کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو نظر آئیں گے؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

ج......اہل سنت والجماعت کے عقائد میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔

نیک عورت جنتی حوروں کی سردار ہوگی

س...... جناب! آج تک یہ سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی نیک مرد انتقال کرتا ہے تو اسے ستر حوریں خدمت کے لئے دی جائیں گی، لیکن جب کوئی عورت انتقال کرتی ہے تو اس کو کیا دیا جائے گا؟
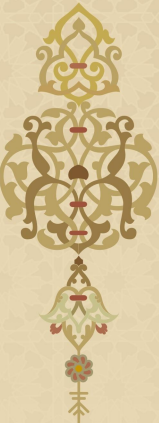
ج……وہ اپنے جنتی شوہر کے ساتھ رہے گی اور جنت کی حوروں کی سردار ہوگی۔ جنت میں سب کی عمر اور قد یکساں ہوگا اور بدن نقائص سے پاک، شناخت حلیہ سے ہوگی، جن خواتین کے شوہر بھی جنتی ہوں گے وہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی اور حورِ عین کی ملکہ ہوں گی اور جن خواتین کا یہاں عقد نہیں ہوا ان کا جنت میں کسی سے عقد کردیا جائے گا، بہرحال دنیا کی جنتی عورتوں کو جنت کی حوروں پر فوقیت ہوگی۔

بہشت میں ایک دوسرے کی پہچان اور محبت

س……بہشت میں باپ، ماں، بیٹا، بہن، بھائی ایک دوسرے کو پہچان سکیں گے تو ان سے وہی محبت ہوگی جو اس دنیا میں ہے یا محبت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوگی؟

ج……اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہشت میں لے جائیں تو جان پہچان اور محبت تو ایسی ہوگی کہ دنیا میں اس کا تصور ہی ممکن نہیں۔

جنت میں مرد کے لئے سونے کا استعمال

س……قرآن کی سورۂ حج کی آیت نمبر:۲۳ میں ہے کہ:’’جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ انہیں (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔‘‘ اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جنت میں نیکوکاروں کو سونا کیسے پہننا جائز ہوجائے گا جبکہ دنیا میں اچھے یا برے مرد کے لئے ہر حال میں سونا پہننا جائز نہیں؟

ج……دنیا میں مرد کو سونا پہننا جائز نہیں، لیکن جنت میں جائز ہوگا اس لئے پہنایا جائے گا۔

دوبارہ زندہ ہوں گے تو کتنی عمر ہوگی؟

س……انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا اسے اسی عمر میں زندہ کیا جائے گا جس عمر میں وہ مرا تھا؟

ج……اس کی تصریح تو یاد نہیں، البتہ بعض دلائل و قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس عمر میں آدمی مرا ہو اسی میں اٹھایا جائے گا۔

کیا "سیّدا شباب اهل الجنة" والی حدیث صحیح ہے؟

س...... ایک دوست نے گفتگو کے دوران کہا کہ جمعہ کے خطبہ میں جو حدیث عموماً پڑھی جاتی ہے "الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة" یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی ہے، ورنہ اہل جنت میں تو انبیاء کرامؑ بھی ہوں گے، کیا حضرت حسنؓ و حسینؓ ان کے بھی سردار ہوں گے؟ آپ سے گزارش ہے کہ اس پر روشنی ڈالیں کہ اس دوست کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

ج...... یہ حدیث تین قسم کے الفاظ سے متعدد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، چنانچہ حدیث کے جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں، جامع صغیر میں اس کے لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے:

۱:...... حضرت ابوسعید خدریؓ: مسند احمد، ترمذی۔
۲:...... حضرت عمرؓ: طبرانی فی الکبیر۔
۳:...... حضرت علیؓ: طبرانی فی الکبیر۔
۴:...... حضرت جابرؓ: طبرانی فی الکبیر۔
۵:...... حضرت ابوہریرہؓ: طبرانی فی الکبیر۔
۶:...... حضرت اسامہ بن زیدؓ: طبرانی فی الاوسط۔
۷:...... حضرت براٴ بن عازبؓ: طبرانی فی الاوسط۔
۸:...... حضرت ابن مسعودؓ: ابن عدی۔

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"الحسن و الحسین سیّدا شباب اهل الجنة وابواهما خیر منهما."

ترجمہ:...... "حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدین ان سے افضل ہیں۔"

اس لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے:

۱:...... ابن عمرؓ: ابن ماجہ، مستدرک۔

فہرست

۲:......قرہ بن ایاسؓ: طبرانی فی الکبیر۔
۳:......مالک بن حویرثؓ: طبرانی فی الکبیر۔
۴:......ابن مسعودؓ: مستدرک۔

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

"الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنة الا ابنی الخالة عیسیٰ بن مریم ویحییٰ بن زکریا، وفاطمة سیّدة نساء اھل الجنة الا ما کان من مریم بنت عمران."

ترجمہ:......"حسنؓ و حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں، سوائے دو خلیرے بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے، اور فاطمہؓ خواتین جنت کی سردار ہیں، سوائے مریم بنت عمران کے۔"

یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، صحیح ابن حبان، مسند ابی یعلیٰ، طبرانی معجم کبیر اور مستدرک حاکم میں مروی ہے۔

مجمع الزوائد ج:۹ ص:۱۸۳، ۱۸۴ میں یہ حدیث حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے (جن میں سے بعض احادیث صحیح ہیں، بعض حسن اور بعض ضعیف) اس لئے یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے، بلکہ حافظ سیوطیؒ نے اس کو متواترات میں شمار کیا ہے جیسا کہ فیض القدیر شرح جامع صغیر (ج:۲ ص:۴۱۵) میں نقل کیا ہے۔

رہا یہ کہ اہل جنت میں تو انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہوں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ جوانانِ اہل جنت سے مراد وہ حضرات ہیں جن کا انتقال جوانی میں ہوا ہو، ان پر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سیادت ہوگی، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، اسی طرح حضرات خلفائے راشدین اور وہ حضرات جن کا انتقال پختہ عمر میں ہوا وہ بھی اس میں شامل نہیں، چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے:

”وابوبکر وعمر سیّدا کھول اھل الجنة من الأوّلین والآخرین ما خلا النبیّین والمرسلین.“

ترجمہ:......”ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سردار ہیں اہل جنت کے پختہ عمر کے لوگوں کے اولین و آخرین سے، سوائے انبیاء و مرسلین کے۔“

یہ حدیث بھی متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:......حضرت علیؓ (مسند احمد ج:۱ ص:۸، ترمذی ج:۲ ص:۲۰۷، ابن ماجہ ص:۱۰)۔

۲:......حضرت انسؓ (ترمذی ج:۲ ص:۲۰۷)۔

۳:......حضرت ابوجحیفہؓ (ابن ماجہ ص:۱۱)۔

۴:......حضرت جابرؓ (طبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد ج:۹ ص:۵۳)۔

۵:......حضرت ابوسعید خدریؓ (ایضاً)۔

۶:......حضرت ابن عمرؓ (بزار، مجمع الزوائد ج:۹ ص:۵۳)۔

۷:......حضرت ابن عباسؓ (امام ترمذی نے اس کا حوالہ دیا ہے ج:۲ ص:۲۰۷)۔

اس حدیث میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کہول (ادھیڑ عمر) اہل جنت کے سردار ہونے کے ساتھ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے استثناء کی تصریح ہے، ان دونوں احادیث کے پیش نظر یہ کہا جائے گا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اہل جنت میں سے جن حضرات کا انتقال پختہ عمر میں ہوا، ان کے سردار حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہوں گے اور جن کا جوانی میں انتقال ہوا ان کے سردار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہوں گے، واللہ اعلم!

تعویذ گنڈے اور جادو

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت

س…… ہمارے خاندان میں تعویذ گنڈے کی بہت شہرت ہے، اور اسی وجہ سے میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ کیا کسی کو تعویذ کرانے سے اس پر اثر ہوجاتا ہے؟

ج…… تعویذ گنڈے کا اثر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے، مگر ان کی تأثیر بھی باذن اللہ ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جو تعویذ گنڈے کئے جاتے ہیں ان کا حکم تو وہی ہے جو جادو کا ہے کہ ان کا کرنا اور کرانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، بلکہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے، اور میں اوپر عرض کرچکا ہوں کہ اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی پر گندگی پھینک دے تو ایسا کرنا تو حرام اور گناہ ہے اور یہ نہایت کمینہ حرکت ہے، مگر جس پر گندگی پھینکی گئی ہے اس کے کپڑے اور بدن ضرور خراب ہوں گے اور اس کی بدبو بھی ضرور آئے گی، پس کسی چیز کا حرام اور گناہ ہونا دوسری بات ہے اور اس گندگی کا اثر ہونا فطری چیز ہے۔ تعویذ اگر کسی جائز مقصد کے لئے کیا جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ اور شرک کی بات نہ لکھی ہو، پس تعویذ گنڈے کے جواز کی تین شرطیں ہیں:

اول:…… کسی جائز مقصد کے لئے ہو، ناجائز مقاصد کے لئے نہ ہو۔

دوم:…… اس کے الفاظ کفر و شرک پر مشتمل نہ ہوں اور اگر وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہوں جن کا مفہوم معلوم نہیں تو وہ بھی ناجائز ہے۔

سوم:…… ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔

کیا حدیث پاک میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت آئی ہے

س…… ایک دکان پر کچھ کلمات لکھے ہوئے دیکھے جو درج ذیل ہیں: ”جس نے گلے میں تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔“ اور ساتھ ہی مذکورہ حدیث لکھی تھی: ”من علق تمیمة فقد اشرک“ (مسند احمد) گزارش یہ ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟ حدیث مذکورہ کا کیا درجہ ہے؟ اگر

اس کا ذکر کہیں نہ ہو تو بھی درخواست ہے کہ گلے میں تعویذ پہننا کیسا ہے؟

ج…… یہ حدیث صحیح ہے، مگر اس میں تعویذ سے مطلق تعویذ مراد نہیں بلکہ وہ تعویذ مراد ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں کئے جاتے تھے اور جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوتے تھے، پوری حدیث پڑھنے سے یہ مطلب بالکل واضح ہوجاتا ہے، چنانچہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

''حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گروہ (بیعت کے لئے) حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو کو بیعت فرمالیا اور ایک کو نہیں فرمایا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے نو کو بیعت کرلیا اور ایک کو چھوڑ دیا؟ فرمایا: اس نے تعویذ لٹکا رکھا ہے! یہ سن کر اس شخص نے ہاتھ ڈالا اور تعویذ کو توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت فرمالیا اور فرمایا: ''من علق تمیمة فقد اشرک'' (مجمع الزوائد ج:۵ ص:۱۰۳) ترجمہ: ''جس نے تعویذ باندھا اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ یہاں ہر تعویذ مراد نہیں، بلکہ جاہلیت کے تعویذ مراد ہیں اور دورِ جاہلیت میں کاہن لوگ شیطان کی مدد کے الفاظ لکھا کرتے تھے۔

تعویذ گنڈا صحیح مقصد کے لئے جائز ہے

س…… ''تعویذ گنڈا شرک ہے'' اس عنوان سے ایک کتابچہ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے توحید روڈ کیماڑی کراچی سے شائع کیا ہے، انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے: ''ان الرقی والتمائم والتولة شرک. رواہ ابوداؤد'' (مشکوٰۃ ص:۳۸۹)۔

(ترجمہ) تعویذ اور تولہ (یعنی ٹونا، منتر) سب شرک ہیں۔ انہوں نے بعض واقعات اور حدیث سے ثابت کیا ہے کہ قرآنی آیت بھی گلے میں نہیں لٹکانی چاہئے، پانی وغیرہ پر دم بھی نہیں کرنا چاہئے، اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ یہ کام عام طور پر سب کرتے ہیں، اگر یہ سب شرک ہے تو پھر یہ سب باتیں ہم کو چھوڑنی ہوں گی۔ آپ اپنی رائے سے جلد از جلد مطلع فرمائیں تاکہ عوام اس سے باخبر ہوں اور شرک جیسے عظیم گناہ سے بچ جائیں۔

ج……ڈاکٹر صاحب نے غلط لکھا ہے! قرآنی آیات کا تعویذ جائز ہے جبکہ غلط مقاصد کے لئے

نہ کیا گیا ہو۔ حدیث میں جن ٹونوں ٹوٹکوں کو شرک فرمایا گیا ہے، ان سے زمانہ جاہلیت میں رائج شدہ ٹونے ٹوٹکے مراد ہیں، جن میں مشرکانہ الفاظ پائے جاتے تھے اور جنات وغیرہ سے استعانت حاصل کی جاتی تھی۔ قرآنی آیت پڑھ کر دم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے اور بزرگانِ دین کے معمولات میں شامل ہے۔

ناجائز کام کے لئے تعویذ بھی ناجائز ہے، لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ گار ہوں گے

س…… ہمارے محلے میں ایک مولوی صاحب رہتے ہیں جو کسی زمانے میں امام مسجد ہوا کرتے تھے، آج کل تعویذ گنڈوں کا کام کرتے ہیں اور ان کے پاس ہر وقت بہت بھیڑ بھاڑ رہتی ہے، زیادہ تر رش عورتوں کا ہوتا ہے، جن کی فرمائشیں کچھ اس طرح ہوتی ہیں، مثلاً: فلاں کا بچہ مر جائے، فلاں کا کاروبار بند ہو جائے، میرا خاوند مجھے طلاق دے دے، فلاں کی ساس مر جائے۔ کیا اس طرح تعویذ کرانے صحیح ہیں؟ اس میں کون گناہ گار ہوگا؟

ج…… جائز کام کے لئے تعویذ جائز ہے اور ناجائز کام کے لئے ناجائز۔ ناجائز تعویذ کرنے اور کرانے والے دونوں برابر کے گناہ گار ہیں۔

حق کام کے لئے تعویذ لکھنا دنیوی تدبیر ہے عبادت نہیں

س…… ہمارے ایک بزرگ ہیں ان کا خیال ہے کہ تعویذ لکھنا از روئے شریعت جائز نہیں، چاہے وہ کسی کام کے لئے ہوں۔ مثلاً: حاجت روائی، ملازمت کے سلسلے میں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا یہ بھی فرمانا ہے کہ قرآن پاک میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ فلاں آیت کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے یا بازو میں باندھنے سے آدمی کی کوئی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھنا چاہئے، لیکن میرا خیال ہے کہ تعویذوں میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کی آیات لکھی جاتی ہیں، یہ صحیح ہے کہ کئی لوگ ان کا غلط استعمال کرتے ہیں، لیکن جائز کام کے لئے تو انہیں لکھا جا سکتا ہے۔

ج…… قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنے کا احادیث طیبہ میں ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بعد کے صلحاء کا یہ معمول رہا ہے، تعویذ بھی اسی کی ایک شکل ہے۔ اس لئے

فہرست

اس کے جواز میں تو شبہ نہیں، البتہ تعویذ کی حیثیت کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ بعض لوگ تعویذ کی تاثیر کو قطعی یقینی سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں، بلکہ تعویذ بھی من جملہ اور تدابیر کے ایک علاج اور تدبیر ہے اور اس کا مفید ہونا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ بعض لوگ تعویذ کو "روحانی عمل" سمجھتے ہیں، یہ خیال بھی قابلِ اصلاح ہے، روحانیت اور چیز ہے اور تعویذ وغیرہ محض دنیوی تدبیر و علاج ہے، اس لئے جو شخص تعویذ کرتا ہو اس کو بزرگ سمجھ لینا غلطی ہے، بعض لوگ دعا پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا کہ تعویذ پر، یہ بھی قابلِ اصلاح ہے، دعا عبادت ہے اور تعویذ کرنا کوئی عبادت نہیں اور کسی ناجائز مقصد کے لئے تعویذ کرانا حرام ہے۔

تعویذ کا معاوضہ جائز ہے

س…… کسی بھی جائز ضرورت کے لئے کسی بھی شخص کا بالعوض دعا، تعویذ وغیرہ پر کچھ رقم طلب کرنے پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص جو بلحاظ عمر و بیماری ضرورت مند ہونے کے لئے دعا تعویذ وغیرہ دینے کے بعد صرف معمولی معاوضہ اپنی حاجت کے لئے طلب کرے تو ایسی صورت میں اس کی دعائیں اور یہ عمل قابلِ قبول ہوگا یا نہیں؟

ج…… دعا تو عبادت ہے اور اس کا معاوضہ طلب کرنا غلط ہے۔ باقی وظیفہ و تعویذ جو کسی دنیوی مقصد کے لئے کیا جائے اس کی حیثیت عبادت کی نہیں بلکہ ایک دنیوی تدبیر اور علاج کی ہے۔ اس کا معاوضہ لینا دینا جائز ہے۔ باقی ایسے لوگوں کے وظیفے اور تعویذ کارگر بھی ہوا کرتے ہیں یا نہیں؟ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں جس کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے، البتہ تجربہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اکثر دکاندار ہوتے ہیں۔

تعویذ پہن کر بیت الخلا جانا

س…… اگر قرآن شریف کی آیات کو موم جامہ کرکے گلے میں ڈال لیا جائے تو کیا ان کو اتارے بغیر کسی ناپاک جگہ مثلاً: باتھ روم میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟

ج…… ایسی انگوٹھی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا آیاتِ قرآنی کندہ ہوں اس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۵۰، مطبوعہ مصر)

فہرست

جادو کرنا گناہِ کبیرہ ہے اس کا توڑ آیاتِ قرآنی ہیں

س…… کیا قرآن و سنت کی رو سے جادو برحق ہے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی جادو کے زور سے کسی کو برے راستے پر گامزن کردے یا یہ کہ کوئی جادو کے ذریعے کسی کا برا چاہے اور دوسرے کو مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کردے۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ جو لوگ جادو کے برحق ہونے کے حق میں دلائل دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی چل گیا تھا، تو ہم تو معمولی سے بندے ہیں اور اس سلسلے میں سورۂ فلق کا حوالہ دیا جاتا ہے، آپ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

ج…… جادو چل جاتا ہے اور اس کا اثر انداز ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے، مگر جادو کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور جادو کرنے اور کرانے والے دونوں ملعون ہیں۔ قرآن کریم نے جادو کو کفر فرمایا ہے، گویا ایسے لوگوں کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔

س…… جو حضرات جن میں بزرگانِ دین بھی شامل ہوتے ہیں اور جو جادو کا اتار کرنے کی خاطر تعویذ وغیرہ دیتے ہیں کیا ان کے پاس جاکر اپنی مشکلات بیان کرنا اور ان سے مدد چاہنا شرک کے زمرے میں آتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو نادانستگی میں ایسا کرنے والوں کے لئے کفارۂ گناہ کیا ہوسکتا ہے؟

ج…… جادو کا توڑ کرنے والوں کے لئے کسی ایسے شخص سے رجوع کرنا جو اس کا توڑ جانتا ہو جائز ہے، بشرطیکہ وہ جادو کا توڑ جادو اور سفلی عمل سے نہ کرے بلکہ آیاتِ قرآنی سے کرے، یہ شرک کے زمرے میں نہیں آتا۔

نقصان پہنچانے والے تعویذ جادو ٹوٹکے حرام ہیں

س…… کیا تعویذ، جادو، ٹونا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ تعویذوں کا اثر ہمیشہ ہوتا ہے اور انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ تعویذ کرنے والے کے لئے کیا سزا اسلام نے تجویز کی ہے؟

ج…… کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے تعویذ جادو ٹوٹکے کرنا حرام ہے اور ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو اس کو سزائے موت ہوسکتی ہے۔

جو جادو یا سفلی عمل کو حلال سمجھ کر کرے وہ کافر ہے

س...... کوئی آدمی یا عورت کسی پر تعویذ دھاگہ سفلی عمل یا پھر جادو کا استعمال کرے اور اس کے اس عمل سے دوسرے آدمی کو تکلیف پہنچے یا پھر اگر وہ آدمی اس تکلیف سے انتقال کر جائے تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کا کیا درجہ ہوگا چاہے وہ تکلیف میں ہی مبتلا ہوں یا انتقال ہو جائے، کیونکہ آج کل کالا عمل کا رواج زیادہ عروج کر رہا ہے لہٰذا مہربانی فرما کر تفصیل سے لکھنا تاکہ اس کالے دھندے کرنے اور کرانے والوں کو اپنا انجام معلوم ہو سکے، اللہ ان لوگوں کو نیک ہدایت دے، آمین!

ج...... جادو اور سفلی عمل کرنا اس کے بدترین گناہ ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جادو کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ اگر اس کو حلال سمجھ کر کرے تو کافر ہے اور اگر حرام اور گناہ سمجھ کر کرے تو کافر نہیں، گناہ گار اور فاسق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے سفلی اعمال سے دل سیاہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے، یہ بھی فقہائے امت نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے جادو اور سفلی عمل سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو یہ شخص قاتل تصور کیا جائے گا۔

سفلی عملیات سے توبہ کرنی چاہئے

س...... میں نے جوانی کے عالم میں سفلی عملیات پڑھے تھے، اس گناہ کے ازالہ کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

ج...... ان عملیات کو چھوڑ دیجئے اور اس گناہ سے توبہ کیجئے۔

جنات

جنات کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے

س...... کیا جنات انسانی اجسام میں محلول ہو سکتے ہیں جبکہ جنات ناری مخلوق ہیں اور وہ آگ میں رہتے ہیں اور انسان خاکی مخلوق ہے۔ جس طرح انسان آگ میں نہیں رہ سکتا تو جنات

کس طرح خاک میں رہ سکتے ہیں؟ بہت سے مفکرین اور ماہر نفسیات جنات کے وجود کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں، اس لئے یہ مسئلہ توجہ طلب ہے۔

ج…… جنات کا وجود تو برحق ہے، قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں ان کا ذکر بہت سی جگہ موجود ہے، اور کسی جن کا انسان کو تکلیف پہنچانا بھی قرآن کریم، احادیث شریفہ نیز انسانی تجربات سے ثابت ہے، جو لوگ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں ان کی بات صحیح نہیں۔ باقی رہا جنات کا کسی آدمی میں حلول کرنا! سو اول تو وہ بغیر حلول کے بھی مسلط ہو سکتے ہیں، پھر ان کے حلول کرنے میں کوئی استبعاد نہیں، ان کے آگ سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خود بھی آگ ہیں، بلکہ آگ ان کی تخلیق پر غالب ہے جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مگر وہ مٹی نہیں۔

اہلِ ایمان کو جنات کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں

س…… آج کل ہمارے یہاں جنات کے وجود کے بارے میں بحث چل رہی ہے اور اب تک اس سلسلہ میں مذہبی، سائنسی، منطقی اور عقلی نظریات سامنے آئے ہیں۔ یہ سب نظریات نوعیت کے اعتبار سے جدا جدا ہیں لہٰذا ما سوائے مذہبی نظریات کے دوسروں پر یقین یا غور کرنا بہت سی ذہنی کشمکشوں کو جنم دیتا ہے، جبکہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ اپنے مذہبی نظریات پر ہی یقین کامل کرنے کا ہے۔ لہٰذا آپ براہ مہربانی قرآنی دلائل یا سچے اور حقیقی واقعات کی روشنی میں یا اگر احادیث کی روشنی میں جنوں کا وجود ثابت ہو تو اس بارے میں صحیح صورت حال اور نظریہ سامنے لائیں تاکہ لوگوں کے اذہان کو اس بارے میں پیدا ہو جانے والی کشمکش اور تذبذب سے نجات دلائی جاسکے۔

ج…… قرآن کریم میں ۲۹ جگہ جنوں کا ذکر آیا ہے، اور احادیث میں بھی بہت سے مقامات پر ان کا تذکرہ آیا ہے، اس لئے جو لوگ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تو جنات کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں، اور جو لوگ اس کے منکر ہیں ان کے پاس نفی کی کوئی دلیل اس کے سوا نہیں کہ یہ مخلوق ان کی نظر سے اوجھل ہے۔

جنات کا انسان پر آنا حدیث سے ثابت ہے

س..... قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا جن انسان پر آسکتا ہے؟ اگر آسکتا ہے تو کیا انسانی جسم میں حلول ہوسکتا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

ج..... ''آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان'' کے باب:۵۱ میں لکھا ہے کہ بعض معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے لیکن امام اہل سنت ابوالحسن اشعریؒ نے مقالہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' میں اہل سنت کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ وہ ''جنات کے مریض کے بدن میں داخل ہونے کے قائل ہیں۔'' اس کے بعد متعدد احادیث سے اس کا ثبوت دیا ہے۔

جنات کا آدمی پر مسلط ہوجانا

س..... کیا کسی انسان کے جسم میں کوئی جن داخل ہوکر اسے پریشان کرسکتا ہے؟ اگر نہیں کرسکتا تو پھر آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جس پر جن کا سایہ ہوتا ہے (لوگوں کے مطابق) وہ ایسی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے جہاں وہ کبھی گیا نہیں ہوتا اور ایسی زبان بولتا ہے جو اس نے کبھی سیکھی نہیں یا پھر ایک اجنبی شخص کے پوچھنے پر اس کے ماضی کے بالکل صحیح حالات اور واقعات بتاتا ہے۔ اس نے قرآن شریف پڑھنا سیکھا ہی نہیں ہوتا مگر بڑی روانی سے تلاوت کرتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ج..... جنات کا آدمیوں پر مسلط ہونا ممکن ہے اور اس کے واقعات متواتر ہیں۔

''جن'' عورتوں کا انسان مردوں سے تعلق

س..... میرے گاؤں کے نزدیک ایک شخص رہتا ہے جب وہ چھوٹا تھا تو اس پر دورے پڑتے تھے، یہاں تک کہ سارا جسم خون سے تر ہوجاتا تھا، ہوتے ہوتے جب وہ جوان ہوا تو دورے پڑنے بند ہوگئے، چند سالوں بعد اس شخص نے بتایا کہ اس کے پاس ایک مادہ جن آئی جو کہ انتہائی خوبصورت لڑکی تھی اور مجھے تعویذ دیا کہ اس تعویذ کو چاندی میں بند کرکے اپنے جسم کے ساتھ باندھ لو اور جب بھی میری ضرورت پڑے تو اس تعویذ کو ماچس جلا کر تپش دو، میں حاضر ہوجایا کروں گی۔

اب ہمارے گاؤں اور گرد ونواح میں جب کوئی بیمار ہوجاتا ہے یا کوئی اور مشکل

فہرست

پیش آتی ہے تو اس آدمی کو بلالاتے ہیں وہ ماچس کی تیلی جلاکر اس تعویذ کو گرم کرلیتا ہے، چند منٹوں کے بعد حقہ طلب کرلیتا ہے اور اس کی آنکھیں بہت زیادہ سرخ ہوجاتی ہیں، پھر اس کی آواز عورت جیسی ہوجاتی ہے اور پوچھنے لگتی ہے کہ میرے معشوق کو کیوں تکلیف دی ہے؟ کیا تکلیف ہے تم کو؟

مولانا صاحب! آپ یقین نہیں کریں گے کہ بڑے بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر جس مرض کی تشخیص نہیں کرسکتے یہ مادہ جن (بقول اس کے) چند منٹوں میں اس مرض کے بارے میں بتادیتی ہے کہ یہ فلاں مرض ہے اور اس کا علاج بھی بتادیتی ہے۔ اکثر لوگ شفایاب ہوتے ہیں۔ یہ شخص انتہائی سادہ انسان ہے اور اس کو ان دوائیوں کے بارے میں یقیناً کچھ علم نہیں ہے، جب وہ اس مخصوص وقت میں اپنی زبان سے (جو اس وقت عورت کی طرح بولتا ہے) کہہ دیتا ہے بہت سے مرضوں کا علاج ہوجاتا ہے۔ مولانا صاحب! میں ایک تعلیم یافتہ آدمی ہوں اور ان توہمات پر یقین نہیں رکھتا، لیکن اپنی آنکھوں سے میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ برائے کرم قرآن حکیم اور احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں کہ مندرجہ بالا واقعات کس حد تک درست ہیں؟

ج......انسانوں پر جنات کے اثرات حق ہیں۔ قرآن و حدیث دونوں میں اس کا ذکر ہے، اور جن عورتوں کے انسان مردوں پر عاشق ہونے کے بھی بہت سے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں، اس لئے آپ نے جو کہانی لکھی ہے وہ ذرا بھی لائق تعجب نہیں۔

ابلیس کی حقیقت کیا ہے؟

س......سب سے پہلا سوال عرض ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے ہے یا جنات کی نسل سے؟ کیونکہ ہمارے ہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ابلیس، اللہ کے مقرب فرشتوں میں سے تھا، مگر حکم عدولی کی وجہ سے اللہ نے اسے اپنی بارگاہ سے نکال دیا، جبکہ جہاں تک میرا خیال ہے ابلیس جنات میں سے ہے اور عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے برابر کھڑا ہوگیا، مگر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے دھتکار دیا گیا۔

ج......قرآن مجید میں ہے کہ: ”کان من الجن“ یعنی شیطان جنات میں سے تھا، مگر کثرتِ

فہرست

عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا کہ تکبر کی وجہ سے مردود ہوا۔

کیا ابلیس کی اولاد ہے؟

س...... کیا ابلیس کی اولاد ہے؟ اگر اکیلا ہے تو وہ اتنی بڑی مخلوق کو ایک ہی وقت میں گمراہ کیسے کرلیتا ہے؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں!

ج......قرآن مجید میں ہے کہ اس کی آل واولاد بھی ہے اور اس کے اعوان وانصار بھی کثیر تعداد میں ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ شیطان پانی کی سطح پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے ماتحتوں کو روزانہ کی ہدایات دیتا ہے اور پھر روزانہ کی کارگزاری بھی سنتا ہے۔

ہمزاد کی حقیقت کیا ہے؟

س......ہمزاد کی شرعی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ واقعی اپنا وجود رکھتا ہے؟

ج......حدیث میں ہے کہ: ''ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مقرر ہے۔ فرشتہ اس کو خیر کا مشورہ دیتا ہے اور شیطان شر کا حکم کرتا ہے۔'' ممکن ہے اسی شیطان کو ''ہمزاد'' کہہ دیا جاتا ہو، ورنہ اس کے علاوہ ہمزاد کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔

توہم پرستی

اسلام میں بدشگونی کا کوئی تصور نہیں

س...... عام خیال یہ ہے کہ اگر کبھی دودھ وغیرہ گر جائے یا پھر طاق اعداد مثلاً: ۳، ۵، ۷ وغیرہ یا پھر اسی طرح دنوں کے بارے میں جن میں منگل، بدھ، ہفتہ، وغیرہ آتے ہیں، انہیں مناسب نہیں سمجھا جاتا، عام زبان میں بدشگونی کہا جاتا ہے۔ تو قرآن وحدیث کی روشنی میں بدشگونی کی کیا حیثیت ہے؟

ج...... اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔ حدیث شریف میں بدشگونی کے عقیدہ کی تردید فرمائی گئی ہے۔ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بدعملیاں اور فسق و فجور ہے، جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہو رہا ہے... اِلَّا ماشاء اللہ! یہ بدعملیاں اور نافرمانیاں خدا کے قہر اور لعنت کی موجب ہیں، ان سے بچنا چاہئے۔

اسلام نحوست کا قائل نہیں، نحوست انسان کی بدعملی میں ہے

س...... ہمارے مذہب اسلام میں نحوست کی کیا اہمیت ہے؟ بعض لوگ پاؤں پر پاؤں رکھنے کو نحوست سمجھتے ہیں، کچھ لوگ انگلیاں چٹخانے کو نحوست سمجھتے ہیں، کچھ لوگ جمائیاں لینے کو نحوست سمجھتے ہیں، کوئی کہتا ہے فلاں کام کے لئے فلاں دن منحوس ہے۔

ج...... اسلام نحوست کا قائل نہیں، اس لئے کسی کام یا دن کو منحوس سمجھنا غلط ہے۔ نحوست اگر ہے تو انسان کی اپنی بدعملی میں ہے، پاؤں پر پاؤں رکھنا جائز ہے، انگلیاں چٹخانا نامناسب ہے اور اگر جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے۔

لڑکیوں کی پیدائش کو منحوس سمجھنا

س...... جن گھروں میں لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں وہاں زیادہ لوگ خوش نہیں ہوتے، بلکہ رسماً ہی

خوش ہوتے ہیں، لڑکوں کی پیدائش پر بہت خوشیاں منائی جاتی ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ کیونکہ لڑکی ہو یا لڑکا، یہ تو اللہ ہی کی مرض ہے، لیکن جس نے لڑکی جنی اس کو تو گویا مصیبت ہی آگئی، اور وہ ''منحوس'' ٹھہرتی ہے، کیا ہم واپس جاہلیت کی طرف نہیں لوٹ رہے؟ جبکہ لڑکی کو دفن کردیا جاتا تھا۔

ج...... لڑکوں کی پیدائش پر زیادہ خوشی تو ایک طبعی امر ہے، لیکن لڑکیوں کو یا ان کی ماں کو منحوس سمجھنا یا ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنا گناہ ہے۔

عورتوں کو مختلف رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے؟

س...... ہمارے بزرگ چند رنگوں کے کپڑے اور چوڑیاں (مثلاً کالے، نیلے) رنگ کی پہننے سے منع کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ فلاں رنگ کے کپڑے پہننے سے مصیبت آجاتی ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

ج...... مختلف رنگ کی چوڑیاں اور کپڑے پہننا جائز ہے اور یہ خیال کہ فلاں رنگ سے مصیبت آئے گی محض توہم پرستی ہے، رنگوں سے کچھ نہیں ہوتا، اعمال سے انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول یا مردود ہوتا ہے۔

مہینوں کی نحوست

س...... اسلام میں نحوست منحوس وغیرہ نہیں، جبکہ ایک حدیث ماہ صفر کو منحوس قرار دے رہی ہے۔ حدیث کا ثبوت اس کاغذ سے معلوم ہوا جو کہ کراچی میں بہت تعداد کے ساتھ بانٹے گئے ہیں۔

ج...... ماہِ صفر منحوس نہیں اسے تو ''صفر المظفر'' اور ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے، یعنی کامیابی اور خیر و برکت کا مہینہ۔ ماہِ صفر کی نحوست کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں، اس سلسلہ میں جو پرچے بعض لوگوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں، وہ بالکل غلط ہیں۔

محرم، صفر، رمضان وشعبان میں شادی کرنا

س...... ہماری برادری کا کہنا ہے کہ چند مہینے ایسے ہیں جن میں شادی کرنا منع ہے، جیسے محرم، صفر، رمضان، شعبان وغیرہ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ان

مہینوں میں شریعت نے شادی کو جائز قرار دیا ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو کرنے والا کیا گناہ گار ہوگا؟

ج…… شریعت میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں شادی سے منع کیا گیا ہو۔

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا کیسا ہے؟

س…… کیا صفر کا مہینہ خصوصی طور پر ابتدائی تیرہ دن جس کو عرف میں تیرہ تیزی کہا جاتا ہے، یہ منحوس ہے؟

ج…… صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا جاہلیت کی رسم ہے، مسلمان تو اس کو "صفر المظفر" اور "صفر الخیر" سمجھتے ہیں، یعنی خیر اور کامیابی کا مہینہ۔

شعبان میں شادی جائز ہے

س…… ہمارے بزرگوں اور عام لوگوں کا کہنا ہے کہ شعبان المعظم چونکہ شب برأت کا مہینہ ہے اس لئے شعبان میں نکاح جائز نہیں اور شادی بیاہ منع ہے۔

ج…… قطعاً غلط اور بیہودہ خیال ہے، اسلام نے کوئی مہینہ ایسا نہیں بتایا جس میں نکاح ناجائز ہو۔

کیا محرم، صفر میں شادیاں رنج وغم کا باعث ہوتی ہیں

س…… محرم، صفر، شعبان میں چونکہ شہادتِ حسینؓ اور اس کے علاوہ بڑے سانحات ہوئے، ان کے اندر شادی کرنا نامناسب ہے۔ اس لئے کہ شادی ایک خوشی کا سبب ہے اور ان سانحات کا غم تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور مشاہدات سے ثابت ہے کہ ان مہینوں میں کی جانے والی شادیاں کسی نہ کسی سبب سے رنج وغم کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس میں کسی عقیدے کا کیا سوال؟

ج…… ان مہینوں میں شادی نہ کرنا اس عقیدے پر مبنی ہے کہ یہ مہینہ منحوس ہے، اسلام اس نظریہ کا قائل نہیں۔ محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مہینے میں عقدِ نکاح ممنوع ہوگیا، ورنہ ہر مہینے میں کسی نہ کسی شخصیت کا وصال ہوا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی بزرگ تر تھے، اس سے یہ لازم آئے گا کہ

سال کے بارہ مہینوں میں سے کسی میں بھی نکاح نہ کیا جائے، پھر شہادت کے مہینے کو سوگ اور نحوست کا مہینہ سمجھنا بھی غلط ہے۔

عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کے درمیان شادی کرنا

س...... میں نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہئے، بلکہ بقرعید کے بعد شادی کرنی چاہئے، اگر شادی ہو جائے تو دولہا دلہن سکھ سے نہیں رہتے۔ آپ یہ بتائیں کہ یہ درست ہے یا غلط؟

ج...... بالکل غلط عقیدہ ہے!

کیا منگل، بدھ کو سرمہ لگانا ناجائز ہے؟

س...... میں نے سنا ہے کہ ہفتہ میں صرف پانچ دن سرمہ لگانا جائز ہے، اور دو دن لگانا جائز نہیں، مثلاً: منگل اور بدھ۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج...... ہفتہ کے سارے دنوں میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے، جو خیال آپ نے لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

نوروز کے تہوار کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں

س...... ۲۱ر مارچ کو جو ''نوروز'' منایا جاتا ہے، کیا اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی حقیقت ہے؟ کراچی سے شائع ہونے والے روزنامے ''ڈان گجراتی'' میں نوروز کی بڑی دینی اہمیت بیان کی گئی ہے، قرآن کریم کے حوالے سے اس میں بتایا گیا ہے کہ ازل سے اب تک جتنے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں وہ سب اسی روز ہوئے۔ اسی روز سورج کو روشنی ملی، اسی روز ہوا چلائی گئی، اسی روز حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی، اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی کی، وغیرہ وغیرہ۔ ازروئے حدیث نوروز کے اعمال بھی بتائے گئے کہ اس روز روزہ رکھنا چاہئے، نہانا چاہئے، نئے کپڑے پہننے چاہئیں، خوشبو لگانی چاہئے اور بعد نماز ظہر چار رکعت نماز نوروز دو دو رکعت کی نیت سے ادا کرنی چاہئے۔ پہلی دو

فہرست

فہرست

رکعت کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس بار سورہ القدر اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنی چاہئے۔ دوسری دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۃ الکافرون اور دوسری دو رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۃ الناس اور دس مرتبہ سورۃ الفلق پڑھنی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ آخر دو رکعت کی پہلی رکعت میں ایک ہی سورت دس بار اور دوسری رکعت میں دو سورتیں دس دس بار اور وہ بھی الٹی ترتیب سے یعنی سورۃ الناس پہلے اور سورۃ الفلق بعد میں، کیا یہ درست ہے؟ چونکہ یہ باتیں قرآن و حدیث کے حوالے کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، لہٰذا آپ کو زحمت دے رہا ہوں برائے کرم بذریعہ ''جنگ'' کی آئندہ اشاعت میں اس مسئلے کی وضاحت فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں، شکریہ۔

ج…… ہماری شریعت میں نوروز کی کوئی اہمیت نہیں، اور ''ڈان گجراتی'' کے حوالے سے جو لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔ نوروز کی تعظیم مجوسیوں اور شیعوں کا شعار ہے۔

رات کو جھاڑو دینا

س…… سنا ہے کہ رات کو جھاڑو دینا گناہ ہے، کیا کاروباری لحاظ سے شریعت کے مطابق رات کو جھاڑو دینا اور جھاڑو سے فرش دھونا جائز ہے؟

ج…… رات کو جھاڑو دینے کا گناہ میں نے کہیں نہیں پڑھا…!

عصر کے بعد جھاڑو دینا، چپل کے اوپر چپل رکھنا کیسا ہے؟

س…… ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ ۱: عصر کی اذان کے تھوڑی دیر بعد جھاڑو نہیں دینی چاہئے، یعنی اس کے بعد کسی بھی وقت جھاڑو نہیں دینی چاہئے اس طرح کرنے سے مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ ۲: چپل کے اوپر چپل نہیں رکھنی چاہئے۔ ۳: جھاڑو کھڑی نہیں رکھنی چاہئے۔ ۴: چارپائی پر چادر لمبائی والی جانب کھڑے ہو کر نہیں بچھانی چاہئے۔

ج…… یہ ساری باتیں شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، ان کی حیثیت تو ہم پرستی کی ہے۔

توہم پرستی کی چند مثالیں

س...... میں نے اکثر اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ رات کے وقت چوٹی نہ کرو، جھاڑو نہ دو، ناخن نہ کاٹو، منگل کو بال اور ناخن جسم سے الگ نہ کرو، ان سب باتوں سے نیستی آتی ہے۔ کھانا کھا کر جھاڑو نہ دو، رزق اڑتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

ج...... یہ محض توہمات ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔

الٹی چپل کو سیدھی کرنا

س...... ہم نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ راستے میں جو چپل الٹی پڑی ہو اسے سیدھی کر دینی چاہئے، کیونکہ ''نعوذ باللہ'' اس سے اوپر لعنت جاتی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا الٹی چپل سیدھی کرنی چاہئے؟

ج...... الٹی چیز کو سیدھا کرنا تو اچھی بات ہے، لیکن آگے آپ نے جو لکھا ہے اس کی کوئی اصل نہیں، محض لغو بات ہے۔

استخارہ کرنا حق ہے لیکن فال کھلوانا ناجائز ہے

س...... کیا استخارہ لینا کسی بھی کام کرنے سے پہلے اور فال کھلوانا شرعی نقطۂ نظر سے درست ہے؟

ج...... سنت طریقے کے مطابق استخارہ تو مسنون ہے، حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہے، اور فال کھلوانا ناجائز ہے۔

قرآن مجید سے فال نکالنا حرام اور گناہ ہے، اس فال کو اللہ کا حکم سمجھنا غلط ہے

س...... ہم چار بہنیں ہیں، والد چار سال پہلے انتقال کر چکے ہیں، والدہ حیات ہیں، میں سب سے چھوٹی ہوں، مجھ سے بڑی تینوں بہنیں غیر شادی شدہ ہیں، ایک اہم بات یہ ہے کہ ہم سنی (مسلمان) گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے کچھ دور کے رشتہ دار ہیں جو کہ قادیانیوں میں سے ہیں، ہمارا ان کے ساتھ کوئی خاص میل جول نہیں ہے، میرے والد کی وفات کے بعد

ان لوگوں نے میری بڑی بہن کے لئے اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجا، امی نے انکار تو نہ کیا (اقرار بھی نہ کیا)، لیکن سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا، میری امی کو میری نانی نے مشورہ دیا کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھا جائے۔ آپ کو ایک بات بتاؤں کہ میرے ابو میں چند ایسی عادتیں تھیں جن کی وجہ سے نہ صرف امی بلکہ ہم چاروں بھی بہت پریشان تھیں۔ امی نے قرآن مجید سے ابو کے بارے میں سوال پوچھا تو اس میں واضح طور پر جواب تھا کہ: ”بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہوگیا ہے سو ایک خاص وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس کی حالت کا انتظار کرلو۔“ (سورۃ المؤمنون کی ۲۵ ویں آیت) سو میرا باپ مرنے تک صحیح نہ ہوسکا، قرآن میں واضح طور پر جواب مل گیا تھا اس لئے ہم سب کو پختہ یقین تھا کہ ہم کو قرآن پاک ہی صحیح مشورہ دے گا۔ اس لئے جب یہ رشتہ آیا تو امی نے بہت ہی پریشانی کے عالم میں یہ سوال پوچھا کہ: ”ہم مسلمان ہیں اور لڑکا غیرمسلم ماں باپ کا بیٹا ہے، اس لئے تھوڑی سی خلش ہے، کیا ہم وہاں ہاں کردیں؟“ تو قرآن پاک میں یہ جواب آیا تھا کہ: ”اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی، کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔“ (سورۃ التوبہ کی ۲۱ ویں آیت)۔ سب کو یہ جواب پڑھ کر تسلی ہوئی لیکن بعض رشتہ دار اور خود میری بہن صرف اس وجہ سے انکاری تھے کہ وہ غیرمسلم ہیں، اس لئے امی مزید پریشان ہوگئی ہیں اور بیمار پڑگئی ہیں، امی نے ایک مرتبہ پھر قرآن مجید میں پوچھا تو آپ یقین نہیں کریں گے کہ اس میں واضح طور پر یہ الفاظ تھے کہ: ”آپ کی مدد اس وقت کرچکا ہے۔“ (سورۃ التوبہ کی چالیسویں آیت)۔ چونکہ قرآن مجید چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور ہمارا قرآن پاک چھوٹا ہے اس لئے صفحہ جب شروع ہوتا ہے تو یہی الفاظ جو میں نے بیان کئے ہیں الگ الگ صفحات پر درج ہیں، یہ میں آپ کو اس لئے بتارہی ہوں کہ جب آپ ان آیات کا ترجمہ پڑھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ آپ کے قرآن مجید میں وہ آگے پیچھے ہوں۔

آپ بھی مسلمان ہیں اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف پر یقین رکھتے ہیں، مجھے احساس ہے کہ آپ دوسرے علماء کی طرح غیرمسلموں کو برا سمجھتے ہیں، ہم بہت پریشان ہیں،

اب انکار بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ہم نے قرآن سے پوچھ لیا تو سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا، اور اگر ہم نے نہ کردی تو اللہ تعالیٰ نہ جانے ہمارے لئے کون سی سزائیں منتخب کرے گا؟ مجھے احساس ہے کہ آپ کا کیا جواب ہوگا لیکن بس آپ میری یہ مشکل حل کردیں۔ آیا ہم قرآن مجید سے پوچھنے کے باوجود "نہ" کرسکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں جو الفاظ آئے ہیں وہ اوپر بیان کئے جاچکے ہیں۔

ج...... آپ کے سوال میں چند امور توجہ طلب ہیں، ان کو الگ الگ لکھتا ہوں۔

اول:...... قادیانی باجماع امت مرتد اور زندیق ہیں، کسی مسلمان لڑکی کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہوسکتا، اس لئے اپنی بچی کافر کے حوالے ہرگز نہ کیجئے ورنہ ساری عمر زنا اور بدکاری کا وبال ہوگا اور اس گناہ میں آپ دونوں ماں بیٹی بھی شریک ہوں گی۔

دوم:...... قرآن مجید سے فال دیکھنا حرام اور گناہ ہے، اور اس فال کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا نادانی ہے، کیونکہ قرآن مجید کے صفحے مختلف ہوسکتے ہیں، ایک شخص فال کھولے گا تو کوئی آیت نکلے گی اور دوسرا کھولے گا تو دوسری آیت نکلے گی۔ جو مضمون میں پہلی آیت سے مختلف ہوگی، پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم سے فال نکال کر کسی شخص نے کوئی کام کیا اور اس کا انجام اچھا نہ نکلا تو قرآن کریم سے بدعقیدگی پیدا ہوگی، جس کا نتیجہ کفر تک نکل سکتا ہے۔ بہرحال علمائے امت نے اس کو ناجائز اور گناہ فرمایا ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ کے مجموعہ فتاویٰ "کفایۃ المفتی" میں ہے:

"س:...... ایک لڑکی کے کچھ زیوارت کسی نے اتار لئے، لوگوں کا خیال ایک شخص کی طرف گیا اور فال کلام مجید سے نکالی گئی اور اسی شخص کا نام نکلا جس کی طرف خیال گیا تھا، اس کو جب معلوم ہوا تو اس نے مسجد میں جاکر قرآن مجید کے چند ورق پھاڑ لئے اور ان پر پیشاب کردیا۔ (نعوذ باللہ!) اور کہنے لگا کہ قرآن مجید بھی جھوٹا اور مولوی بھی سالا جھوٹا۔ آیا یہ شخص اسلام میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور ہوسکتا ہے تو کیسے؟

ج:......شریعت میں فال نکالنا منع ہے، اور اس کے منع ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ اول تو یہ کہ علمِ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، ممکن ہے کہ نام غلط نکلے اور پھر جس کا نام نکلے خدانخواستہ کہیں وہ ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جیسے اس شخص نے کی۔ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے جو آپ نے دیکھا۔ جس شخص نے کلام مجید اور مولویوں کے ساتھ ایسی گستاخیاں کی ہیں وہ کافر ہے، لیکن نہ ایسا کافر کہ کبھی اسلام میں داخل نہ ہوسکے، بلکہ جدید توبہ سے وہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے۔ آئندہ فال نکالنے سے احتراز چاہئے تاکہ فال نکال کر نام نکالنے والے شخص کی طرح خود بھی اور جس کا نام نکلا تھا اسے بھی گناہ گار نہ کریں۔ اس شخص سے توبہ کرانے کے بعد اس کی بیوی سے تجدید نکاح لازم ہے۔'' (کفایت المفتی ج:۹ ص:۱۲۹)

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''ج:......قرآن مجید سے فال نکالنی ناجائز ہے، فال نکالنی اور اس پر عقیدہ کرنا کسی اور کتاب (مثلاً دیوانِ حافظ یا گلستان وغیرہ) سے بھی ناجائز ہے، مگر قرآن مجید سے نکالنی تو سخت گناہ ہے کہ اس سے بسااوقات قرآن مجید کی توہین یا اس کی جانب سے بدعقیدگی پیدا ہوجاتی ہے۔'' (کفایۃ المفتی ج:۹ ص:۲۲۱)

ایک اور جگہ مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''چور کا نام نکالنے کے لئے قرآن مجید سے فال لینا ناجائز ہے اور اس کو یہ سمجھنا کہ یہ قرآن مجید کو ماننا یا نہ ماننا ہے، غلط ہے۔ اس لئے حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ: تم قرآن مجید کو مانتے ہو تو زید کے دس روپے دے دو کیونکہ قرآن مجید نے تمہیں چور بتایا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں تھا۔'' (ایضاً ص:۲۲۳)

پس آپ کا اور آپ کی والدہ کا اس ناجائز فعل کو حجت سمجھنا قطعاً غلط اور گناہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

سوم:......آپ کی والدہ نے آپ کے والد صاحب کے بارے میں سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر:۲۵ کی جو یہ فال نکالی تھی:

”بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہوگیا ہے، سو ایک خاص وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس کی حالت کا انتظار کرو۔“

قرآن مجید کھول کر اس سے آگے پیچھے پڑھ لیجئے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا قول نقل کیا ہے جو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ اب اگر یہ قول صحیح ہے تو آپ کے والد صاحب کی مثال نوح علیہ السلام کی ہوئی اور آپ کی والدہ کی مثال قومِ نوح کے کافروں کی ہوئی، کیا آپ اور آپ کی والدہ اس مثال کو اپنے لئے پسند کریں گے؟ فرمانِ خدا (جس کا آپ حوالہ دے رہی ہیں) تو یہ ہے کہ اس فقرہ کے کہنے والے کافر ہیں اور جس شخص کے بارے میں یہ فقرہ کہا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہے۔ میں تو قرآن کریم کے لفظ لفظ پر ایمان رکھتا ہوں، کیا آپ بھی اس فرمانِ خدا پر ایمان رکھیں گے؟

چہارم:......اب کافر لڑکے کے بارے میں آپ کی والدہ نے سورۂ توبہ سے جو فال نکالی اس کو دیکھئے! اس سے اوپر کی آیت میں ان اہل ایمان کا ذکر ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا، چنانچہ ارشاد ہے: ”جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔“ انہی کے بارے میں فرمایا ہے:

”ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے، اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی، کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو

رہیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔“

کیا دنیا کا کوئی عقل مند ان آیات کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کامل اہل ایمان اور مہاجرین ومجاہدین کے بارے میں نازل ہوئیں، فال کھول کر فاسقوں، بدکاروں اور کافروں، مرتدوں پر چسپاں کرنے لگے گا اور اس کو فرمانِ الٰہی سمجھ کر لوگوں کے سامنے کرے گا؟ اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہے:

”اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) رفیق مت بناؤ، اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہے) اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا، سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔“ (التوبہ:۲۳)

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جو کافر، کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ وہ تمہارے کیسے ہی عزیز ہوں، خواہ باپ، بھائی اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، ان کو اپنا دوست ورفیق نہ بناؤ اور ان سے محبت ومودت کا کوئی رشتہ نہ رکھو اور تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کا نام ظالموں اور خدا کے نافرمانوں میں لکھا جائے گا۔ اب بتایئے کہ جن قادیانی مرتدوں نے ایمان پر کفر کو ترجیح دے رکھی ہے، اور جنھوں نے قادیان کے غلام احمد کو (نعوذ باللہ) ”محمد رسول اللہ“ بنا رکھا ہے، ایسے کافروں کو اپنی بیٹی اور بہن دے کر آپ کس زمرے میں شمار ہوں گی؟ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کا نام ظالم رکھتا ہے، آپ اپنے لئے کون سا نام پسند کریں گی؟

پنجم:......آپ کی امی نے تیسری فال قادیانیوں کے کافر قرار دیئے جانے پر نکالی اور اس میں یہ الفاظ نکلے:

”آپ کی مدد اس وقت کرچکا ہے۔“

ذرا اس پوری آیت کو پڑھ کر دیکھئے کہ یہ کس کے بارے میں ہے؟ یہ آیت مقدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے، مکہ کے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ

فہرست

وسلم کو مکہ سے نکال دیا تھا اس کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو فرماتے ہیں:

''اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔''

مکہ سے نکالنے والے مکہ کے کافر تھے، اور جن کو نکالا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یارِ غار حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ آپ کی امی فال کے ذریعہ قادیانیوں پر اس آیت کو چسپاں کر کے قادیانیوں کو نعوذ باللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل بنا رہی ہیں اور تمام امت مسلمہ کو، جس نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے، مکہ کے کافر بنا رہی ہیں، یہ ہیں آپ کی امی کی کھولی ہوئی فال کے کرشمے اور لطف یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کے معنی و مفہوم سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان کرشموں کو خدا کا فرمان بتا رہی ہیں۔ خدا کے لئے ان باتوں سے توبہ کیجئے، اور اپنا ایمان برباد نہ کیجئے۔ اس قادیانی مرتد کو ہرگز لڑکی نہ دیجئے کیونکہ میں اوپر فرمانِ خداوندی نقل کر چکا ہوں کہ ایسے کافروں سے دوستی اور رشتہ ناطہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم اور نافرمان ٹھہرایا ہے۔ اگر آپ نے اس فرمانِ الٰہی کی پروانہ کی اور لڑکی قادیانی مرتد کو دے دی، تو اس ظلم کی ایسی سزا دنیا و آخرت میں ملے گی کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی...!

دست شناسی اور اسلام

س...... اسلام کی رو سے دست شناسی جائز ہے یا نہیں؟ اس کا سیکھنا اور ہاتھ دیکھ کر مستقبل کا حال بتانا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... ان چیزوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

دست شناسی کی کمائی کھانا

س......علم نجوم پر لکھی ہوئی کتابیں (پامسٹری) وغیرہ پڑھ کر لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر حالات بتانا یعنی پیش گوئیاں کرنا اور اس پیشہ سے کمائی کرنا ایک مسلمان کے لئے جائز ہے؟

ج......جائز نہیں۔

ستاروں کا علم

س......کیا ستاروں کے علم کو درست اور صحیح سمجھا جا سکتا ہے؟ اور کیا اس پر یقین کرنے سے ایمان پر کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

ج......ستاروں کا علم یقینی نہیں اور پھر ستارے بذاتِ خود مؤثر بھی نہیں، اس لئے اس پر یقین کرنے کی ممانعت ہے۔

نجوم پر اعتقاد کفر ہے

س......میں نے اپنے لڑکے کی شادی کا پیغام ایک عزیز کے ہاں دیا، انہوں نے کچھ دن بعد جواب دیا کہ میں نے علم الاعداد اور ستاروں کا حساب نکلوایا ہے، میں مجبور ہوں کہ بچوں کے ستارے آپس میں نہیں ملتے، اس لئے میری طرف سے انکار سمجھیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ از روئے شرع ان کا یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

ج......نجوم پر اعتقاد کفر ہے۔

اہل نجوم پر اعتماد درست نہیں

س......اکثر اہل نجوم کہتے ہیں کہ سال میں ایک دن، ایک مقررہ وقت ایسا آتا ہے کہ اس مقررہ وقت میں جو دعا بھی مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس مقررہ وقت میں ان پڑھ لوگوں کی اکثریت دعائیں مانگنے میں مصروف رہتی ہے۔ مہربانی فرما کر بتائیے کہ کیا دعائیں صرف ایک مقررہ وقت میں اور وہ بھی سال میں ایک دن قبول ہوتی ہیں؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سال کے باقی دنوں میں دعائیں نہ مانگی جائیں؟

ج......اسلام کے نقطۂ نظر سے تو چوبیس گھنٹے میں ایک وقت (جس کی تعیین نہیں کی گئی) ایسا آتا

فہرست

ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ باقی نجوم پر مجھے نہ عقیدہ ہے، نہ عقیدہ رکھنے کو صحیح سمجھتا ہوں۔

برجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تأثیر نہیں

س...... اپنی قسمت کا حال دریافت کرنا یا اخبارات وغیرہ میں جو کیفیات یا حالات درج کئے جاتے ہیں کہ فلاں برج والے کے ساتھ یہ ہوگا وہ ہوگا، پڑھنا یا معلوم کرنا درست ہے؟ اور اس بات پر یقین رکھنا کہ فلاں تاریخ کو پیدا ہونے والے کا برج فلاں ہے، گناہ ہے؟

ج...... اہل اسلام کے نزدیک نہ تو کوئی شخص کسی کی قسمت کا صحیح صحیح حال بتا سکتا ہے، نہ برجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تأثیر ہے۔ ان باتوں پر یقین کرنا گناہ ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور توہم پرست بن جاتے ہیں۔

نجومی کو ہاتھ دکھانا

س...... جناب مولانا صاحب! ہمیں ہاتھ دکھانے کا بہت شوق ہے، ہر دیکھنے والے کو دکھاتے ہیں۔ بتائیے کہ یہ باتیں ماننی چاہئیں یا نہیں؟

ج...... ہاتھ دکھانے کا شوق بڑا غلط ہے، اور ایک بے مقصد کام بھی، اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ جس شخص کو اس کی لت پڑ جائے وہ ہمیشہ پریشان رہے گا اور ان لوگوں کی انٹ شنٹ باتوں میں الجھا رہے گا۔

جو منجم سے مستقبل کا حال پوچھے، اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی

س...... میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ستاروں کے علم پڑھنے سے یعنی جس طرح اخبارات اور رسالوں میں دیا ہوا ہوتا ہے کہ: ''یہ ہفتہ آپ کا کیسا رہے گا؟'' پڑھنے سے خدا تعالیٰ اس شخص کی چالیس دن تک دعا قبول نہیں کرتا۔ جب میں نے یہ بات اپنے ایک عزیز دوست کو بتائی تو وہ کہنے لگا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں کہ خداوند تعالیٰ چالیس دن تک دعا قبول نہیں کرتا، ویسے ستاروں کے علم پر تو میں یقین نہیں رکھتا کیونکہ ایسی باتوں پر یقین رکھنے سے ایمان پر دیمک لگ جاتی ہے۔ تو اس سلسلے میں بتائیے کہ کس کا نظریہ درست ہے؟

ج...... اس سوال کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور مسند

احمد کی حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص کسی ''عراف'' کے پاس گیا، پس اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔'' (صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۳۳)

ستاروں کے ذریعہ فال نکالنا

س...... ایک لڑکے کا رشتہ طے ہوا، لڑکی والوں نے تمام معلومات بھی کرلیں کہ لڑکا ٹھیک ٹھاک اور نیک ہے۔ پھر لڑکی والوں نے کہا کہ ہم تین دن بعد جواب دیں گے۔ ان کے گھرانے کے کوئی بزرگ ہیں جو امام مسجد بھی ہیں اور لڑکی والے ہر کام ان کے مشورے سے کرتے ہیں۔ جمعرات کے دن رات کو امام صاحب نے کوئی وظیفہ کیا اور جمعہ کو لڑکی والوں کو کہا کہ اس لڑکے اور لڑکی کا ستارہ آپس میں نہیں ملتا، یہاں شادی نہ کی جائے۔ آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے آگاہ فرمائیں۔

ج...... اسلام ستارہ شناسی کا قائل نہیں، نہ اس پر یقین رکھتا ہے۔ بلکہ حدیث میں اس پر بہت سخت مذمت آئی ہے۔ وہ بزرگ اگر نیک اور باشرع ہیں تو ان کو استخارہ کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا، جو یقینی اور قطعی نہیں، اور اگر وہ کسی عمل کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں تو یہ جائز نہیں۔

علم الاعداد پر یقین رکھنا گناہ ہے

س...... آپ نے اخبار جنگ میں ایک صاحب کے ہاتھ دکھا کر قسمت معلوم کرنے پر جو کچھ لکھا ہے میں اس سے بالکل مطمئن ہوں، مگر علم الاعداد اور علمِ نجوم میں بڑا فرق ہوتا ہے، اس علم میں یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ شخص کے نام کو بحساب ابجد ایک عدد کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے، اور پھر جب ''عدد'' سامنے آجاتا ہے تو علم الاعداد کا جاننے والا اس شخص کو اس کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ کرسکتا ہے۔ ویسے بنیادی بات تو یہ ہے کہ اگر اس علم کو محض علم جاننے تک لیا جائے اور اگر اس میں کچھ غلط باتیں لکھی ہوں تو ان پر یقین نہ کیا جائے تو کیا یہ گناہ ہی ہوگا؟

ج...... علمِ نجوم اور علم الاعداد میں مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ وہاں ستاروں کی گردش اور ان کے اوضاع (اجتماع و افتراق) سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے، اور یہاں بحساب جمل اعداد نکال کر ان اعداد سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ گویا علمِ نجوم

فہرست

میں ستاروں کو انسانی قسمت پر اثر انداز سمجھا جاتا ہے، اور علم الاعداد میں نام کے اعداد کی تأثیرات کے نظریہ پر ایمان رکھا جاتا ہے۔ اول تو یہ کہ ان چیزوں کو مؤثر حقیقی سمجھنا ہی کفر ہے، علاوہ ازیں محض اٹکل پچو اتفاقی امور کو قطعی و یقینی سمجھنا بھی غلط ہے، لہٰذا اس علم پر یقین رکھنا گناہ ہے، اگر فرض کیجئے کہ اس سے اعتقاد کی خرابی کا اندیشہ نہ ہو، نہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچے، نہ اس کو یقینی اور قطعی سمجھا جائے تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا سیکھنا گناہ نہیں، مگر ان شرائط کے باوجود اس کے فعلِ عبث ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ ان چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے آدمی دین و دنیا کی ضروری چیزوں پر توجہ نہیں دے سکتا۔

ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا درست نہیں

س...... قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا چاہئے یا نہیں؟

ج...... قرآن وحدیث کی روشنی میں ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا درست نہیں۔

اُلّو بولنا اور نحوست

س...... اگر کسی مکان کی چھت پر اُلّو بیٹھ جائے یا کوئی شخص اُلّو دیکھ لے تو اس پر تباہیاں اور مصیبتیں آنا شروع ہوجاتی ہیں، کیونکہ یہ ایک منحوس جانور ہے۔ اس کے برعکس مغرب کے لوگ اسے گھروں میں پالتے ہیں۔ مہربانی فرماکر یہ بتائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج...... نحوست کا تصور اسلام میں نہیں ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اُلّو ویرانہ چاہتا ہے، جب کوئی قوم یا فرد اپنی بدعملیوں کے سبب اس کا مستحق ہو کہ اس پر تباہی نازل ہو تو اُلّو کا بولنا اس کی علامت ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اُلّو کا بولنا تباہی و مصیبت کا سبب نہیں بلکہ انسان کی بدعملیاں اس کا سبب ہیں۔

شادی پر دروازے میں تیل ڈالنے کی رسم

س...... یوں تو ہمارے معاشرے میں بہت سی سماجی برائیاں ہیں۔ لیکن شادی بیاہ کے معاملوں میں ہمارے توہم پرست لوگ حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ شادی والے دن جب دولہا میاں دلہن کو لے کر گھر آتا ہے تو دولہا اور دلہن اس وقت تک گھر کے دروازے کے اندر نہیں آسکتے جب تک گھر کے دروازے کے دونوں طرف تیل نہ پھینک دیا جائے،

بعد ازاں دلہن اس وقت تک کسی کام کو ہاتھ نہیں لگا سکتی جب تک ایک خاص قسم کا کھانا جس میں بہت سی اجناس شامل ہوتی ہیں پکا نہیں لیتی۔ میرے خیال میں یہ سراسر توہم پرستی اور فضول رسمیں ہیں، کیونکہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ایسے کسی رسم ورواج کا پتہ نہیں ملتا۔ برائے مہربانی آپ شریعت کی رو سے بتائیں کہ اسلامی معاشرے میں ایسی رسوم کی کیا حیثیت ہے؟

ج…… آپ نے جن رسموں کا ذکر کیا ہے وہ بلاشبہ توہم پرستی ہے، غالباً یہ اور اس قسم کی دوسری رسمیں ہندو معاشرے سے لی گئی ہیں۔

نظرِ بد سے بچانے کے لئے بچے کے سیاہ دھاگا باندھنا

س…… بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لئے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں، یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے سیاہ رنگ کا نشان لگا دیا جاتا ہے تاکہ بچے کو بری نظر نہ لگے۔ کیا یہ فعل درست ہے؟

ج…… محض توہم پرستی ہے۔

غروبِ آفتاب کے فوراً بعد بتی جلانا

س…… بعد غروبِ آفتاب فوراً بتی یا چراغ جلانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگرچہ کچھ کچھ اجالا رہتا ہی ہو۔ بعض لوگ بغیر بتی جلائے مغرب کی نماز پڑھنا درست نہیں سمجھتے، اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہے؟

ج…… یہ توہم پرستی ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

منگل اور جمعہ کے دن کپڑے دھونا

س…… اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ اور منگل کو کپڑے نہیں دھونا چاہئے۔ ایسا کرنے سے رزق (آمدنی) میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

ج…… بالکل غلط! توہم پرستی ہے۔

ہاتھ دکھا کر قسمت معلوم کرنا گناہ ہے اور اس پر یقین رکھنا کفر ہے

س…… ہاتھ دکھا کر جو لوگ باتیں بتاتے ہیں، وہ کہاں تک صحیح ہوتی ہیں؟ اور کیا ان پر یقین کرنا چاہئے؟

ج…… ایسے لوگوں کے پاس جانا گناہ اور ان کی باتوں پر یقین کرنا کفر ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی پنڈت نجومی یا قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔“ مسند احمد اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کے بارے میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے۔

آنکھوں کا پھڑکنا

س…… میں نے سنا ہے کہ سیدھی آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے اور بائیں پھڑکے تو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا جواب دیں۔

ج…… قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، محض بے اصل بات ہے۔

کیا عصر و مغرب کے درمیان مُردے کھانا کھاتے ہیں

س…… کیا عصر کی نماز سے مغرب کی نماز کے دوران کھانا نہیں کھانا چاہئے؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس وقت مُردے کھانا کھاتے ہیں۔

ج…… عصر و مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے، اور اس وقت مُردوں کا کھانا جو آپ نے لکھا ہے وہ فضول بات ہے۔

توہم پرستی کی باتیں

س…… عام طور پر ہمارے گھروں میں یہ توہم پرستی ہے اگر دیوار پر کوّا آکر بیٹھے تو کوئی آنے والا ہوتا ہے۔ پاؤں پر جھاڑو لگنا یا لگانا برا فعل ہے، شام کے وقت جھاڑو دینے سے گھر کی نیکیاں بھی چلی جاتی ہیں، دودھ گرنا بری بات ہے، کیونکہ دودھ پوت (بیٹے) سے زیادہ

عزیز ہوتا ہے۔

مثال:......ایک عورت بیٹھی ہوئی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے، قریب ہی دودھ چولہے یا انگیٹھی پر گرم ہو رہا ہے، اگر وہ ابل کر گرنے لگے تو بیٹے کو دور پھینک دے گی اور پہلے دودھ کو بچائے گی۔ اگر کوئی اتفاق سے کنگھی کر کے اس میں جو بال لگ جاتے ہیں، وہ گھر میں کسی ایک کونے میں ڈال دے اور پھر کسی خاتون کی اس پر نظر پڑ جائے تو وہ کہے گی کہ کسی نے ہم پر جادو ٹونہ کرایا ہے۔ ایسی ہی ہزاروں توہم پرستیاں ہمارے معاشرے میں داخل ہو چکی ہیں۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے آباء واجداد قدیم زمانے سے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ رہے ہیں، ان ہی کی رسومات بھی ہمارے ماحول میں داخل ہو گئی ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی اصلاح فرمائیں۔

ج...... ہمارے دین میں توہم پرستی اور بدشگونی کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ نے جتنی مثالیں لکھی ہیں یہ سب غلط ہیں۔ البتہ دودھ خدا کی نعمت ہے، اس کو ضائع ہونے سے بچانا اور اس کے لئے جلدی سے دوڑنا بالکل درست ہے، عورت کے سر کے بالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو پھینکا نہ جائے تا کہ کسی نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے، باقی یہ بھی صحیح ہے کہ بعض لوگ عورت کے بالوں کے ذریعہ جادو کرتے ہیں، مگر ہر ایک کے بارے میں یہ بدگمانی کرنا بالکل غلط ہے۔

شیطان کو نماز سے روکنے کے لئے جائے نماز کا کونا اُلٹنا غلط ہے

س......شیطان مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لئے وسوسوں کے ذریعے بہکاتا ہے اور خود عبادت کرتا ہے، اس کو عبادت سے روکنے کے لئے ہم نماز کے بعد جائے نماز کا کونا اُلٹ دیتے ہیں، اس طرح عبادت سے روک دینے کے عمل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج......اس سوال میں آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ شیطان دوسروں کو عبادت سے روکتا ہے مگر خود عبادت کرتا ہے۔ شیطان کا عبادت کرنا غلط ہے، عبادت تو حکمِ الٰہی بجالانے کا نام ہے، جبکہ شیطان حکمِ الٰہی کا سب سے بڑا نافرمان ہے، اس لئے یہ خیال کہ شیطان عبادت کرتا ہے بالکل غلط ہے۔

دوسری غلط فہمی یہ کہ مصلّی کا کونا اُلٹنا شیطان کو عبادت سے روکنے کے لئے ہے، یہ

قطعاً غلط ہے۔ مصلیٰ کا کونا اُلٹنے کا رواج تو اس لئے ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلاضرورت جائے نماز بچھی نہ رہے اور وہ خراب نہ ہو۔ عوام جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جائے نماز نہ اُلٹی جائے تو شیطان نماز پڑھتا ہے، یہ بالکل مہمل اور لایعنی بات ہے۔

نقصان ہونے پر کہنا کہ کوئی منحوس صبح ملا ہوگا

س...... جب کسی شخص کو کسی کام میں نقصان ہوتا ہے یا کسی مقصد میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ یہ جملہ کہتا ہے کہ: ''آج صبح سویرے نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی۔'' جبکہ انسان صبح سویرے بستر پر آنکھ کھلنے کے بعد سب سے پہلے اپنے ہی گھر کے کسی فرد کی شکل دیکھتا ہے، تو کیا گھر کا کوئی آدمی اس قدر منحوس ہوسکتا ہے کہ صرف اس کی شکل دیکھ لینے سے سارا دن نحوست میں گزرتا ہے؟

ج...... اسلام میں نحوست کا تصور نہیں، یہ محض توہم پرستی ہے۔

اُلٹے دانت نکلنے پر بدشگونی توہم پرستی ہے

س...... بچے کے دانت اگر اُلٹے نکلتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ ننھیال یا ماموؤں پر بھاری پڑتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے؟

ج...... اس کی کوئی اصل نہیں! محض توہم پرستی ہے۔

چاند گرہن یا سورج گرہن سے چاند یا سورج کو کوئی اذیت نہیں ہوتی

س...... میں نے سنا ہے کہ جب چاند گرہن یا سورج گرہن ہوتا ہے تو ان کو اذیت پہنچتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

ج...... درست نہیں! محض غلط خیال ہے۔

عورت کا روٹی پکاتے ہوئے کھالینا جائز ہے

س...... میری امی کہتی ہیں کہ جب عورت روٹی پکاتی ہے تو اسے حکم ہے کہ تمام روٹیاں پکا کر ہاتھ سے لگا ہوا آٹا اتار کر روٹی کھائے، عورت کو جائز نہیں کہ وہ روٹیاں پکاتے پکاتے کھانے لگے، یعنی آدھی روٹیاں پکائیں اور کھانا شروع کردیا، تو ایسا کرنے والی عورت جنت میں

فہرست

داخل نہ ہوسکے گی۔ آپ بتائیے کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج..... آپ کی امی کی نصیحت تو ٹھیک ہے، مگر مسئلہ غلط ہے۔ عورت کو روٹی پکانے کے دوران بھی کھانا کھالینا شرعاً جائز ہے۔

جمعہ کے دن کپڑے دھونا

س..... میں نے سنا ہے کہ جمعہ اور منگل کے دن کپڑے دھونا نہیں چاہئے، اور بہت سے لوگ جمعہ کے دن نماز ہوجانے کے بعد کپڑے دھوتے ہیں، اور کہاں تک یہ طریقہ درست ہے؟ اور اس طرح بہت سے لوگ جو پردیس میں ہوتے ہیں اور ان کی جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہ لوگ کپڑے دھوتے ہیں اس لئے کہ جمعہ کے علاوہ ان کو ٹائم نہیں ملتا۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ لوگ جمعہ اور منگل کو کپڑے دھونے کی اجازت دیتے ہیں جو لوگ نماز پڑھتے ہیں کیا قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے یا نہیں؟

ج..... جمعہ اور منگل کے دن کپڑے نہ دھونے کی بات بالکل غلط ہے۔

عصر اور مغرب کے دوران کھانا پینا

س..... اکثر لوگ کہتے ہیں کہ عصر اور مغرب کے درمیان کچھ کھانا پینا نہیں چاہئے کیونکہ نزع کے وقت انسان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عصر و مغرب کا درمیانہ وقت ہے اور شیطان شراب کا پیالہ پینے کو دے گا تو جن لوگوں کو عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے کی عادت ہوگی وہ شراب کا پیالہ پی لیں گے اور جن کو عادت نہ ہوگی وہ شراب پینے سے پرہیز کریں گے (نیز اس وقفہ عصر و مغرب کے درمیان کچھ نہ کھانے پینے سے روزے کا ثواب ملتا ہے)۔ برائے مہربانی اس سوال کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دے کر ایک الجھن سے نجات دلائیں۔

ج..... یہ دونوں باتیں غلط ہیں! عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے میں کوئی کراہت نہیں۔

کٹے ہوئے ناخن کا پاؤں کے نیچے آنا، پتلیوں کا پھڑکنا، کالی بلی کا راستہ کاٹنا

س..... ۱: بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر کاٹا ہوا ناخن کسی کے پاؤں کے نیچے آجائے تو وہ شخص اس شخص کا (جس نے ناخن کاٹا ہے) دشمن بن جاتا ہے؟

۲:...... جناب کیا پتلیوں کا پھڑکنا کسی خوشی یا غمی کا سبب بنتا ہے؟

۳:...... اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو کیا آگے جانا خطرے کا باعث بن جائے گا؟

ج...... یہ تینوں باتیں محض توہم پرستی کی مد میں آتی ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

زمین پر گرم پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا

س...... زمین پر گرم پانی وغیرہ گرانا منع ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، زمین کو تکلیف ہوتی ہے۔

ج...... محض غلط خیال ہے!

نمک زمین پر گرنے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن قصداً گرانا برا ہے

س...... کیا نمک اگر زمین پر گر جائے (یعنی پیروں کے نیچے آئے) تو روزِ قیامت پلکوں سے اٹھانا پڑے گا؟

ج...... نمک بھی خدا کی نعمت ہے، اس کو زمین پر نہیں گرانا چاہئے، لیکن جو سزا آپ نے لکھی ہے وہ قطعاً غلط ہے۔

پتھروں کا انسان کی زندگی پر اثر انداز ہونا

س...... ہم جو انگوٹھی وغیرہ پہنتے ہیں اور اس میں اپنے نام کے ستارے کے حساب سے پتھر لگواتے ہیں، مثال کے طور پر عقیق، فیروزہ، وغیرہ وغیرہ، کیا یہ اسلام کی رو سے جائز ہے؟ اور کیا کوئی پتھر کا پہننا بھی سنت ہے؟

ج...... پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے، انسان کے اعمال اثر انداز ہوتے ہیں۔

فیروزہ پتھر حضرت عمرؓ کے قاتل فیروز کے نام پر ہے

س...... لعل، یاقوت، زمرد، عقیق اور سب سے بڑھ کر فیروزہ کے نگ کو انگوٹھی میں پہننے سے کیا حالات میں تبدیلی رونما ہوتی ہے؟ اور اس کا پہننا اور اس پر یقین رکھنا جائز ہے؟

ج...... پتھروں کو کامیابی و ناکامی میں کوئی دخل نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام

فیروزہ تھا، اس کے نام کو عام کرنے کے لئے سبائیوں نے ''فیروزہ'' کو متبرک پتھر کی حیثیت سے پیش کیا۔ پتھروں کے بارے میں نحس و سعد کا تصور سبائی افکار کا شاخسانہ ہے۔

پتھروں کی اصلیت

س...... میری خالہ جان چاندی کی انگوٹھی میں فیروزہ کا پتھر پہننا چاہتی ہیں، آپ برائے مہربانی ذرا پتھروں کی اصلیت کے بارے میں وضاحت کریں۔ ان کا واقعی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا یہ سب داستانیں ہیں؟ اگر ان کا وجود ہے تو فیرزہ پتھر کس وقت؟ کس دن؟ اور کس دھات میں پہننا مبارک ہے؟

ج...... پتھروں سے آدمی مبارک نہیں ہوتا، انسان کے اعمال اس کو مبارک یا ملعون بناتے ہیں۔ پتھروں کو مبارک و نامبارک سمجھنا عقیدے کا فساد ہے جس سے توبہ کرنی چاہئے۔

پتھروں کے اثرات کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

س......اکثر لوگ مختلف ناموں کے پتھروں کی انگوٹھیاں ڈالتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں پتھر میری زندگی پر اچھے اثرات ڈالتا ہے اور ساتھ ساتھ ان پتھروں کو اپنے حالات اچھے اور برے کرنے پر یقین رکھتے ہیں، بتائیں کہ شرعی لحاظ سے ان پتھروں پر ایسا یقین رکھنا اور سونے میں ڈالنا کیسا ہے؟

ج...... پتھر انسان کی زندگی پر اثرانداز نہیں ہوتے، اس کے نیک یا بدعمل اس کی زندگی کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار ہیں، پتھروں کو اثرانداز سمجھنا مشرک قوموں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کا نہیں اور سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے۔

متفرق مسائل

نظر لگنے کی حقیقت

س…… بڑے بوڑھوں سے اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص کو نظر لگ گئی اور اس طرح اس کی آمدنی کم ہوگئی یا کاروبار میں نقصان ہوگیا، یا ملازمت ختم ہوگئی وغیرہ۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ نظر لگنے کی حقیقت کیا ہے؟

ج…… صحیح بخاری شریف (کتاب الطب، باب العین حق) کی حدیث میں ہے کہ: ''العین حق'' یعنی نظر لگنا برحق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج:۱۰ ص:۲۰۴) میں اس کے ذیل میں مسند بزار سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قضا و قدر کے بعد اکثر لوگ نظر لگنے سے مرتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ نظر لگنے سے بعض دفعہ آدمی بیمار بھی ہوجاتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ بیماری موت کا پیش خیمہ بھی بن جاتی ہے۔ دوسرے نقصانات کو اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے بہت ہی اچھی لگے تو اگر وہ ''ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ'' کہہ دے تو اس کو نظر نہیں لگے گی۔

اسلامی ممالک میں غیر مذہب کی تبلیغ پر پابندی تنگ نظری نہیں

س…… پہلے آپ میرے اس سوال کا جواب دیں کہ ہمارا اسلام تنگ نظر مذہب ہے؟ اگر آپ کا جواب نہیں میں ہے جو یقیناً نہیں میں ہوگا تو پھر اس ''نہیں'' کی روشنی میں میرے ذہن میں موجود اصل مسئلے کا جواب دیں کہ جب اسلام اپنی تبلیغ کا حکم دیتا ہے تو پھر دوسرے مذاہب پر کیوں پابندی لگادیتا ہے؟ کیا اسلام کے پیروکاروں کو استقلال اور ثابت قدمی پر شک ہے جو ان کے اولین اصولوں میں ایک ہے۔ پھر یہ کہ جب اسلامی مملکتوں میں

دوسرے مذاہب کی تبلیغ قانوناً ممنوع ہے تو کیا یہ خطرہ تو نہیں کہ غیرمسلم مملکتیں اسلام کی تبلیغ کے بارے میں ایسے ہی قوانین بناڈالیں۔ اگر کہیں ایسا ہوگیا تو اسلام کی تبلیغ کہاں اور کیونکر ہوگی؟ اور کیا موجودہ طریقہ کار سے دوسرے مذاہب کی سرگرمیوں کو خفیہ فروغ تو حاصل نہیں ہورہا؟ امید ہے میرے ان سوالات کا تفصیلی جواب دے کر آپ میرے اور میرے حوالے سے کئی نوجوانوں کے ذہن میں موجود اس الجھن اور تشویش کو دور کریں گے؟

ج…… اپنے حریم میں کسی کو گھسنے نہ دینا تنگ نظری نہیں کہلاتی، حمیت و غیرت کہلاتی ہے! اسلام اگر تنگ نظر نہیں ہے تو بے غیرت بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کی بیوی کو اپنی طرف علانیہ دعوت دینے لگے تو کیا شوہر اس کو برداشت کرے گا؟ اور کیا کوئی عقل منداس کو تنگ نظری کا طعنہ دے گا؟ اور کیا یہ کہا جائے گا کہ اس کو اپنی بیوی پر اعتماد نہیں اس لئے برا مناتا ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے زیادہ باغیرت ہے اور اس کا دین انسانی ناموس سے زیادہ مقدس ہے۔

رہا آپ کا یہ اشکال ہے کہ اگر اسلامی مملکت میں غیرمذاہب کو اپنی تبلیغ کرنے پر پابندی ہوگی تو غیرمسلم مملکتیں اپنے یہاں بھی مسلمانوں پر پابندی عائد کردیں گی کہ وہ تبلیغ نہ کریں۔ تو جناب! حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی عیسائی مملکتیں جنہیں عام طور پر فراخ دل ”لبرل“ تصور کیا جاتا ہے مسلمانوں کی تبلیغ کے معاملہ میں انتہائی متعصب ہوتی ہیں۔ ان کے ملکوں میں عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دینا تو درکنار ذرا آپ مسلمانوں کو ہی اسلام کی تعلیم دینے کے لئے کوئی مسجد یا مدرسہ تعمیر کرلیں تو دیکھیں۔ یہ جو آپ سنتے ہیں کہ انگلینڈ میں اتنی سو مساجد ہیں، یہ زیادہ تر خفیہ طور پر گھروں میں ہوتی ہیں، جن کے اندر دروازے بند کرکے اذان دی جاتی ہے، وہ بھی بغیر مائک کے اور ہلکی آواز سے۔ اور جو آپ لندن یا دوسرے شہروں میں کوئی اعلانیہ مسجد دیکھتے ہیں تو اس کے پیچھے کئی سالوں پر محیط صبر آزما جدوجہد کارفرما ہوتی ہے۔ آپ کو دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ لندن دنیا کا بڑا مرکز ہے، مسلمانوں کی بڑی آبادی کے علاوہ وہاں چالیس پچاس مسلم ممالک کے سفیر اور ان کے متعلقین رہتے ہیں، سالوں کی جدوجہد اور عرب سربراہان کے زور ڈالنے پر ریجنٹ پارک میں مسجد بنانے کی

اجازت ملی، اس کا مینار کہیں لندن کے سینٹ پال چرچ کے مینار سے زیادہ بلند ہو رہا تھا فوراً شرط عائد ہوئی کہ مسجد کا مینار اس چرچ سے اونچا نہ ہو، جبکہ وہ چرچ ریجنٹ پارک سے دور واقع ہے اور اذانوں کی آواز پر بھی ایک نوع کی پابندی ہے۔ اب سنئے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ کے قیام کے لئے مانچسٹر بولٹن کے نزدیک پانچ سال کی تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد اجازت ملی کہ آپ مسلمان بچوں کے لئے اسلامی دینی مدرسہ بنا سکتے ہیں۔ یہ کراچی یا پاکستان کی فراخ دل، لبرل، مشنری مشنوں کے رموز سے بے نیاز حکومت تھوڑی ہی ہے کہ کہیں تو عیسائیوں کی ''سیلویشن آرمی'' (نجات کی فوج) ہے اور کہیں بہترین علاقوں جیسے کہ صدر میں بلند سے بلند ترین گرجا گھر ہیں، جو سونے جیسی زمین میں وسیع و عریض رقبوں پر محیط ہیں۔ یہ سب اس کے علاوہ ہے کہ مشنری اسکول کالج روز افزوں ہیں، جو اگر مرتد نہیں بنا سکتے تو راسخ العقیدہ مسلمان بھی نہیں رہنے دیتے۔ امریکہ کی ''وسعتِ نظری'' کی مثال ایک پاکستانی دردمند مسلمان نے بیان کی۔ وہ شکاگو میں رہتے ہیں، جب انہوں نے یہاں عیسائیوں کی یہ ہمہ گیری مشنری اسکول، مشنری اسپتال، گرجا گھروں اور عیسائی نمائندوں کی دیکھی جو قومی وصوبائی اسمبلی میں براجمان ہوتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں تو ایک مسلمان ''سنڈے اسکول'' کھولنے کے لئے بھی برسوں لگ جاتے ہیں، پہلے تو جس محلّہ میں ''سنڈے اسکول'' کھولنا ہوتا ہے وہاں کی آبادی کی ''پبلک ہیرنگ'' کرائی جاتی ہے، باقاعدہ ووٹنگ ہوتی ہے کہ کتنے باشندے اسکول یا مسجد کی تعمیر کے حق میں ہیں، تو ظاہر ہے کہ عیسائی آبادی اپنی اکثریت کی بنا پر اس کو رد کردیتی ہے، پھر ضلعی کورٹ، ہائی کورٹ میں مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ ہر جگہ سے ہار ہار کر انجام کار سپریم کورٹ سے مسلمان اسکول کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے، اس میں دس سال گزر جاتے ہیں۔ امریکی کورٹ کے زبردست اخراجات میں مسلمانوں کا فنڈ کنگال ہوجاتا ہے اور مسلمان ''سنڈے اسکول'' کا خواب اس ''لبرل'' ملک میں شرمندہ تعبیر نہیں ہوتا، رہا یہ کہ کوئی مسلمان محض اقلیت کی بنا پر پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلی کا ممبر بن جائے، یہ ناممکنات میں سے ہے، اُن ''لبرل، فراخ دل، وسیع النظر'' حکومتوں نے اقلیتوں کے نمائندوں کو پارلیمنٹ اور اسمبلی میں پہنچانے کا ٹنٹا نہیں پالا۔

فہرست

کافر کو کافر کہنا حق ہے

س…… کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ''کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے''، چنانچہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی صرف زبان سے کلمہ پڑھ لے اور اپنے کو مسلمان ہونے کا اقرار کرے جبکہ حقیقت میں اس کا تعلق قادیانیت یا کسی اور عقیدے سے ہو تو کیا وہ شخص صرف زبانی کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان کہلائے گا؟ از راہِ کرم مسئلہ ختمِ نبوت کی وضاحت تفصیل سے بتائیے۔

ج…… یہ تو کوئی حدیث نہیں کہ کافر کو کافر نہ کہا جائے، قرآن کریم میں بار بار ''ان الذین کفروا''، ''الکافرون''، ''لقد کفر الذین قالوا'' کے الفاظ موجود ہیں۔ جو اس نظریہ کی تردید کے لئے کافی وشافی ہیں۔ اور یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے (خواہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ''محمد رسول اللہ'' ہی مانتا ہو) اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو، اس طرح یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو خواہ خدا اور رسول کو گالیاں ہی بکتا ہو، اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو۔

صحیح اصول یہ ہے کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دین کو مانتا ہو اور ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی بات کا انکار نہ کرتا ہو، نہ توڑ مروڑ کر ان کو غلط معانی پہناتا ہو وہ مسلمان ہے، کیونکہ ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑنا کفر ہے۔ قادیانیوں کے کفر وارتداد اور زندقہ والحاد کی تفصیلات اہلِ علم بہت سی کتابوں میں بیان کرچکے ہیں۔ جس شخص کو مزید اطمینان حاصل کرنا ہو وہ میرے رسالہ ''قادیانی جنازہ''، ''قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین'' اور ''قادیانیوں اور دوسرے غیرمسلموں میں کیا فرق ہے؟'' ملاحظہ کرلیں۔ ''دفتر ختمِ نبوت، مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش محمد علی جناح روڈ، کراچی'' سے یہ رسائل مل جائیں گے۔

خناس کا قصہ من گھڑت ہے

س…… آج کل میلاد شریف میں پڑھنے والی عورتیں کچھ اس قسم کی باتیں سناتی ہیں کہ: حضرت حوا علیہا السلام کے پاس شیطان آیا کہ میرے بچہ کو ذرا رکھ لو، انہوں نے بٹھالیا تو

فہرست

حضرت آدمؑ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ خناس بیٹھا ہوا ہے، انہوں نے اس کو کاٹا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیئے۔ شیطان آیا اور پوچھا بچہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا، وہ آواز دیتا ہے: خناس! خناس! تمام ٹکڑے جمع ہو کر بچہ بن کر تیار ہو جاتا ہے۔ وہ پھر موقع دیکھ کر حضرت حوا کے حوالے کر جاتا ہے۔ پھر حضرت آدمؑ تشریف لاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ خناس بیٹھا ہے، وہ اس کو کاٹ کر جلاتے ہیں اور راکھ کر کے ہوا میں اڑا دیتے ہیں۔ شیطان حسب سابق آ کر آواز دے کر بچہ زندہ کر کے لے جاتا ہے اور پھر موقع پا کر حضرت حوا کے حوالے کر جاتا ہے۔ اس مرتبہ حضرت آدم اور حوا اس کو کاٹ کر بھون کر دونوں کھا لیتے ہیں۔ پھر میلاد شریف پڑھنے والی فرماتی ہیں کہ انسان کے اندر یہ وہی خناس ہے جو رگ و ریشہ میں پیوست ہو گیا۔ اور اس کو حدیث کہہ کر بیان فرماتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث اپنے محترم بھائی مولانا مفتی محمود صاحب سے کبھی نہیں سنی، ذرا وضاحت فرما دیجئے کہ آیا یہ صحیح ہے یا من گھڑت قصہ ہے؟

ج…… یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے، افسوس ہے کہ اکثر واعظین خصوصاً میلاد پڑھنے والے اسی قسم کے واہی تباہی بیان کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں ایسے بے سروپا قصے بیان کرنا بہت ہی سنگین گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”جو شخص میری طرف کوئی غلط بات جان بوجھ کر منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنائے۔“ اس لئے واعظین کو چاہئے کہ ایسے لغو اور بیہودہ قصے نہ بیان کیا کریں۔

بے علمی اور بے عملی کے وبال کا موازنہ

س…… ایک مسلمان ایسے فعل کو جانتا ہے کہ جس کے کرنے کا حکم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور ایک کام ایسا ہے جس کے کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، لیکن مسلمان جانتے بوجھتے ہوئے بھی ان پر عمل نہیں کرتا۔ سوال کا منشا یہ ہے کہ کیا ایک ایسا شخص زیادہ گناہ گار ہوگا جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں کام گناہ ہے کسی وجہ سے پھر بھی اس کا مرتکب ہو یا وہ شخص بہتر ہے جو گناہ والے کام کو انجانے میں مگر بڑے شوق و ذوق کے ساتھ انجام دیتا ہے؟

ج…… اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن باتوں کے کرنے کا اور کن باتوں سے باز رہنے کا حکم دیا، ان کا

جاننا مستقل فرض ہے، اور ان پر عمل کرنا مستقل فرض ہے۔ جس نے جاننا ہی نہیں اور نہ جاننے کی کوشش ہی کی وہ دوہرا مجرم ہے، اور جس نے شریعت کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کی اس نے ایک فرض ادا کرلیا، ایک اس کے ذمہ رہا۔ الغرض بے علمی مستقل جرم ہے اور بے عملی مستقل۔ اس لئے اس شخص کی حالت بدتر ہے جو شرعی حکم جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ دوم یہ کہ جو شخص اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو جانتا ہوگا وہ اگر حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو کم از کم اپنے آپ کو مجرم اور گناہ گار تو سمجھے گا، گناہ کو گناہ اور حرام کو حرام جانے گا، اور جو شخص جانتا ہی نہیں کہ میں حکمِ الٰہی کو توڑ رہا ہوں اور اپنے جہل اور نادانی کی وجہ سے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھے گا، نہ وہ اپنے آپ کو گناہ گار اور قصوروار تصور کرے گا۔ ظاہر ہے کہ جو مجرم اپنے جرم کو جرم ہی نہ سمجھے اس کی حالت اس شخص سے بدتر ہے جو اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور اپنے جرم کا معترف ہو۔ سوم یہ کہ جو شخص گناہ کو گناہ سمجھے کم از کم اس کو توبہ و استغفار کی توفیق ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس کو اپنی حالت پر ندامت ہو اور وہ گناہ سے تائب ہوجائے۔ لیکن جس جاہل کو یہی معلوم نہیں کہ وہ گناہ کر رہا ہے، وہ کبھی توبہ و استغفار نہیں کرے گا اور نہ اس کے بارے میں یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اس گناہ سے باز آجائے گا، ظاہر ہے کہ یہ حالت پہلی حالت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔

متبرک قطعات

س...... کچھ مسلمان بھائیوں نے اپنے گھروں کے کمروں میں چاروں طرف اسلامی کیلنڈر کے قطعات لگا رکھے ہیں، ان کا لگانا کیسا ہے؟

ج...... متبرک قطعات اگر برکت کے لئے لگائے جائیں تو جائز ہے، زینت کے لئے ہوں تو جائز نہیں، کیونکہ اسمائے مقدسہ اور آیات شریفہ کو محض گھر کی زینت کے لئے استعمال کرنا خلافِ ادب ہے۔

کیا زمین پر جبرائیل علیہ السلام کی آمد بند ہوگئی ہے؟

س...... بیان القرآن میں سورۂ قدر کے ترجمہ میں ناچیز نے پڑھا ہے کہ لیلۃ القدر میں سیّد الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بمع لشکر کے زمین پر اترتے ہیں اور ساتھ حاشیہ میں بیہقی

کی حضرت انسؓ کی روایت بھی درج ہے کہ روح الامین آتے ہیں۔ جبکہ موت کا منظر میں حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سرکار نے جب فانی دنیا سے پردہ فرمایا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اجازت لے کر حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! دیگر گفتگو کے علاوہ کہ اب میرا زمین پر یہ آنا آخری بار آنا ہے اور میں قیامت تک زمین پر نہیں آؤں گا۔ تو عرض ہے کہ اس مسئلہ میں یہ تضاد کیسا؟

ج…… ان دونوں باتوں میں تضاد نہیں، جبرائیل علیہ السلام کا وحی لے کر آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بند ہوگیا، دوسری مہمات کے لئے ان کا آنا بند نہیں ہوا۔

کیا دنیا و مافیہا ملعون ہے؟

س…… کراچی سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ میں ایک مضمون بعنوان ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات'' میں حدیث تحریر کی گئی جس کے الفاظ درج ذیل تھے:

''دنیا ملعون ہے اور دنیا میں موجود تمام چیزیں بھی ملعون ہیں۔''

حدیث کے ساتھ یہ نہیں بتایا گیا کہ کون سی حدیث سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں، میری ناقص رائے کے مطابق دنیا میں بہت سی واجب الاحترام چیزیں ہیں، مثلاً: قرآن پاک، خانہ کعبہ، بیت المقدس، مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قابل احترام ہستیاں بھی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مبارک الفاظ ارشاد فرمائے ان کا مفہوم کیا ہے؟ کیا یہ الفاظ حقیقتاً اسی طرح ہیں؟

ج…… یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ حدیث پوری نقل نہیں کی گئی اس لئے آپ کو اشکال ہوا۔ پوری حدیث یہ ہے: ''دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو چیزیں ذکرِ الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں یا عالم یا طالب علم کے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام چیزیں جو ذکرِ الٰہی کا ذریعہ ہیں وہ دنیائے مذموم کے تحت داخل نہیں۔

کیا ''خدا تعالیٰ فرماتے ہیں'' کہنا جائز ہے؟

س...... ایک پیر صاحب کے سامنے ذکر ہوا کہ ''خدا تعالیٰ فرماتے ہیں'' تو وہ بہت غصے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ یوں کہنا چاہئے: ''خدا تعالیٰ فرماتا ہے'' کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ذات ہے۔ اور ''فرماتے ہیں'' ہم نے تعظیماً کہا تھا اور ہم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمادیں۔

ج...... تعظیم کے لئے ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' کہنا جائز ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔

اللہ کی جگہ لفظ ''خدا'' کا استعمال کرنا

س...... صورت حال یہ ہے کہ میرے ایک چچا انڈیا میں رہتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنے ایک خط میں لفظ ''خدا'' کا استعمال کیا تھا۔ (میرا خیال ہے کہ خدا حافظ لکھا تھا) جس پر انہوں نے مجھے لکھا کہ لفظ خدا کا استعمال غلط ہے، اللہ کے لئے لفظ خدا استعمال نہیں ہوسکتا۔ جس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ میرے خیال میں خدا لکھنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔ بس ہمارے ذہن میں اللہ کا تصور پختہ ہونا چاہئے اور اگر لفظ خدا غلط ہے تو تاج کمپنی، جس کے قرآن پاک تمام دنیا میں پڑھے جاتے ہیں، کے ترجموں میں لفظ خدا استعمال نہ ہوتا۔ آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا لفظ خدا کا استعمال غلط ہے؟

ج...... اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ خدا کا استعمال جائز ہے اور صدیوں سے اکابرین اس کو استعمال کرتے آئے ہیں اور کبھی کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ اب کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جن کے ذہن پر عجمیت کا وہم سوار ہے، انہیں بالکل سیدھی سادی چیزوں میں ''عجمی سازش'' نظر آتی ہے، یہ ذہن غلام احمد پرویز اور اس کے ہم نواؤں نے پیدا کیا اور بہت سے پڑھے لکھے، شعوری وغیر شعوری طور پر اس کا شکار ہوگئے۔ اسی کا شاخسانہ یہ بحث ہے جو آپ نے کی ہے۔ عربی لفظ میں رب مالک اور صاحب کے معنی میں ہے، اسی کا ترجمہ فارسی میں لفظ خدا کے ساتھ کیا گیا ہے، چنانچہ جس طرح لفظ رب کا اطلاق بغیر اضافت کے غیر اللہ پر نہیں

کیا جاتا، اسی طرح لفظ خدا بھی جب مطلق بولا جائے تو اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، کسی دوسرے کو خدا کہنا جائز نہیں۔

غیاث اللغات میں ہے: ''خدا بالضم بمعنی مالک، صاحب چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نکنند مگر درصورتیکہ بچیزے مضاف شود، چوں کدخدا، ودہ خدا۔'' ٹھیک یہی مفہوم اور یہی استعمال عربی میں لفظ رب کا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ''اللہ'' تو حق تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے، جس کا نہ کوئی ترجمہ ہوسکتا ہے نہ کیا جاتا ہے، دوسرے اسمائے الٰہیہ صفاتی نام ہیں جن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی بابرکت نام کا ترجمہ غیرعربی میں کردیا جائے اور اہل زبان اس کو استعمال کرنے لگیں تو اس کے جائز نہ ہونے اور اس کے استعمال کے ممنوع ہونے کی آخر کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ اور جب لفظ ''خدا'' صاحب اور مالک کے معنی میں ہے اور لفظ ''رب'' کے مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے تو آپ ہی بتائیے کہ اس میں مجوسیت یا عجمیت کا کیا دخل ہوا؟ کیا انگریزی میں لفظ ''رب'' کا کوئی اور ترجمہ نہیں کیا جائے گا؟ اور کیا اس ترجمے کا استعمال یہودیت یا نصرانیت بن جائے گی؟ افسوس ہے کہ لوگ اپنی ناقص معلومات کے بل بوتے پر خودرائی میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انہیں اسلام کی پوری تاریخ سیاہ نظر آنے لگتی ہے اور وہ چودہ صدیوں کے تمام اکابر کو گمراہ یا کم سے کم فریب خوردہ تصور کرنے لگتے ہیں، یہی خودرائی انہیں جہنم کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

س…… ہر مسلمان حضرت محمدؐ کا نام بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ لیتا ہے، یعنی نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کردیتے ہیں، لیکن اس کی نسبت اللہ کا نام اتنے ادب و تعظیم کے ساتھ نہیں لیتے، فقط خدا یا اللہ کیوں کہتے ہیں؟

ج…… اللہ تعالیٰ کا نام بھی عظمت سے لینا چاہئے، مثلاً: خدا تعالیٰ، اللہ جل شانہ۔

س…… ہمارا ایک دوست جمال، خداوند کریم کا ذکر ہو تو اللہ میاں کہتا ہے، ہمارا ایک اور دوست کہتا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے (جس کا نام اسے یاد نہیں ہے) کہ اللہ میاں نہیں کہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ یا اور جو خداوند تعالیٰ کے نام ہیں لینے چاہئیں، کیونکہ میاں

کے معنی کچھ اور ہیں۔ یہ آپ بتائیں کہ کیا ٹھیک ہے کہ اللہ میاں کہیں نہ کہیں؟ ذرا وضاحت فرما کر مشکور فرماویں کیونکہ ہم نے پرائمری اسکولوں میں اللہ میاں پڑھا ہے۔

ج...... ''میاں'' کا لفظ تعظیم کا ہے، اس کے معنی آقا، سردار، مالک اور حاکم کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے اللہ میاں کہنا جائز ہے۔

یہ کہنا کہ: ''تمام بنی نوع انسان اللہ کے بچے ہیں'' غلط ہے

س...... کتاب .... جس کے مؤلف .... ایم اے ہیں، اس کے صفحہ: ۱۸۳ پر لکھا ہے: ''تمام بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کے بچے ہیں'' کیا یہ صحیح تحریر کیا گیا ہے؟

ج...... جی نہیں! یہ تعبیر بالکل غلط ہے۔ حدیث میں مخلوق کو عیال اللہ فرمایا گیا ہے، ''عیال'' بچوں کو نہیں کہتے بلکہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کی کفالت کسی کے ذمہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بیٹے اور بیٹیوں کی تقسیم کیوں کی ہے؟

س...... سورۂ نجم آیت: ۲۲ میں ہے کہ: ''تم اللہ کے لئے بیٹیوں کو اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو، کیسی بری تقسیم ہے جو تم لوگ کر رہے ہو۔'' لیکن اللہ تعالیٰ خود ایسی تقسیم کرتا ہے، کیا یہ تقسیم بری ہے؟ واضح جواب دیں۔

ج...... مشرکین مکہ، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے، قرآن کریم میں مختلف دلائل سے ان کی تردید کی گئی ہے۔ سورۃ النجم کی اس آیت میں ان کی تردید یوں کی گئی ہے کہ: ''جس صنف کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اس کو خدا کے لئے تجویز کرتے ہو، یہ کیسی بری تقسیم ہے؟'' حق تعالیٰ شانہ کا بعض کو بیٹے، بعض کو بیٹیاں اور بعض کو دونوں اور بعض کو بانجھ کر دینا اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ہے، اور اس میں گہری حکمت کارفرما ہے کہ جس کے حال کے جو مناسب تھا وہ معاملہ اس سے کیا۔

زلزلہ کے کیا اسباب ہیں؟ اور مسلمان کو کیا کرنا چاہئے؟

س...... کراچی میں زلزلہ آیا، زلزلہ اسلامی عقائد کے مطابق سنا ہے کہ اللہ کا عذاب ہے، براہ کرم اطلاع دیں کہ زلزلہ کیا ہے؟ واقعی عذاب ہے یا زمین کی گیس خارج ہوتی ہے یا ایک

اتفاقی حادثہ ہے؟ اگر یہ اللہ کا عذاب ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

ج…… زلزلہ کے کچھ طبعی اسباب بھی ہیں جن کو طبقاتِ ارض کے ماہرین بیان کرتے ہیں، مگر ان اسباب کو مہیا کرنے والا ارادۂ خداوندی ہے اور بعض دفعہ طبعی اسباب کے بغیر بھی زلزلہ آتا ہے۔ بہرحال ان زلزلوں سے ایک مسلمان کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور دعا و استغفار، صدقہ و خیرات اور ترکِ معاصی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اجتماعی اور انفرادی اصلاح کی اہمیت

س…… پچھلے چند سالوں میں ہمارے پڑوسی ملک میں ایک بیرونی طاقت نے قبضہ جمایا ہوا ہے، اور وقتاً فوقتاً ہمارے ملک پاکستان پر بھی جارحیت کرتا رہتا ہے، اس کے عزائم بتاتے ہیں کہ یہ طاقت اور آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی اور ہم خدانخواستہ اپنی آزادی سے محروم ہوجائیں گے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اپنے پڑوسی کی تبدیلیوں سے کچھ سبق سیکھتے اور متوقع خطرے کی بو سونگھتے ہی اپنے اعمال کی طرف توجہ دیتے اور خدا کے حکموں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر ان کو ڈھال دیتے، اس میں ہی ہمارے لئے دنیا و آخرت کی خیر تھی لیکن عام طور پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بالکل الٹ ہے۔

میں یہاں سعودی عرب میں مقیم ہوں، ہمارے ساتھ ہندوستان کے ہندو بھی کام کرتے ہیں، کبھی ان کے ساتھ ان کے ملک میں رشوت، چور بازاری، ڈکیتی، اسمگلنگ، ملاوٹ اور غنڈہ گردی کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ملک کے حالات بتاکر پاکستان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یقین جانئے سچ بات کہتے ہوئے میرے دل کا جو حال ہوتا ہے وہ خدا ہی جانتا ہے، یہ سب برائیاں ہمارے یہاں بہت ہی عام ہیں، حالانکہ مسلمان مملکت اور کافروں کے ملک کے حالات میں واضح فرق ہونا چاہئے تھا، لیکن افسوس ایسا نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے مقصد سے ہٹے ہیں، تباہی ان کا مقدر بنی ہے اور آج بھی ہمارے اعمال پکار پکار کر دشمن کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

مولانا محترم! میرے ذہن میں یہ سوال ہے کہ اس صورتِ حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک عام مسلمان کے کیا فرائض ہیں اور اگر ایک عام مسلمان اپنے اطراف کی

برائیوں کی طرف سے آنکھ بند کرتے ہوئے صرف عاقبت کی فکر میں لگا رہے تو کیا یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے؟

ج......آپ کا سوال بہت نفیس ہے اور اہم بھی۔ افسوس ہے کہ اس کالم میں اس پر مفصل گفتگو کی گنجائش نہیں، مختصراً چند نکات پیش کرتا ہوں۔ اگر غور و توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ اطمینان ہو جائے گا۔

اوّل:......فرد اور معاشرہ لازم و ملزوم ہیں، نہ فرد معاشرے کے بغیر جی سکتا ہے اور نہ معاشرہ افراد کے بغیر تشکیل پاتا ہے۔

دوم:......فرد پر کچھ انفرادی فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور کچھ اجتماعی و معاشرتی۔

سوم:......تمام فرائض اور ذمہ داریوں کے لئے، خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، قدرت و استطاعت شرط ہے۔ جو چیز آدمی کی قدرت و استطاعت سے خارج ہو اس کا وہ مکلّف نہیں ہے۔

چہارم:......سب سے پہلے آدمی کو اپنے انفرادی فرائض بجالانے کی طرف توجہ کرنی چاہئے (جس کو آپ نے اپنی عاقبت کی فکر کرنے سے تعبیر فرمایا ہے)، ان فرائض میں عقائد کی درستگی، اعمال کی بجا آوری، اخلاق کی اصلاح، معاشرتی حقوق کی ادائیگی سبھی کچھ آجاتا ہے۔ اگر اسلامی معاشرے کے افراد اپنی اپنی جگہ انفرادی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ نوے فیصد معاشرتی برائیاں از خود ختم ہو جائیں گی۔

پنجم:......اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی استطاعت کے بقدر معاشرہ کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہئے، جسے شریعت کی اصطلاح میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہتے ہیں، اور اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ طاقت اور قوت کے ذریعہ برائی کو روکنا ہے۔ یہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے، مگر آج کل حکومتیں افراد کے ووٹ سے بنتی ہیں، اس لئے ایسے افراد کو منتخب کرنا جو خود برائیوں سے بچتے ہوں اور حکومتی سطح پر برائیوں کو روکنے اور بھلائیوں کو پھیلانے کی

صلاحیت رکھتے ہوں عوام کا فریضہ ہے، اگر وہ اس فریضہ میں کوتاہی کریں گے تو دنیا و آخرت میں اس کی سزا بھگتیں گے۔

دوسرا درجہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے۔ اس کی شرائط و تفصیلات بہت ہیں، مگر ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان سے کہنے کی قدرت ہو اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں زبان سے دعوت و تذکیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے، مگر دنگا فساد نہ کیا جائے نہ کسی کی تحقیر و تذلیل کی جائے۔ ہمارے دور میں ''تبلیغی جماعت'' کا طریقہ کار اس کی بہترین مثال ہے اور انفرادی و اجتماعی اصلاح کا نسخہ کیمیا ہے۔

تیسرا درجہ برائی کو دل سے برا سمجھنا ہے۔ جبکہ آدمی نہ تو ہاتھ سے اصلاح کرسکتا ہو، نہ زبان سے اصلاح کرنے پر قادر ہو، تو آخری درجہ میں اس پر یہ فرض ہے کہ برائی کو دیکھ کر دل سے کڑھے، اس سے بیزاری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی اصلاح کی دعا کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی طاقت و وسعت کے دائرے میں رہ کر مندرجہ بالا دستور العمل پر عمل پیرا ہے، انشاء اللہ وہ آخرت میں مطالبہ سے بری ہوگا اور جو شخص اس دستور العمل میں کوتاہی کرتا ہے اس پر اس کی کوتاہی کے بقدر مطالبہ کا اندیشہ ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ ہم اس دستور العمل پر کہاں تک عمل پیرا ہیں؟

سکھوں کا ایک سکھا شاہی استدلال

س…… پردیس میں سکھ لوگ ہمیں تنگ کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس سوال کا جواب اپنے علماء سے لے کر دو۔ سوال یہ ہے کہ ہر شخص پیدائشی طور پر سکھ ہوتا ہے، ہندو یا مسلم بعد میں بنایا جاتا ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ اوپر والے نے جس حالت میں تمہیں بھیجا ہے تمہیں وہ اچھی کیوں نہیں لگتی؟ مختلف تبدیلیاں کیوں کرتے ہو؟ یعنی بال کٹوانا یا سنت کروانا وغیرہ وغیرہ، کیا اس نے غلط بنا کر بھیجا ہے؟

ج……ان لوگوں کو یہ جواب دیجئے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کے دانت بھی نہیں ہوتے، ان کو بھی نکال دیا کرو، اور اگر کسی کے پیدائشی طور پر ایسا نقص ہو جس کے لئے آپریشن کی ضرورت ہو تو کیا وہ بھی نہیں کرایا جائے گا؟

فہرست

حقوق اللہ اور حقوق العباد

س…… خدا کا بندہ حق اللہ تو ادا کرتا ہے لیکن حقوق العباد سے کوتاہی برت رہا ہے۔ اس کی مغفرت ہوگی کہ نہیں؟ حق العباد اگر پورا کر رہا ہے کسی قسم کی اپنی دانست میں کوتاہی نہیں کر رہا مگر حق اللہ سے کوتاہی کر رہا ہے، کیا اس کی مغفرت ممکن ہے؟

ج…… سچی توبہ سے تو سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (اور سچی توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کا حق تلف کیا ہو ان کو ادا کرے یا ان سے معافی مانگ لے) اور جو شخص بغیر توبہ کے مرا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ خواہ اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بخش دے یا گناہوں کی سزا دے۔ حق العباد کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ سنگین ہے کہ ان کو ادا کئے بغیر آخرت میں معافی نہیں ملے گی، ہاں! اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائیں اور اہل حقوق کو اپنے پاس سے معاوضہ دے کر راضی کرادیں یا اہل حقوق خود معاف کردیں تو دوسری بات ہے۔

مایوسی کفر ہے

س…… مذہب اسلام میں مایوسی کفر ہے۔ ہم نے ایسا سنا ہے اور ساتھ یہ بھی ہے کہ خداوند نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ بیماریاں لاعلاج ہیں، ایک ایسا مرض جس کو ڈاکٹر لوگ لاعلاج قرار دیں تو ظاہر ہے وہ پھر مایوس ہوجائے گا۔ جب وہ مایوس ہوجائے گا تو اسلام میں وہ کافر ہوجائے گا؟

ج…… خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے، صحت سے مایوسی کفر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے واقعی ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے مگر موت کا کوئی علاج نہیں، اب ظاہر ہے کہ مرض الموت تو لاعلاج ہی ہوگا۔

صبر اور بے صبری کا معیار

س…… ”بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة“ سے کیا مراد ہے؟ آج کل علماء کرام یا مشائخ کی وفات پر رسائل میں جو مرثیے آتے ہیں، ”کیا نخل تمنا کو میرے آگ لگی

ہے'' یا ''کیا دکھاتا ہے کرشمے چرخ گردوں ہائے ہائے'' وغیرہ الفاظ صحیح ہیں؟ خیرالقرون میں اس کی مثال ہے؟

ج…… قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں صبر کا مأمور بہ ہونا اور جزع فزع کا ممنوع ہونا تو بالکل بدیہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مصائب پر رنج وغم کا ہونا ایک طبعی امر ہے، اور اس رنج کے اظہار کے طور پر بعض الفاظ آدمی کے منہ سے نکل جاتے ہیں، اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ صبر اور بے صبری کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں کتاب وسنت اور اکابر کے ارشادات سے جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی حادثہ کے موقع پر ایسے الفاظ کہے جائیں جس میں حق تعالیٰ کی شکایت پائی جائے (نعوذ باللہ) یا اس حادثہ کی وجہ سے مأموراتِ شرعیہ چھوٹ جائیں، مثلاً: نماز قضا کردے، یا کسی ممنوع شرعی کا ارتکاب ہوجائے، مثلاً: بال نوچنا، چہرہ پیٹنا تو یہ بے صبری ہے اور اگر ایسی بات نہ ہو تو خلافِ صبر نہیں، خیرالقرون میں بھی مرثیے کہے جاتے تھے مگر اسی معیار پر، اس اصول کو آج کل کے مرثیوں پر خود منطبق کرلیجئے۔

مردہ جنم شدہ بچہ آخرت میں اٹھایا جائے گا

س…… ایک ماں سے جنم شدہ مردہ بچہ کیا جنت یا آخرت میں اٹھے گا؟ کیونکہ زندہ بچے تو ضرور آخرت میں اٹھیں گے، ذرا وضاحت فرمائیے۔

ج…… جو بچہ مردہ پیدا ہوا، وہ بھی اٹھایا جائے گا اور اپنے والدین کی شفاعت کرے گا۔

والدین پر ہاتھ اٹھانے والے کی سزا

س…… اگر کسی کے لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی اپنے ماں باپ پر ہاتھ اٹھائے تو شرعاً دنیا میں اور آخرت میں کیا سزا ہوگی؟

ج…… اولاد کا اپنے ماں باپ پر ہاتھ اٹھانا کبیرہ گناہ اور انتہائی کمینہ پن ہے۔ دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا، رزق کی تنگی، ذہنی پریشانی اور جان کنی کی سختی میں مبتلا رہے گا، اور آخرت میں اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے کئے کی سزا نہ بھگت لے یا والدین اسے معاف نہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کی گستاخی اور اس کے انجامِ بد سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔

فہرست

فہرست

والدہ کی بے جا ناراضی پر مؤاخذہ نہیں ہوگا

س……میری شادی ۱۴سال کی عمر میں ہوئی تھی، آج ۲۷ سال ہوگئے ہیں، والد شادی سے پہلے فوت ہوگئے تھے، صرف والدہ اور ایک بھائی ہیں۔ شروع میں کم عمری کے سبب اپنی والدہ کے کہنے میں آکر شوہر کی نافرمانی کی، شادی کے ۱۰ سال بعد میں نے اپنے کو یک دم بدل دیا اور شوہر کے تابع ہوگئی، میرے چھ بچے ہیں، ایک لڑکا اور دو بچیاں جوان، باقی تین چھوٹے ہیں، میں نے اپنی اولاد کو مذہبی ماحول میں پالا ہے، وی سی آر جیسی لعنت نہ میں نے اور نہ میری بچیوں نے دیکھی ہے، میرے شوہر آج کل ایک سرکاری عہدے پر سعودیہ میں ہیں، میں نماز کی پابند ہوں، مجھے خدا سے بہت ڈر لگتا ہے، نماز کے لئے کھڑی ہوتی ہوں تو خوفِ خدا سے کانپنے لگتی ہوں، بس ڈر یہ لگتا ہے کہ کہیں مجھے سزا نہ دی جائے، کیونکہ جب سے میں اپنے شوہر کے ہر فرمان پر چلنے لگی تو والدہ ناراض رہتی ہیں، میں اور میرے شوہر ہر وقت ان کی ہر قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں، لیکن وہ معمولی بات پر یعنی اپنے بیٹے یا بہو یا کسی رشتہ دار کی باتوں پر ناراض ہوکر کوسنے پیٹنے لگ جاتی ہیں، مجھے تو ان کو جواب دیتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے، بچے بھی کبھی بول پڑتے ہیں تو وہ مجھے بے بھاؤ سناتی ہیں۔

ج……ماں کی تو خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بچی اپنے گھر میں خوش و خرم رہے، تعجب ہے کہ آپ کی والدہ کا رویہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بہرحال آپ کی والدہ کی ناراضی بے جا ہے، آپ اپنی والدہ کی جتنی خدمت بدنی، مالی ممکن ہو کرتی رہیں اور اس کی گستاخی و بے ادبی ہرگز نہ کریں۔ اس کے باوجود اگر وہ ناراض رہتی ہیں تو آپ کا قصور نہیں، آپ سے اِن شاء اللہ اس پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

والدین کے مرنے کے بعد نافرمان اولاد ان کے لئے کیا کرے؟

س……ماں باپ کے انتقال کے بعد وہ کون سے طریقے ہیں جس سے ان کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچایا جاسکے؟

ج……عباداتِ بدنی و مالی سے ایصالِ ثواب کرنا، مثلاً: نفلی نماز، روزہ، صدقہ، حج، تلاوت، درود شریف، تسبیحات، دعا و استغفار۔

فہرست

س…… ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بہت سے احکامات ہیں، لیکن اگر ماں باپ کی حیات کے دوران اولاد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کرتی ہو اور ماں باپ کا انتقال ہوجائے اور پھر اولاد کو اس بات کا احساس ہو اور ان کا ضمیر ان کو ملامت کرے کہ ان سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوچکی ہے، تو پھر وہ کون سے طریقے ہیں کہ اولاد کا یہ کفارہ ادا ہوجائے اور ضمیر بھی مطمئن ہوجائے اور ماں باپ اور خدا تعالیٰ دونوں اولاد سے خوش ہوجائیں اور معاف کردیں۔

ج…… حدیث میں ہے کہ ایک شخص والدین کی زندگی میں والدین کا نافرمان ہوتا ہے، مگر والدین کے مرنے کے بعد اسے اپنی حماقت پر ندامت ہوتی ہے اور وہ والدین کے حقوق کا بدلہ ادا کرنے کے لئے ان کے حق میں برابر دعا و استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے ”والدین کا فرمانبردار“ لکھ دیتے ہیں۔

س…… جنابِ والا! آپ نے جنگ میں ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ: ”ایک شخص والدین کی زندگی میں والدین کا نافرمان ہوتا ہے لیکن والدین کے مرنے کے بعد اسے اپنی حماقت پر ندامت ہوتی ہے اور وہ والدین کے حقوق کا بدلہ ادا کرنے کے لئے ان کے حق میں دعا و استغفار کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے والدین کا فرمانبردار لکھ دیتا ہے۔“ آپ نے ایک آسان سوال کا جواب آسان دے دیا اور ساتھ یہ بھی کہ یہ حدیث کے مطابق ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ ایک دولت مند ایک غریب آدمی کو جان سے مار دے اور مقتول کے وارثوں کو قصاص ادا کردے اور جان چھڑالے، لیکن قصاص ادا کرنے کا بھی کوئی شرعی قانون ہے۔ زندگی میں سکھ چین نہ لینے دیا اور مرگیا تو لگے قبر پر دیا جلانے، ایسے سجدوں سے اللہ نہیں ملتا، والدین کو ان کی حیات میں تنگ رکھا اور ان کی نافرمانی کی، ان کو ٹھوکریں ماریں، ان کے حقوق پورے نہ کئے، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر والدین بے گور و کفن مرگئے اور اولاد لگی پکانے دیگیں پلاؤ تو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی بخشش کردی۔ مولانا صاحب! یہ کون سی حدیث میں ہے؟ آپ ذرا مکمل تشریح فرمادیں تاکہ ہم بھی اس پر عمل کرسکیں۔ حضرت امام حسینؓ کو شہید کرکے یزید نادم ہوا، کیا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا؟ اگر والدین کے حقوق بس یہاں تک ہیں تو

پھر والدین کو یہ دعا نہیں مانگنی چاہئے کہ اللہ ہماری اولاد کو نیک اور فرمانبردار بنادے۔

ج…… وہ حدیث جو میں نے اپنے جواب میں درج کی تھی، مشکوٰۃ شریف میں ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

”عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان العبد لیموت والداہ او احدھما وانہ لھما لعاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتیٰ یکتبہ اللہ بارا. رواہ البیھقی فی شعب الایمان.“ (مشکوٰۃ باب البر والصلہ ص:۴۲۱)

ترجمہ:…… ”حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک بندے کے والدین دونوں یا ان میں سے ایک ایسی حالت میں انتقال کرجاتے ہیں کہ وہ ان کا نافرمان تھا، پس وہ ہمیشہ ان کے لئے دعا واستغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے والدین کا فرمانبردار لکھ دیتے ہیں۔“

حدیث کا حوالہ دینے کے بعد میری ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے، اور آنجناب نے اپنی عقل خداداد سے جن شبہات کا اظہار کیا ہے اس کی جوابدہی میرے ذمہ نہیں، مگر جناب کی خیرخواہی کے لئے چند اُمور عرض کردینا مناسب ہے۔

اول:…… فرض کیجئے ایک لڑکا اپنے والدین کا نافرمان ہے، انہیں بے حد ستاتا ہے، ان کی گستاخی و بے حرمتی کرتا ہے، اور والدین اس کے حق میں موت کی دعائیں کرتے ہیں۔ دس بیس سال بعد کسی نیک بندے کی صحبت سے یا کسی اور وجہ سے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے، وہ اپنی اس روش سے باز آجاتا ہے، اور بصد توبہ وندامت والدین سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے، اور پھر ان کی ایسی خدمت واطاعت کرتا ہے کہ گزشتہ زندگی کی بھی تلافی کردیتا ہے، والدین اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور اس کی بقیہ زندگی اسی نیک حالت پر گزرتی ہے۔ فرمایئے! کیا یہ شخص اپنی سابقہ حالت کی وجہ سے ”والدین کا نافرمان“

کہلائے گا؟ یا اس کو والدین کا فرمانبردار کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی عاقل اس کو ''والدین کا نافرمان'' نہیں کہے گا، بلکہ اس کی گزشتہ غلطیوں کو لائق معافی سمجھا جائے گا۔

دوم:...... عام انسانوں کی نظر تو دنیوی زندگی تک ہی محدود ہے، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کی نظر میں دنیوی زندگی ہی زندگی نہیں بلکہ زندگی کے تسلسل کا ایک مرحلہ ہے، موت زندگی کی آخری حد نہیں بلکہ زندگی کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوجانے کا نام ہے۔

سوم:...... والدین زندگی کے پہلے مرحلے میں اگر اولاد کی خدمت کے محتاج ہیں تو موت کے بعد بھی اپنی مغفرت یا ترقیٔ درجات کے لئے انہیں اولاد کی احتیاج ہے اور یہ احتیاج دنیاوی احتیاج سے کہیں بڑھ کر ہے۔ دنیوی زندگی میں تو آدمی اپنی ضرورتیں کسی نہ کسی طرح خود بھی پوری کرسکتا ہے، کسی سے مدد بھی لے سکتا ہے اور کسی کو اپنا دُکھڑا سنا کر کم از کم دل کا بوجھ ہلکا کرسکتا ہے۔ لیکن قبر میں خدانخواستہ کوئی تکلیف ہو اسے نہ خود دفع کرسکتا ہے، نہ کسی کو اپنی مدد کے لئے پکار سکتا ہے، اگر کوئی اس کی مدد ہوسکتی ہے تو اس کے لئے دعا و استغفار اور ایصالِ ثواب ہے جس کا راستہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے کھلا رکھا ہے۔

ان تین مقدموں کے بعد میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو لڑکا دس بیس برس تک والدین کو ستا کر توبہ کرلے اور والدین کی خدمت و اطاعت میں لگ جائے اس کا فرمانبردار ہونا تو آپ کی عقل میں آتا ہے، لیکن جو شخص والدین کی وفات کے بعد اپنے گناہ گار والدین کے لئے دعا و استغفار، صدقہ وخیرات اور ایصالِ ثواب کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کی دعا و استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ گار والدین کی بخشش فرمادیتے ہیں، والدین اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ والدین کے راضی ہوجانے کی وجہ سے اس کو والدین کا فرمانبردار لکھ دیتے ہیں، اس کا فرمانبردار ہونا آپ کی خداداد ذہانت میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ کی نظر صرف اسی زندگی تک محدود ہے اور موت کی سرحد کے پار جھانکنے سے معذور ہے۔ چلئے! اس کا بھی مضائقہ نہ تھا، مگر تعجب بالائے تعجب تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ اطلاعِ الٰہی عالمِ غیب کی ایک خبر دیتے ہیں

(جو عقل و معرفت کی کسوٹی پر سو فیصد پوری اترتی ہے) مگر آپ کو اپنی عقل محدود پر اتنا ناز ہے کہ بلا تکلف ارشادِ نبویؐ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کردیتے ہیں، کیا ایک اُمتی کو اپنے نبیٔ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہی سلوک کرنا چاہئے...؟

چہارم:...... آنجناب نے اپنی ذہانت سے اس حدیث سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ گویا اس حدیث میں اولاد کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ خوب پیٹ بھر کر والدین کو ستایا کریں اور ان کے مرنے کے بعد دعا و استغفار کرلیا کریں۔ حالانکہ اس کے بالکل برعکس حدیث میں والدین کی اطاعت و خدمت کی تعلیم دی گئی ہے، یہاں تک کہ جو لوگ اپنی حماقت کی وجہ سے والدین کی زندگی میں یہ سعادت حاصل نہیں کرپائے ان کو بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ابھی تک ان کے لئے والدین کی خدمت اور وفاشعاری کا راستہ کھلا ہے، وہ یہ کہ والدین کی جو نافرمانیاں انہوں نے کی ہیں اس سے توبہ کریں، خود نیک بنیں اور دعا و استغفار کے ذریعہ والدین کی بخشش کی سفارشیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں۔ ان کی اس توبہ، نیکی و پارسائی اور والدین کے لئے دعا و استغفار کی برکت سے خود ان کی بھی بخشش ہوجائے گی اور ان کے والدین کی بھی۔ گویا دونوں حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا مورد بن کر جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ الغرض حدیث میں اولاد کو والدین کی فرمانبرداری کی ایک ایسی تدبیر بتلائی گئی ہے جو ان کے انتقال کے بعد بھی ان کی رضامندی کا ذریعہ بن سکتی ہے تاکہ اس قسم کے لوگ بھی مایوس نہ ہوں، بلکہ زندگی کے جس مرحلہ میں بھی ان کو ہوش آجائے والدین کو راضی کرنے اور ان کی خدمت بجالانے میں کوتاہی نہ کریں۔

پنجم:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشادِ مقدس سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں طالب علم کی حیثیت سے ملتجیانہ سوال کرنے کا مضائقہ نہیں، مگر سوال کا لب و لہجہ مؤدبانہ ہونا چاہئے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جارحانہ انداز میں سوال کرنا، جیسا کہ آپ کے خط سے ظاہر ہو رہا ہے، بڑی گستاخی ہے، اور یہ ناکارہ ایسے سوالات کا جواب نہیں دیا کرتا، مگر آپ کی رعایت سے جواب لکھ دیا ہے۔ میری مخلصانہ و مشفقانہ نصیحت ہے کہ آئندہ ایسے اندازِ سوال سے گریز کیجئے۔

زمین و آسمان کی تخلیق میں تدریج کی حکمت

س......لائق صد احترام جناب یوسف لدھیانوی صاحب، السلام علیکم!

''اللہ نے دو دن میں زمین بنائی، دو دن میں اس کے اندر قوتیں اور برکت رکھی اور دو دن میں آسمان بنائے۔'' (حٰمٓ سجدہ آیت:۹ تا ۱۲) (حوالہ: تفسیر عثمانی)۔

''اللہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا! پس وہ چیز ہو جاتی ہے۔'' (آل عمران آیت نمبر:۴۷) (حوالہ: تفسیر مولانا اشرف علی تھانویؒ)۔

ان آیات کے بارے میں ایک ''شیطانی خیال'' مجھے ایک عرصہ سے پریشان کر رہا ہے، زمین و آسمان کے وجود میں آنے میں ۶ دن کیوں لگے؟ جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ایک اشارہ کافی ہوتا، اور وہ آناً فاناً وجود میں آجاتے۔ مہربانی فرما کر اس اشکال کو دور کرنے میں میری مدد کیجئے تاکہ میں اس شیطانی خیال سے چھٹکارا پاسکوں۔

ج......کسی چیز کا تدریجاً (آہستہ آہستہ) وجود میں آنا اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ فاعل اس کو دفعتہً وجود میں لانے پر قادر نہ ہو، اس لئے وہ مجبور ہے کہ وہ اس چیز کو آہستہ آہستہ وجود میں لائے۔ اور دوسری صورت یہ کہ فاعل تو اس چیز کو دفعتہً وجود میں لانے پر قادر ہے مگر کسی حکمت کی بنا پر وہ اس کو آناً فاناً وجود میں نہیں لاتا، بلکہ آہستہ آہستہ ایک خاص معین مدت کے اندر اسے وجود میں لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو آسمان و زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اس کی وجہ پہلی نہیں تھی بلکہ دوسری تھی۔ اس لئے آپ کا اشکال تو ختم ہو جاتا ہے، البتہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ کیا حکمت تھی جس کی بنا پر آسمان زمین کی تخلیق تدریجاً ہوئی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ افعالِ الٰہیہ کی حکمتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے؟ اس میں جو حکمتیں بھی ملحوظ ہوں وہ سراپا خیر ہوں گی۔ مثلاً: ایک حکمت بندوں کو آہستگی اور تدریج کی تعلیم دینا ہوسکتی ہے کہ جب ہم نے قادرِ مطلق ہونے کے باوجود اپنی تخلیق میں تدریج ملحوظ فرمائی ہے تو تمہیں تو کوئی کام کرتے ہوئے بدرجۂ اولیٰ تدریج سے کام لینا چاہئے، یا مثلاً: یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ اس دنیا کا نظام اسباب و مسبّبات کے تدریجی سلسلہ کے تحت چلے گا، چنانچہ اللہ

تعالیٰ قادر ہیں کہ انسان کو ایک لمحہ میں پیدا فرما کر جیتا جاگتا کھڑا کردیں، مگر نہیں! اس کی حکمت ایک خاص نظام کے تحت تدریجاً اس کی نشوونما کرتی ہے۔ یہی حال نباتات وغیرہ کا بھی ہے، اور اگر غور کیا جائے تو اس عالم کی تمام ترقیات تدریج ہی کے تحت چل رہی ہیں، کیا عجب ہے کہ آسمان و زمین کی تدریجی تخلیق میں یہ حکمت بھی ملحوظ ہو۔

رحمت للعالمین اور بددعا

س...... روزنامہ جنگ کے اسلامی صفحہ پر ایک مضمون نگار لکھتے ہیں کہ: ''بئر معونہ میں دھوکے سے شہید کئے جانے والے ۷۰ معلّم تمام کے تمام اصحابِ صفہ تھے، ان کی جدائی کا حضورؐ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ آپؐ متواتر ایک مہینے تک نمازِ فجر میں ان کے قاتلوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے۔''

یہ تو وہ الفاظ ہیں جنہیں میں نے لفظ بہ لفظ آپ کے اخبار سے اتار دیا ہے۔ آپ کے اور ہم سب کے علم میں یہ بات تو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین اور رحمت للعالمین جیسے القاب سے قرآن کریم میں مخاطب کیا ہے وہ کبھی کسی کے حق میں بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا سکتے ہیں؟ کیا یہ بات کوئی ذی شعور باور کرسکتا ہے؟

میں سعودیہ گرلز کالج کی بی اے کی طالبہ ہوں، میری نظروں سے بھی مختلف اسلامی کتابیں گزری ہیں، میرا ذہن اس بات کو قبول نہیں کرسکتا اور جو بات غلط ہو اسے کسی کا ذہن قبول کر ہی نہیں سکتا کہ آنحضرتؐ کبھی کسی کے حق میں بددعا فرمائیں؟ آپؐ کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا سلوک نہ کیا، آپؐ جس راستے سے گزرتے لوگ آپؐ پر غلاظت پھینکتے اور آپؐ کو طائف کی گلیوں میں گھسیٹتے، ایک دفعہ تو لوگوں نے یہاں تک کیا کہ آپؐ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپؐ لہولہان ہوگئے اور آپؐ کے پائے مبارک جوتوں میں خون کے بھر جانے سے چپک گئے۔ جب بھی آپؐ نے بدبختوں کے حق میں بددعا نہ کی بلکہ جب بھی لوگ آپؐ کو تکلیف پہنچاتے آپؐ فرماتے: ''اے اللہ انہیں نیک راہ دکھا اور بتا کہ میں کون ہوں۔''

ایک طرف تو شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ۷۰ معلّموں کو دھوکے سے شہید کیا گیا اور آگے کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان قاتلوں کے حق میں بددعا فرمائی۔ کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ جو

لوگ شہید ہوتے ہیں وہ کبھی مرتے نہیں بلکہ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں تو جن کو شہادت کا درجہ ملا ہو ان کے قاتل تو خود بخود دوزخ کی آگ میں پھینکے جائیں گے، ان کے لئے بددعا کیا ضروری؟ اور وہ بھی رحمت للعالمین نے فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک کی۔ کیا شاہ صاحب نے (نعوذ باللہ) حضورؐ کو نماز فجر کے بعد مسلسل ایک مہینہ تک بددعا کرتے دیکھا یا کسی کتاب سے پڑھا، کون سی حدیث ان کی نظروں سے گزری ذرا حوالہ تو دیں کہ میں خود بھی پڑھوں، میرا بھی مضمون اسلامیات ہے، میں نے کبھی ایسا نہیں پڑھا۔

ج…… بئر معونہ میں ستر قرأ کی شہادت کا واقعہ حدیث و تاریخ اور سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھنا اور ان کافروں پر جنھوں نے ان حضرات کو دھوکے سے شہید کیا تھا، بددعا کرنا صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ اس لئے آپ کا انکار کرنا غلط ہے۔ رہا آپ کا یہ شبہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت للعالمین تھے آپ کیسے بددعا کرسکتے تھے؟ آپ کا یہ خیال بھی سطحی قیاس کی پیداوار ہے، کیا موذیوں کو قتل کرنا، ان کو سزا دینا اور ان کو سرزنش کرنا رحمت نہیں؟ کیا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیم و شفیق قلب مبارک کو ان مظلوم شہداء کی مظلومانہ شہادت پر صدمہ نہیں پہنچا ہوگا؟ آپ ماشاء اللہ بی اے کی طالبہ ہیں، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ چوروں، ڈاکوؤں، غنڈوں اور بدمعاشوں پر سختی کرنا عین رحمت ہے، اور ان پر ترس کھانا خلافِ رحمت ہے، شیخ سعدیؒ کے بقول:

نیکوئی بابداں کردن چناں است
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اور آپ کا یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ شہداء کے قاتل خود ہی دوزخ میں جائیں گے ان کے لئے بددعا کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ قاتل کے خلاف کسی عدالت میں استغاثہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ بقول آپ کے خود ہی کیفرِ کردار کو پہنچے گا اور اگر آپ کے نزدیک کسی قاتل کے خلاف عدالت میں استغاثہ جائز اور یہ خلافِ رحمت نہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر بارگاہِ الٰہی میں ان قاتلوں کے خلاف استغاثہ فرماتے ہیں تو یہ آپ کو

کیوں غلط نظر آتا ہے؟ شہید بلاشبہ جنت میں زندہ ہیں اور مراتبِ عالیہ پر فائز ہیں، مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ کسی شہید کی مظلومانہ شہادت پر ہمیں رنج و صدمہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس واقعہ کا تو آپ اپنی ناواقفی کی وجہ سے انکار کر رہی ہیں، لیکن اس کا کیا کیا جائے گا کہ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی بددعائیں نقل کی گئی ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سراپا رحمت ہوتے ہیں، اس کے باوجود کافروں، بے ایمانوں اور موذیوں کے خلاف بارگاہِ الٰہی میں استغاثہ کرتے ہیں۔ آپ نے طائف کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے مگر آپؐ نے بددعا نہ فرمائی، آپ نے شاید حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پڑھی ہوگی کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا، لیکن جب حدود اللہ کو توڑا جاتا تو آپؐ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا۔“ طائف کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق تھا، وہاں صبر کی مجسم تصویر بنے رہے اور بئر معونہ کا واقعہ حدود اللہ کو توڑنے، عہد شکنی کرنے اور مسلمانوں کو ظلماً شہید کرنے کا واقعہ تھا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی و بے قراری اور حق تعالیٰ شانہ سے والہانہ استغاثہ و فریاد طلبی اپنی ذات کے لئے نہیں تھی کہ آپ اس کے لئے طائف کی مثال پیش کریں۔ یہاں جو کچھ تھا وہ دینی غیرت اور ان مظلوموں پر شفقت کا اظہار تھا۔

الغرض بئر معونہ کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور ایسے موذیوں کے لئے بددعا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت للعالمین کے خلاف نہیں بلکہ اپنے رنگ میں یہ بھی رحمت و شفقت کا مظہر ہے۔

مباہلہ اور خدائی فیصلہ

س…… مباہلے کی کیا حقیقت ہے؟ اس بارے میں قرآن مجید کی کون کون سی آیات کا نزول ہوا ہے؟

ج…… مباہلہ کا ذکر سورۂ آل عمران (آیت:۶۱) میں آیا ہے، جس میں نجران کے نصاریٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

فہرست

فہرست

''پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ! بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جان اور تمہاری جان، پھر التجا کریں ہم سب، اور لعنت کریں اللہ کی ان پر جو جھوٹے ہیں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیت کریمہ سے مباہلہ کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جب کوئی فریق حق واضح ہوجانے کے باوجود اس کو جھٹلاتا ہو اس کو دعوت دی جائے کہ آؤ! ہم دونوں فریق اپنی عورتوں اور بچوں سمیت ایک میدان میں جمع ہوں اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر اپنی لعنت بھیجے۔ رہا یہ کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوجاتا ہے:

۱:......مستدرک حاکم (ج:۲ ص:۵۹۴) میں ہے کہ نصاریٰ کے سید نے کہا کہ: ''ان صاحب سے (یعنی آنحضرتؐ سے) مباہلہ نہ کرو، اللہ کی قسم! اگر تم نے مباہلہ کیا تو دونوں میں سے ایک فریق زمین میں دفنا دیا جائے گا۔''

۲:......حافظ ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں ہے کہ سید نے عاقب سے کہا: ''اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ صاحب نبی برحق ہیں، اور اگر تم نے اس سے مباہلہ کیا تو تمہاری جڑ کٹ جائے گی، کبھی کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا کہ پھر ان کا کوئی بڑا باقی رہا ہو یا ان کے بچے بڑے ہوئے ہوں۔''

۳:......ابن جریر، عبد بن حمید اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت قتادہؓ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''اہل نجران پر عذاب نازل ہوا چاہتا تھا اور اگر وہ مباہلہ کرلیتے تو زمین سے ان کا صفایا کردیا جاتا۔''

۴:......ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں امام شعبیؒ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''میرے پاس فرشتہ اہل نجران کی ہلاکت کی خوشخبری لے کر آیا تھا اگر وہ مباہلہ کرلیتے تو ان

کے درختوں پر پرندے تک باقی نہ رہتے۔“

۵:...... صحیح بخاری، ترمذی، نسائی اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ”اگر اہل نجران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرلیتے تو اس حالت میں واپس جاتے کہ اپنے اہل وعیال اور مال میں سے کسی کو نہ پاتے۔“ (یہ تمام روایات درمنثور ج:۲ ص:۳۹ میں ہیں)۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ سچے نبی کے ساتھ مباہلہ کرنے والے عذابِ الٰہی میں اس طرح مبتلا ہوجاتے کہ ان کے گھربار کا بھی صفایا ہوجاتا اور ان کا ایک فرد بھی زندہ نہیں رہتا۔

یہ تو تھا سچے نبی کے ساتھ مباہلہ کرنے کا نتیجہ! اب اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مباہلہ کا نتیجہ بھی سن لیجئے!

۱۰/ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷/مئی ۱۸۹۳ء کو مولانا عبدالحق غزنوی مرحوم سے ایک دفعہ مرزا صاحب کا عیدگاہ امرتسر کے میدان میں مباہلہ ہوا (مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی ج:۱ ص:۴۲۷، ۴۲۸) مباہلہ کے نتیجے میں مرزا صاحب کا مولانا مرحوم کی زندگی میں انتقال ہوگیا (مرزا صاحب نے ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کیا اور مولانا عبدالحق مرحوم مرزا صاحب کے نو سال بعد تک زندہ رہے، ان کا انتقال ۱۶/مئی ۱۹۱۷ء کو ہوا)۔

(رئیس قادیان ج:۲ ص:۱۹۲)

”مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجاتا ہے۔“ (ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی ج:۹ ص:۴۴۰)

مرزا صاحب نے مولانا مرحوم سے پہلے مرکر اپنے مندرجہ بالا قول کی تصدیق کردی اور دو اور دو چار کی طرح واضح ہوگیا کہ کون سچا تھا اور کون جھوٹا تھا؟

”اپریل فول“ کا شرعی حکم

س......آپ سے ایک اہم مسئلہ کی بابت دریافت کرنا ہے، مسلمانوں کے لئے نصاریٰ کی پیروی اپریل فول منانا یعنی لوگوں کو جھوٹ بول کر فریب دینا یا ہنسنا ہنسانا جائز ہے کہ نہیں؟

فہرست

جبکہ سرورِ کائنات کا ارشاد ہے کہ: "ویل للذی یحدث فیکذب یضحک به القوم ویل له! ویل له!" (ابوداوٗد ج:۲ ص:۳۳۳)۔ "یعنی ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اس مقصد کے لئے جھوٹی بات کرے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لئے ہلاکت ہے! اس کے لئے ہلاکت ہے!" نیز ارشاد ہے: "لا یؤمن العبد الایمان کل حتی یترک الکذب فی المزاحه ویترک المراء وان کان صادقاً" (کنزالعمال حدیث نمبر:۸۲۲۹)۔ یعنی "بندہ اس وقت تک پورا ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک مزاح میں بھی غلط بیانی نہ چھوڑ دے اور سچا ہونے کے باوجود جھگڑا نہ چھوڑ دے۔"

گزشتہ سال "اپریل فول" کے طور پر فائر بریگیڈ کو ٹیلی فون کئے گئے کہ فلاں فلاں جگہ آگ لگ گئی ہے، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہیں تھا، معلوم ہوا کہ یہ محض مذاق تھا اس کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یکم اپریل کو واقعتاً کوئی حادثہ ہوجائے اور خبر سننے والا اس کو مذاق سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہ دے۔

ج...... جناب نے ایک اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے، جس میں آج کل بہت لوگ مبتلا ہیں۔ "اپریل فول" کی رسم مغرب سے ہمارے یہاں آئی ہے اور یہ بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔

اول:...... اس دن صریح جھوٹ بولنے کو لوگ جائز سمجھتے ہیں، جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کو بولا جائے تو گناہِ کبیرہ ہے اور اگر اس کو حلال اور جائز سمجھ کر بولا جائے تو اندیشۂ کفر ہے۔ جھوٹ کی برائی اور مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے "لعنت اللہ علی الکاذبین" فرمایا ہے، گویا جو لوگ "اپریل فول" مناتے ہیں وہ قرآن میں ملعون ٹھہرائے گئے ہیں، اور ان پر خدا تعالیٰ کی، رسولوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہے۔

دوم:...... اس میں خیانت کا بھی گناہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"کبرت خیانة ان تحدث اخاک حدیثاً ھو لک مصدق وانت به کاذب. رواہ ابوداوٗد." (مشکوٰۃ ص:۴۱۳)

ترجمہ:......''بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھے، حالانکہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

اور خیانت کا کبیرہ گناہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔

سوم:......اس میں دوسرے کو دھوکا دینا ہے یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، حدیث میں ہے:

''من غش فلیس منا.'' (مشکوٰۃ ص:۳۰۵)

ترجمہ:......''جو شخص ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکا دے، وہ ہم میں سے نہیں۔''

چہارم:......اس میں مسلمانوں کو ایذا پہنچانا ہے، یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے، قرآن کریم میں ہے:

''بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مؤمن مردوں اور عورتوں کو، انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا۔''

پنجم:......اپریل فول منانا گمراہ اور بے دین قوموں کی مشابہت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''من تشبہ بقوم فھو منھم.'' ''جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہوگا۔'' پس جو لوگ فیشن کے طور پر اپریل فول مناتے ہیں ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں۔ جب یہ اتنے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل بھی دی ہو وہ انگریزوں کی اندھی تقلید میں اس کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ اس لئے تمام مسلمان بھائیوں کو نہ صرف اس سے توبہ کرنی چاہئے بلکہ مسلمانوں کے مقتدا لوگوں کا فرض ہے کہ ''اپریل فول'' پر قانونی پابندی کا مطالبہ کریں اور ہمارے مسلمان حکام کا فرض ہے کہ اس باطل رسم کو سختی سے روکیں۔

انسان کا چاند پر پہنچنا

س...... ہمارے دوستوں کے درمیان آج کل ایک بحث ہو رہی ہے، اور وہ یہ کہ انسان

چاند پر گیا ہے یا نہیں؟ اور زمین گردش کرتی ہے یا نہیں؟ جبکہ میرا خیال ہے کہ انسان چاند پر گیا ہے اور زمین بھی گردش کرتی ہے۔ موجودہ دور جدید ٹیکنالوجی کا دور کہلاتا ہے اور اس دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی، جب خلاء میں مصنوعی سیارے چھوڑے جاسکتے ہیں تو پھر چاند پر جانا کیونکر ممکن نہیں؟ اس سلسلے میں جب ہم نے اپنی مسجد کے مؤذن صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور زمین گردش کرتی ہے۔ آپ برائے کرم قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری معلومات میں اضافہ کریں کہ یہ بات کہاں تک تسلیم کی جائے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور یہ کہ زمین گردش کرتی ہے؟

ج...... انسان چاند پر تو پہنچ چکا ہے، اور تحقیق جدید کے مطابق زمین بھی گردش کر رہی ہے، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کے دوست اس نکتہ پر مجلس مذاکرہ کیوں منعقد فرما رہے ہیں؟ اور اس بحث کا حاصل کیا ہے؟ آپ کے مؤذن صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں انسان کا چاند پر پہنچنا ناممکن ہے، بالکل غلط ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو چاند نہیں بلکہ عرش تک پہنچ کر آئے تھے، چاند پر پہنچنا کیوں ناممکن ہوا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”آپ کے مسائل اور ان کا حل“

مقبول عام اور گراں قدر تصنیف

ہمارے دادا جان شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل و احسان سے خوب نوازا تھا، آپ نے اپنے اکابرین کے مسلک و مشرب پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے دین متین کی اشاعت و ترویج، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تقاریر و تحریر، فقہی و اصلاحی خدمات، سلوک و احسان، ردِ فرق باطلہ، قادیانیت کا تعاقب، مدارس دینیہ کی سرپرستی، اندرون و بیرون ملک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت، اصلاح معاشرہ ایسے میدانوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ بلاشبہ اردو ادب کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و صحافتی دنیا میں آپ کی تبحرِ علمی، قلم کی روانی و سلاست، تبلیغی و اصلاحی اندازِ تحریر جیسی خداداد صلاحیتوں اور محاسن و کمالات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہیدِ اسلام نور اللہ مرقدہ روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ اقرأ میں ۲۲ سال تک دینی و فقہی مسائل پر مشتمل کالم ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ آپؒ کی شہادت تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص و للٰہیت کی برکت سے عوام الناس میں اس کالم کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بلامبالغہ لاکھوں مسلمان اس چشمہ فیض سے مستفید ہوئے۔ دس ہزار سے زائد سوالات و جوابات کو فقہی ترتیب کے مطابق چار ہزار صفحات پر مشتمل دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے ہمارے دوست واحباب، معزز قارئین اور ہمارے بعض کرم فرماؤں کا شدت سے تقاضا تھا کہ حضرت شہید اسلامؒ کی تصانیف آن لائن پڑھنے

اور استفادہ کے لئے دستیاب ہوں۔ چنانچہ اکابرین کی توجہات، دعاؤں اور مخلص ماہرین و معاونین کی مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز تگ ودو کا ثمرہ ہے کہ ان کتب کو نہایت خوبصورت اور جدید انداز میں تیار کیا گیا ہے، چنانچہ آپ مطالعہ کے لئے فہرست سے ہی اپنے پسندیدہ اور مطلوبہ موضوع پر ''کلک'' کرنے سے اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

''شہید اسلام ڈاٹ کام'' کے پلیٹ فارم سے حضرت شہیدِ اسلام نور اللہ مرقدہ کی تصانیف کو انٹرنیٹ کی دنیا میں متعارف کرانے کی سعادت حاصل کرنے پر ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سربسجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہمارے اکابرین کے علوم و معارف کا فیض عام فرمائے۔

جن حضرات کی دعاؤں اور توجہات سے اس اہم کام کی تکمیل ہو پائی، میں ان کا بے حد مشکور ہوں خصوصاً میرے والد ماجد مولانا محمد سعید لدھیانوی دامت برکاتہم اور میرے چچا جان صاحبزادہ مولانا محمد طیب لدھیانوی مدظلہ (مدیر دار العلوم یوسفیة، گلزار ہجری کراچی) اور شیخ ڈاکٹر ولی خان المظفر حفظہ اللہ جن کی بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اسی طرح حافظ محمد طلحہ طاہر، جناب امجد رحیم چوہدری، جناب عمیر ادریس، جناب نعمان احمد (ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی) جناب شہود احمد سمیت تمام معاونین کہ جن کا کسی بھی طرح تعاون حاصل رہا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا و رضوان سے نوازے۔ آمین۔

محمد الیاس لدھیانوی
بانی و منتظم ''شہید اسلام'' ویب پورٹل
www.shaheedeislam.com
info@shaheedeislam.com
0321-9264592

قانونی مشیر اعزازی:۔۔۔۔ منظور احمد میوایڈووکیٹ ہائی کورٹ

اشاعت:۔۔۔۔۔ ستمبر ۱۹۹۵ء

قیمت:۔۔۔۔۔

ناشر:۔۔۔۔۔ مکتبہ لدھیانوی

18-سلام کتب مارکیٹ

بنوری ٹاؤن کراچی

برائے رابطہ: جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون:021-32780340 - 021-32780337

www.shaheedeislam.com

روزنامہ ''جنگ'' کے صفحہ ''اقرأ'' میں
شائع شدہ دینی سوالات و جوابات کا مجموعہ

نوٹ: Mobile اور IPad وغیرہ میں بہتر طور پر دیکھنے کے لیے "Adobe Acrobat" کو "PDF Reader" کے طور پر استعمال کریں۔

آپ کے مسائل اور اُن کا حل ایک نظر میں
جلد اوّل
عقائد، اجتہاد
محاسنِ اسلام
غیر مُسلم سے تعلقات
غلط عقائد رکھنے والے فرقے
جنت و دوزخ
توہم پرستی
جلد دوم
وضو کے مسائل
غسل و تیمم مسائل
پاکی سے متعلق عورتوں کے مسائل
نماز کے مسائل
جمعہ و عیدین
کے مسائل
جلد سوم
نمازِ تراویح، نفل نمازیں
میت کے احکام
قبروں کی زیارت
ایصالِ ثواب
قرآن کریم، روزے کے مسائل
زکوٰۃ کے مسائل
مَنّت و صدقہ
جلد چہارم
حج و عمرہ کے مسائل
زیارت روضۂ اطہر
مسجد نبوی مدینہ منورہ
قُربانی، حلال اور حرام جانور
قسم کھانے کے مسائل
جلد پنجم
شادی بیاہ کے مسائل
طلاق و خُلع
عدت، نان و نفقہ
پرورش کا حق
عائلی قوانین وغیرہ
جلد ششم
تجارت یعنی خرید و فروخت
محنت و اُجرت کے مسائل
قسطوں کا کاروبار
قرض کے مسائل
وراثت اور وصیت
جلد ہفتم
نام، تصویر، داڑھی، جسمانی وضع قطع، لباس
کھانے پینے کے شرعی احکام
والدین، اولاد اور پڑوسیوں
کے حقوق، تبلیغ، دین
کھیل کود، موسیقی، ڈانس
خاندانی منصوبہ بندی، تصوف
جلد ہشتم
پردہ، اخلاقیات
رسومات، معاملات
سیاست، تعلیم اور وظائف
جائز و ناجائز
جہاد اور شہید کے احکام
جلد نہم
ڈارون کا نظریہ اور اسلام
اعضا کی پیوندکاری، خودکشی سے
بچانے کے لیے تین طلاق کا حکم
کنٹیکٹ لینز کی صورت میں
وضو کا حکم، القرآن ریسرچ سینٹر
کا شرعی حکم وغیرہ
جلد دہم
معجزہ شق قمر، کچھ مفاہیم
کے بارے میں
مدارس و مساجد کی رجسٹریشن کا حکم
فلمی دُنیا سے معاشرتی بگاڑ
مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مکتبہ لُدھیانوی
18 سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
Tel: 021-2780337
Cell:0321-2115502, 0321-2115595, 0321-2115311